گناہوں کی حقیقت اور معاشرے پر ان کے اثرات سے متعلق ایک منفرد تحریر

مُعاشرے کی مُہلک بیماریاں اور انکا عِلاج



تالیف
الشیخ احمد بن حجر

تخریج
الشیخ عبدالمحسن السلفی

ترجمہ
نصیر احمد ملی

تحقیق و افادات
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

گناہوں کی حقیقت اور معاشرے پر ان کے اثرات سے متعلق ایک منفرد تحریر

مُعاشرے کی مُہلک بیماریاں اور انکا عِلاج

تالیف
الشیخ احمد بن حجر

تخریج
الشیخ عبدالمحسن السلفی

ترجمہ
نصیر احمد ملی

تحقیق و افادات
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ



ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:

گناہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر قسم کے گناہ سے اپنے دامن کو بچانا ضروری ہے، لیکن بعض گناہ ایسے ہیں جو نہ صرف فردِ واحد کے لیے نقصان دہ ہیں بلکہ پورے معاشرے پر تباہ کن اثرات چھوڑتے ہیں۔ جیسا کہ اُمم سابقہ کی تباہی و بربادی کفر و شرک کے علاوہ مختلف گناہ اور جرائم کی وجہ سے ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ [1]

''پھر ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی اور بعض کو زوردار آواز نے دبوچ لیا، ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے غرقِ آب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو سزا ضرور ملے گی) اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو:

جب کوئی معاشرہ بے حیائی اور برائی کے کام علانیہ کرنے لگے تو ان میں طاعون اور

---

[1] ۲۹/ العنکبوت: ۴۰۔

ایسی ایسی بیماریاں در آتی ہیں جو ان کے اسلاف (بزرگوں) میں نہیں تھیں۔ اور جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں تو انھیں قحط، معاشی بدحالی اور حکمرانوں کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے، اور جب وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے۔ اگر زمین پر جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ برسے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان توڑتے ہیں تو ان پر ان کے غیر میں سے دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو اُن کی جمع پونجی لوٹ لے جاتے ہیں، اور جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور جو (قانون) اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے عملاً اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ انھیں آپس کی لڑائی میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' [1]

زیرِ نظر کتاب ''معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج'' اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے اس میں ہر اس گناہ کی نشاندہی کی گئی ہے جسے ہمارے معاشرے میں غیر معمولی سمجھ کر عام کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور ان کے اثراتِ بد پورے معاشرے کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔

کتاب کے مصنف معروف عربی عالم دین علامہ الشیخ احمد بن حجر ہیں اور ترجمہ کی سعادت مولانا نصیر احمد ملی کو حاصل ہوئی ہے، جنھوں نے نہایت نفیس و عمدہ ترجمہ کیا ہے۔

اب مکتبہ اسلامیہ اپنی روایت کے مطابق تحقیق و تخریج سے مزین کر کے ہدیۂ قارئین کر رہا ہے۔ طباعت و کتابت اور جلد بندی میں جدید تقاضوں و اعلیٰ معیار کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

میں دعا گو ہوں اللہ رب العزت اس کتاب کے ذریعے سے مصنف، مترجم، ناشر اور جملہ معاونین کو دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران کرے۔ آمین

محمد سرور عاصم

---

[1] حسن، سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۹؛ الصحیحہ: ۱۰۶۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کیلئے مخصوص ہیں، جس نے اپنی کتاب ''قرآن کریم'' میں اپنے برگزیدہ پیغمبر محمد ﷺ کی زبانی، بندوں کو اپنی ایسی عبادت اور تابعداری کا حکم فرمایا، جس سے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو اور وہ آخرت کی زندگی میں سرخرو اور کامیاب ہوں، نیز چھوٹے بڑے ان تمام گناہوں سے سختی کے ساتھ منع کیا، جن سے اگر توبہ نہیں کی اور باز نہ آیا، تو ایسا شخص غضب خداوندی اور عذاب الٰہی کا سزاوار ہوگا اور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی ایسی شہادت ہے، جس کا دینے والا، نافرمانی کی گندگی اور معصیت کے میل کچیل سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہ شہادت اس دن آدمی کے کام آئے گی جب نہ مال کام آئے گا، نہ بیٹے ساتھ دیں گے، بلکہ جو کوئی اللہ کے پاس پاک دل کی پاکیزگی لے کر جائے گا، وہی نجات پائے گا۔ میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جنہوں نے ہمارے لئے حلال و حرام کو الگ الگ بیان کیا اور صاف صاف بتادیا کہ اطاعت گزار بندوں کو سلامتی کے ابدی مقام یعنی جنت میں کیا انعام واکرام ملے گا اور سزاؤں کے گھر یعنی دوزخ میں مجرم اور فاسق کیسے کیسے دائمی عذاب سے گزریں گے؟...... آپ اور آپ کے آل واصحاب پر درود و سلام ہو، جو راتوں کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار تھے اور جملہ تابعین اور برحق اماموں پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین......!

حمد وصلوٰۃ کے بعد......! حساس اور باشعور طبقہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ یہ دور جس میں ہم سانس لے رہے ہیں، ایسا بدترین دور ہے، جس میں نافرمانی، شہوت پرستی، برائی، بے حیائی اور اوچھی حرکتوں اور کمینہ خصلتوں کا جیسے سیلاب امڈ رہا ہے۔ بھلے برے کی تمیز اُٹھ گئی ہے، نیکی پر بدی اور بدی پر نیکی کا لیبل چڑھا ہوا ہے، کھلے بندوں گناہ کیا جاتا ہے۔ گنتی کے

چند افراد کو چھوڑ کر عام لوگوں کے دلوں سے گناہ کا احساس تک مٹ چکا ہے اور اس کا سد باب کرنا تو دور کی بات ہے، ہمہ گیر اور بلند پیمانے پر ایسا کوئی نظام بھی قریب و دور نظر نہیں آتا جو عام لوگوں کو معصیت اور منکر سے باز رکھے، بیشتر شہروں اور قصبوں میں فحاشی، بے حیائی اور بدکاری کے اڈے کھلے ہیں، شراب و شباب کی دکانیں لگی ہیں، لہو ولعب بے پردگی اور آوارگی کا بازار گرم ہے۔ جگہ جگہ گناہوں کی طرف مائل کرنے والی چیزوں کی نمائش گاہیں سجی ہیں، جبکہ دوسری طرف مسجدیں اور تقربِ الٰہی کی بارگاہیں سنسان پڑی ہیں۔ ہاں کہیں کہیں کچھ اللہ کے نیک بندے ایسے ضرور ہیں، جو اس گئے گزرے دور میں بھی اپنے دین سے اس طرح چمٹے ہوئے ہیں، جیسے کوئی ہاتھوں میں دہکتا ہوا انگارہ اٹھائے ہو۔ اس زبوں حالی اور ابتری کے چند اسباب حسب ذیل ہیں:

① دینی عقائد اور شرعی احکام سے عام طور پر جہالت اور لاعلمی پائی جاتی ہے۔

② علمائے کرام کا خاصا بڑا طبقہ سہل پسندی اور آسائش و آرام کا شکار ہے۔

عوام الناس کو سیدھا راستہ دکھانے کا کام ایک عرصے سے انہوں نے بند کر رکھا ہے اور لوگوں کو یہ سمجھانا بھی چھوڑ دیا ہے کہ گناہ اور معصیت کے نتائج کیسے بدترین رونما ہوتے ہیں اور جلد یا بدیر ان کی کیسی کیسی سزائیں ملنے والی ہیں۔

③ مسلم حکام نے شرعی احکام کے نفاذ اور ان پر عمل درآمد میں مجرمانہ غفلت سے کام لیا ہے۔ جن حدود اور سزاؤں کا کتاب وسنت میں صریح ذکر ہے اور قرآن اور صحیح احادیث سے جن کا ثبوت ملتا ہے، ان سے بے توجہی برتی جاتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مجرم اور فاسق حرام اور تباہی کے کام ڈنکے کی چوٹ پر کر رہے ہیں۔

④ پھر یہ معاملہ سستی اور بے پروائی تک ہی محدود نہیں، بلکہ افسوس تو یہ ہے کہ حکام نے چکلوں اور شراب خانوں کی اجازت دے رکھی ہے۔ شراب پینے، بے حیائی کرنے اور عورتوں کے سج دھج کر بے پردہ نکلنے کی حوصلہ افزائی کی ہے، لہو ولعب، دھوکا دہی اور فسق و فجور پر ان کے نزدیک کوئی روک ٹوک نہیں اور حد تو یہ ہے کہ وہ سود بھی ان کے نزدیک جائز اور مباح ہے جن کے کھانے والوں کے بارے میں قرآن پاک پوری گھن گرج کے ساتھ کہتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۞ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۞ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو، تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے، اس کو چھوڑ دو، پھر اگر ایسا نہ کرو، تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو تم کو اصل مال لینے کا حق ہے، نہ تم کسی کا نقصان کرو اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے۔''

اور یہ محض مشرق و مغرب کے ان ملکوں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے، جنہوں نے ان ہلاکت خیز چیزوں کی چھوٹ دے رکھی ہے، جو اسلامی قوانین پر شیطانی آئین کو نہ صرف پسند کرتے ہیں، بلکہ اس کو ترجیح دیتے ہیں، خدائے ذوالجلال کے دین متین اور اس کے برگزیدہ نبی کی لائی ہوئی شریعت کی سرخروئی اور بالا دستی کیلئے سر نہیں اٹھاتے، ان کی نظر میں حرام وہ چیز ہے، جس کو یورپ کے منکرین اور مشرق کے ملحدین حرام کہیں اور مباح اور جائز وہی ہے جس کو وہ درست بتائیں، مثلاً:

اوّل:

جب ان ملکوں اور حکومتوں نے نشہ آور چیزوں پر پابندی عائد کی اور ان کی تجارت کرنے والوں پر نکتہ چینی شروع کی تو ہمارے ان حکام نے بھی ان کی طرح ہانک لگائی اور بھنگ، افیون اور ان جیسی نشہ آور چیزوں پر روک لگا دی اور اس سلسلے میں اتنی سختی برتی کہ خلاف ورزی کرنے والوں کو لمبی سزائیں دیں اور زبردست تاوان عائد کیا اور کہیں کہیں حکم عدولی کرنے والوں کو تختہ دار پر بھی کھینچا گیا۔

دوم:

یہی نہیں، بلکہ انہوں نے جوئے اور لاٹری پر بھی قدغن لگائی، جوئے بازوں کو سلاخوں کے پیچھے ڈالا، انہیں سخت سزائیں دیں۔ انہوں نے جوئے بازی اور نشہ بندی کے سلسلے میں جو

---

[1] ۲/ البقرۃ: ۲۷۸، ۲۷۹۔

کچھ کیا بلا شبہ یہ ایک مستحسن اقدام تھا، لیکن اسلامی ملکوں کے حکام نے فی زمانہ یہ تمام کارروائی اس لئے نہیں کی کہ شریعت مطہرہ کا یہی تقاضا اور منشا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا اور نہ ان کے وہ کافر اور مشرک پیشواؤں نے یہ سارا ڈرامہ اس لئے رچایا کہ وہ خود بھی لوٹ کر اپنے دین پر چلنا چاہتے تھے، بلکہ ان کی علت تمام تر مادی اور دنیاوی تھی، چنانچہ نشہ بندی کے قائل وہ اس لئے ہوئے کہ نشہ آور چیزیں صحت اور معیشت کیلئے تباہ کن ہیں، جب کہ جوئے بازی سے جرائم کا دروازہ کھلتا ہے۔

سوم:

یورپ نے شراب، بے پردگی، سود خوری، زنا کاری اور ان چیزوں کی چھوٹ دی، جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کر رکھا ہے، تو عقل کے اندھوں نے بھی ان غلیظ خصلتوں کو نام نہاد آزادی، قومی خوشحالی، حصول زر کے نئے نئے روپ اور جواز کی عجیب و غریب شکلوں سے درست ٹھہرایا، جبکہ کتاب و سنت کی کسی اصل یا کسی معتبر مذہب و مسلک یا کسی کے قول سے اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

⑤ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ قطعی چھوڑ دیا گیا ہے، جبکہ یہ ایسا اہم دینی فریضہ ہے، جسے تمام آسمانی شریعتوں اور مذاہب نے اشد ضروری اور لازمی قرار دیا ہے، خصوصاً شریعت اسلامیہ میں اس کو نمایاں ترین مقام حاصل ہے، جو کسی شک کے بغیر جملہ محاسن، ہمہ گیر انسانی ضروریات، سعادت دنیوی اور نجات اخروی کی ضامن اور پچھلی تمام شریعتوں سے لائق و فائق اور بلند و بالا ہے اور سب سے اہم امر یہ کہ ذات باری تعالیٰ نے مسلمانوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایک خاص شان کے ساتھ فرض گردانا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [1]

''اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ

---

[1] ٣/ آل عمران: ١٠٤۔

کامیاب ہونے والے ہیں۔"

اس فریضہ کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ طغیانی، نافرمانی، سرکشی، اخلاقی پستی اور بگاڑ کی بیخ کنی ہو اور صالح اور نیک معاشرہ قائم ہو اور یہ حقیقت ہے کہ اس فریضہ پر ٹھیک ٹھیک عملدرآمد کے بغیر کوئی ملک وملت یا دین اور آئین ہرگز ہرگز پنپ نہیں سکتا اور جن قوموں نے اس فریضہ سے اغماض برتا، ان کے اندر انارکی، بداخلاقی، شر اور فساد بڑھا اور رفتہ رفتہ یہ قومیں زوال اور اضمحلال کا شکار ہوتی چلی گئیں۔

⑥ ہماری نئی پود اور مسلم نوجوانوں نے غیر مسلم اقوام کی ہو بہو نقل کو اپنا شیوہ اور طریقہ بنالیا ہے۔ گندی عادتوں اور ناپاک خصلتوں کو آنکھ بند کر کے اپنا لیا ہے۔ ان کے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور رہنے سہنے کا کوئی طریقہ کتنا ہی عقل وتدبر کے خلاف ہو، طبع سلیم اور فطرت مستقیم اس کی خواہ کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرے، ان سے شرم اور ننگ وعار نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں زناکاری کی اجازت ہے، آوارہ اور اوباش لڑکوں سے دوستی کوئی برائی نہیں، بدکاری اور بے حیائی کے اڈوں، فاسقوں، فاجروں کے ساتھ وقت گزاری میں چنداں مضائقہ نہیں، عورتوں کی چال ڈھال، ان کے عشوہ ناز اور پوشاک میں مشابہت کوئی عیب نہیں۔ نشہ آور اشیاء اور شراب وکباب غرض تمام چیزوں کو اپناتے اور برتتے ہوئے، ان کے اندر یہ احساس تیز ہوتا ہے کہ اس طرح وہ ایٹمی دور کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جدیدیت مغربی تہذیب وتمدن اور روز بروز بدلتی ہوئی قدروں کو لے کر چل رہے ہیں، لیکن افسوس غیر قوموں کی ان خصلتوں کا دیوانہ بننا وہ پسند کرتے ہیں، مگر ان اقوام کے علوم وفنون، لگاتار کوشش اور پیہم محنت وعمل سے مجرمانہ غفلت برتتے ہیں، جب کہ یہی وہ گنج ہائے گراں مایہ ہیں، جنہوں نے ان قوموں اور خطوں کو علمی اور سائنسی ایجادات کی بدولت کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جو سورج سے زیادہ عیاں ہے۔

⑦ زہریلے افکار، تباہ کن خیالات اور مسموم نظریات کا ایمان ویقین اور دین وشریعت سے براہ راست تصادم ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، چنانچہ خالقِ کائنات اور اس کے وجود کا انکار، مرنے کے بعد اٹھایا جانا اور قیامت کو نہ ماننا اور اس سلسلے میں مسلمانوں، خصوصاً پڑھے

لکھے طبقے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، رسول اقدس ﷺ کی ذات اطہر پر کیچڑ اچھالنا، کتاب وسنت کے احکام کا مذاق اڑانا اور ایسے شبہات پیدا کرنا جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان سے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی جڑیں کمزور ہو رہی ہیں، جس کے ردعمل میں نوجوان، ایمان اور اسلام سے دور ہو رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جب دلوں سے ایمان کی جڑیں کمزور ہوں گی، یا سرے سے یہ پودا ہی نیست ونابود ہونے لگے گا (والعیاذ باللہ) تب بھلا کون سی رکاوٹ باقی رہے گی، ہر فحاشی اور بے حیائی کا ارتکاب آسان ہوگا، حرام کاری کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے اور دشمنان اسلام کی تمام تر کوششیں اور کاوشیں اس کے سوا اور کیا ہیں؟

بنابریں علمائے اسلاف رحمہم اللہ نے کبیرہ وصغیرہ (بڑے وچھوٹے) گناہوں کی بابت متعدد کتابیں تصنیف کیں، ان کے متعلق مسائل اور احکام کو تفصیل سے بیان کیا اور تحریر کیا کہ جو لوگ اس کا ارتکاب کریں گے، لیکن توبہ نہیں کریں گے، نہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کیا ہو گا، آخر ان کا انجام کیا ہوگا؟ اور انہیں کن کن سزاؤں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ''کبائر'' کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب الکبائر'' اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الکبائر'' بھی شامل ہیں، البتہ یہ دونوں کتابیں شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الزَّواجر'' کی نسبت کافی مختصر ہیں، جبکہ شیخ علامہ احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی المعروف بابن نحاس کی کتاب ''تنبیہ الغافلین'' بھی اسی صنف سے تعلق رکھتی ہے، لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر بدعات ومنکرات اور بدعادات کا بھی مفصل ذکر موجود ہے۔

اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا، کہ اسلامی ملکوں میں معصیت اور گناہ عام ہے، اس کے پیش نظر میں نے اس حدیث ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) کی ایک شرح قلم بند کی تھی، پھر جب میں نے سابقہ ہر دو امور (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) پر غور کیا، تو میں نے عزم مصمم کر لیا کہ ان ہمہ گیر برائیوں، کبیرہ گناہوں، بدعتوں اور ضلالت سے متعلق کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں گا، جن کا جابجا چرچا ہے۔ پھر اس ضرورت کا اس لئے بھی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے دیکھا ہے، اکثر افراد اس سلسلے میں سستی اور تغافل سے کام لیتے ہیں اور متعدد

کبائر اور بدعات کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر چیزیں ایسی ہیں، جن کا تعلق عقائد سے ہے اور عقائد کے بگاڑ سے آدمی ایمان کے دائرہ سے نکل جاتا ہے، یہ وہ وجوہات تھیں جن کے تحت راقم نے زیرنظر کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "تَطْهِيْرُ الْمُجْتَمِعَاتِ مِنْ اَرْجَاسِ الْمَعَاصِي وَالْمُوْبِقَاتِ" رکھا اور جیسا کہ ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے بعد بخوبی احساس ہوگا، یہ کتاب اتنی طویل نہیں، نہ بے حد مختصر ہے، بلکہ متوسط درجے کی ہے اور یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ اسلاف صالحین نے جو کچھ لکھ دیا اس پر بس ہے، یہی وجہ ہے کہ میں خود بھی اس کا قائل نہیں ہوں، اس لئے کہ کئی کئی مصنفین ایک ایک موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، لیکن ہر ایک کا رنگ جداگانہ اور ان کی خصوصیت الگ الگ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جو خوبی ایک کتاب میں ہوتی ہے، دوسری اس سے خالی ہوتی ہے، اس لئے میں اپنی زیرنظر کتاب کی بعض خصوصیات تحریر کرتا ہوں، اس نوعیت اور موضوع کی دیگر کتابوں کے تقابل اور مطالعہ کے بعد ناظرین کماحقہ اس کے اوصاف سے آگاہ ہوں گے۔

① "الزواجر" مصنفہ: علامہ شیخ احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی بہ نسبت زیرنظر کتاب زیادہ جامع اور مستحسن اس لئے ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر کافی طوالت سے کام لیا ہے، بعض کبیرہ گناہوں کے ضمن میں انہوں نے فقہا کے مباحث اور ان کے اختلافات کا ذکر کیا ہے، جب کہ موجودہ دور کے اکثر پڑھے لکھے لوگ ان پیچیدگیوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہاں ان چیزوں کو کماحقہ وہی لوگ جانتے ہیں جو فقہ، حدیث و تفسیر اور ان کے اصولوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ پھر مصنف نے بعض ایسی معصیتوں کو بھی کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے، جن کی حیثیت کبیرہ گناہ کی نہیں ہے، مصنف نے انہیں گناہ کبیرہ محض بعض مسالک کے اصولوں اور کچھ مذاہب کے فقہا اور ان کی بحثوں کی وجہ سے کیا ہے۔

رہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الکبائر" تو اول تو یہ کتاب نہایت مختصر ہے۔ دوسرے فن حدیث میں ان کی دسترس، اس علم میں ان کے بلند مرتبہ اور صحیح و ضعیف روایتوں پر ان کی گہری نقد و نظر کے باوجود انہوں نے اس کتاب میں بعض ایسی ضعیف روایتیں درج کی ہیں، جنہیں کم از کم اس قسم کی کتاب میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ البتہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب ''الکبائر'' کی حدیثیں صحیح اور حسن ہیں، لیکن یہ کتاب بڑی مختصر ہے اور اسی وجہ سے اب تک اس کی کوئی شرح یا کوئی حاشیہ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔

② اس کتاب میں میں نے دو مقدمے درج کئے ہیں، پہلے مقدمے میں صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تعریف اور ان کی بابت بعض اہل علم کے مباحث مختصراً مذکور ہیں۔ راقم سے پیشتر ''کتاب الزواجر'' کے مصنف نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، لیکن انہوں نے تفصیل اور طوالت سے کام لیا ہے، جبکہ میں نے بقدر ضرورت مقصد کی وضاحت کی ہے۔ دوسرا مقدمہ میری اپنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس میں میں نے معاصی کی مضرت، بدکاری کے فاسد اثرات اور اس کے تحت ملنے والی سزاؤں کا ذکر کیا ہے، جو ان کے ارتکاب کرنے والوں کو جلد یا بدیر ملیں گی، یہ ٹکڑا درحقیقت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجواب الکافی" یا "الداء والدواء" کے ایک حصے کی تلخیص ہے۔ ان مضرتوں کا سرسری تذکرہ میں نے صرف اس لئے کیا ہے، تاکہ اصل موضوع سے پہلے ناظرین ان سے آگاہ رہیں اور ان سے پیدا شدہ تباہی و بربادی اور دنیا و آخرت کی اذیتوں کا انہیں علم رہے۔ ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو، ہلاکت کے بھنور، آزمائش کے گڑھوں اور موت کی وادی میں گرنے سے وہ محفوظ رہیں۔

مذکورہ دو مقدمات کے ساتھ ساتھ راقم نے ایک تیسرا مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، جس کا عنوان جنت کی ترغیب اور دوزخ سے تنبیہ ہے۔ یہ حصہ کتاب ''الترغیب والترھیب'' سے ماخوذ ہے اور صحیح اور حسن حدیثوں پر مشتمل ہے۔

③ راقم نے بعض ان کبائر کو بھی شامل کتاب کیا ہے، جن کا ذکر اب سے پہلے کے علما نے نہیں کیا ہے۔ جیسے انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی فلمیں بنانا، ان کی شبیہ کو اسٹیج کرنا اور دشمنانِ خدا سے روابط اور تعاون رکھنا۔

④ کبیرہ گناہوں کی جن بحثوں کو سلف صالحین کی کتابوں میں اختصار سے ذکر کیا گیا ہے، راقم نے انہیں خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

⑤ ساتھ ہی میں نے سہل، دل نشین اور شستہ و شگفتہ اندازِ نگارش اختیار کیا ہے، جسے طبقہ علما ہی نہیں، عوام الناس بھی بخوبی سمجھ سکیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

⑥ کتاب کا اختتام توبہ اور استغفار پر کیا ہے، اس سے پہلے شیخ احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روش کو اپنایا ہے۔ البتہ صاحب موصوف نے تفصیل سے لکھا ہے، جبکہ راقم نے اس سلسلے کی صحیح احادیث کو ہی بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

ان گوناگوں اوصاف اور امتیازی خصوصیات کے ساتھ اللہ نے چاہا تو یہ کتاب عام مسلمانوں، خصوصاً ان بھائیوں کے لئے بیش از بیش مفید ہوگی، جو دعوت وارشاد اور اشاعت و تبلیغ کے فریضے سے وابستہ ہیں۔ وعظ وتقریر اور خطاب و بیان کے سلسلے میں یہ کتاب ان کے لئے مستند ماخذ اور قابل قبول مرجع کا کام دے گی، ان شاء الله تعالیٰ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کے حق میں مفید بنائے اور اس کے اجر و ثواب سے اس دن مجھے محروم نہ رکھے، جس دن کہ مال و اولاد کوئی کسی کام نہیں آئیں گے۔ سرخرو اور بامراد بس وہی لوگ ہوں گے، جو پاک دل لے کر اللہ کے پاس حاضر ہوں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

احمد بن حجر آل بوطامی البنعلی
قاضی محکمہ شرعیہ اولیٰ
حکومت قطر
یکم جمادی الاخری، ۱۴۰۱ھ

پہلا مقدمہ

اب وقت آ گیا ہے کہ مالک ومعبود حقیقی کی تائید اور نصرت سے میں اپنے مقصد کا آغاز کروں، اس لئے بتوفیق الٰہی عرض کرتا ہوں کہ تحقیق اور جستجو کا سرا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصل موضوع پیش کرنے سے قبل دو مقدمات پیش کرنا زیادہ مناسب ہے۔

پہلا مقدمہ:

معصیت کے بیان میں اور اس کے بارے میں کہ آیا ہر معصیت کا شمار کبیرہ میں ہوتا ہے؟ یا معصیت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ اور اگر ہم یہ کہیں کہ معصیت کی دو قسمیں ہیں، تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ کبیرہ اور صغیرہ کسے کہتے ہیں؟ کبائر کی جملہ تعداد کیا ہے؟ اور صغیرہ وکبیرہ کی تعریف اور ان کی قسموں کی تفصیل کیا ہے؟

دوسرا مقدمہ

اس بیان میں کہ معصیت کے نتیجے میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں اس کی کیسی کیسی سزائیں ہیں؟

پہلے مقدمے کی معروضات یہ ہیں: علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، علما کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ تمام گناہ کبیرہ ہیں، ان میں صغیرہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ ابواسحٰق اسفرائینی، قاضی ابوبکر باقلانی، امام الحرمین ۔۔ ارشاد ۔۔ اور ابن قشیری ۔۔ مرشد ۔۔ جیسے علما کا شمار بھی اسی گروہ میں ہے، بلکہ ابن فورک نے اشاعرہ سے یہی نقل کیا ہے اور اپنی تفسیر میں بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت، کبیرہ گناہ کہلاتی ہے اور صغیرہ کبیرہ محض ایک دوسرے کی نسبت سے ہیں اور بڑے کے مقابلے میں اس سے چھوٹے کو صغیرہ کہہ دیا جاتا ہے۔'' چنانچہ اس آیت:

﴿إِن تَجْتَنِبُوا۟ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ [1]

---

[1] ٤/ النساء: ٣١۔

''جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے، ان میں سے تم اگر بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے۔''

سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ''یہ تقسیم صحیح نہیں ہے کہ گناہ دو طرح کے ہیں، صغیرہ اور کبیرہ۔ (معتزلہ کا بیان تمام ہوا) اس گروہ نے جہاں اپنے اصحاب کا متفقہ قول ذکر کیا ہے، وہاں بھی اسی قسم کا دعویٰ کیا ہے، جو اوپر مذکور ہے۔ تقی سبکی نے بھی اس پر اعتماد کیا ہے، قاضی عبدالوہاب نے کہا ہے کہ کسی معصیت کے بارے میں یوں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صغیرہ ہے، ہاں اس معنیٰ میں وہ صغیرہ ہوتی ہے کہ کوئی اس سے بڑھ کر کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے۔ یہ قول اس روایت کے موافق ہے:

① جس کو طبرانی [1] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، لیکن اس کے اندر اس معنی میں انقطاع پایا جاتا ہے کہ کبائر کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا ہے کہ تمام منہیات کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ ② ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس سے اللہ کی معصیت لازم آئے وہ کبیرہ ہے۔ [2] اس کے برعکس جمہور علما یہ کہتے ہیں کہ صغیرہ بھی معصیت کی ایک قسم ہے، لیکن دونوں فریقوں کا معنی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف محض نام اور تقسیم ہونے یا نہ ہونے میں ہے، ورنہ اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ بعض معصیت کے ارتکاب سے آدمی عادل نہیں رہ جاتا، جبکہ کچھ معصیت کے کر گزرنے پر اس کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑتا اور ہمارے پیش رو علما گناہوں کے ساتھ صغیرہ لگانے سے ہی گریز کرتے تھے، اس لئے کہ اللہ رب العزت کی عظمت، اس کے جلال و جبروت اور اس کی سخت پکڑ کو دیکھتے ہوئے ان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آتا تھا کہ کسی گناہ کو صغیرہ کہا جائے، ویسے بھی اللہ کی

---

[1] تفسیر الطبری: ۳/ ۷۷٤ حدیث: ۹۲۰۹؛ تفسیر ابن المنذر: ۲/ ٦۷۰ حدیث: ١٦٦۷؛ شعب الایمان للبیهقی: ۱/ ٤٦٣، ٤٦٢ حدیث: ۲۸۸، ۹/ ۳٤۹، حدیث ٦۷٤۹۔ شعب الایمان کے محقق الدکتور عبدالعلی عبدالحمید حامد نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ یہ روایت موقوفاً المعجم الکبیر للطبرانی بحواله مجمع الزوائد ۱/ ۱۳٦، ۱۳٥، حدیث ۳۸٤ میں بھی موجود ہے۔ [2] تفسیر الطبری: ۳/ ۷۷٥ حدیث: ۹۲۱۸ شیخ الاسلام منصور عبدالحمید نے تفسیر الطبری کی تحقیق وتخریج میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

کبریائی اور اس کی عظمت کی وجہ سے تمام معاصی کبیرہ ہیں، خواہ کسی درجہ کا بھی ہو۔ لیکن جمہور اور عام علما کی یہ رائے نہیں، کیونکہ اس کی دو قسم ہونا مشہور ہے، چنانچہ اس آیت کے پیش نظر بھی صغیرہ اور کبیرہ معصیت کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ﴾ ❶

''اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دی۔''

اللہ نے نفرت انگیز چیزوں کو تین درجوں میں تقسیم فرمایا اور علاوہ اور گناہوں کے معصیت کو ''فسوق'' سے تعبیر کیا ہے۔ نیز اس کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

﴿ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴾ ❷

''(وہ لوگ ایسے ہیں) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں) بلاشبہ تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے۔ وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے، جبکہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، تو اپنے آپ کو مقدس مت جتاؤ، وہ اس کو خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔''

اس کے بعد جمہور علما نے صغائر اور کبائر کی تعریف میں خاصی تفصیل درج کی ہے، جس پر اضافہ کیا جانا دشوار ہے۔

---

❶ ٤٩/ الحجرات:٧۔ ❷ ٥٣/ نجم:٣٢۔

فصل

گزشتہ وضاحت کے بعد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

کتاب وسنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کے اجماع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں ہی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝﴾ (٤/ النسآء:٣١)

"جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔"

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾

(٥٣/ النجم:٣٢)

"(وہ ایسے لوگ ہیں کہ) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں)"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرَ)) [1]

"پنجگانہ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک، یہ سب اپنے درمیان گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جاتا رہے۔"

کفارہ بننے والے اعمال کے تین درجے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعه الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن ما اجتنبت الکبائر، حدیث: ۲۳۳۔

اول:

بذات خود ان اعمال میں کمزوری، اخلاص میں کمی اور ان کے حقوق کی کما حقہ عدم ادائیگی کی وجہ سے یہ اعمال محض چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہوں، جیسے بیماری اور امراض کے لحاظ سے بعض دوائیں ہلکی اور کم پاور رکھتی ہیں اور پیچیدہ اور مہلک امراض کا تدارک ان سے دشوار ہوتا ہے۔

دوم:

ان کے ذریعے محض صغائر کی تلافی اور تدارک ہو، کبیرہ گناہوں کو ہٹانے اور مٹانے کی ان کے اندر صلاحیت نہ ہو۔

سوم:

صغیرہ گناہوں کے تدارک کی ان میں پوری صلاحیت ہو اور ان کے اندر مزید ایسی توانائی بدستور موجود ہو، جس سے کبیرہ گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فقروں پر غور کیا جائے تو متعدد اشکال خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ)) [1]

''کیا میں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں تمہیں نہ بتاؤں؟''

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) [2]

''سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو۔''

((أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَاللّٰهِ أَعْظَمُ)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور، حدیث: ٢٦٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها حدیث:٨٧۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلمًا انما یأکلون فی بطونهم نارًا وسیصلون سعیرًا﴾ (٤/ النساء:١٠) حدیث:٢٧٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها حدیث:٨٩۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿فلا تجعلوا لله اندادًا و انتم تعلمون﴾ (آیت:٢٢) حدیث: ٤٤٧٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب وبیان اعظمها بعده حدیث:٨٦۔

"کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا ہے"

آخر الذکر روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور صحیحین میں مذکور ہے:

اس کے بعد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کبائر کے بارے میں لوگوں کا یہ اختلاف ذکر کیا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں تعریفوں کے مطابق کبیرہ گناہوں کی پوری گنتی کی گئی ہے؟ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ ان گناہوں کی پوری گنتی کی جا چکی ہے، ان میں سے بعض نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ان کی جملہ تعداد "چار" ہے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کل "سات" ہیں۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ان کی تعداد "نو" بتائی ہے، جبکہ انکے علاوہ بعض نے "گیارہ" اور بعض نے "سترہ" شمار کی ہے۔ ❸

---

❶ مصنف عبد الرزاق: ١٠/ ٤٥٩، حديث:١٩٧٠١؛ وطبع جديد: ١٠/ ٦٥ حديث ١٩٨٧١ وتفسير عبد الرزاق: ١/ ١٥٤ حديث ٥٥٦؛ تفسير ابن المنذر: ٢/ ٦٦٧ حديث: ١٦٦١؛ " التوبة" (ابن ابى الدنيا) حديث:٣١؛ المعجم الكبير للطبرانى: ٩/ ١٥٦ حديث: ٨٧٨٤، ٨٧٨٣؛ تفسير الطبرى: ٢/ ٦٤٩- ٦٤٨؛ تفسير ابن كثير: ٢/ ٢٤٩- امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد: ١/ ١٣٧ حديث: ٣٩٢-

❷ الكفاية للخطيب، ص: ١٠٥- جزء فيه من روى عن النبى ﷺ من الصحابه الكبائر لابى بكر احمد حديث: ١٠، شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان نے اسے موقوفاً صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے تخريج كتاب الكبائر للذهبى صفحه ٥٤٥-

❸ سنن ابو داود، كتاب الوصايا، باب ماجاء فى التشديد فى اكل مال اليتيم حديث: ٢٨٧٥؛ سنن نسائى، كتاب التحريم الدم، باب ذكر الكبائر حديث:٤٠١٧؛مشكل الآثار للطحاوى، حديث:٨٩٨؛ مستدرك حاكم، ١/ ٥٩،-طبع قديم و طبع جديد، ١/ ٨٦، حديث: ١٩٧ و ٤/ ٢٥٩؛ طبع قديم و طبع جديد؛ ٧/ ٢٧٣٤ حديث: ٧٦٦٦- شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعيف الترغيب والترهيب حديث: ٤٦١- حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٣/ ٣١٨ حدیث: ٢٨٧٥ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١/ ٦٧٦ میں اس حدیث کی سند کو یحییٰ بن ابی کثیر راوی جو مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں، ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ موقوفاً ثابت ہے کہ حضرت طیلسہ بن میاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا جو میرے نزدیک کبیرہ تھا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ کبیرہ گناہ نو ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ☆☆)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''زواجر'' میں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، جملہ کبائر کی تعداد کیا ہے؟ کیا وہ کل سات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، یہ سات سے لے کر سات سو تک ہیں اور توبہ کی تمام شرطوں کے ساتھ توبہ و استغفار کر لیا جائے تو کوئی گناہ گناہ کبیرہ نہیں رہ جاتا، اسی طرح اگر کوئی صغیرہ گناہ پر مصر رہا، تو صغیرہ گناہ، صغیرہ نہیں رہ جاتا۔۔۔الخ (الجواب الکافی) [1]

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''زواجر'' ہی میں جملہ گناہ کبیرہ ۴۶۷ شمار کیے ہیں، جبکہ راقم نے ۸۰ کبیرہ گناہوں کو کتاب میں شامل کیا ہے، صغیرہ، کبیرہ کی تعریف، ان کی تعداد اور اس بارے میں علما کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد آئندہ صفحات میں دونوں کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی حرمت نصِ قرآنی سے ثابت ہو اور جس سے رسول

(☆☆ گزشتہ سے پیوستہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو بلاوجہ مار ڈالنا، میدانِ جنگ میں دشمنانِ دین کو پیٹھ دکھانا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، سود کھانا، یتیم کا مال ظلم سے کھا جانا، مسجد حرام میں الحاد پھیلانا اور جادو کو جائز جاننا اور ماں باپ کو بوجہ نافرمانی کے رلانا۔ حضرت طیلسہ بن میاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ اُن کے بیان کے بعد بھی میرا خوف کم نہیں ہوا تو فرمایا کہ تجھے جہنم کی آگ میں داخل ہونے کا ڈر ہے اور جنت میں جانے کی چاہت ہے؟ میں نے کہا بہت کچھ۔ فرمایا سنو! کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ میں نے کہا صرف والدہ حیات ہیں۔ فرمایا بس تو تم ان سے نرم کلامی سے بولا کرو اور اُنہیں کھانا کھلاتے رہا کرو اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہا کرو تم یقیناً جنت میں جاؤ گے۔ الادب المفرد للبخاري، باب لين الكلام لو الديه حديث: ٨؛ تفسير الطبري ٦/٦٤٧۔ ٦٤٦۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحيح الادب المفرد، حديث: ٦؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٦/ ٩٤٠۔ نیز حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١/٦٧٦ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ تنبیہ: سترہ کا قول ابو طالب المکی کا ہے۔ دیکھئے قوت القلوب: ٢/ ١٤٧؛ الزواجر عن اقترافِ الكبائر: ١/ ٢٤؛ طبع دار المعرفة بيروت۔

[1] الزواجر: ١/ ١٨؛ تفسير الطبری: ٦/ ٦٥١؛ تفسير ابن المنذر: ٢/ ٦٧١ حديث: ١٦٧٠؛ تفسير ابن ابی حاتم: ٣/ ٩٣٤ حديث: ٥٢١٧؛ شعب الايمان للبيهقي: ٩/ ٤٠٦؛ حديث: ٦٨٨٢، شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان نے کتاب الکبائر للذہبی کی تخریج صفحہ ۴۷ میں موقوفاً سے صحیح قرار دیا ہے۔

اللہ ﷺ منع فرمائیں۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ''جن چیزوں کی حرمت پر تمام آسمانی شریعتوں کا اتفاق ہو، وہ کبیرہ ہیں اور جو گناہ کسی شریعت میں حرام اور کسی میں حرام نہ ہو، وہ صغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اقوال اور بھی ہیں، جن کو طوالت کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔ زیادہ جامع اور مستحسن تعریف یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر کوئی حد، سخت وعید، اللہ کی لعنت یا اس کے غضب کا اظہار ہو، جبکہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہوں کی کوئی جامع تعریف نہیں، ان کی کل تعداد سے میں اور نہ کوئی اور اللہ کا بندہ واقف ہے۔ جیسے دعا قبول ہونے کی مخصوص گھڑی سے کوئی واقف نہیں، اس لئے کہ اللہ نے اس ساعت کو مخفی رکھا، اسی طرح اس نوعیت کے گناہوں کی مکمل تفصیل بھی مخفی رکھی گئی ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ اگر یہ گھڑی یوں مخفی نہ رکھی جاتی تو لوگ نڈر ہو کر پوری آزادی سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے اور اس کو اپنے لئے مباح سمجھتے۔ لیکن واضح ہو کہ یہ قول بھی خلاف واقعہ ہے، اس لئے کہ کتاب وسنت کی متعدد دلیلوں سے یہ ثابت ہے کہ ہر گناہ کی ایک مختلف نوعیت ہے، بعض گناہ صغیرہ ہیں اور ان میں بعض کبیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ ﴾ ❶

''جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے، ان میں سے اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔''

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ ❷

''(وہ ایسے لوگ ہیں) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں)''

یعنی وہ گناہ جو کم مقدار میں ہوں اور ہلکے ہوں، نیز متعدد احادیث میں کبیرہ گناہوں کا

---

❶ ٤/ النساء:٣١۔ ❷ ٥٣/ النجم:٣٢۔

ذکر ہے، جیسے ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَكَرَّرَهُ ثَلَاثًا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ يَسْكُتُ)) ❶

''کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ (کبیرہ) نہ بتاؤں؟'' سب نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا'' یہ (آخری جملہ آپ ﷺ نے تین بار) اس طرح دہرایا کہ ہم نے اپنے دل میں کہا، کاش حضور ﷺ خاموش ہو جاتے۔

بعض صحیح حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض مخصوص عبادتوں سے بعض گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جیسے یہ روایت کہ:

((أَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ)) ❷

''پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک'' الخ

ایک اور روایت کہ

((مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)) ❸

''جس نے حج کیا اور بے حیائی نہیں کی، نہ کوئی گناہ کیا، تو وہ حج سے اس دن کی طرح پاک و صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا کہ اس دن تھا، جب اس کی ماں نے

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حديث: ٢٦٥٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر وأكبرها حديث: ٨٧۔

❷ صحيح بخاری، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ان الذين يأكلون اموال اليتمٰى ظلمًا انما يأكلون في بطونهم نارًا وسيصلون سعيرًا﴾ (٤/ النساء: ١٠) حديث: ٢٧٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر وأكبرها حديث: ٨٩۔

❸ صحيح بخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور حديث: ١٥٢١؛ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة؛ حديث: ١٣٥٠۔

اسے جنا تھا۔"

اور وہ روایت کہ "وضو کرنے، باجماعت نماز پڑھنے اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنے والے کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔" بہر کیف مذکورہ بالا آیات و روایات سے جمہور علما کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں: کبیرہ اور صغیرہ اور جن لوگوں نے تمام گناہوں کو کبیرہ شمار کیا ہے، دراصل انہوں نے ذات باری تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے، کیونکہ ان کے بقول اللہ کی بڑائی اور اس کی قہاری کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی بندہ گناہوں پر جسارت کرے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، جیسے وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع کیا، اس کے باوجود اس کی نافرمانی کرنا، اس کے حکم کی توہین کرنے اور اس کی عظمت و احترام میں کوتاہی برتنے کے مصداق ہے اور اس نقطۂ نظر سے کسی گناہ میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ سارے گناہ یکساں ہیں اور یہ توجیہہ بھی اچھی ہے کہ سارے گناہ، گناہ کبیرہ ہیں، کوئی صغیرہ گناہ نہیں ہے۔ لیکن آخرت میں عذاب، گرفت اور مواخذہ کے لحاظ سے اس قسم کی تاویل کی جائے تو زیادہ اچھا ہے، جیسا کہ جمہور علما بھی آخرت میں سزا اور گرفت کے تعلق سے اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

دوسرا مقدمہ

گناہ اور معصیت کی مضرت، اس کے بد اثرات اور اس کے تحت جلد یا بدیر ملنے والی سزائیں اور بعض ایسی سزائیں جو اللہ نے پچھلی قوموں کو دی تھیں!

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے، البتہ مضرت اور برے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں، نیز یوں بھی دنیا اور آخرت میں پھیلی ہوئی ہر بیماری اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے برے اثرات ہی کار فرما ہوتے ہیں۔

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی، جس نے ماں باپ کو لذت، راحت، خوشی اور مسرت کے ابدی مقام جنت سے، رنج، غم، درد اور مصیبت کے دائمی گھر یعنی دنیا میں لا ڈالا......؟ وہ کون سی چیز تھی جس نے ابلیس کو آسمان کی بادشاہت سے نکال پھینکا، اسے راندۂ درگاہ اور لعنت ملامت کے قابل بنایا۔ اس کے ظاہر اور باطن کو مسخ کر ڈالا، اس کے ظاہر سے زیادہ اس کے باطن کو بدہیئت اور ناگوار کیا، اس کے اندر ایسا عظیم انقلاب پیدا کیا کہ وہ نزدیک تھا اس کو دور پھینک دیا گیا، رأفت و رحمت کے لائق تھا لعنت اور ملامت کے قابل اس کو بنایا، حسن و جمال سے مالا مال تھا، بدصورتی اور پھوہڑ پن اس کے حصے میں آیا، جنت میں تھا، دہکتی ہوئی آگ اس کا مقدر بنی، ایمان اور یقین والا تھا، بے ایمان اور سرکش ہوا، خوبی اور ستائش والے آقا کا جتنا دم بھرتا تھا، اب اتنا ہی زیادہ اس کی عداوت، اس کے خلاف سرگرمی اور مشقت اُٹھانے میں حد سے آگے بڑھ گیا، وہ تسبیح و تقدس اور وحدانیت کا وظیفہ حرز جاں کئے ہوئے تھا، کفر و شرک، مکر و فریب، دروغ گوئی اور فحش اس کی فطرت ثانیہ بنی، ایمان کا جامہ اتار کر کفر، فسق اور معصیت کا لباس پہنا اور اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں حد درجہ ذلیل و خوار ہوا۔ اپنی دشمنی، سرکشی اور نافرمانی سے قعرِ مذلت میں گرتا چلا گیا،

پروردگار عالم کا غیظ وغضب اس کے اوپر نازل ہوا اور اللہ نے اس کو پست اور سرنگوں کیا، بغض اور ناپسندیدگی کا مستحق ہو کر زبوں حال اور ذلیل وخوار ہوا اور تمام فاسقوں اور مجرموں کی چودھراہٹ کا جوا اپنے گلہ میں ڈالا۔ اور کہاں تو اس قدر عبادت اور بندگی میں اس کے دن گزرے تھے اور کہاں ایسی نامراد قیادت اس کے حصے میں آئی، سچ ہے! اللہ کی حکم عدولی اور اس کے نواہی کی خلاف ورزی سے ہم صرف اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

ہاں وہ کیا چیز تھی؟ جس نے دھرتی کے تمام باشندوں کو طوفان میں ایسا غرق کیا کہ پانی پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں تک جا پہنچا، عاد کی قوم پر ایسی آندھی آئی جس نے اس قوم کے ایک ایک قد آور اور بلند وبالا فرد کو کھجور کے لمبے لمبے تنے کی طرح مردہ اور بے حس وحرکت زمین پر ڈال دیا، ان کی آبادی، کھیت وکیار، چوپائے اور مویشی غرض ایک ایک چیز کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور قوم کا ہر ہر متنفس تا قیامت آنے والے انسانوں کیلئے عبرت کا سامان بنا، وہ کون سی چیز تھی؟ جس نے ثمود کی قوم پر ایسی چیخ اور چنگھاڑ مسلط کی، جس کی تیز آوازوں نے ان کے دل، سینے اور پیٹ کو چیر کر رکھ دیا اور قوم کا آخری آدمی بھی عذاب کی آہنی گرفت سے بچ نہیں سکا۔

وہ کیا چیز تھی؟ جس نے قوم لوط کی بستیوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ آسمان کی بلندی پر قدسیوں نے ان کی بستی کے کتوں کی آوازیں سنیں، پھر وہاں سے اس بستی کو الٹ کر اسے اوندھا کر دیا گیا۔ ایک ایک متنفس ہلاک ہوا کہ، اس پر مستزاد آسمان سے ان کے اوپر مسلسل پتھروں کی بارش ہوتی رہی اور اس طرح اس قوم کو جتنی بڑی سزا ملی، دنیا کی کسی قوم پر اتنا عذاب نازل نہیں ہوا، جو قوم بھی اس عادت بد کا شکار ہوگی، اسی قسم کی عبرت ناک سزا کی مستحق ہوگی، کیونکہ ظالموں سے خدا کا عذاب کچھ دور نہیں ہے۔

وہ کون سی چیز تھی؟ جس نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر سائبان کی شکل میں بادلوں کا عذاب نازل کیا، ابر کی یہ چھتری جب ان کے اوپر تن جاتی، تو اس کے اندر سے آگ کے شعلے نمودار ہوتے اور دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہوتی، وہ کیا چیز تھی؟ جس نے فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں ڈبو دیا اور ان کی روحوں کو دوزخ میں پھینک دیا، ایک طرف جسم تہہ آب ہوا، تو دوسری طرف ان کی روحیں شعلہ پوش ہوئیں، ہاں وہ کون سی چیز تھی؟ جس نے قارون

کو، اس کے گھر بار کو اور اس کے اہل وعیال کو زمین کی گہرائی کا پیوند بنایا۔
وہ کیا چیز تھی؟ جس نے نوح کے بعد کی کتنی ہی قوموں کو قسم قسم کا عذاب دے کر ملیا میٹ کیا، وہ کون سی چیز تھی؟ جس نے قوم عاد کی معاصر قوم کو زبردست چنگھاڑ سے ہلاک کیا، جس کی وجہ سے اس قوم کا ایک ایک فرد حواس باختہ ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گیا، وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت گیر اور لڑاکا قوموں کو مسلط کیا گیا، جو ان کے گھروں میں گھس پڑے، ان کے مردوں کو تہ تیغ کیا۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنایا، گھر بار کو آگ لگا دی، مال ودولت کو لوٹ لیا، پھر جب دوسری بار یہی جنگجو قوم حملہ آور ہوئی تو جتنوں کو ان سے ہلاک کرتے بنا، انہوں نے ہلاک کیا اور جس پر ان کا بس چلا اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے پھر ان مجرم قوموں پر طرح طرح کی سزاؤں کو نافذ کیا، کبھی وہ موت کے گھاٹ اتارے گئے، کبھی قید و بند میں مبتلا ہوئے، ان کے گھر اجاڑے گئے، ان کی بستیاں ویران کی گئیں، کبھی ظالم بادشاہوں کے خونیں پنجوں میں گرفتار ہوئے، کبھی ان کی صورتیں بندر اور سور کی بنا دی گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے قسم کھا کر یہ اعلان کیا کہ تا قیامت ان پر ایسے لوگوں کا تسلط رہے گا، جو انہیں طرح طرح کا عذاب دیتے رہیں گے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ان سے صفوان بن عمرو نے، ان سے عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر نے اور ان سے ان کے والد (جبیر رضی اللہ عنہ) نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ کہتے تھے، کہ جب قبرص فتح ہوا اور وہاں کے باشندوں میں افراتفری اور کہرام مچ گیا، تو وہ ایک دوسرے کے آگے رونے دھونے اور واویلا کرنے لگے، اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا، ابودرداء کیا آج رونے کا دن ہے؟ جبکہ آج اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور اکرام سے نوازا اور ان پر اپنا فضل و کرم کیا ہے۔ ابودرداء نے جواب دیا، جبیر! تمہارا برا ہو، تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی مخلوق جب احکام الٰہی کو توڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی کیا عزت رہ جاتی ہے۔ بھلا سوچو کہ کیا ان لوگوں کو شان و شوکت حاصل نہیں تھی، کیا ان کا اپنا کوئی بادشاہ نہیں تھا؟ لیکن جب انہوں نے احکام خداوندی کی نافرمانی کی اور ان کو ٹھکرا دیا، تو ان کی کیا درگت بنی،

تم یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو......![1]

علی بن جعد کہتے ہیں ہمیں شعبہ نے اور انہیں عمرو بن مرہ نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ابو جری سے سنا، وہ کہتے تھے، ایک شخص جس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، مجھے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَنْ يَهْلَكَ النَّاسُ حَتَّى يَعْذَرُوْا مِنْ أَنْفُسِهِمْ)) [2]

''لوگ جب تک بکثرت گناہ نہیں کریں گے، ہلاک نہیں ہوں گے۔''

مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مذکور ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے۔

((اِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَاصِي فِي أُمَّتِي عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَا فِيهِمْ يَوْمَئِذٍ أُنَاسٌ صَالِحُوْنَ؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ، فَكَيْفَ يُصْنَعُ بِأُولَآئِكَ؟ قَالَ يُصِيبُهُمْ مَاأَصَابَ النَّاسَ، ثُمَّ يَصِيرُوْنَ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ)) [3]

''جب میری امت میں معاصی کی کثرت ہوگی، تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کرے گا۔'' میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ان دنوں

---

[1] كتاب الزهد، امام احمد بن حنبل رحمه الله صفحه: ١٦٥ حديث:٧٦٣؛ حلية الاولياء: ١/ ٢٧٧ حديث: ٧٠٩ (طبع جديد) حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی سند ولید بن مسلم کے سماع مسلسل نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

[2] سنن ابو داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي حديث: ٤٣٤٧؛ مسند احمد، ٤/ ٢٦٠، ٥/ ٢٩٣۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح سنن ابو داود، ٣/ ٣٨حديث: ٤٣٤٧؛ صحيح الجامع الصغير، حديث: ٥٢٣١؛ هداية الرواة ٤/ ٤٨٨ حديث: ٥٠٧٤۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ٣٢٦ حدیث: ٤٣٢٧ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[3] مسند احمد: ٦/ ٣٠٤؛ حلية الاولياء: ١٠/ ٢٣٠ حديث: ١٥٠٦٥؛ المعجم الكبير للطبراني: ٢٣/ ٣٧٧، ٣٢٦، ٣٢٥ حديث: ٧٤٧، ٨٩١؛ مجمع الزوائد: ٧/ ٣٧٥ حديث: ١٢١٤٥۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحيح الجامع الصغير حديث ٦٨٠؛ سلسلة الاحاديث الصحيحه: ٣/ ٣٥٩ حديث:١٣٧٢۔

ان کے اندر نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیوں نہیں۔'' میں نے عرض کیا تو ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہوگا؟ فرمایا، عام لوگوں کو جو مصیبت پہنچے گی تو وہ لوگ بھی اس کا شکار ہوں گے۔ پھر انجام کار اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ان کا ٹھکانا ہوگی۔''

((لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ تَحْتَ يَدِاللّٰهِ وَفِيْ كَنِفِهِ مَالَمْ يُمَالِئْ أُمَرَاءُ هَا قُرَّاءَ هَا وَمَالَمْ يُزَكِّ صُلَحَاءُ هَا فُجَّارَهَا وَمَا لَمْ يُهِنْ خِيَارُهَا أَشْرَارَهَا فَإِذَاهُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ رَفَعَ اللّٰهُ يَدَهُ عَنْهُمْ ثُمَّ سَلَّطَ عَلَيْهِمْ جَبَابِرَتَهُمْ فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ ثُمَّ ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالْفَاقَةِ وَالْفَقْرِ)) [1]

''یہ امت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کے جوار میں ہوگی، جب تک کہ اس امت کے امرا اپنے علما کی موافقت اور ان کی اعانت کریں گے، امت کے صالحین، فاسقوں اور فاجروں کو صالح اور نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ بروں کی اہانت اور تذلیل کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا، پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کرے گا، جو انہیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔''

مسند احمد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ)) [2]

---

[1] العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث: ٤؛ کتاب الزهد (امام عبدالله بن مبارك) ٢/ ٦٢٧ حدیث: ٧٧٠۔ حافظ عراقی نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تخریج احیاء علوم الدین: ٢/ ١٨٧، کتاب الزہد کے محقق شیخ احمد فرید نے اس حدیث کو مرسل ضعیف الاسناد قرار دیا ہے۔ مرسل ہونے کی علاوہ اس کی سند صالح المری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [2] مسند احمد ٥/ ٢٧٧؛ سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی القدر حدیث: ٩٠، وکتاب الفتن، باب العقوبات حدیث: ٤٠٢٢؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ٣/ ١٥٣ ==

''اپنے گناہوں کی بدولت آدمی کبھی اپنی روزی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔''

نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُوشِكُ اَنْ تَتَدَاعَى الْاُمَمُ مِنْ كُلِّ اُفُقٍ، كَمَا تَدَاعَى الْاَكِلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا)) قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنْ قِلَّةٍ مِنَّا يَوْ مَئِذٍ؟ قَالَ ((اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ تُنْزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوْبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْوَهْنَ)) قَالُوْا وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ ((حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) [1]

''عنقریب ایسا ہوگا کہ جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں، اسی طرح (دشمن) قومیں لقمۂ تر سمجھ کر چاروں طرف سے تم پر ٹوٹ پڑیں گی......!'' ہم حیثیت نے عرض کیا، کیا ایسا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، لیکن تمہاری حیثیت خس وخاشاک سے زیادہ نہیں ہو گی، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اُٹھ جائے گا اور تمہارے اندر ''وہن'' کی بیماری پیدا ہو جائے گی'' آپ سے سوال کیا گیا، حضور وہن کیا ہے؟

= حدیث:۸۷۲؛ موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث: ۱۰۹۰؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۴۹۳، طبع قدیم وطبع جدید: ۲/ ۶۹۳؛ حدیث: ۱۸۱٤۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعیف الترغیب والترھیب ۲/ ۱۳۸ حدیث: ۱٤۷۳؛ ھدایة الرواۃ: ٤/ ٤۱۱ حدیث: ٤۸۵۳، حافظ زبیر علی زئی ﷾ نے سنن ابن ماجه کی تحقیق ۱٤۹/۱ حدیث: ۹۰ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[1] مسند احمد: ۵/ ۲۷۸؛ سنن ابو داود، كتاب الملاحم، باب فی تداعی الأمم علی الاسلام، حدیث: ٤۲۹۷؛ مسند الشامیین: ۱/ ۳٤۵۔۳٤٤ حدیث: ۶۰۰؛ حلیة الأولیاء ۱/ ۲۳۹ حدیث: ۵۹۱۔ العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث: ۵۔ شیخ البانی ؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ابو داود: ۳/ ۲۵ حدیث: ٤۲۹۷؛ سلسلة احادیث الصحیحه: ۲/ ۶۳۷ حدیث: ۹۵۸؛ ھدایة الرواۃ: ۵/ ۸۱۔۸۰ حدیث: ۵۲۹۸؛ حافظ زبیر علی زئی ﷾ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ۲۹۵ حدیث: ٤۲۹۷ میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''زندگی کی محبت اور موت سے نفرت۔''

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظَافِيْرُ مِنْ نُّحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ)) [1]

''جب مجھے معراج کرائی گئی، تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہرے اور سینوں کو کھرچتے تھے، میں نے کہا، جبرئیل: (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ وہ ہیں، جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت لوٹتے تھے۔''

حضرت حسن رحمہ اللہ کی ایک مرسل روایت میں ہے:

((اِذَا اَظْهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَضَيَّعُوا الْعَمَلَ وَتَحَابُّوْا بِالْاَلْسُنِ وَتَبَاغَضُوْا بِالْقُلُوْبِ وَتَقَاطَعُوا الْاَرْحَامَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ)) [2]

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۲۲٤؛ سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة حدیث: ٤٨٧٨، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ابو داود: ۳/ ۱۹۷ حدیث: ٤٨٧٨؛ سلسلة احادیث الصحیحه: ۲/ ٦٩ حدیث: ۵۳۳۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ٦٨٣ حدیث: ٤٨٧٨ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث: ۱۰۔ یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند صالح المری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس مفہوم کی حدیث سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً المعجم الکبیر للطبرانی ٦/ ۲٦۳ حدیث: ٦١٧٠؛ المعجم الاوسط للطبرانی، ۱/ ٤٣٠ حدیث: ١٥٧٨؛ حلیة الاولیاء ۲/ ۱۳۰ حدیث: ۳٤٣٠؛ طبع جدید. تاریخ ابن عساکر: ٤/ ۱۸۲، مجمع الزوائد ۷/ ۳۹۸ حدیث: ۱۲۲٤۱ طبع جدید میں موجود ہے۔ حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء: ۱/ ۷۱، میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱۲/ ۱۱٤ حدیث: ۵۵۵۹۔ اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۵/ ۴۷ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

''جب لوگ علم کا مظاہرہ کریں گے مگر عمل سے کورے ہوں گے، زبانی محبت کا دعویٰ کریں گے لیکن دلوں میں نفرت اور بغض رکھیں گے اور رشتوں ناطوں کو توڑ دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسائے گا اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دے گا۔''

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں ہے:

((كُنْتُ عَاشِرَةَ عَشْرَةِ رَهْطٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِوَجْهِهٖ فَقَالَ يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ خَمْسُ خِصَالٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ مَاظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ اَعْلَنُوْا بِهَا اِلَّا ابْتُلُوْا بِالطَّوَاعِيْنَ وَالْاَوْجَاعِ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوا وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا ابْتُلُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ زَكٰوةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَا خَفَرَ قَوْمٌ الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ، فَاَخَذُوا بَعْضَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَمَا لَمْ تَعْمَلْ اَئِمَّتُهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)) [1]

''وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی مہاجرین کی دس کی جماعت میں، میں دسواں آدمی تھا (ہم بیٹھے تھے کہ) اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: گروہ مہاجرین! پانچ قسم کی عادتوں سے میں اللہ

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث:٤٠١٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٥٤٠، طبع قدیم وطبع جدید:٨/ ٣٠٧٩، حدیث:٨٦٢٣۔ العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث:١١۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ابن ماجه:٣/ ٣١٦ حدیث:٣٢٦٢، سلسلة الاحادیث الصحیحه، ١/ ٢١٦، حدیث:١٠٦۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کو سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٥/ ٣٢٥ حدیث ٤٠١٩ میں صحیح قرار دیا ہے۔

کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم اس کا شکار ہو جاؤ، (۱) جو قوم کھلم کھلا برائی اور بے حیائی کرے گی، اللہ تعالیٰ انہیں بھوک اور طاعون میں اس طرح مبتلا کر دے گا کہ اس سے پہلے کبھی کوئی اس طرح مبتلا نہیں ہوا ہو گا۔ (۲) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی، اللہ تعالیٰ انہیں قحط سالی، سخت محنت مشقت اور ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم میں مبتلا کرے گا۔ (۳) اور جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گی، اللہ تعالیٰ انہیں بارش کے قطروں سے محروم کر دے گا اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند بھی ان پر نہ گرتی (۴) اور جو قوم عہد شکنی کرے گی اللہ تعالیٰ ان کے اوپر اجنبی دشمنوں کو مسلط کر دے گا، جو ان کے ہاتھوں سے ایک ایک چیز چھین لیں گے۔ (۵) اور جب قوم کے سردار اور امام کتاب اللہ کے موافق عمل نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں سخت لڑائی اور جھگڑے میں مبتلا کر دے گا۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہم سے اسود بن عامر نے، ان سے ابوبکر نے، ان سے اعمش نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے:

((إِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ وَتَبِعُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِهِمْ بَلَاءً لَا يَرْفَعُهُ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ)) [1]

"جب لوگ درہم اور دینار کے اندر بخل کریں گے، ایک دوسرے سے بیع عینہ

[1] مسند احمد: ۲/ ۲۸؛ سنن ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی النهی عن العینة حدیث: ۳٤٦٢۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو اسحاق بن اسید راوی کے قول راجح میں ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ تحقیق سنن ابو داؤد ۳/ ۷۳٤ حدیث: ۳٤٦٢۔ تحقیق تفسیر ابن کثیر: ۲/ ٥٤٤۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد: ۸/ ٤٤٠ حدیث: ٤٨٢٥ میں مسند احمد کی سند کو منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

کریں گے، بیلوں کی دم کے پیچھے چلیں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر اس وقت آزمائش مسلط کر دے گا، تا وقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹ جائیں۔"

بنی اسرائیل کے ایک نبی نے بخت نصر کا اپنی قوم سے ساتھ برتاؤ دیکھا تو فرمایا: "ہماری اپنی کرتوتوں کی وجہ سے (اے اللہ) تو نے ہم پر ایسا آدمی مسلط کیا، جو تجھ کو نہیں پہچانتا اور نہ ہم پر رحم کرتا ہے"...... بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام سے کہا تھا: "کس چیز نے تیری قوم پر مجھ کو مسلط کیا" آپ نے جواب میں فرمایا: "تیرے بھاری گناہوں نے اور میری اپنی قوم کے خود اپنے اوپر ظلم وستم نے۔"

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرسل روایت منقول ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا معاملہ ان کے عقلمندوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جو مال غنیمت انہیں میسر آتا ہے، اس کو ان کے سخی اور فراخ دل لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے، تو ان کا معاملہ اس قوم کے احمق اور نادانوں کے حوالے کر دیتا ہے اور ان کا مال غنیمت ان کے بخیلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔" [1]

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ فِي النَّارِ فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرُحَاهُ فَيَجْتَمِعُ عَلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ اَيْ فُلَانُ مَاشَأْنُكَ اَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ، قَالَ بَلَى، اِنِّي كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَاَنْهَاكُمْ

---

[1] العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث:۳۱؛ الحلم (ابن ابی الدنیا) حدیث: ۷۵، الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلة، الترھیب من البخل والشح والترغیب فی الجود واسخاء: ۳/ ۳٦٤، حدیث: ۳۸٤۷، بحوالہ مراسیل ابی داود:صفحہ:۲۳۱ حدیث:۱۲۲، طبع جدید یہ روایت مسند الفردوس:۱/ ۲٤٦، حدیث:۹٥٤ میں بھی موجود ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر، حدیث: ۳٤۳؛ ضعیف الترغیب والترھیب: ۲/ ۱۷۳، حدیث:۱٥٥۸۔

عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَا آتِيهِ)) ❶

''ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، جس سے اس کی آنتیں آگ کے اندر ابل کر گر پڑیں گی، وہ شخص اس کے گرد اس طرح گھومے گا، جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اس حالت زار کو دیکھ کر وہ دوزخی اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے، اے فلاں! تیرا یہ حال کیونکر ہوا، کیا تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا، ہاں میں یہی کرتا تھا، لیکن دراصل میں تمہیں بھلائی سکھاتا تھا، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، تمہیں برائی سے روکتا تھا، لیکن خود اس سے باز نہیں آتا تھا۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتَّى يُهْلِكْنَهُ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَرَبَ لَهُنَّ مَثَلًا كَمَثَلِ قَوْمٍ نَزَلُوْا اَرْضَ فَلَاةٍ فَحَضَرَ صَنِيْعُ الْقَوْمِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْطَلِقُ فَيَجِيْءُ بِالْعُوْدِ وَالرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالْعُوْدِ حَتَّى جَمَعُوْا سِوَادًا وَاَجَّجُوْا نَارًا وَاَنْضَجُوْا مَا قَذَفُوْا فِيْهَا)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها مخلوقة، حدیث: ٣٢٦٧؛ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من یأمر بالمعروف ولا یفعله وینهی عن المنکر ویفعله حدیث: ٢٩٨٩۔

❷ مسند احمد: ١/ ٤٥٧؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ١٠/ ٢١٢، حدیث: ١٠٥٠٠؛ شعب الایمان للبیهقی: ١/ ٤٥٧، حدیث: ٢٨١؛ المعجم الأوسط للطبرانی: ٢/ ٦٥۔٦٤ حدیث: ٢٥٢٩؛ مسند ابی داود الطیالسی: ١/ ٣١٦ حدیث: ٤٠٠۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترهیب: ٢/ ٦٤٣، حدیث: ٢٤٧٠؛ صحیح الجامع الصغیر حدیث: ٢٦٨٧؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ١/ ٧٤٤ حدیث: ٣٨٩؛ ٧/ ٢٧٦ حدیث: ٣١٠٢۔

"حقیر گناہوں سے بھی بچتے رہو! کیونکہ یہ گناہ جب اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں، پھر اس کی مثال دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے ایک قوم نے کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ اتنے میں ان کے کھانے کا وقت آ جاتا ہے، تب ایک شخص جا کر لکڑی لے آتا ہے، دوسرا جاتا ہے اور وہ بھی کہیں سے لکڑی لے آتا ہے، یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کا الاؤ بنتا ہے اور وہ لوگ اس کے اوپر کھانے کی چیزیں رکھ کر پکاتے ہیں۔"

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ "آج تم جو بعض کام کرتے ہو، تمہاری نظروں میں اس کی حیثیت بال کے برابر بھی نہیں ہوتی ہوگی، لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اسی کو نہایت تباہ کن تصور کرتے تھے۔" [1]

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عُذِّبَتْ اِمْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتِ النَّارَ لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ)) [2]

"ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب ہوا، اس نے ایک بلی باندھ رکھی تھی، یہاں تک کہ بلی مر گئی، اس کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی، وہ اسے نہ کھانے کو دیتی تھی، نہ پینے کو، نہ اس کو چھوڑتی تھی، کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب مایتقی من محقرات الذنوب حدیث: ٦٤٩٢۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، باب ٥٤ حدیث: ٣٤٨٢؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة حدیث: ٢٢٤٢۔

معصیت اور گناہوں کے اثرات

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

معصیت اور گناہوں کے نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کا برا اثر دل اور جسم پر یکساں پڑتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔

① **علم سے محرومی:** حقیقت یہ ہے کہ علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اجالا ہے، جس کو وہ دل اور ضمیر میں اتارتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان کے درس میں حاضر ہوئے تو ان کی ذہانت، ہوش مندی اور کمال سمجھداری کو دیکھ کر امام مالک دنگ رہ گئے، آپ نے اپنے اس شاگرد سے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل پر نور کی ضیا بار کرنیں اتاری ہیں۔ دیکھنا معصیت کی اندھیاری سے اس کو بجھا نہ دینا۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ اِلَى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَرْشَدَنِيْ اِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

''میں نے (اپنے استاد) وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی۔ انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ معصیت اور گناہ کو چھوڑ دو۔''

وَقَالَ اِعْلَمْ بِاَنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ وَفَضْلُ اللّٰهِ لاَ يُؤْتَاهُ عَاصِيْ

''اور یہ بھی کہا کہ جان لو، علم اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور اللہ کا فضل و کرم کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔''

② **رزق اور روزی سے محرومی:** مسند احمد میں درج ہے کہ معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے بندہ روزی تک سے محروم ہو جاتا ہے، یہ روایت اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقوی اور پرہیزگاری اختیار کرنے سے روزی میں افزائش ہوتی ہے، لہٰذا پرہیز

گاری اور اللہ کا خوف نہ کرنے سے لامحالہ فقر و فاقہ تیزی سے لاحق ہوتا ہے۔ بنابریں معصیت نہ کرنے سے رزق جتنا زیادہ ہوتا ہے کسی اور چیز سے زیادہ نہیں ہوتا۔

③ **وحشت اور گھبراہٹ کا احساس:** معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اپنے پروردگار سے ازخود ڈرتا ہے۔ یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت اسے نہ کوئی مزہ دیتی ہے، نہ کسی قسم کا آرام پہنچنے دیتی ہے اور اگر اس کی ایک وحشت کے مقابلے میں دنیا بھر کی لذت اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال دے تو اسے ان لذتوں کا احساس تک نہیں ہوتا، لیکن اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے، جس کے اندر زندگی کی رمق ہو، ورنہ جس کا بدن مردہ ہو جائے، اسے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو اسے کہاں احساس ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اس وحشت میں پڑنے سے بچنے کیلئے بھی گناہوں کے چھوڑ دینے کا دل میں احساس پیدا کر لے تو اس دانا اور باہوش آدمی کیلئے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو فوراً چھوڑ دے۔

④ **معصیت اور گناہ کے ارتکاب سے عمر گھٹتی ہے:** زندگی کی برکتیں لازمی طور پر سکڑ کر محدود ہو جاتی ہیں اور یہ واقعہ ہے، اس لئے کہ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق و فجور اور معصیت سے اس کا الٹا اثر ہونا ناگزیر ہے، لیکن یہاں اس اجمال کی تفصیل میں ماہرین کا اختلاف ہے، ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عاصی اور گنہگار کی زندگی میں کمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی کی برکتیں زائل ہو جاتی ہیں اور اس کی پوری زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے، یہی نظریہ حق اور درست ہے اور معصیتوں کا یہ نتیجہ لازمی ہے، لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ معصیت کی وجہ سے زندگی سچ مچ کم ہو جاتی ہے، جیسے روزی میں کمی آ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزی میں برکت کے بکثرت اسباب پیدا فرمائے ہیں جن سے روزی گھٹتی اور بڑھتی ہے۔ اسی طرح عمر میں برکت کی وجوہات بھی متعدد ہیں جن کی وجہ سے زندگی کی گھڑیاں پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔

⑤ معصیت کے نتیجے میں معصیت پیدا ہوتی ہے اور ایک برائی کے نتیجے میں دوسری برائی

جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد بندہ اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے میں ناکام رہتا ہے، چنانچہ بعض اسلاف نے کہا ہے کہ برائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد بھی برائی ہی کرتا ہے، جبکہ نیکی کا صلہ یہ ہے کہ اس کے بعد نیکی ہی عمل میں آتی ہے، گویا بندہ جب نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کر لے۔ پھر تیسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا۔ اس طرح سلسلہ یونہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے، نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں بعینہ یہی حال برائیوں کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اطاعت اور معصیت کی اپنی اٹل ہیئت، پختہ صورت اور ثابت اور استوار کیفیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔ اب جو کوئی نیکی کرتا ہے، اگر وہ نیکی کرنا چھوڑ دے تو اس کے دل میں تنگی اور درشتی پیدا ہوگی۔ زمین کشادہ ہونے کے باوجود اسے تنگ دکھائی دے گی اور دلی طور پر اسے احساس ہوگا کہ گناہ کرنے کے بعد اس کی حالت ماہی بے آب کی سی ہے۔ جو اس وقت تک تڑپتی اور مضطرب رہتی ہے جب تک کہ لوٹ کر پھر پانی میں نہ چلی جائے، جب وہ مچھلی پانی میں چلی جاتی ہے تو اس کی جان میں جان آتی ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اس کے برخلاف اگر عادی مجرم معصیت سے محترز ہوتا ہے اور اطاعت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ تب اس کا دل عجیب سی گھٹن محسوس کرتا ہے۔ اس کا سینہ جلتا ہے اور اسے راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور یہ کیفیت اس کے اوپر اس وقت تک برقرار رہتی ہے، جب تک کہ وہ لوٹ کر پھر سے برائی نہ کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فاسق و فاجر لوگ گناہ بے لذت کے طور پر معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے اندر کوئی خاص داعیہ اور طلب نہیں پیدا ہوتی، اس کے باوجود گناہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ گناہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دینے سے ان کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے اور وہ پھر پلٹ کر گناہ کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ سید الطائفہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

وَكَأْسٍ شَرِبْتُ عَلَى لَذَّةٍ   وَأُخْرَى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

"شراب کا ایک پیالہ تو میں نے لذت کے حصول کیلئے پیا (اس سے جو درد اٹھا) اس کے علاج کیلئے دوا کے طور پر دوسرا پیالہ لیا۔"

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فَكَانَتْ دَوَائِيْ وَهِيَ دَائِيْ بِعَيْنِهٖ　　كَمَا يَتَدَاوَى شَارِبُ الْخَمْرِ بِالْخَمْرِ

''جس سے مجھے درد ہوا وہی میری دوا ٹھہری جیسے شرابی پی پی کر اپنا علاج کرتا ہے۔''

⑥ یہ چیز بندے کیلئے اور بھی خطرناک ہے اس سے قوت ارادی میں کمزوری آتی ہے۔ برائی کا ارادہ طاقت پاتا ہے تو یہ ارادہ رفتہ رفتہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کا یکسر خیال ہی دل سے نکل جاتا ہے اور اگر دل پر نیم مردنی سی چھا گئی تو انابت الی اللہ کا حوصلہ کہاں باقی رہے گا، کیونکہ ایسے حال میں اگر توبہ اور استغفار کیا بھی تو زبان زیادہ تر جھوٹ اور دروغ گوئی کا شکار ہوگی، دل میں معصیت کی تہ بہ تہ سلوٹیں پڑی ہوں گی اور دل کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی انگڑائیاں لے رہا ہو گا کہ کہاں ایسا موقع ملے کہ گناہ کر گزرے ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑی بیماری ہے جس سے ہلاکت یقینی ہے۔

⑦ اس میں شک نہیں کہ ایک ایک معصیت اور برائی ان پچھلی قوموں کا ناپاک ورثہ ہے، جنہیں اللہ نے ہلاک کیا، انہی قوموں سے ہو کر یہ بیماری ان کے بعد آنے والی قوموں میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ لواطت اور اغلام بازی قوم لوط کا ورثہ ہے زائد حق وصول کرنا اور کم سے کم حقوق دوسرں کو ادا کرنا یا بالفاظ دیگر ناپ تول میں کمی کرنا، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ترکہ ہے۔ زمین میں فساد برپا کرنا، فرعونیوں کی مخصوص روش تھی اور تکبر، زور، زبردستی اور اکڑ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا وطیرہ تھا۔ لہٰذا جو قومیں ان میں سے کسی بھی ناپاک ورثے کو اپناتی ہیں وہ انہی قوموں کی اترنوں کو پھر سے اپنے بدن پر ڈال لیتی ہیں۔ حالانکہ مذکورہ بالا تمام قومیں اللہ کی دشمن تھیں۔

⑧ گناہ اور معصیت سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے گر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خوار و زبوں ہو کر انہوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزت نفس کا انہیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں محفوظ و مامون رکھتا اور یہ امر واقعہ ہے کہ جب بندہ از خود ذلیل و خوار ہو گا تو کون بھلا اس کا اکرام کرے گا؟ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ ❶

''اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں''

اور اگر ان قماش قسم کے لوگوں کو کوئی اپنی کسی غرض کے لئے بڑا سمجھے یا ان کے شر سے بچنے کیلئے ان کے سامنے کورنش بجالائے تو اس سے کیا ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کے دلوں میں قطعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

⑨ معصیت کے مسلسل ارتکاب سے بندے کے دل میں گناہ کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہو جاتا ہے۔ یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے۔ کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کیسا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے۔

۳۰: چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آ گرے اور فاسق وفاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے، جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے سے مکھی اُڑ کر چلی جاتی ہو۔ ❷

⑩ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گرد وپیش کے افراد اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے اور جلن کا احساس انہیں بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ظلم وزیادتی اور معصیت کی نحوست دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ظالم کے ظلم سے سرخاب بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ دیتے ہیں۔'' ❸

---

❶ ۲۲/ الحج:۱۸۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، حدیث: ۶۳۰۸۔ ❸ العقوبات (ابن ابی الدنیا) حدیث:۲۶۹؛ شعب الایمان للبیهقی، ۹/ ۵۴۵، حدیث:۷۰۷۵؛ مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الثالث، حدیث: ۵۱۳۶۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے مشکوٰۃ حدیث:۵۱۳۶ کی تحقیق میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''چوپائے اور جانور سرکش آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب بھی قحط کا دور دورہ ہوتا ہے اور بارش تھم جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ گنہگار آدمیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔''

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ گبریلے اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کے گناہوں کی بدولت بارش کی بوندوں سے ہم محروم ہوئے۔ غور کا مقام ہے کہ گنہگاروں کے گناہوں کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ بھی انہیں لعنت ملامت کریں۔''

⑪ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا معاصی کے نتیجے میں ذلت اور اہانت کا پیدا ہونا ناگریز ہے کیونکہ عزت وتوقیر اور اکرام صرف اطاعت الٰہی میں مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ [1]

''جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کیلئے ہے۔''

یعنی عزت کے طلب گار کو چاہیے کہ اللہ کی اطاعت کر کے اس کی جستجو کرے، اس لئے کہ اطاعت الٰہی کے بغیر یہ گوہر شب چراغ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض سلف صالحین یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ بِطَاعَتِكَ وَلَا تُذِلُّنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ

''اے اللہ! اپنی اطاعت سے ہمیں عزت عطا فرما اور معصیتوں کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ فرما۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''اگر خچروں کے پیروں سے آواز نکلے یا ٹٹو انہیں لے کر تیز رفتاری سے چلیں، تب بھی معصیت کی ذلت ان کے دل سے جدا نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بھی بڑا خوددار ہے، جو اس کی نافرمانی کرے گا، وہ اسے ذلیل کر کے ہی چھوڑے گا۔''

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] ۳۵/ فاطر: ۱۰۔

رَاَیْتُ الذُّنُوْبَ تُمِیْتُ الْقُلُوْبَ وَقَدْ یُوْرِثُ الذُّلَّ اِدْمَانُھَا

''میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر ڈالتے ہیں اور اس کی کثرت سے ذلت اور اہانت جاگزیں ہو جاتی ہے۔''

وَتَرْكُ الذُّنُوْبِ حَیَاۃُ الْقُلُوْبِ وَخَیْرٌ لِّنَفْسِكَ عِصْیَانُھَا

''گناہوں کا چھوڑ دینا دلوں کی زندگی کا سبب ہے، تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تو اپنے نفس کے خلاف چل۔''

وَھَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَ رُھْبَانُھَا

''بادشاہوں کے علاوہ اور غلط کار کاہن، پادریوں کے سوا آخر کون ہے، جس نے دین کو بگاڑا ہے۔''

⑫ جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو گنہگار کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غافلوں میں ہو جاتا ہے۔ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں بعض سلف صالحین نے یہی کہا ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝﴾ [1]

''نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا''

یعنی ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ سرزد ہوا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کے گناہوں اور معصیت کی کثرت ہوئی تو ان کا ایک دائرہ دلوں کے ارد گرد محیط ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ معصیت کے سبب دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور جتنا گناہ زیادہ ہوگا زنگ بھی اتنا ہی بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ پورا دل زنگ آلود ہو جائے گا، اس کے بعد جب گناہ بکثرت ہوگا تو اب وہ فطرت ثانیہ بن جائے گا اور دل پر مہر اور تالا لگ جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دل کے گرد غلاف اور پردہ کھینچ دیا جائے گا۔ دل اسی غلاف میں بند ہوگا اور اگر ہدایت اور بصیرت پہلے سے میسر تھی لیکن بعد میں گناہوں کا اس طرح ہجوم ہوا اور مذکورہ کیفیت طاری ہوئی تو ظاہر ہے، اب معاملہ برعکس ہوگا، دل یکسر الٹ پلٹ کر نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو

---

[1] ۸۳/ المطففین:١٤۔

جائے گا اور پھر دشمن کا دباؤ اس کے اوپر اتنا شدید ہوگا کہ جہاں اسے چاہے گا ہانک کر لے جائے گا۔

⑬ گناہوں اور معصیت کی بدولت بندہ رسول اللہ ﷺ کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے معصیتوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو معصیت جتنی بڑی ہوگی، اس کا مرتکب اسی کی بقدر لعنت میں گرفتار ہوگا، لہٰذا چھوٹی معصیت پر اس کے مساوی لعنت میں مبتلا ہونا ناگزیر ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس معصیت کا ارتکاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

وہ عورت جو گودنے والی ہو، گدانے والی ہو، بال جوڑنے والی ہو، جڑوانے والی ہو، بال اکھیڑنے والی ہو یا وہ ہو جس کے بال اکھیڑے جائیں، دانتوں کو باریک کرنے والی ہو یا جس کے دانت باریک کیے جائیں ان سب پر لعنت ہے۔ ❶

اسی طرح آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر حدیث: ۵۹۳۳، ۵۹۳٤، ۵۹۳۵، ۵۹۳٦، ۵۹۳۷ وباب الموصولة حدیث: ۵۹٤۱، ۵۹٤۰؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة حدیث: ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲٤، ۲۱۲۵۔ اس حدیث میں والنامصة والمتنمصة۔ جو چہرے کے بال اکھیڑے اور اکھڑوائے کے الفاظ سنن ابو داود، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر حدیث:٤۱۷۰ میں ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح ابو داود: ۲/ ۵۳۸ حدیث: ٤۱۷۰۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود (٤/ ۲۱٦ حدیث:٤۱۷۰) کی تحقیق میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ اس میں الواشرة والمستوشرة۔ دانتوں کو باریک کرنے والی ہو یا جس سے دانت باریک کیے جائیں اس پر لعنت ہے۔ کے الفاظ مسند عمر بن عبدالعزیز حدیث:۲٦ میں ہیں، لیکن اس کی سند عبدالجبار بن عمر راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ مسند احمد: ۱/ ٤۱۵ میں نہی ---- عن الواشرة کے الفاظ ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ غاية المرام صفحہ ۷۵۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقا نے اس حدیث کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔ الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد: ۷/ ۵۸_۵۷ حدیث:۳۹٤۵۔

❷ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن اکل الربا وموکله، حدیث: ۱۵۹۸۔

حلالہ کرنے والے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے، اس پر لعنت بھیجی ہے۔ ❶

چور پر لعنت ❷

شراب پینے والے، کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، جس کیلئے نچوڑی جائے، اس کے بیچنے اور خریدنے والے، اس کی قیمت کھانے والے اس کو لاد کر لے جانے والے اور جہاں لے جایا جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ ❸

زمین کی علامتوں اور اس کی حدود کو جو شخص بدل دے، اس پر لعنت ہے۔ ❹

اپنے والدین پر جو کوئی لعنت بھیجے اس کے اوپر لعنت ہے۔ ❺

کسی جاندار ذی روح کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنے والے پر لعنت ہے۔ ❻

خنثیٰ (ھیجڑا) بننے والے مردوں اور مردوں کا روپ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے۔ ❼

---

❶ سنن ابو داود، کتاب النکاح، باب فی التحلیل، حدیث: ۲۰۷۶؛ سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المحل والمحلل له، حدیث: ۱۱۲۰۔۱۱۱۹؛ سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب احلال المطلقة ثلاثًا وما فیه من التغلیظ حدیث: ۳٤٤٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب المحلل والمحلل له حدیث: ۱۹۳۵۔۱۹۳٤۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق اذالم یسم، حدیث: ٦۷۸۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حدالسرقه ونصابها، حدیث: ۱٦۸۷۔ ❸ سنن ترمذی، ابواب البیوع، باب النهی ان یتخذ الخمر خلًا، حدیث: ۱۲۹۵؛ سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه، حدیث: ۳۳۸۱، ۳۳۸۰۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجه کی تحقیق ٤/ ٥٥٢ حدیث: ۳۳۸۱۔۳۳۸۰ میں دونوں احادیث کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله تعالیٰ ولعن فاعله، حدیث: ۱۹۷۸۔

❺ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله تعالیٰ ولعن فاعله، حدیث: ۱۹۷۸۔ ❻ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب النهی عن صبر البهائم، حدیث: ۱۹٥۸۔ ❼ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال، حدیث: ٥۸۸٥، ٥۸۸٦؛ سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، حدیث: ٤۰۹۷۔

اللہ کے علاوہ دوسرے کیلئے ذبح کرنے والے پرلعنت ہے۔ ❶

دین میں نئی بات یا بدعت ایجاد کرنے والے پرلعنت ہے۔ ❷

تصویر بنانے والے پر۔ ❸

اغلام بازی کرنے والے پر۔ ❹

ماں یا باپ پرلعنت بھیجنے والے پرلعنت ہے۔ ❺

اندھے کو غلط راستے پر جو کوئی ڈالے اس کے اوپر لعنت ہے۔ ❻

چوپائے سے جفتی کرنے والے ❼ اور جانور کے منہ پر داغ دینے والے پرلعنت ہے۔ ❽

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله تعالیٰ و لعن فاعله، حدیث:۱۹۷۸۔

❷ صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینه حدیث:۱۸۷۰؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینةودعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة، حدیث: ۱۳۷۰۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب مهر البغی والنکاح الفاسد، حدیث: ۵۳٤۷ وکتاب اللباس، باب من لعن المصور، حدیث: ۵۹٦۲۔

❹ مسند احمد: ۱/ ۳۰۹، ۲۱۷؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۱۷٤ حدیث: ۱۱۵٤٦؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۰/ ۲٦۵، حدیث:٤٤۱۷؛ موارد الظمآن حدیث: ۵۳؛ مستدرك حاکم: ٤/ ۳۵٦، طبع قدیم وطبع جدید:۸/ ۲۸٦۳، حدیث:۸۰۵۲؛ السنن الکبری للبیهقی: ۸/ ۲۳۱، طبع قدیم وطبع جدید، ۸/ ٤۰۳، ٤۰۲، حدیث: ۱۷۰۱۷۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❺ ایضًا۔ ❻ ایضًا۔ ❼ ایضًا۔

❽ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحیوان: فی وجهه وسمه فیه حدیث: ۲۱۱۷؛ سنن ابو داود، کتاب الجهاد، باب النهی عن الواسم فی الوجه والضرب فی الوجه، حدیث: ۲۵٦٤۔ (الفاظ اسی کے ہیں) شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنن ابوداود کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود کی تحقیق ۳/ ۹۹ حدیث: ۲۵٦٤ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کسی مسلمان کے ساتھ مکاری کرنے یا اسے تکلیف پہنچانے والے پر لعنت ہے۔ ❶ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں، قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے اور ان کے اوپر چراغ جلانے والوں پر لعنت ہے، ❷ بیوی کو اس کے خاوند یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر لعنت ہے، ❸ عورت سے اس کے پچھلے مقام میں دخول کرنے والے پر لعنت ہے۔ ❹

---

❶ سنن ترمذی، ابواب البروالصلة، باب ماجاء فی الخیانه والغش، حدیث: ۱۹۴۱ - شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ❷ مسند احمد: ۱/ ۲۲۹؛ سنن ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور، حدیث: ۳۲۳۶؛ سنن ترمذی ابواب الصلاة، باب ما جاء فی کراهیة أن یتخذ علی القبر مسجدا، حدیث: ۳۲۰؛ سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، حدیث: ۲۰۴۵؛ مستد رك حاکم: ۱/ ۳۷٤، طبع قدیم وطبع جدید: ۲/ ۵۳۳، حدیث: ۱۳۸٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی سنن ابو داود کی تحقیق ۳/ ۵۸۳ حدیث: ۳۲۳٦ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو صالح مولی ام ھانی ضعیف اور مدلس ہے، البتہ یہ حدیث: لعن رسول الله زوارات القبور "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔" صحیح ثابت ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراهیة القبور للنساء، حدیث: ۱۰۵٦؛ سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن زیارة النساء القبور حدیث: ۱۵۷٦؛ مسند احمد: ۲/ ۳۳۷ وغیرہ میں موجود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی سنن ابن ماجہ کی تحقیق صفحہ ۵۰۹-۵۰۸ حدیث: ۱۵۷۵-۱۵۷۴ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

❸ سنن ابو داود، کتاب الطلاق، باب فیمن خبب امرأة علی زوجها، حدیث: ۲۱۷۵ وکتاب الادب باب فیمن خبب مملوکا علی مولاه، حدیث: ۵۱۷۰؛ مسند احمد: ۲/ ۳۹۷؛ مستدرك حاکم: ۲/ ۱۹٦؛ طبع قدیم وطبع جدید: ۳/ ۱۰۵٦، حدیث: ۲۷۹۵؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۲/ ۳۲۷ حدیث: ۵٦۸، ۱۲/ ۳۷۰ حدیث: ۵۵٦۰؛ موارد الظمآن حدیث: ۱۳۱۹-۱۳۱۸- شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود کی تحقیق ۲/ ٦٦۲ حدیث: ۲۱۷۵ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

❹ سنن ابو داود، کتاب النکاح، باب فی من جامع النکاح حدیث: ۲۱٦۲؛ مسند احمد: ۲/ ٤٤٤؛ السنن الکبری للنسائی: ۸/ ۲۰۰ حدیث: ۸۹٦٦- شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابوداود کی تحقیق ۲/ ٦٤۷ حدیث: ۲۱٦۲ میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جو عورت اپنے شوہر کے بلانے پر اس کے پاس نہ جائے اور اس کے بستر کو چھوڑے رہے، فرشتے صبح تک اس کے اوپر لعنت بھیجتے ہیں۔'' ❶
جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو اس پر لعنت ہے۔ ❷
آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے حملہ کرے، فرشتے اس پر بھی لعنت کرتے ہیں، ❸ صحابہ کرام کو جو کوئی گالی دے وہ بھی ملعون ہے۔'' ❹
نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان تمام لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، رشتے ناطے توڑ دیتے ہیں۔ ❺ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں اللہ نے ان پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ ❻ جو اللہ کی نازل کردہ بینات، ہدایات اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں۔ ❼ جو پاکدامن بھولی بھالی، مومن عورتوں پر بے حیائی کا الزام دھرتے ہیں، ❽ جو کوئی کافروں کے طور طریق کو مسلمانوں سے زیادہ راست اور درست قرار دے اس پر بھی لعنت ہے۔ ❾ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر بھی لعنت بھیجی ہے جو عورت

---

❶ صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، حديث: ٥١٩٤، ٥١٩٣؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب التحريم امتنهاعها من فراش زوجها حديث: ١٤٣٦۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبی ﷺ فيها البركة، حديث: ١٣٧٠ بروايت سيدنا علی رضی اللہ عنہ؛ مسند احمد: ١/ ٣٢٨؛ صحيح ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من ادعى الى غيرا بية أوتولىٰ غير مواليه: حديث: ٢٦٠٩؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٢/ ١٦١، حديث: ٤١٧؛ بروايت عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٣/ ٦٢٥ حدیث: ٢٦٠٩ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔
❸ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهى عن الاشارة با لسلاح الى مسلم، حديث: ٢٦١٦۔ ❹ المعجم الكبير للطبرانی: ١٢/ ١١١۔١١٠، حديث: ١٢٧٠٩؛ كتاب الدعاء للطبرانی حديث: ٢١٠٨؛ مجمع الزوائد: ٩/ ٥٥٣، حديث: ١٦٤٢٦۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحيح الجامع الصغير، حديث: ٦٢٨٥؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٥/ ٤٤٦ حديث: ٢٣٤٠۔
❺ ١٣/ الرعد: ٢٥۔ ❻ ٣٣/ الاحزاب: ٥٧۔ ❼ ٢/ البقرة: ٢٣۔
❽ ٢٤/ النور: ٢٣۔ ❾ ٤/ النساء: ٥١، ٥٢۔

کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مرد کا لباس پہنے۔ ❶

رشوت لینے، دینے اور رشوت کے لین دین میں درمیانی کردار ادا کرنے والے پر بھی آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ ❷ اس کے علاوہ بھی متعدد کاموں کو انجام دینے والوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور اگر اس کام کے کرنے والے کو ان لوگوں کی خوشنودی مقصود ہو جن پر اللہ کی، اس کے رسول کی اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہو، تو اس کا تقاضا ہے کہ ایسے کام کو چھوڑ دیا جائے۔

⑭ معصیت کا مرتکب اللہ کے رسول ﷺ کی اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ مومن مردوں اور عورتوں کیلئے مغفرت کی

---

❶ سنن ابو داود، كتاب اللباس، باب في لباس النساء حديث:٤٠٩٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٢٥؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٣/ ٦٣ حديث:٥٧٥١؛ موارد الظمآن، حديث: ١٤٥٦ـ١٤٥٥؛ السنن الكبرى للنسائي: ٨/ ٢٩٧ حديث: ٩٢٠٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٩٤؛ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٦٤٦، حديث: ٧٤١٥۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح سنن ابوداود: ٢/ ٥١٩، حديث: ٤٠٩٨۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ١٧٦ حديث ٤٠٩٨ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ❷ مسند احمد: ٥/ ٢٧٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٠٣ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٥٢٥، حديث: ٧٠٦٨؛ المعجم الكبير للطبراني: ٢/ ٩٣، حديث: ١٤١٥ وكتاب الدعاء للطبراني حديث: ٢١٠١؛ مسند البزار (كشف الاستار) ٢/ ١٢٤، حديث: ١٣٥٣۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٧٩، حديث:١٣٤٤ میں ضعیف اور سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٣/ ٣٨١، حديث: ١٢٣٥ میں منکر قرار دیا ہے۔ البتہ یہ حدیث: ((لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي)) ”رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے“۔ کے الفاظ کے ساتھ سنن ابو داود، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة، حديث: ٣٥٨٠؛ سنن ترمذی، ابواب الاحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم، حديث: ١٣٣٧؛ مسند احمد: ٢/ ١٦٤، ١٩٠؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٠٣ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٥٢٥، حديث: ٧٠٦٦ وغیرہ میں موجود ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٥٢٩ حديث: ٢٢١١؛ ارواء الغليل: ٨/ ٢٤٣ حديث:٢٦٢١۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس کی سند کو سنن ابوداود کی تحقیق ٣/ ٨٠٢ حدیث: ٣٥٨٠ میں حسن قرار دیا ہے۔

دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ ﴾ [1]

”جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں، وہ سب اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے اور اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے والی بہشتوں میں داخل کر، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ماں باپ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی (جنت میں داخل فرما) بلاشبہ تو ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے اور ان کو تکلیفوں سے بچا اور جس کو تو اس دن تکلیفوں سے بچالے، تو بے شک تو نے اس پر بڑا رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

اسی طرح فرشتے ان لوگوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں کہ ان کی پیروی کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ بھی نہیں ہے اور یہ بات واضح ہے کہ فرشتے صرف انہی بندوں کیلئے دعا کرتے ہیں جو آیات شریفہ میں درج اوصاف سے متصف ہوتے ہیں، ورنہ جن کے اندر یہ اوصاف نہیں، وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فرشتے ان کے حق میں دعا کریں۔

---

[1] ٤٠/ المومن: ٧، ٨، ٩۔

⑮ گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دل کے اندر سے غیرت اور حمیت کی حرارت بجھ جاتی ہے اور دل کی زندگی، سرگرمی اور اس کی پاکیزگی کیلئے غیرت کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے، جیسے پورے بدن میں زندگی کی رودوڑنے کیلئے حرارت غریزی کا ہونا ضروری ہے۔ اس غیرت اور اس کی سوزش اور آنچ سے دل کا زنگ اور میل خود بخود دھل جاتے ہیں، جیسے بھٹی سے سونا، چاندی اور لوہے کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور لوگوں میں جو زیادہ اعلیٰ اور اشرف ہوتے ہیں، عام لوگوں کی بہ نسبت ان کے اندر کہیں زیادہ غیرت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ غیرت مند رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان سے بھی زیادہ غیرت مند باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس سے زیادہ غیرت ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے بھی زیادہ غیرت والا ہے" ❶

صحیح میں یہ بھی منقول ہے کہ خطبہ کسوف میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے محمد ﷺ کی امت! اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہوسکتا، (اس لئے یہ کیونکر ہوسکتا ہے) کہ اس کا کوئی بندہ زنا کرے یا اس کی کوئی بندی زنا کرے؟" ❷

صحیح میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہوسکتی، اس لئے اس نے ظاہر اور پوشیدہ تمام فحش کاریوں کو حرام قرار دیا ہے اور معافی اور معذرت جتنی اللہ کو پسند ہے، کسی اور کو پسند نہیں۔ اسی لئے اس نے پیغمبروں کو بھیجا جو بشارت دیتے ہیں اور ڈراتے ہیں اور تعریف جتنی اللہ کو پسند ہے کسی اور کو پسند نہیں ہے۔ ❸ اسی لئے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے" اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے غیرت کو جمع فرمایا

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الحدود، باب من رأى مع امرأته رجلاً فقتله، حديث: ٦٨٤٦؛ صحيح مسلم، كتاب اللعان، حديث: ١٤٩٩۔

❷ صحيح بخاري، كتاب الكسوف، باب الصدقة في الكسوف حديث: ١٠٤٤؛ صحيح مسلم، كتاب الكسوف، باب صلاة الكسوف حديث: ١/ ٩٠١۔

❸ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول النبي ﷺ: ((لا شخص اغير من الله)) حديث: ٧٤١٦؛ صحيح مسلم، كتاب اللعان، حديث: ١٤٩٩۔

ہے جو اصلاً قباحتوں سے کراہت اور نفرت دلاتی ہے۔ساتھ آپ نے معافی کی پسندیدگی کو یکجا کیا جو کمال عدل، کمال رحمت، کمال احسان کا مظہر ہے اور مقصود یہ دکھانا ہے، کہ گناہوں سے آلودگی اور تعلق جتنا زیادہ ہوگا، اتنی ہی آدمی کے دل سے غیرت نکلتی جائے گی اور وہ خود اپنے حق میں اور عام لوگوں کے حق میں بے حس اور بے غیرت ہوتا جائے گا۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیرت کا مادہ دل میں حد درجہ مضمحل اور کمزور ہو جاتا ہے، چنانچہ از خود یا کسی اور کی طرف سے کوئی برائی محسوس نہیں ہوتی اور جب کسی شخص کی حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر افراد برائی کو برائی نہیں سمجھتے، فحش کاری اور دوسروں پر مظالم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ یہ چیزیں انہیں بھلی نظر آتی ہیں۔ چنانچہ وہ دوسروں کو اس پر ابھارتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں اور بے حیا اور دیوث اللہ کی بدترین مخلوق ہے، جس کے اوپر جنت حرام ہے، اسی طرح ظلم کو حلال سمجھنے والے، دوسروں کو ناحق ستانے اور اس کو اچھا سمجھنے والے پر بھی جنت حرام ہے۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بے غیرتی یا کم غیرتی کا انجام کیا ہوتا ہے؟

⑯ معصیت کی سزا ایک یہ بھی ہے کہ اس سے حیا کا مادہ ختم ہو جاتا ہے، جبکہ دلوں کی زندگی کے لئے شرم و حیا کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ یہی ہر خیر اور بھلائی کی جڑ ہے، اگر شرم و حیا جاتی رہے گی تو خیر اور بھلائی بھی جاتی رہے گی۔

چنانچہ صحیح میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ”حیا سراپا خیر ہے“ [1] نیز فرمایا ”لوگوں کو پہلی نبوتوں کی جو باتیں معلوم ہو سکیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمہارے اندر شرم و حیا نہیں تو جو چاہو کرو......“ [2] اس فقرے کی وضاحت دو طرح سے کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، حدیث: ٦١١٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وادناها فضیلة الحیاء وکونه من الایمان، حدیث:٣٧ (الفاظ اسی کے ہیں)۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اذا لم تستح فاصنع ماشئت، حدیث: ٦١٢٠؛ سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی الحیاء، حدیث:٤٧٩٧؛ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحیاء، حدیث: ٤١٨٣۔

جاتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ یہ فقرہ زجر و توبیخ کا اور تنبیہ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر حیا اور شرم ہو، وہ جو برائی چاہے، کرے اس لئے کہ شرم و حیا سے برائی کرنے کا حوصلہ پژمردہ ہوتا ہے، اور جس کے اندر یہ مادہ نہیں، اس کو برائی سے کیا چیز روکے گی؟ لہٰذا وہ برائی کر بیٹھے گا۔ یہ تفسیر ابوعبیدہ سے منقول ہے...... اس کی دوسری تشریح یہ ہے کہ جب دل میں اللہ سے حیا مانع نہ ہو تو پھر وہ اس برے کام کو کر ڈالے گا، کیونکہ وہی کام نہیں کیا جاتا جس میں اللہ سے شرم مانع ہو...... ابن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق یہ تفسیر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اس طرح پہلی تفسیر کے لحاظ سے یہ فقرہ ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کیلئے ہے، جیسے یہ فقرہ کہ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ تم جو چاہو کرو اور دوسری تفسیر کے لحاظ سے یہ اذن اور اباحت کیلئے ہے۔

⑰ معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ معصیت یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو فراموش کر دے اور اسے شیطان کا آلہ کار اور شکار بننے کیلئے یکتا و تنہا چھوڑ دے اور اگر کوئی اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہو جائے تو اس کی ہلاکت یقینی ہے، جس سے نجات کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ۝ ﴾ [1]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے اور ان لوگوں کی طرح مت بنو، جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود کو بھول گئے، یہی نافرمان لوگ ہیں۔“

آیت بالا میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی کا حکم ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جو اللہ سے نہیں ڈرتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ ساتھ ہی باری تعالیٰ اس سے خبردار کرتا ہے کہ بے خوف اور بے ڈر ہو

---

[1] ۵۹/ الحشر: ۱۸، ۱۹۔

جانے والوں کی سزا یہی ہے کہ ان کی ذات کو بھی فراموش کر دیا جائے۔ ان کے مفاد، ان کے مصالح اور انہیں عذاب سے رہائی دلانے والی چیزوں کو یکسر بھلا دیا جائے، جن چیزوں سے انہیں حیات ابدی نصیب ہونے والی ہے، جس سے انہیں کامل لذت، دائمی خوشی اور ہمیشہ کی راحت ملنے والی ہے، ان سب سے اللہ تعالیٰ چشم پوشی کر جائے اور چونکہ انہوں نے اللہ کی عظمت اس کی کبریائی، اس کا خوف اور اس کے احکام کی بجا آوری کو بھلا دیا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کی ایک ایک چیز کو نظر انداز کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جس عاصی اور نافرمان کو تم دیکھو گے تمہیں خود احساس ہوگا کہ وہ اپنی مصلحتوں کو بھول رہا ہے، انہیں ضائع کر رہا ہے، اللہ کی یاد سے اپنے دل کو غافل کر رہا ہے، اس کی دنیا اور آخرت کی مصلحتیں بھی اس کا ساتھ چھوڑ رہی ہیں، ابدی سعادت اس سے منہ موڑ رہی ہے اور اتنی عظیم لذتوں کو چھوڑ کر وہ گھٹیا لذتوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ جبکہ دنیا کی لذتوں کی مثال ایسی ہے جیسے موسم گرما کا بادل یا کسی شاعر کا خواب جس کی کوئی وقعت نہیں، جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

أَحْلَامُ نَوْمٍ أَوْ كَظِلٍّ زَائِلٍ إِنَّ اللَّبِيْبَ بِمِثْلِهَا لَا يَخْدَعُ

اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے سونے والے کا خواب یا ڈھلتا ہوا سایہ اور عقل مند ایسی چیز سے کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔

کسی آدمی کیلئے خود فراموشی اور ذاتی تغافل سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہ الٰہی سے میسر اپنا حصہ اور نصیبہ بھی فراموش کر جائے، اس کو ضائع کر دے اور جو کچھ اسے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ہے اس کو غبن، دھوکا دہی، پستی اور معمولی پونجی کے عوض بیچ ڈالے، گویا وہ ایسی چیز ہاتھ سے چھوڑ رہا ہے جو اس کیلئے ناگزیر ہے، جس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور بدلے میں وہ چیز لے رہا ہے جو حد درجہ معمولی ہے، جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور جس کا عوض معاوضہ بھی کوئی چیز نہیں ہے۔

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِذَا ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ وَمَا مِنَ اللّٰهِ إِنْ ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ

گم کردہ ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی عوض ہو سکتا ہے، لیکن اللہ کو گم کر دو گے تو اس کے عوض دوسرا نہیں پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے سوا ہر چیز کا عوض بن سکتی ہے، وہ سب کا بدل بلکہ نعم البدل بن سکتا ہے، لیکن کوئی چیز اس کا بدل یا عوض نہیں بن سکتی، وہ اکیلا سب سے بے نیاز کر دینے کیلئے کافی ہے۔ لیکن اس کے سوا کسی سے کوئی بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔ وہ ہر کسی کو کسی کے بھی مقابلے میں پناہ دے سکتا ہے، کوئی دوسرا اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ہر کسی کو کسی بھی چیز سے منع کر سکتا ہے، لیکن کوئی دوسرا اس کو کسی چیز سے روک نہیں سکتا، اس لئے جس کی شان یہ ہو اس کی تابعداری اور بندگی سے کوئی بندہ ایک لمحے کیلئے بھی بھلا کیونکر بے نیاز ہو سکتا ہے، اس کی یاد کیونکر فراموش کر سکتا ہے، اس کے اوامر اور نواہی کو بھول کر اپنے آپ کو کیسے بھلا سکتا ہے، جس کے نتیجے میں خود اپنا نقصان کرے اور سب سے زیادہ خود اپنے اوپر ظلم کرے اور اگر کوئی ذات باری پر ظلم کرنا بھی چاہے تو اس کا کیا بگڑے گا، وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ آدمی خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

⑱ معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ یہ چیز بندے کو احسان (نیکوکاری) کے دائرے سے نکال باہر کرتی ہے اور نیکوکاروں کے اجر سے انہیں محروم کر دیتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ نیکوکاری اور احسان جب براہ راست دل سے پیوست ہوتے ہیں تو برائیوں سے روک بن جاتے ہیں کیونکہ جو بندہ اللہ کی اس طرح بندگی کرتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے تو یہ شان اس کے اندر محض اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ذکر الٰہی، خوف خداوندی اور بیم ورجا کا مادہ اس کے دل پر حاوی ہے اور وہ ایسے مقام پر خود کو پاتا ہے، جہاں اپنے پروردگار کا جمال جہاں آراء اسے نظر آتا ہے، یا اس کے دل میں یہ تصور موجزن ہوتا ہے کہ اس کا پروردگار خود اس کو دیکھتا ہے اور جب یہ ذہن بن جاتا ہے تو گناہ کا ارتکاب تو الگ رہا گناہ کا ارادہ بھی اس کے دل میں نہیں ابھرتا۔ لیکن اس کی بجائے اگر وہ دائرہ احسان سے نکل گیا تو اپنے خاص رفیقوں کی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے، آسودہ زندگی اس کے ہاتھ نہیں آتی اور کامل راحت اس کو چھو کر نہیں گزرتی اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو عام مومنین کے زمرے میں اسے شامل کرتا ہے اور اگر معصیت اور گناہ کرکے وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ إِلَيْهَا فِيْهَا النَّاسُ اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ)) [1]

''کوئی زانی مومن ہونے کی حالت میں زنا کرنے میں مشغول نہیں ہوتا (یعنی زنا کے وقت اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے) اور کوئی شرابی مومن ہونے کی حالت میں شراب خوری میں مشغول نہیں ہوتا اور نہ کوئی چور مومن ہونے کی حالت میں چوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور نہ کوئی شخص مومن ہونے کی حالت میں کھلم کھلا لوگوں کی نظروں کے سامنے ان کی کوئی اشرف چیز کو لوٹتا ہے، اس لئے تم کو ان باتوں سے ضرور پرہیز کرنا چاہیے اور بعد کو عرض توبہ (کا حق) باقی رہتا ہے۔''

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝﴾ [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے اور اگر اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا چاہے تو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

بعض آثار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَايَكُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِي عَلَى مَا اُحِبُّ ثُمَّ يَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلَى مَا اَكْرَهُ اِلَّا انْتَقَلْتُ لَهُ مِمَّا يُحِبُّ اِلَى مَا يَكْرَهُ وَلَا يَكُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِي عَلَى مَا اَكْرَهُ ثُمَّ يَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلَى مَا اُحِبُّ اِلَّا انْتَقَلْتُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب قول الله تعالیٰ، ﴿انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس﴾ (۵/ المائدة: ۹۰) حدیث: ۵۵۷۸؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ونفیه عن المتلبس بالمعصیة علی ارادة نفی کماله، حدیث: ۵۷۔ [2] ۱۳/ الرعد: ۱۱۔

لَهُ مِمَّا يَكْرَهُ إِلَى مَا يُحِبُّ)) ❶

”میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میرا جو بندہ میری کسی پسندیدہ چیز پر ہوتا ہے، پھر اس سے ہٹ کر کسی ناپسندیدہ چیز کی طرف چلا جاتا ہے تو میں بھی اس کی پسندیدہ حالت کو بدل کر اسے ایسی حالت سے دوچار کر دیتا ہوں جو اسے ناپسند ہوتی ہے اور میرا جو بندہ میری کسی ناپسندیدہ چیز کو اپناتا ہے، پھر اسے چھوڑ کی میری کسی پسندیدہ چیز کو اختیار کر لیتا ہے تو میں بھی اس کی ناپسندیدہ حالت کو بدل کر اس پر ایسے حالات لاتا ہوں جو اسے پسند ہوں“

کسی عرب شاعر نے خوب کہا ہے۔

إِذَا كُنْتَ فِي نِعْمَةٍ فَارْعَهَا فَإِنَّ الذُّنُوبَ تُزِيْلُ النِّعَمَ

جب تو کسی نعمت میں ہو تو اس کی رعایت کر اس لئے کہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے۔

وَحطَّهَا بِطَاعَةِ رَبِّ الْعِبَادِ فَرَبُّ الْعِبَادِ سَرِيْعُ النَّقَمِ

بندوں کے پروردگار کی اطاعت کر کے ان گناہوں کو مٹا، کیونکہ بندوں کا پروردگار بہت جلد بدلہ لینے والا ہے۔

وَإِيَّاكَ وَالظُّلْمَ مَهْمَا اسْتَطَعْتَ فَظُلْمُ الْعِبَادِ شَدِيْدُ الْوَخَمِ

اور جہاں تک ہو سکے ظلم و زیادتی سے بچ، کیونکہ بندگان اللہ پر ظلم کرنا سخت نقصان دہ اور مضر ہے۔

وَسَافِرْ بِقَلْبِكَ بَيْنَ الْوَرَى لِتَبْصُرَ آثَارَ مَنْ قَدْ ظَلَمَ

دنیا والوں کے درمیان دل کی آنکھ لے کر سفر کر، تاکہ ظلموں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔

فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ بَعْدَهُمْ شُهُوْدٌ عَلَيْهِمْ وَلَا تَتَّهِمْ

وہ رہے ان کے مکانات جو ان کے بعد بھی ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور ان کی گواہی جھوٹی نہیں ہے۔

---

❶ الجواب الكافی للامام ابن قيم صفحة ۸۸ طبع دارالكتب العلمية و صفحه ۱۰۱ طبع مكتبة نزار مصطفیٰ الباز۔ والله اعلم بالصواب۔

وَمَا كَانَ شَيْءٌ عَلَيْهِمْ اَضَرُّ مِنَ الظُّلْمِ وَهُوَ الَّذِي قَدْ قَصَمْ

ظلم سے زیادہ ان کے خلاف کسی چیز نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا اور یہی وہ چیز تھی جس نے انہیں توڑ دیا۔

فَكَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنَانٍ وَّمِنْ قُصُوْرٍ اُخْرَى عَلَيْهِمْ اَطَمْ

انہوں نے کتنے باغات، کتنے محلات اور کتنے ہی قلعے اور برجیاں چھوڑیں۔

صُلُوْا بِالْجَحِيْمِ وَفَاتَ النَّعِيْمِ وَكَانَ الَّذِي نَالَهُمْ كَالْحُلَمْ

لیکن وہ سب دوزخ میں جھونک دیے گئے، راحتیں سب دھری کی دھری رہ گئیں اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب خواب ثابت ہوا۔

⑳ معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے نفس حقیر ہوتا ہے، ذلت اور رسوائی میں پڑ کر ذلیل وخوار ہوتا ہے اور اتنا چھوٹا اور معمولی ہوتا ہے، جتنی کوئی چھوٹی اور معمولی چیز ہوا کرتی ہے۔ اطاعت اور بندگی کی وجہ سے نفس پروان چڑھتا ہے، اس کے اندر افزائش ہوتی ہے اور وہ صاف ستھرا اور بے داغ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ﴾ [1]

''بے شک وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام رہا جس نے اس کو گناہوں میں دبا دیا''

مطلب یہ ہے کہ جس نے اطاعت اور بندگی کر کے اس کو بڑھایا، اس کو نمایاں اور سر بلند کیا، اس نے فلاح پائی۔ لیکن جس نے اللہ کی معصیت کر کے اس کو دبا دیا، اسے خوار اور ذلیل کیا، وہ سراسر خسارے میں رہا۔

''تَدْسِيَةٌ'' مصدر ہے، جس کے معنی گاڑنے اور چھپانے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ﴾ [2]

''یا اس کو زمین میں گاڑ دے۔''

---

[1] ٩١/ الشمس: ٩، ١٠۔ [2] ١٦/ النحل: ٥٩۔

عاصی اور نافرمان معصیت کر کے اپنے نفس کو اس طرح زمین میں گاڑ دیتا ہے کہ اس کا پتا اور نشان بھی نہیں ملتا اور اپنے ان سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے خلائق سے منہ چھپاتا ہے، اپنی نظر میں، اللہ کی نظر میں اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے، کیونکہ اطاعت اور بھلائی سے نفس بڑھتا ہے، اس کو عزت اور سربلندی حاصل ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس کا مقام سب سے اعلیٰ اس کا درجہ سب سے اشرف اور اس کا مرتبہ سب سے پاکیزہ اور بلند ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے حد درجہ متواضع، منکسر، مسکین اور بے مایہ ہوتا ہے اور چونکہ وہ اللہ کیلئے حقیر و ذلیل ہوتا ہے، اس لئے اس کو عزت، عظمت، شرافت اور افزائش حاصل ہوتی، بنا بریں معصیت سے نفس حد درجہ نکما (ذلیل) ہوتا ہے، اطاعت اور بندگی سے اس کے اندر گویا کہ چار چاند لگ جاتے ہیں۔

(21) گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ اور اس کی مخلوق کی نظروں میں گنہگار بندوں کے جاہ و مرتبے اور ان کی بزرگی میں نمایاں فرق آ جاتا ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے برگزیدہ وہ ہوتا ہے، جو متقی اور پرہیزگار ہو۔ نزدیک تر اور مقرب وہ ہوتا ہے جو اطاعت گزار ہو اور اگر اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی اور حکم عدولی کی تو ایسا شخص نظروں سے گر جاتا ہے اور جو کوئی اللہ کی نظروں سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی نظروں سے بھی گرا دیتا ہے اور جس کا خلائق میں کوئی مقام نہیں ہوتا، کوئی رتبہ اور درجہ اس کو حاصل نہیں ہوتا، ایسوں کے ساتھ لوگ جیسا چاہتے ہیں سلوک کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ آگے چل کر یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص گم نامی اور کسمپرسی کی زندگی بسر کرتا ہے، اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، ادھر ادھر زار و نزار پھرتا ہے، نہ اس کی کوئی وقعت اور عزت ہوتی ہے، نہ کسی قسم کی خوشی اور مسرت اس کو حاصل ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ گم نامی، کسمپرسی، بے عزتی اور بے قدری سے دل حسرتوں اور نامرادیوں کا قبرستان بن جاتا ہے، اس کی خوشیاں ایک ایک کر کے چھن جاتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ شہوت کا نشہ جب تک چڑھا ہوتا ہے تب تک اسے کسی معصیت کے نتیجے میں ہونے والی اذیت کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔

کسی بندے پر اللہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ اپنے تقرب بندے کو سارے

عالم میں شہرتوں سے نوازتا ہے، اس کی یاد، اس کا ذکر، اس کا نام اور اس کے کارناموں کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیتا ہے، چنانچہ مشاہدہ گواہ ہے کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کو اس لحاظ سے جو شہرت اور شکوہ حاصل ہوا، یہ تنہا ان کا امتیاز ہے، ان کی اس خصوصیت میں دنیا کا کوئی انسان ان کا ساجھی اور ہم پلہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۝ ﴾ ❶

''اور ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحب نظر تھے، ہم نے ان کو ایک خاص صفت (یعنی آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا''

یعنی نیک نامی اور شہرت کی خصوصیتوں سے ہم نے ان کو نوازا کہ دنیا کے چھوٹے بڑے آج بھی ان کا نام عزت سے لیتے ہیں اور یہ اسی ذکر خیر کی خصوصیت تھی جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۝ ﴾ ❷

''اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔''

نیز ان کی اور دیگر انبیا کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۝ ﴾ ❸

''اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے بہت کچھ دیا اور ان کا ذکر خیر (آیندہ نسلوں میں) بلند کیا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝ ﴾ ❹

''اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔''

---

❶ ۳۸/ ص: ۴۵، ۴۶۔ ❷ ۲۶/ الشعراء: ۸۴۔

❸ ۱۹/ مریم: ۵۰۔ ❹ ۹۴/ الم نشرح: ۴۔

اب جو نبی کریم ﷺ کی پیروی کریں گے، اس ذکر میں ان کا بھی حصہ ہوگا، جیسے اطاعت اور تابعداری کے سبب انبیا کی وراثت میں ان کا حصہ ہوتا ہے، لیکن جو ان کی مخالفت کریں گے انہیں گم نامی نصیب ہوگی، جیسے ان کی مخالفت اور معصیت سے ان کو محرومی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

(22) معصیت کا ارتکاب کر لینے کے بعد ایسے شخص سے تعریف وتوصیف اور مدح کے سب نام چھن جاتے ہیں اور اس پر بدنامی اور ظلم وزیادتی کا لیبل چڑھ جاتا ہے، اس کے نام سے صاحب ایمان، پارسا، نیکوکار، پرہیزگار، فرمانبردار، خاصۂ خدا، عابدوزاہد، صالح، توبہ کرنے والا، بار بار اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، راضی برضا اور پاک باز جیسے القاب نکل جاتے ہیں اور اس کی بجائے فاسق وفاجر، سرکش، بدکار، فسادی، خبیث، راندہ درگاہ، زناکار، چور، قاتل، جھوٹا، خائن اور اغلام بازی کرنے والا، قطع رحمی کرنے اور دھوکا دینے والا جیسے القاب اس کے سر تھوپ دیے جاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب گناہوں کے نام ہیں۔

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾ [1]

"ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ گناہوں کے ان ناموں سے حساب لینے والے مالک حقیقی کا غضب بھڑک اٹھتا ہے، جس کے نتیجے میں جہنم کا گڑھا گنہگاروں کا ٹھکانا ہوتا ہے، جہاں ذلت اور رسوائی ان کا مقدر ہوتی ہے اور اس کے مقابل مہربان ورحیم آقا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر معصیت کی پاداش میں ان کے نام کے ساتھ بدکاروں کا ٹائٹل لگے اور اس کا انجام وہ ہو جس کا اوپر ذکر کیا گیا تو ظاہر ہے، انسانی عقل اور اس کا ضمیر خود اس کو ان برائیوں سے روکے گا اور اس کے مقابل اگر اطاعت اور تابعداری پر کامیابی، نیک نامی، اچھے القاب اور ان کے مطابق بہتر بدلہ کا وعدہ ہو تو ضمیر اس کی ترغیب دے گا اور آدمی کا دل بھی خود اس کی طرف مائل ہوگا، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے محروم رکھے اسے کوئی دے نہیں سکتا، جسے دھتکار دے کوئی اسے

---

[1] ۴۹/ الحجرات:۱۱۔

قریب نہیں کر سکتا اور جس کو اپنا مقرب بنائے کوئی اس کو دھتکار نہیں سکتا۔

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ﴾ 1

''اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

23 گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے عمر کے اندر ہونے والی برکت مٹ جاتی ہے، روزی، علم، معرفت عمل، کردار، تابعداری اور بندگی کی برکتیں مٹ جاتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ دین و دنیا کی برکتیں بھی مٹ جاتی ہیں، چنانچہ تم دیکھو گے کہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کی عمر سکڑ جاتی ہے، اس سے دنیا کی برکتیں مٹا دی جاتی ہیں اور روئے زمین سے برکتیں تبھی ناپید ہوتی جا رہی ہیں، جب زمین والے گناہ اور معصیت میں ڈوب جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ 2

''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیز گار بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔''

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ﴾ 3

''اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر ہوتے تو ہم ان کو وافر پانی پلاتے تا کہ اس سے ان کی آزمائش کریں۔''

ان گناہوں کی بدولت بندے روزی اور رزق سے محروم ہو جاتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ اَنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهٗ لَا يَنَالُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَ اَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الرُّوْحَ وَالْفَرَحَ فِي الرِّضٰى

---

1 ۲۲/ الحج:۱۸۔ 2 ۲۲/ الحج:۱۸۔ 3 ۷۲/ الجن:۱۶، ۱۷۔

وَالْيَقِيْنِ وَجَعَلَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ فِي الشَّكِّ وَالسُّخْطِ)) ❶

''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات کہی، کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرسکتا، جب تک کہ اپنی پوری پوری روزی حاصل نہ کرلے، اس لئے اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح جستجو کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے، اس کو اس کی اطاعت کر کے ہی حاصل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے روحانیت اور خوشی کو خوشنودی اور یقین میں رکھ دیا ہے اور رنج والم کو شکوک اور اپنی ناراضی کے اندر پنہاں رکھا ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں جو حدیث ذکر کی ہے، وہ اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ:

((اَنَا اللّٰهُ اِذَا رَضِيْتُ بَارَكْتُ وَلَيْسَ لِبَرَكَتِي مُنْتَهًى وَاِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ وَلَعْنَتِي تُدْرِكُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ)) ❷

---

❶ اس حدیث کا پہلا حصہ (ان روح القدس ----- ما عند الله الا بطا عته) مسند الشهاب ٢/ ١٨٦، ١٨٥ حديث:١١٥٢-١١٥١؛ مسند البزار (كشف الاستار) ٢/ ٨٢-٨١ حديث: ١٢٥٣؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٤ طبع قديم وطبع جديد: ٣/ ٨١٠-٨٠٩ حديث: ٢١٣٦؛ شرح السنة للبغوى: ١٤/ ٣٠٤، حديث: ٤١١٣-٤١١٢-٤١١١ اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الاقتصاد فى طلب المعيشة حديث: ٢١٤٤ میں موجود ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ تخريج مشكلة الفقر حديث: ١٥؛ صحيح الجامع الصغير حديث: ٢٠٨٥؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣١٠ حديث: ١٦٩٨؛ صحيح سنن ابن ماجه: ٢/ ٢٠٧ حديث: ١٧٥٦؛ سلسلة الاحاديث الصحيحه: ٦/ ٢٠٩ حديث:٢٦٠٧۔ اس حدیث کا دوسرا حصہ (وان الله جعل الروح--- فى اشك والسخط) مسند الشهاب: ٢/ ١٦٨ حديث: ١١١٦؛ تاريخ بغداد: ٧/ ١٩٥؛ حلية الاولياء: ٧/ ١٤٦ حديث: ٩٩٦١؛ المعجم الكبير للطبرانى: ١٠/ ٢١٥ حديث: ١٠٥١٤؛ شعب الايمان: ١/ ٣٨٤، حديث:٢٠٤ میں موجود ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٢٨ حديث: ١٠٦٤۔

❷ كتاب الزهد، للامام احمد بن حنبل رحمه الله، صفحه ٩١، حديث: ٢٨٩ ذم الهوى لابن جوزى، صفحه: ١٤٦ رقم حديث:٥١٨۔ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے (راقم الحروف کے نام خط میں) اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ الجواب الكافى کے محقق شیخ عمرو عبدالمنعم سلیم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے صفحہ ۴۵ حدیث:۳۵۔

''میں اللہ ہوں، میں جب خوش ہوتا ہوں تو برکتوں سے نوازتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی حد نہیں ہوتی، لیکن غضبناک ہوتا ہوں تو لعنتوں کی بارش کرتا ہوں، سات سالہ بچہ بھی میری لعنت کا شکار ہو سکتا ہے۔''

اور حقیقت یہ ہے کہ سخت دوڑ دھوپ کرنے سے روزی نہیں بڑھتی اور نہ زیادہ سے زیادہ ماہ و سال گزرنے سے آدمی عمر دراز سمجھا جاتا ہے، بلکہ روزی کی فراوانی اور عمر کی درازی دونوں کا مدار ان کے اندر پیدا ہونے والی برکت سے ہوتا ہے۔

24 گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اپنی بنیادی ضرورتوں اور ان کے حصول سے الگ جا پڑتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے سود و زیاں کی فکر کرنی چاہیے، دنیا و آخرت میں کس چیز سے اس کو نفع ہو سکتا ہے اور کس سے نقصان لاحق ہو سکتا ہے، اس سے واقفیت کی حاجت اور ضرورت ہر کس و ناکس کو ہوتی ہے اور جس کو ان کی زیادہ تفصیل معلوم ہوتی ہے، اسی کو زیادہ واقف کار اور ماہر سمجھ سکتا ہے اور ان میں زیادہ عظیم اور باہوش وہ ہوتا ہے جس کو اپنے نفس اور اپنی قوت ارادی پر پورا کنٹرول حاصل ہوتا ہے، جو اپنے آپ کو مفید کاموں سے منسلک رکھتا ہے، اور مضر کاموں سے بچاتا ہے اور اس زاویے سے دیکھا جائے تو لوگوں میں علم و آگہی کی معراج مختلف ہوتی ہے، ہر ایک کی ہمت کی بلندی اور مقام و مرتبہ ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے، چنانچہ زیادہ ماہر اور واقف اس کو سمجھا جاتا ہے جو نیک بختی اور بد بختی کی صورتوں کو سمجھتا ہے اور ان کے اثرات کی پہنچ سے بخوبی واقف ہوتا ہے، جیسے ناواقف اور نادان اس کو مانا جاتا ہے جس کی اتنی دسترس نہ ہو، لیکن ایسی حالت میں اگر معصیت کا ارتکاب ہوا تو بندہ سے خیانت سرزد ہوتی ہے۔ مذکورہ واقفیت اور مہارت کی روشنی میں جو بنیادی حاجتیں اس کو مل سکتی تھیں وہ نہیں ملتیں اور منقطع ہونے والی ادنی لذتوں پر اعلی اور ابدی لذتوں کو ترجیح دینے سے بھی وہ قاصر ہو جاتا ہے، لیکن گناہوں کی بہتات، اس کمال عمل اور آگاہی سے اس کو روک دیتی ہے اور جس میں دنیا و آخرت کا مفاد مضمر ہو، اس سے بے بہرہ کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آدمی جب کسی ناگوار چیز میں پڑ کر اس سے گلو خلاصی کی راہیں تلاش کرتا ہے تو اس کا دل اس کی خواہشات اور اس کے اعضاء و جوارح سب اس کو دھوکا

دے دیتے ہیں اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو شمشیر بکف ہو، لیکن اس کی تلوار کی دھار کند ہو، یا نیام میں بری طرح پھنس کر رہ گئی ہو، جب اس کو نکالتا ہو تو اسی میں الجھ کر رہ جاتا ہو، ظاہر ہے ایسی نازک حالت میں اگر کوئی دشمن سامنے آجائے اور وہ شخص تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر اسے نکالنے کیلئے کوشاں ہو اور تلوار نیام میں پھنسی ہو تو اس کے سوا اس کا کیا ہوگا کہ دشمن بڑھ کر اس پر حملہ کر دے گا اور اس کا کام تمام کر دے گا۔ اسی طرح دل پر جب گناہوں کے بکثرت داغ ہوں گے تو دل بھی زنگ آلود ہو کر بیمار ہو جاتا ہے اور اس حال میں اگر دشمن اس پر حملہ کر دے، اس کا منہ توڑ جواب دینے کی اس کے اندر سکت نہیں رہتی اور یہ حقیقت ہے کہ جو دل لگا کر دشمن سے لڑتا ہے، اس پر حملہ کرتا ہے اور ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے، تو ہاتھ پاؤں بھی دل کا ساتھ دیتے ہیں، لیکن اگر ہاتھ بے زور ہوں اور ناطاقتی کے خوگر ہوں تو دفاع اور مقابلہ کیسے ممکن ہوگا؟

خلاصہ یہ ہے کہ جب بندہ کسی دشواری، کرب یا آزمائش میں پڑتا ہے، تو اس کا دل، اس کی زبان اور اس کے اعضا اسے دغا دیتے ہیں۔ مفید تر کاموں سے گریز اس کی فطرت ثانیہ بنتی جاتی ہے، اللہ پر توکل کیلئے دل آمادہ نہیں ہوتا، اس کی بارگاہ میں رونے گڑگڑانے اور عاجزی کرنے کی طرف اس کا دل مائل نہیں ہوتا، اس کی زبان، اس کے احساسات کی ترجمان نہیں بنتی، دل اور زبان میں یگانگت اور ہم آہنگی گھٹتی چلی جاتی ہے۔

اس سے زیادہ بدترین تلخ اور بھیانک حقیقت یہ ہے کہ جب اس کا آخری وقت آتا ہے۔ اور مالک حقیقی سے ملاقات ناگزیر ہو جاتی ہے، تو اس گھڑی اس کی زبان اور دل اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور مرتے مرتے کلمہ شہادت نصیب نہیں ہوتا، چنانچہ بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑنے والے بہتوں کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ آس پاس بیٹھنے والوں نے جب انہیں کلمہ کی تلقین کرنی چاہی اور لا الہ الا اللہ پڑھانا چاہا تو وہ کہتے تھے آہ آہ میں نہیں کہہ پا رہا ہوں، ایک شخص سے کہا گیا کہو لا الہ الا اللہ تو کہا، شاہ اور رخ (شطرنج کے دو مہروں) نے تجھے مات دی، یہی کہتے کہتے وہ مر گیا۔ دوسرے سے کہا گیا کہو لا الہ الا اللہ اس نے جواب دیا:

یَا رُبَّ قَائِلَةٍ یَوْ مًا وَقَدْ تَعِبَتْ كَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنْجَابِ یَا مِنْجَاجِنْبِ

کوئی کہنے والی کسی دن تھک کر کہتی ہے (بصریٰ میں) منجاب (بن راشد بن اصرم ضی) کے حمام تک رسائی بھلا کیسے ہوگی؟

یہی کہتے ہوئے وہ مر گیا۔ ایک اور قریب مرگ کا قصہ ہے کہ اس سے کہا گیا پڑھو ''لا الہ الا اللہ'' وہ بے ہودہ گانا گانے لگا اور یوں کہنے لگا، تاناتا! تنتنتا......! اسی میں اس کی موت آئی۔ ایک سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا تم جو کہتے ہو، اس سے میرا کچھ فائدہ نہیں ہوگا میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو، یہ شخص بھی مر گیا لیکن اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوا۔ ایک اور شخص سے کہا گیا تو اس نے کہا اس سے میرا کیا بنے گا؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے کبھی نماز بھی پڑھی ہے یہ شخص بھی کلمہ نہیں پڑھ سکا اور مر گیا۔ ایک شخص سے یہی کہا گیا تو اس نے کہا میں کافر ہوں، تمہاری اس بات کو نہیں مانتا اور مر گیا۔ ایک شخص سے کلمہ پڑھنے کیلئے کہا گیا تو اس نے کہا میں جب کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں تو میری زبان لپٹ جاتی ہے۔ ایک بھکاری جس کا دم نکل رہا تھا اس کے پاس بیٹھنے والوں نے بتایا کہ وہ مرتے مرتے کہہ رہا تھا، اللہ کیلئے ایک پیسہ دے دو، ایک پیسہ اللہ کی راہ میں۔ اسی میں اس کی موت آئی۔ مجھ سے بعض تاجروں نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں بتایا جس کی سانس اکھڑ رہی تھی اور وہ اس کی چارپائی کے پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ لوگ کہتے تھے پڑھو لا الہ الا اللہ، جواب میں وہ شخص کہتا تھا۔ یہ تنگ سستا ہے، وہ بیوپاری اچھا ہے، یہ ایسا ہے، یہی کہتے کہتے وہ مر گیا نعوذ باللہ،!

اللہ کی پناہ! اس کی ذات ہر بری چیز سے مبرا ہے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا، جبکہ کتنے قصے یونہی بیت جاتے ہیں اور کسی کو ان کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ آدمی جب عروج پر ہوتا ہے، اس کے اندر طاقت اور قوت شباب زوروں پر ہوتی ہے، تو ''جوانی دیوانی'' کے مصداق اس پر شیطان مسلط ہوتا ہے، اپنی من مانی اور اللہ کی معصیتوں میں اسے الجھائے رکھتا ہے، اللہ کی یاد کو اس کے دل سے بھلا دیتا ہے۔ زبان سے اللہ کا نام اور اعضا و جوارح سے اس کی بندگی کو نکال پھینکتا ہے، اس گھڑی جب طاقت اور ہوش وحواس کے عالم میں اس کے اندر یہ سب غلاظت بھری ہوتی ہے، تو بھلا جب اس کے دن پھر جائیں گے اور وہ نحیف ونزار ہو جائے گا تو اس کے اندر سے کیا نکلے گا؟ اس

وقت تو موت کا کرب اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا۔ شیطان اپنی پوری قوت اس کے پیچھے جھونک دے گا اور پوری طاقت اس لئے لگا دے گا کہ یہ موقعہ اس کے ہاتھ سے نکلنے نہ پائے، کیونکہ اسی گھڑی کا عمل آخری عمل ہوتا ہے اور اگر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے تو وہ بڑا بے لگام اور شہ زور ہو جاتا ہے اور اگر اس کا بس نہیں چلتا تو اس پر اوس پڑ جاتی ہے، ان حالات میں اگر کوئی صاحب دل اس کا زور توڑ کر اس کی زد سے صاف نکل جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ ﴾ [1]

"اللہ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

لیکن ان کے بالمقابل ان لوگوں کو نیک انجام اور احسن خاتمہ کی توفیق کیونکر ملے گی جن کے دلوں کو:

﴿ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ ﴾ [2]

"جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور ان کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔"

بنابریں کوئی ایسا شخص خاتمہ بالخیر کی آرزو نہیں کر سکتا، جس کا دل پراگندہ ہو، جو اللہ سے کوسوں دور جا پڑا ہو، اس کی یاد سے غافل ہو، خواہشات اور نفس کا غلام ہو، شہوت کے ہاتھوں بے بس ہو۔ اللہ کی یاد آئے تو اس کی زبان کانٹا بن جائے، اس کی عبادت اور بندگی کا وقت آئے تو ہاتھ پاؤں ٹھٹھر کر اس کے قابو میں نہ رہیں اور وہ مصیبت کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر اندر ہی اندر تہ نشین ہوتا چلا جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ انجام کی فکر اور آخرت کے ڈر نے ایک طرف پرہیزگاروں کی کمر توڑ دی

---

[1] ۱۴/ ابراھیم: ۲۷۔ [2] ۱۸/ الکھف: ۲۸۔

ہے اور دوسری طرف ظالم اور بدکار اس طرح مطمئن بیٹھے ہیں کہ آخرت میں عیش اور من مانی مراد حاصل کرنے کیلئے جیسے انہیں کوئی پروانہ مل چکا ہے۔!

﴿ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۚ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۚ ﴾ (1)

''یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے وہ تمہارے لئے حاضر کی جائے گی، ان سے پوچھو کہ ان سے کون اس کا ذمہ لیتا ہے؟''

عرب شاعر کہتا ہے۔

يَا آمِناً مَعَ قَبِيْحِ الْفِعْلِ مِنْهُ اَهَلْ ... اَتَا لَكَ تَوْقِيْعُ اَمْنٍ اَنْتَ تَمْلِكُه؟

برے کردار کے ساتھ بے خوف رہنے والے کیا تیرے پاس کوئی پروانہ امن ہے جو تیرے پاس ادھر ہے؟

جَمَعْتَ شَيْئَيْنِ اَمْنًا وَاتِّبَاعَ هَوًى ... هٰذَا وَاِحْدَاهُمَا فِي الْمَرْءِ تُهْلِكُه

تو نے دو چیزیں اپنے ساتھ اکٹھا کر رکھی ہیں، بے خوفی اور خواہشات کی پیروی، جبکہ ان میں سے ایک چیز اسی آدمی کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

وَالْمُحْسِنُوْنَ عَلٰى دَرْبِ الْمَخَاوِفِ قَدْ ... سَارُوْا وَذٰلِكَ دَرْبٌ لَسْتَ تَسْلُكُه

نیکوکار اور اچھے لوگ خوف اور دہشت کے دروازوں پر چل پڑے ہیں اور یہ وہ راستہ ہے جس پر تو چل نہیں سکتا۔

فَرَّطْتَ فِي الزَّرْعِ وَقْتَ الْبَذَارِ مِنْ سَفَهٍ ... فَكَيْفَ عِنْدَ حَصَادِ النَّاسِ تُدْرِكُه

بیج بونے کے وقت تو نے بوجہ کوتاہی برتی اب کیا جب لوگ کٹائی کریں گے تو بھی کٹائی کر سکے گا؟ (ہرگز نہیں!)

هٰذَا وَاَعْجَبُ شَيْءٍ فِيْكَ زُهْدُكَ فِي ... دَارِ الْبَقَاءِ بِعَيْشٍ سَوْفَ تَتْرُكُه

یہ تو ہوا پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آخرت کے ابدی عیش اور وہاں کی

---

(1) ٦٨/ القلم:٣٩، ٤٠۔

زندگی سے تو منہ موڑے ہوئے ہے جبکہ عنقریب تجھے دنیا کی اس زندگی کو چھوڑنا ہے۔

مَنِ السَّفِيْهُ اِذَا بِاللّٰهِ اَنْتَ ؟ اَمِ الْمَغْبُوْنُ فِي الْبَيْعِ غَبْنًا سَوْفَ تُدْرِكُهُ

تب اللہ کی قسم! تو ہی بتا کہ بے وقوف کون ہے تو؟ یا وہ لوگ جو سودے میں سراسر خسارے میں ہیں اور یہ سب تیرے سامنے آ کر رہے گا۔

مقدمہ سوم

جنت کی ترغیب اور دوزخ کی وعید

جنت اور جہنم کا عقیدہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے، ہر مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ اطاعت گزار اور پرہیز گار بندوں کیلئے اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ﴾ ❶

''بلاشبہ پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ پاک مقام میں، قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔''

﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ ❷

''اور اس دن جنت پرہیز گاروں کے قریب کردی جائے گی۔''

جیسے کافروں اور نافرمان بندوں کیلئے اللہ نے دوزخ کو پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝ ﴾ ❸

''اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی۔''

﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ﴾ ❹

''(اس دن) ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔''

جنت کے بابت بعض آیتیں قارئین کے سامنے مزید ذکر کی جاتی ہیں۔

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ ❺ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ ❻

---

❶ ٥٤/ القمر: ٥٥۔ ❷ ٢٦/ الشعراء: ٩٠۔ ❸ ٢٦/ الشعراء: ٩١۔

❹ ٤٢/ الشورىٰ: ٧۔ ❺ آگے نکل جانے والے۔ قیامت کے دن اللہ لوگوں کو تین جماعتوں میں تقسیم فرمائے گا۔ دائیں طرف والے یعنی روشن راہ پر چلنے والے، بائیں طرف والے یعنی پست مقام والے، مقربین (آگے نکل جانے والے) جو نیکی اور خیر کے کاموں میں بڑھ کر حصہ لیں گے۔ فرائض خداوندی کو لپک کر انجام دیں گے، حرام کاری سے بچیں گے، نفس اور ہر عمدہ چیز کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور جب بھی اللہ کی راہ کا منادی انہیں صدا دے گا، ان کاموں کیلئے وہ چل پڑیں گے، یہی لوگ اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی سے =

مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ 1 وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ 2 عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ 3
مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ 4 يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ 5 مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ 6
بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ 7 وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ 8 لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا 9
يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ 10 وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ
عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ 11 كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ 12 جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا 13 وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ 14 اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا 15 سَلٰمًا ﴿۲۶﴾
وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ مَا اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ 16 وَّطَلْحٍ
مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ 17 وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ 18 وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ 19 وَّفَاكِهَةٍ 20
كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ 21 22

''اور آگے نکل جانے والے سب سے آگے ہیں۔ یہی (لوگ اللہ کے ساتھ)

= قریب تر ہوں گے۔ 6 لوگوں کی بہت بڑی جماعت۔

1 پچھلی قومیں 2 یعنی پچھلی قوموں اور امت محمدیہ (علی صاحبھا الف تحیہ) کے کچھ افراد ہوں گے۔ 3 یعنی سونے کے جڑاؤ کے تخت جن پر موتی اور یاقوت کی جھالریں ہوں گی، وضمن الغزل۔ یعنی بنا۔ 4 تکیہ لگائے آمنے سامنے ایک دوسرے کو بیٹھے دیکھتے ہوں گے، ان کے اندر صفائی اور انس ومحبت موجزن ہوگی۔ 5 نوخیز لڑکے 6 ہمیشہ ان کی عمریں اوران کی حالتیں یکساں ہوگی۔ ان کے اندر تبدیلی نہیں ہوگی اور نہ وہ مریں گے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مقرطون ہیں یعنی جو کانوں میں بندے اور بالیاں پہنے ہوں گے۔ 7 آب خورے ان کا منہ پھیلا ہوگا اوران کے اندر ٹونٹی نہیں ہوگی۔ 8 صاف شراب کے جام، صاف شفاف یعنی جنت کی رواں شراب۔ یہی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ 9 اس کو پی کر ان کو سر درد لاحق نہیں ہوگا۔ 10 دنیا کی شراب کی طرح اس شراب کو پی کر ان کی عقلیں بہک نہیں جائیں گی۔ حرف زا پر کسرہ اور ضمہ دونوں کی قراءت منقول ہے۔ 11 حور عین، حور کا واحد حوار ہے۔ یعنی گہری سیاہ وسفید آنکھ والی ہونا، عین عیناء کی جمع ہے یعنی بڑی بڑی کشادہ آنکھوں والی۔ 12 پوشیدہ رکھے ہوئے موتیوں کی طرح جیسے موتی سیپوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ صاف شفاف ہونے میں انہیں موتیوں کی مثال دی جاتی ہے۔ 13 لغو، یعنی بے ہودہ۔ 14 بدکلامی، بری بات، گالی گلوچ، جنہیں زبان پر لانے سے گناہ ہوتا ہے۔ 15 یعنی سلام کی آوازیں اور سلام کلام یعنی سلام کریں گے، ایک دوسرے کو سلام کہیں گے اور بار بار سلام کرکے اس کلمہ کو آپس میں پھیلائیں گے۔ 16 بیری کا درخت جس میں کانٹے نہیں ہوں گے۔ 17 تہہ بہ تہہ کیلے جن کے بوجھ سے شاخ لچک کر جھک جائے گی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ اوپر تک جڑے ہوں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے 18 لمبے گھنے سائے جو ابدی اور دوامی ہوں گے۔ 19 بہتا ہوا پانی جو نشیب کی نالیوں اور گھاٹیوں میں بہہ رہا ہوگا۔ 20 لازوال ہوں گے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ 21 ان سے کوئی منع نہیں کرے گا، نہ کوئی کسی کو روکے گا۔ 22 ٥٦/ واقعہ: ١٠...... ٣٣۔

خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ یہ لوگ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ وہ اگلے لوگوں میں بہت سے ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہوں گے۔ وہ جڑاؤ تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نوجوان لڑکے جو ہمیشہ (ایک حالت پر) رہیں گے (خدمت کیلئے) ان کے آس پاس پھریں گے۔ آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام (لیے ہوں گے) اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ وہ بے ہوش ہوں گے اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں گے اور پرندوں کا گوشت جس طرح ان کا جی چاہے گا اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے پوشیدہ رکھے ہوئے موتی، یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ وہاں نہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ بس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور داہنی طرف والے (سبحان اللہ) دہنی طرف والے کیا ہی اچھے ہیں (یعنی) بے کانٹوں کی بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی اور بہت سے میووں میں ہوں گے، جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روکے گا۔"

﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً (1) وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ (2) وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ (3) قُطُوْفُهَا (4) تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (5) كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ (6) قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ (7) وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ (8) عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ (9) وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ (10)

---

(1) یعنی ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہوں گے۔ (2) سخت سرد بعض کہتے ہیں کہ بنو طے کی ایک لغت میں اس کے معنی چاند کے ہیں۔ (3) جھکے جھکے نیچے نیچے ہوں گے، جنہیں آسانی سے توڑا جا سکے گا۔ (4) واحد قطف خوشہ ایک شاخ میں لگے ہوئے پھلوں کا مجموعہ۔ (5) پیالہ جس میں دستانہ لگا ہوا ہو۔ (6) واحد قارورہ مہین شیشے کا برتن۔ (7) پینے والوں کی پیاس کے مطابق بھرا ہوگا۔ (8) ایک مشہور مشروب، جس کو سردی میں پیا جاتا ہے۔ (9) سلسبیل وہ مشروب جو حلق میں آسانی سے اترتا چلا جائے۔ نہایت محفوظ اور بے ضرر ہوگا۔ (10) وہ ادھیڑ ہوں گے نہ بوڑھے۔

إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ ❶ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ ❷ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ❸ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم ❹ مَّشْكُورًا ۝ ❺ ﴾ ❻

''تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچائے گا اور تازگی اور مسرت عطا فرمائے گا اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت کے باغ اور ریشم کا لباس عطا فرمائے گا ان میں وہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، وہاں نہ دھوپ (کی تیزی) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدت اور درختوں کے سائے ان پر جھک جھک پڑیں گے اور ان کے میوے بہت قریب کر دیے جائیں گے اور (خدام) چاندی کے برتن لئے ان کے ارد گرد پھریں گے اور شیشے کے صاف شفاف گلاس اور شیشے بھی چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے جائیں گے اور وہاں انہیں وہ جام پلایا جائے گا، جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں چشمہ ہے، جس کا نام سلسبیل ہے، ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے، جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو خیال کرو گے، بکھرے ہوئے موتی ہیں اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے تو کثرت سے نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے، ان کے جسموں پر باریک اور موٹے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا، یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش اللہ کے یہاں مقبول ہوئی۔''

---

❶ یعنی ان کے اوپر۔ ❷ دیبا کے باریک کپڑے موٹے ریشمی کپڑے۔ ❸ یعنی تمہاری دنیا کی تگ و دو اور کوشش۔ ❹، ❺ خوب تر کامیاب اور اجر و ثواب کے لائق ہوگی۔ ❻ ٧٦/ الدھر: ١١......٢٢۔

جنت کی ترغیب سے متعلق بعض منقول روایات

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ حَقِّهَا لَمْ يَرُحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ فَإِنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ مِائَةِ عَامٍ وَفِي رِوَايَةٍ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسَ مِائَةِ عَامٍ))

''جس نے کسی ❶ ذمی کو ناحق مار ڈالا، وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ ❷ سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو سو سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ اس کی خوشبو پانچ سو سال تک کی مسافت تک پہنچتی ہے۔''

اس روایت کو ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ❹

---

❶ قسطلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''یعنی ایسا شخص جس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو، سلطان کے ساتھ کوئی مصالحت اس نے کی ہو، یا کسی مسلمان سے اس نے امن کی بات چیت کر رکھی ہو۔''

❷ نہیں سونگھے گا یعنی اس سے راحت نہیں پائے گا۔ اھ ص ۳۲۴ جواہر البخاری،

❸ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ۱۶/ ۳۹۱، حدیث: ۷۳۸۲؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ۱۵۳۲، ۱۵۳۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح موارد الظمآن: ۲/ ۷۲، حدیث: ۱۲۷۶؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۵/ ۴۷۱، حدیث: ۲۳۵۶؛ شیخ شعیب الارناؤط نے الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کی تحقیق وتخریج: ۱۶/ ۳۹۱ میں اس کی سند کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

❹ الاحسان فی تقریب صحیح: ۱۶/ ۳۹۲، حدیث: ۷۳۸۳؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث: ۱۵۳۰؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۴۴ طبع قدیم وطبع جدید: ۱/ ۶۲، حدیث: ۱۳۳؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۱۳۵ حدیث: ۴۳۱۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ شعیب الارناؤط نے اس حدیث کو الاحسان فی تقریب ابن حبان کی تحقیق ۱۶/ ۳۹۲ میں صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ محی الدین دیب مستو اور ان کے رفقاء نے الترغیب والترہیب کی تحقیق (۳/ ۶۰۰، حدیث: ۴۴۲۵ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ البتہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق میں خمسمائة (پانچ سو سال) کے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث منکر ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضعیف موارد الظمآن، حدیث: ۱۸۵؛ ضعیف الترغیب والترهیب: ۲/ ۲۶۶؛ حدیث: ۱۷۷۸؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱۳/ ۸۳۲، حدیث: ۶۳۷۶۔

② خالد بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ہمارے سامنے عقبہ بن غزوان نے خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد انہوں نے کہا:

وَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصَرْمٍ وَدَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْھَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ یَصْطَبُّھَا صَاحِبُھَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْھَا اِلٰی دَارٍ لَا زَوَالَ لَھَا فَانْتَقِلُوْا بِخَیْرِ مَا یَحْضُرَنَّكُمْ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ بَیْنَھُمَا مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَلَیَاْتِیَنَّ عَلَیْهِ یَوْمٌ وَھُوَ كَظِیْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ ❶

”دنیا نے فنا ❷ ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیچھے کو پلٹنے والی ہے، البتہ تلچھٹ ❸ رہ گئی ہے، جیسے پینے والے کے برتن میں کچھ تہہ نشین ہو کر رہ جاتا ہے، جس کو وہ ٹھہر ٹھہر ❹ کر پیتا ہے، غرض اس دنیا سے نکل کر تم ایک ایسی جگہ جانے والے ہو جو لافانی اور ابدی ہے، اس لئے بہتر تیاری ❺ کے ساتھ تم یہاں سے کوچ کرو۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جنت کے دروازوں کے دونوں کواڑوں ❻ کے درمیان چالیس سال کے بقدر وسعت ہوگی، لیکن اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ فوج درفوج داخل ہونے والوں کے ہجوم سے یہ وسعت بھی بھری ہوگی۔“

مسلم نے انہی الفاظ کے ساتھ اس روایت کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ ❼

❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر، حدیث: ۲۹۶۷۔ ❷ یعنی تیزی سے ختم ہونے والی اور فنا کے قریب ہے۔ ❸ بچا ہوا۔
❹ جس کو پینے والا دھیرے دھیرے پیتا ہے۔ ❺ یعنی نیک اعمال اور اچھے کام کر لو، ط۔ن۔د میں ہے، بخیر مایحضر نکم ن پر تشدید کے ساتھ۔ ❻ دروازے کے دونوں حصے ان کے درمیان کی مسافت چالیس سال کی ہوگی۔ مقصود یہ کہ یہ دروازہ بہت بڑا، بارونق اور عظیم الرتبت ہوگا۔

صَنَائِعُ فَاقَ صَانِعُھَا فَفَاقَتْ وَغَرْسٌ طَابَ غَارِسُهٗ فَطَابَا

اس کا بنانے والا نہایت فائق اور بلند ہے، اس لئے اس کی بنائی ہوئی چیز بھی لائق و فائق ہوگی بنانے والا بہتر ہے، لہٰذا درخت بھی کیا خوب ہے۔ ❼ کتاب الترغیب و الترھیب از حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ۔

نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنَّ مَابَيْنَ مِصْرًا عَيْنٍ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَهَجَرٍ وَمَكَّةَ)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، جنت کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ❷ ہے، جتنا فاصلہ مکہ سے ہجر یا ہجر سے مکہ کے درمیان ہے۔''

اس روایت کو بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سے نقل کیا۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو باختصار ذکر کیا ہے، البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے، جتنا فاصلہ ❸ مکہ سے ہجر یا مکہ اور بصرہ کے درمیان ہے۔ ❹

④ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيَدْخُلَنَّ مِنْ اُمَّتِي سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعَمِائَةِ اَلْفٍ مُتَمَا سِكُوْنَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَايَدْ خُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْآخِرِ)) ❺

''میری امت کے ستر ہزار یا فرمایا سات لاکھ افراد صف بستہ بیک وقت جنت میں داخل ہوں گے، ایک دوسرے کو تھامے ❻ ہوں گے اور جونہی ان میں

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ بنی اسرائیل باب ﴿زرية من حملنا مع نوح انه كان عبدًا شكورا﴾(۳) حدیث: ۴۷۱۲؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها، حدیث:۱۹۴؛صحیح ابن حبان، ۱۴/ ۳۸۰؛ حدیث: ۶۴۶۵۔ ❷ یعنی بھیڑ اور خلائق کا ازدحام ہوگا۔ ❸ آپ نے فرمایا کہ ان دوشہروں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے، جنت کے دونوں کواڑوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ رہے گا۔

❹ یہ الفاظ مجھے سنن ابن ماجہ میں نہیں ملے۔ واللہ اعلم بالصواب یہ الفاظ نمبر ا میں مذکور حدیث میں بھی موجود ہیں۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، حدیث: ۶۵۴۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب، حدیث: ۲۱۹۔

❻ باہم مل کر ایک ساتھ ایک قطار میں ترتیب سے کھڑے ہوں گے اور بیک وقت چشم زدن میں جنت میں چلے جائیں گے۔

(سے اس سرے کا) پہلا آدمی جنت میں داخل ہوگا (دوسرے سرے کا) آخری ❶ آدمی بھی جنت میں داخل ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔"

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبُدْرِ وَالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَائَةً لَايَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ اَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ آدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ)) ❷

"سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہوگا، اس میں شامل افراد کی صورتیں چودھویں رات کے چاند ❸ کی طرح ہوں گی اور ان کے بعد جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کی صورتیں انتہائی جگمگاتے ستاروں کی طرح ہوں گی۔ جنتی نہ پیشاب ❹ کریں گے، نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے، نہ ناک سنکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی اور پسینہ مشک کا ہوگا اور انگیٹھیوں میں عود ہندی کی

---

❶ ایک قطار میں کھڑے ہونے کی وجہ سے یکبارگی جنت میں ان کا داخلہ ہوگا۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، حدیث: ۳۳۲۷؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر وصفاتهم وازواجهم، حدیث: ۲۸۳٤۔ ❸ عربی مہینہ کی چودھویں رات کو چاند جتنا روشن ہوتا ہے، ان کے چہرے بھی اسی طرح روشن ہوں گے۔ آخر کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کو تازگی اور ان کے چہروں کو تابندگی اور روشنی دی ہوگی۔ ❹ ان کے پیشاب پاخانہ، تھوک، یا رینٹ نہیں نکلے گی، جیسا کہ دنیا میں ناک سے لیس دار مادہ، منہ سے تھوک اور لعاب اور بدن کے حساس اعضا سے زائد مادہ یا معدہ سے فضا خارج ہوتی ہے، ان میں سے کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ اس لئے کہ جنت ان آلودگیوں سے پاک اور منزہ ہے، دنیا کی گندگی سے کوسوں دور ہے، ہاں جنتی جو کھائیں گے وہ مشک بیز پسینہ بن کر ان کے بدن سے نکل جائے گا۔ اس کی خوشبو نہایت بھینی ہوگی اور ان سے اٹھنے والے بخارات معطر اور نہایت خوشبو والے ہوں گے۔

(خوشبو) ہوگی، ان کی بیویاں بڑی بڑی غلافی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، سب کی عادتیں ایک سی ہوں گی اور سب اپنے باپ آدم کی شکل پر ہوں ❶ گے اور قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ آسمان پر آپ کا یہی قد تھا۔''

⑥ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ اَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَيْنِ يُرَى مُخَّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَاللَّفْظُ لَهُمَا وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ ❷

''سب سے پہلا گروہ وہ جو جنت میں جائے گا، اس کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی ہوں گی، جنت میں نہ وہ تھوکیں گے، نہ ناک سنکیں گے، نہ ان کو پاخانے کی ضرورت ہوگی، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے ❸ چاندی کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا، ہر شخص کے واسطے دو بیویاں ❹ ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا۔ اہل جنت کے درمیان آپس میں اختلاف اور بغض نہیں ہوگا۔ سب

---

❶ یعنی ان کے اندر محبت یگانگت اور آپس میں الفت ہوگی۔

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، حدیث:٣٢٤٥؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة و اهلها وتسبیحهم فیها بکرة وعشیا؛ حدیث:١٧/ ٢٨٣٤؛ سنن ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة أهل الجنة، حدیث: ٢٥٣٧۔ ❸ سونے چاندی کے یہ برتن جن کو کھانے پینے کیلئے استعمال کیا جائے گا، ان میں بیش از بیش راحت اور آسائش حاصل ہوگی۔

❹ بقول قسطلانی رحمہ اللہ یہ دنیا کی دو عورتیں ہوں گی یا جنت کی حوریں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا مغز حد درجہ حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے نظر آئے گا۔ وہ اتنی حسین وجمیل، پری اور بے نظیر ہوں گی۔

کے دل ایک طرح کے ہوں گے اور سب صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے۔
اس روایت کو بخاری ومسلم نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ نیز ترمذی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔"

فصل

ادنیٰ درجے کے جنتی کیلئے جنت کی راحتیں

⑦ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مُوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَاَلَ رَبَّهُ مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَ مَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ رَبِّ كَيْفَ وَ قَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ ❶ فَيُقَالُ لَهُ أَتَرْضَى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلَ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّةُ عَيْنِكَ فَيَقُوْلُ لَهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّةُ عَيْنِكَ فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ قَالَ رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُ ❷ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدَيَّ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَعَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ)) ❸

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دریافت کیا، ادنیٰ درجے کے جنتی کا کیا مقام ہوگا؟ ارشاد ہوا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آخر میں ایک شخص آئے گا، اس سے کہا جائے گا، جا جنت میں داخل ہو جا، وہ کہے گا

---

❶ اپنے درجوں پر پہنچ گئے۔

❷ یہ میری اپنی طرف سے اضافہ ہوگا کہ میں ان کی آسائش کو بڑھا کر انہیں اونچے مقام پر فائز کروں گا۔ حقیقت میں یہ اللہ کا اپنے بندوں پر کرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بلندی، سعادت مندی، ابدی عیش اور بیش از بیش عزت سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (٦١/ الجمعه: ٤)

”یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اھل الجنة منزلة فیھا، حدیث: ١٨٩۔

پروردگار کیونکر جاؤں جبکہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پر جا چکے ہیں اور جو انہیں ملنے والا ہے اسے لے چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا، کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے برابر تجھے بھی حاصل ہو؟ وہ کہے گا پروردگار میں راضی ہوں، اس سے کہا جائے گا، تجھے اتنا اور اس کے برابر مزید اتنا مل گیا۔ (یہ گفتگو چار بار ہوگی) پانچویں بار وہ کہے گا پروردگار میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے اتنا مزید دس گنا زیادہ دیا جاتا ہے اور تجھے اتنا اور دیا جاتا ہے، جتنا تیرا دل چاہے اور آنکھوں کو جس سے لذت حاصل ہو۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، سب سے اونچے درجے کے جنتی کا کیا مقام ہوگا؟ ارشاد ہوگا، وہ میرے محبوب بندے ہوں گے، ان کے اندر اعزاز اور اکرام کا بیج میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوگا اور اس پر اپنا سکہ لگا دیا ہوگا اور (انہیں جو حاصل ہو گا) اسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی فرد بشر کے دل پر گزرا ہوگا۔"

⑧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَّفَ ❶ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وِ مُثِّلَ لَهُ شَجَرَةٌ ذَاتَ ❷ ظِلٍّ فَقَالَ اَيْ رَبِّ قَرِّبْنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُنْ فِي ظِلِّهَا ❸ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فِي دُخُولِهِ الْجَنَّةَ وَتَمَنِّيْهِ اِلَى اَنْ قَالَ فِي آخِرِهِ اِذَاانْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِي ❹ قَالَ اللّٰهُ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَا هُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتَقُوْلَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِثْلُ مَا اُعْطِيْتُ ❺)) ❻

---

❶ جہاں سے وہ جنت کی راحت اور آرام کا مشاہدہ کرے گا۔ ❷ جو نہایت گنجان اور پھیلا ہوا ہوگا۔

❸ تاکہ اس کی خوش گوار فضا اور گھنے سائے سے فائدہ اٹھاؤں اور تمازت سے محفوظ ہوں۔

❹ اس کی جس قدر تمنائیں ہوں گی سب پوری ہو چکی ہوں گی، پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے مزید کئی گنا عطا فرمائے گا۔

❺ اللہ کی زبردست داد و دہش پر وہ خوش ہو کر شکر بجا لاتا ہوگا۔

❻ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فيها، حدیث: ۱۸۸۔

''ادنیٰ درجے کا جنتی وہ شخص ہوگا، جس کا رخ اللہ نے دوزخ سے جنت کی طرف پھیر دیا ہوگا، اس کے سامنے ایک سایہ دار درخت رونما ہوگا، وہ کہے گا، اے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دے، تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کرسکوں۔ پھر اس کے جنت میں داخل ہونے اور بار بار آرزو کرنے کا حدیث میں تذکرہ ہے۔ یہاں تک کہ حدیث کے آخر میں فرمایا، پھر جب اس کی تمام آرزوئیں پوری ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تیرے لئے یہ ہے اور مزید دس گنا بھی تیرے لئے ہے، پھر ارشاد ہوا کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا، جہاں اس کے پاس سیاہ وسفید غلافی آنکھوں والی دو عورتیں آئیں گی ۔ وہ دونوں اس سے کہیں گی اللہ کا شکر ہے، جس نے تمہیں ہمارے لیے اور ہمیں تمہارے لئے زندہ کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ سن کر وہ کہے گا، مجھے جتنا عطا ہوا، کیا کسی کو اتنا ملا ہوگا۔''

فصل

جنت کے درجے اور اس کے بالا خانے

⑨ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ)) ❶ قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهُمْ غَيْرُهُمْ قَالَ ((بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رِجَالٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ)) ❷

"جنت والے اپنے اوپر بالا خانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرقی یا مغربی افق پر دور چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اہل جنت کے مراتب میں باہم تفاوت ہوگا" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ انبیا کے درجات ہوں گے جن پر کوئی اور نہ پہنچ سکے گا؟ فرمایا: "کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ لوگ بھی ان درجات پر فائز ہوں گے، جو اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور انبیا کی انہوں نے تصدیق کی ہوگی۔"

شیخین ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ درج ہیں:

كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الْغَارِبَ ❸

"جیسے تم اوجھل ہوتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو۔"

---

❶ ان درجوں میں فرق مراتب کا ہوگا، کیونکہ ہر آدمی اپنے اعمال کے مطابق مرتبوں پر فائز ہوگا۔

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، حدیث: ٣٢٥٦؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب ترائی اهل الجنة أهل الغرف كما یری الكوكب فی السماء، حدیث: ١١/ ٢٨٣١۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: ٦٥٥٦؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب ترائی اهل الجنةأهل الغرف كما یری الكوكب فی السماء، حدیث: ٢٨٣١، وترقیم دارالسلام، حدیث: ٧١٤٢۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔ البتہ انہوں نے کہا کہ جنت والے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے، جیسے تم مشرقی یا مغربی افق پر دور ابھرتے یا اوجھل ہوتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو۔ یہاں راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غابر (اوجھل ہوتا ہوا) فرمایا یا غارب (دور بلند) فرمایا۔ ❶

⑩ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ)) ❷

''جنت کے اندر ایسے سو درجے ہیں جنہیں اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ دونوں درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ۔''

⑪ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ)) ❸

''جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو مرتبوں کے درمیان سو سال کی دوری ہے (جس کو سوار اپنی سواری پر عبور کرے گا۔ مطلب یہ کہ ان کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہوگا)''

اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کو ''حسن غریب روایت'' بتایا' طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اوسط میں نقل کیا اور کہا کہ ''ہر دو مرتبوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔'' ❹

---

❶ سنن ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فی ترائی اهل الجنة فی الغرف، حدیث: ۲۵۵۶، مسند احمد: ۲/ ۳۳۵۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله، حدیث: ۲۷۹۰۔ ❸ سنن ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة درجات الجنة، حدیث: ۲۵۲۹؛ مسند احمد، ۲/ ۲۹۲۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ ❹ المعجم الاوسط للطبرانی: ۴/ ۲۱۷، حدیث: ۵۷۶۵۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے: سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲/ ۵۹۳؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة، ۴/ ۳۶۰۔ حدیث: ۱۸۸۵۔

فصل

جنت کی عمارت، اس کی زمین اور اس کے سنگریزے وغیرہ کا بیان

⑫ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنَا عَنِ الْجَنَّةِ مَابِنَاءُ هَا قَالَ: ((**لَبِنَةُ ذَهَبٍ وَلَبِنَةُ فِضَّةٍ وَمَلَاطُهَا الْمِسْكُ وَحَصْبَاءُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرَابُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَّدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ لَا يَمُوْتُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ**......)) [1]

اے اللہ کے رسول! ہمیں بتلایئے کہ بہشت کی عمارتیں کس چیز سے بنی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اس کا گارا مشک کا ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں۔ اس کی خاک زعفران کی ہے۔ جو بہشت میں داخل ہوگا وہ بڑے ناز و نعم میں رہے گا، تکلیف و تنگدستی اس کے پاس نہ پھٹکے گی، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی......''

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں اور امام ترمذی، بزار اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو اوسط میں اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، ان کے نزدیک یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۳۰۵-۳۰۴؛ سنن ترمذی، ابواب صفه الجنة، باب ما جاء فی صفة الجنة ونعيمها حديث: ۲۵۲۶؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، ۱۶/ ۳۹۶ حدیث: ۷۳۸۷؛ مسند البزار (كشف الاستار) ۴/ ۱۹۰ حدیث: ۳۵۰۹؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۲/ ۶۵ حدیث: ۲۵۳۲۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب: ۳/ ۵۰۱ حدیث: ۳۷۱۱۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:
''جنت کی دیواروں میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہوگی اور ان کے زینے موتی اور یاقوت کے ہوں گے اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ جنت کی نہروں میں چھوٹی اور باریک کنکریاں موتیوں کی ہوں گی اور وہاں کی خاک زعفران کی ہوگی۔'' [1]

---

[1] الترغيب والترهيب، كتاب صفة الجنة والنار: ٤/ ٤١٤، حديث: ٥٤٦٥؛ مصنف عبدالرزاق: ١١/ ٤١٦ وطبع جديد:١٠/ ٣٤٧، حديث: ٢١٠٣٩؛ شرح السنة للبغوى: ١٥/ ٢٢٨ حديث: ٤٣٩١؛ نعيم بن حماد فى زوائد الزهد، حديث: ٢٥٢۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٥٠١ حديث: ٣٧١٢۔

فصل

جنت کی نہریں

⑬ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاءُ هُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ)) 1

''کوثر بہشت کی ایک نہر ہے، جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتی اور یاقوت پر بہتی ہے۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے بھی زیادہ سفید ہے۔''

اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

1 سنن ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکوثر، حدیث: ٣٣٦١؛ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة الجنة، حدیث: ٤٣٣٤؛ مسند احمد، ٢/ ٦٧۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٥/٥٦٧ حدیث: ۴۳۳۴ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

فصل

جنت کے درخت اور ان کے پھل

⑭ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا اِنْ شِئْتُمْ فَاقْرَؤُوْا ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ﴾ ❶)) ❷

’’جنت میں ایک درخت ہے، اس کی چھاؤں میں سوار سو سال تک بھی چلتا رہے گا تب بھی اس کو طے نہ کر سکے گا اور چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو‘‘ اور لمبے لمبے سائے اور بہتا ہوا پانی۔‘‘

اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

---

❶ ٥٦/ واقعه: ٣٠-٣١۔ ❷ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الواقعة، باب قوله ﴿وظل ممدود﴾ (٣٠) حديث: ٤٨٨١؛ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب ان فی الجنة شجرة يسير الراكب فی ظلها مائة عام لايقطعها، حديث: ٢٨٢٦ مختصرًا؛ سنن ترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة الواقعة، حديث: ٣٢٩٣۔

فصل

جنت والوں کی خورد و نوش وغیرہ

⑮ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یَاْکُلُ اَھْلُ الْجَنَّةِ وَیَشْرَبُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ طَعَامُھُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرِیْحِ الْمِسْكِ یُلْھَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ وَالتَّكْبِیْرَ كَمَا یُلْھَمُوْنَ النَّفَسَ)) [1]

''جنتی جنت کے اندر کھائیں گے، پئیں گے، لیکن نہ پاخانہ کریں گے، نہ ناک سنکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، بلکہ ان کا کھانا ڈکار کی شکل میں (تحلیل) ہو گا، جس سے خوشبو مشک کی طرح آئے گی ان کو تسبیح و تحمید اس طرح سکھائی گئی ہو گی، جس طرح ان کو سانس لینا سکھایا گیا ہے۔''

⑯ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے، وہ کہتے ہیں:

((اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ یَشْتَھِي الشَّرَابَ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ فَیَجِيْءُ الْاِبْرِیْقُ فَیَقَعُ فِيْ یَدِهٖ فَیَشْرَبُ ثُمَّ یَعُوْدُ اِلٰی مَكَانِهٖ)) [2]

''جو آدمی جنت کی شراب کی خواہش کرے گا، جونہی وہ خواہش کرے گا، آفتابہ اس کے ہاتھ میں آجائے گا، وہ پیے گا، پھر آفتابہ لوٹ کر اپنی جگہ چلا جائے گا۔''

اس روایت کو ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے جید سند کے ساتھ موقوفاً نقل کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة وأهلها وتسبیحهم فيها بكرة وعشیا، حدیث:٢٨٣٥؛ سنن ابو داود، كتاب السنة، باب فی الشفاء، حدیث: ٤٧٤١ (مختصرًا)۔

[2] صفة الجنة (ابن ابی الدنیا) حدیث:١٣٢؛ الترغیب والترهیب، كتاب صفة الجنة والنار، باب فی أكل أهل الجنة وشربهم وغیر ذلك، ٤/ ٤٢٩ حدیث: ٥٥٠٢۔ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

فصل

پوشاک اور زیورات

⑰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ ❶ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ فِي الْجَنَّةِ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)) ❷

''جو شخص جنت میں داخل ہوگا، وہ بڑے ناز ونعم میں ہوگا، تکلیف اور تنگدستی اس کے قریب نہیں آئے گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے، نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔ جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا، نہ کسی فرد بشر کے دل پر اس کا تصور گزرا ہوگا۔''

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

⑱ حضرت شریح بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر جنت کی پوشاک کو آج دنیا میں پہن لیا جائے تو دیکھنے والے غش کھا کر گر پڑیں گے اور ان کی نظریں اس کی متحمل

---

❶ اس پر ذلت، فقر، غم اور خوف طاری نہیں ہوگا۔

❷ اس حدیث کا پہلا حصہ (جو شخص جنت میں داخل ہوگا۔۔۔۔۔ نہ اس کی جوانی فنا ہوگی) صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی دوام نعیم أهل الجنة حدیث: ۲۸۳۶۔ جبکہ دوسرا حصہ (جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی۔۔۔۔۔اس کا تصور گزرا ہوگا) صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة حدیث: ۳۲۴۴؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب صفة الجنة، حدیث: ۲۸۴۲ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ جبکہ حدیث کے یہ دونوں حصے سنن دارمی، کتاب الرقاق، باب من یدخل الجنة ینعم لا یبئوس ۲/ ۴۲۸ حدیث:۲۸۱۹ وطبع جدید: ۳/ ۱۸۶۰ حدیث: ۲۸۶۱؛ مسند احمد: ۲/ ۳۷۰ میں ایک ہی حدیث میں موجود ہیں۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۳/ ۷۳ حدیث:۱۰۸۶۔

نہیں ہوں گی، اس روایت کو ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ [1]

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ:

''اگر ایک بھی جنتی عورت زمین پر جھانک کر دیکھ لے تو زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا خوشبو سے معطر ہو جائے اور کھل اُٹھے اور اس کے سر کی اوڑھنی پوری دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے، اس سے بہتر ہے۔'' [2]

اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔

---

[1] صفة الجنة (ابن ابی الدنیا) حدیث:١٤٩ ونعیم بن حماد فی زوائد الزهد، حدیث: ٤١٧؛ الترغیب والترهیب، کتاب صفة الجنة والنار، باب فی فضل ثیابهم وحللهم: ٤/ ٤٣٧۔ حدیث: ٥٥١٨؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف مقطوع قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب:٢/ ٤٨٦ حدیث:٢٢١٥۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین وصفتهن، حدیث: ٢٧٩٦؛ مسند احمد: ٣/ ١٤١۔

فصل

جنت میں جنتی اپنے رب کا دیدار کریں گے

⑲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ)) قَالُوْا لَا، قَالَ: ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَا)) فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ ❶

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ابر نہ ہو تو کیا تم کو سورج کی طرف نظر اٹھانے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: ''تب تم بھی اپنے رب کو دیکھ سکو گے۔'' پھر انہوں نے پوری حدیث نقل کی۔

اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

⑳ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ❷)) ❸

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب الصراط جسر جهنم، حديث: ٦٥٧٣؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: ١٨٢۔

❷ ١٠/ يونس: ٢٦۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب اثبات رؤية المؤمنين فى الآخرة ربهم سبحانه وتعالىٰ حديث: ١٨١؛ سنن ترمذى، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فى رؤية الرب تبارك وتعالىٰ حديث: ٢٥٥٢؛ السنن الكبرىٰ للنسائى: ٧/ ١٦٦، حديث: ٧٧١٨، ١٠/ ١٢٣، حديث: ١١١٧٠۔

''جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم مزید کچھ نعمتیں بھی چاہتے ہو، جس کا میں تمھارے لئے اضافہ کردوں؟ وہ عرض کریں گے (اے ہمارے پروردگار) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن اور منور نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل نہیں کیا؟ فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا، اس وقت وہ اپنے رب کا جس طرح دیدار کریں گے اس سے بہتر کوئی نعمت انہیں مہیا نہیں ہوگی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، ''جن لوگوں نے بھلائی کی، ان کیلئے ویسی ہی بھلائی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔'' [1]

اس روایت کو مسلم، ترمذی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

(21) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةٌ مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ [2] مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيلاً فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنهَا اَهْلُ مَا يَرَوْنَ الآخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا

---

[1] نسفی کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کیلئے بیش از بیش بھلائی ہے، یعنی جنت اور اس پر مستزاد اللہ کا دیدار، حضرت ابوبکر، حذیفہ، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے، کہ دیدار الٰہی مستزاد ہوگا، الخ (جلد۲ص ۱۴۳) ارشاد ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (۱۰/ یونس:۲۵، ۲۶)

''اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کیلئے ویسی ہی بھلائی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی ہوگی اور نہ ذلت، ایسے ہی لوگ جنتی ہیں جو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔''

[2] امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت والوں کی راحتیں ابدی ہوں گی۔ اہل سنت اور عام مسلمانوں کا مسلک یہ ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے، پئیں گے اور وہاں کی لاتعداد لذتوں سے شادکام ہوں گے، ان نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہوگی، نہ دنیا کی نعمتوں کی طرح انہیں زوال ہوگا۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ تم اس میں ہمیشہ آسودہ رہو گے، کبھی مایوس یا تنگ دل نہیں ہوگے۔

وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَنْظُرُوا اِلَى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ)) [1]

''جنت کے اندر ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اس کے ہر زاویہ میں جنتی کے متعلقین ہوں گے، جو دوسرے سرے کو بھی دیکھ سکیں گے، مومن اس کا چکر لگائے گا، اس کیلئے دو باغ ہوں گے، جس کے برتن اور ہر ایک چیز چاندی کی ہوگی اور دوسرے دو باغ سونے کے ہوں گے اور اس کے برتن اور وہاں کی ایک ایک چیز سونے کی ہوگی اور عدن کے باغات میں جنتی لوگوں اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کے درمیان کبریائی کی چادر حائل ہوگی، جو اللہ کے چہرے پر پڑی ہوگی۔''

اس روایت کو بخاری، مسلم اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔ الفاظ بخاری کے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الرحمٰن باب قوله ﴿ومن دونهما جنتان﴾(٦٢) حديث:٤٨٧٨، باب حور مقصورات فى الخيام:(٧٢) حديث: ٤٨٧٩ـ ٤٨٨٠؛ صحيح مسلم، كتاب الجنة ونعيمها، باب فى صفة خيام الجنة وما للمومنين فيها من الأهلين، حديث: ٢٨٣٨؛ سنن ترمذى، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فى صفة غرف الجنة، حديث: ٢٥٢٨ـ

اہل بہشت کی بہشت میں ابدی زندگی

(22) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ أَنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَيْأَسُوا أَبَدًا وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [1])) [2]، [3]

''جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی آواز دے گا، تمہارے لئے یہ جزا ہے کہ اب تم سدا تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے، ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، ہمیشہ نازونعم میں رہو گے کبھی آزردہ نہیں ہو گے، درحقیقت اس ارشاد باری تعالیٰ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں کو پکار کر کہہ دیا جائے گا، کہ یہ

---

[1] ۷/ اعراف:۴۳۔

[2] وارث بنایا جانا اعمال کے بدلے میں ہوگا، کیونکہ یہی اعمال کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝﴾ (۴۳/ الزخرف:۶۷۔۷۳)

''اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، مگر پرہیزگار آپس میں دوست رہیں گے (ہم ان سے کہیں گے کہ) میرے بندو! آج تمہیں نہ خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (یعنی) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمہاری بیویاں عزت اور احترام کے ساتھ جنت میں جاؤ...... اس میں بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔''

[3] صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی دوام نعیم أهل الجنة، حدیث: ۲۸۳۷؛ سنن ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: ۳۲۴۶۔

جنت ہے، جو اعمال تم دنیا میں کرتے تھے۔ ان کے بدلے میں تم اس کے وارث بنائے گئے ہو۔''

㉓ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُؤْتَى بِالْمَوْتِ ❶ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ ❷ فَيُنَادِي بِهِ مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ فَيُذْبَحُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ ثُمَّ قَرَءَ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ ❸ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الدُّنْيَا......)) ❹

''قیامت کے دن موت کو چتکبرے رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، تب ایک منادی پکارے گا، اہل جنت گردن لمبی کر کر کے دیکھیں گے، وہ

---

❶ حالانکہ موت عرضی ہے جسم نہیں۔ یہی قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو مطمئن کردے گا اور ان کی مسرت میں اس طرح اضافہ فرمائے گا کہ دنیا میں جو موت انہیں درپیش ہوئی تھی، اسے ایک بھیڑ کی شکل میں ان کے سامنے لا کر ذبح فرمادے گا، اس سے جنتیوں کے دل مطمئن ہوں گے، انہیں حد درجہ خوشی اور طمانیت نصیب ہوگی۔ ❷ یعنی سفید سیاہی مائل۔ ❸ قسطلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں، آج دنیا دار غفلت میں پڑے ہیں۔ آخرت میں ان کی غفلت کا پردہ تار تار ہو جائے گا، چنانچہ اسی آیت میں آگے ارشاد ہے۔ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾ (۱۹/مریم:۴۰) یعنی اس دن لوگ حسرت کریں گے، بدکار اپنی بدکاری پر اور کم نیکی کرنے والے اپنی کم نیکی پر، اس گھڑی حساب کتاب ہو جائے گا اور دونوں فریق جنت اور دوزخ کی طرف روانہ کر دیئے جائیں گے، یعنی غفلت میں ڈوبے ہوئے بے ایمانوں کو ڈراؤ انا نحن نرث الخ یعنی ہم مالک ہوں گے، ہمارے سوا کسی کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہوگی، یا ہم پوری زمین کے کامل مختار ہوں گے، ساری روئے زمین کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔ پھر حساب کتاب کیلئے انہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔

❹ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ کھیعص، باب قوله عزوجل ﴿وانذرهم يوم الحسرة﴾ (۳۹) حديث:۴۷۳۰؛ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حديث: ۲۸۴۹؛ السنن الكبرىٰ للنسائي: ۱۰/۱۶۸، حديث:۱۱۲۵۴۔

کہے گا جنت والو! اس کو پہچانتے ہو، جنتی کہیں گے ہاں یہ موت ہی تو ہے، کیونکہ ہر ایک کا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے، پھر اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا اے جنت والو! اب تمہیں ہمیشہ جنت میں ہی رہنا ہے مرنا نہیں ہے۔ اور اے دوزخ والو! تمہیں بھی ہمیشہ دوزخ میں ہی رہنا ہے مرنا نہیں ہے پھر آپ نے یہ آیت شریفہ پڑھی ''اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈراؤ، جبکہ معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور (افسوس کہ آج) وہ غفلت میں پڑے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے......'' یہ کہتے ہوئے آپ نے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس روایت کو بخاری، مسلم، نسائی اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کی ہے۔ آخر الذکر کے الفاظ یہ ہیں:

جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور وہ لوگ اس کو دیکھتے ہوں گے تو اگر کوئی مارے خوشی کے مرتا تو بہشت والے مرتے [1] اور اگر کوئی مارے رنج والم کے مرتا تو دوزخ والے مرتے......! [2]

---

[1] انتہائی مسرت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن آخر اس کی کیا وجہ ہوگی؟ اس لئے ان کا دل گھبراہٹ سے بے نیاز ہوگا، دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑتی ہوگی، جنت کی راحت اور لذت کی ان پر بارش ہوگی، وہاں کے منظر سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور موت کا خوف بھی ان کے اندر سے نکل جائے گا۔ رہے دوزخی تو ان کی حسرتیں روز افزوں ہوں گی، کیونکہ دوزخ کی اذیت بڑھتی جائے گی، وہ روئیں گے، گڑگڑائیں گے، موت موت پکاریں گے، لیکن موت کبھی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ ﴾ (٤/ النساء:٥٦)

''جب ان کی کھال جل کر پک جائے گی، ہم انہیں دوسری کھال دے دیں گے تا کہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں، (ہم اللہ سے سلامتی معافی اور مہربانی طلب کرتے ہیں)

[2] سنن ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فی خلود اهل الجنة وأهل النار، حدیث: ٢٥٥٨۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اگر کوئی مارے خوشی کے مرتا تو بہشت والے مرتے اور اگر کوئی مارے رنج والم کے مرتا تو دوزخ والے مرتے'' کے جملے کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح سنن ترمذی: ٣/ ١٩، حدیث: ٢٥٥٨؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٦/ ١٨٧، حدیث: ٢٦٦٩۔

دوزخ سے دہشت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح پرہیزگار مومنوں کیلئے جنت بنائی، اسی طرح فاسقوں کافروں کیلئے اس نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ﴾ [1]

”بھلا جو شخص مومن ہو، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو۔ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کیلئے ہمیشہ رہنے کیلئے باغ ہیں۔ یہ مہمانی ان کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جب کبھی چاہیں گے کہ اس میں سے نکل بھاگیں گے تو پھر اسی میں لوٹائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اب اس کے مزے چکھو۔“

دوزخ اور اس کے احوال کے بارے میں مزید آیات درج کی جاتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ڏ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ [2] وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ [3] اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ڏ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ڏ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّاۗلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ [4] فَمَالِــُٔـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝

---

[1] ۳۲/ السجدة: ۱۸ ...... ۲۰۔ [2] جو مسامات کے اندر تک سرایت کر جائے گا۔

[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، دوسرے سائے کی طرح ان کے اندر ٹھنڈک نہیں ہوگی، تمازت اور نہ تپش کو دور کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ [4] تھوہر ایک بدترین ناگوار اور بدمزہ درخت ہے۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ﴾ [1]

''اور بائیں طرف والے (افسوس) بائیں طرف والے کیا ہی بدنصیب ہیں، وہ لوگ آگ میں اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں (ہوں گے، جو ٹھنڈا نہ ہوگا اور نہ فرحت بخش۔ وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بہت بھاری گناہ پر ڈٹے رہتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا (پھر) ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کئے جائیں گے۔ پھر تم اے گمراہو (اور) جھٹلانے والو! تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا اور پیو گے بھی تو اس طرح جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں، (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے دن یہی مہمانی ہوگی۔''

﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''تم عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے، یعنی اس سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں، نہ ٹھنڈا سایہ ہوگا اور نہ گرمی سے نجات دے گا۔ وہ ایسے انگارے برسائے گا، جیسے بڑے محل، گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی۔ یہ وہ دن ہے کہ لوگ لب تک نہ ہلا سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔''

﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا

[1] ٥٦/ الواقعة:٣١......٥٦۔ [2] ٧٧/ المرسلات:٢٩......٣٦۔

لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝﴾ ❶

''بے شک دوزخ گھات میں لگی ہے اور (وہی) سرکشوں کا ٹھکانہ ہے، جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ وہ وہاں (کسی طرح کی) ٹھنڈک کا مزہ نہیں چکھیں گے، گرم پانی اور پیپ کے سوا ان کو کچھ پینے کو نہیں ملے گا (اور یہ ان کے اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہوگا، کیونکہ یہ لوگ (آخرت کے) حساب کی امید نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو (بڑی بے باکی سے) جھٹلاتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر رکھا ہے، تو (اس دن ہم ان سے کہیں گے کہ) اب اپنے کیے کا مزہ چکھو اور ہم تو تمہارے لیے عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔''

اب تک جو آیات گوش گزار کی گئیں، وہ دوزخ اور اس کے اوصاف سے متعلق تھیں۔ ان آیتوں کو سن کر مومن کا دل پگھل کر لرز اٹھتا ہے اور پرہیز گاروں کی جبینِ نیاز کانپ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

---

❶ ۷۸/ النبا: ۲۱ ...... ۳۰۔

عذابِ دوزخ سے دہشت دلانے والی بعض احادیث

جنت طلب کرنے کی ترغیب اور

دوزخ سے پناہ مانگنے کی دُعا

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے، جیسے قرآن کریم کی کوئی سورہ سکھایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) [1]

"کہو اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، دجال کے فتنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

اس روایت کو مالک، مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

② حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا میں کہہ رہی تھی:

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِزَوْجِي رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِاَبِي سُفْيَانَ وَبِاَخِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ((سَاَلْتِ اللّٰهَ لِآجَالٍ مَضْرُوْبَةٍ وَاَيَّامٍ مَعْدُوْدَةٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ

[1] صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، حديث: ٥٩٠؛ مؤطا امام مالك، كتاب القرآن، باب ماجاء في الدعاء، ١/ ٢١٥؛ سنن ابو داؤد، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة، حديث: ١٥٤٢؛ سنن ترمذى، ابواب الدعوات، باب ٧٦، حديث: ٣٤٩٤؛ سنن نسائى، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، حديث: ٢٠٦٥۔

لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا مِنْهَا قَبْلَ اَجَلِهٖ وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَوْ كُنْتِ سَاَلْتِ اللّٰهَ اَنْ يُعِيْذَكِ مِنَ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَاَفْضَلَ)) ❶

اے اللہ! عمر دراز فرما اور فائدہ پہنچا مجھ کو میرے شوہر رسول اللہ کے ذریعے سے اور میرے والد ابوسفیان اور میرے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے ذریعے سے آپ نے یہ سنا تو فرمایا: ”تم نے متعینہ دنوں سے مقررہ اوقات اور طے شدہ روزی کی دعا کی ہے، جبکہ ان میں سے کسی چیز کو اللہ نے وقت سے پہلے یا بعد میں مقدم یا مؤخر نہیں کیا اور اگر تم نے اس کی بجائے دوزخ اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگی ہوتی تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔“

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

❷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اسْتَجَارَ عَبْدٌ مِّنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ اِلَّا قَالَتِ النَّارُ يَارَبِّ اِنَّ عَبْدَكَ فُلَانٌ اِسْتَجَارَ مِنِّيْ فَاَجِرْهُ وَلَا سَاَلَ عَبْدٌ الْجَنَّةَ سَبْعَ مَرَّاتٍ اِلَّا قَالَتِ الْجَنَّةُ يَارَبِّ اِنَّ عَبْدَكَ فُلَانًا سَاَلَنِيْ فَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ)) ❷

”جو بندہ سات مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ کہتی ہے، اے پروردگار تیرا فلاں بندہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے، تو اس کو پناہ دے اور جو بندہ سات مرتبہ جنت طلب کرتا ہے، تو جنت کہتی ہے، اے پروردگار تیرا فلاں بندہ تجھ سے مجھ کو مانگتا ہے تو اسے جنت میں داخل فرما۔“

اس روایت کو ابویعلیٰ نے ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا جو بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی سند کی شرط کے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب القدر، باب بيان ان الآجال والأرزاق وغيرها لا تزيد ولا تنقص عما سبق به القدر، حديث: ٢٦٦٣۔

❷ مسند ابي يعلى الموصلي: ١١/ ٥٥-٥٤ حديث: ٦١٩٢، دوسرا نسخہ ٥/ ٣٧٩-٣٧٨، حديث: ٦١٦٤؛ ابو نعيم في صفة الجنة: ١/ ٩٧-٩٦ حديث: ٦٨۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٤٦٥، حديث: ٣٦٥٣؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٦/ ٢٢، حديث: ٢٥٠٦۔

مطابق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ)) ❶

''جو کوئی اللہ سے تین بار جنت طلب کرتا ہے، جنت کہتی ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل فرما اور جو کوئی تین بار جہنم سے پناہ مانگتا ہے، دوزخ کہتی ہے اے اللہ اس کو دوزخ سے بچا۔''

اس روایت کو ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے ان کے الفاظ ایک جیسے ہیں، نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَارَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالُوْا وَمَا رَأَيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ)) ❷

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم اس کو دیکھ لو جس کو

---

❶ سنن ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة أنهار الجنة، حديث: ۲۵۷۲؛ سنن نسائی، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من حر النار، حديث: ۵۵۲۳؛ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنة، حديث: ۴۳۴۰؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ۳/ ۳۰۸ حديث: ۱۰۳۴؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۵۳۵ وجديد: ۲/ ۷۴۶، حديث: ۱۹۶۰؛ مسند احمد: ۳/ ۱۱۷۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے تلخیص میں اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ۳/ ۴۶۵، حديث: ۳۶۵۴۔

❷ صحیح مسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم سبق الامام بركوع أوسجود ونحوهما۔ حديث: ۴۲۶؛ مسند ابي يعلى الموصلي: ۷/ ۴۱ حديث: ۳۹۵۲ و ۷/ ۴۴ حديث: ۳۹۵۷ دوسرا نسخه ۳/ ۳۶۱، حديث: ۳۹۳۹، و ۳/ ۳۶۲ حديث: ۳۹۴۴۔

میں نے دیکھا ہے، تو تم کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے۔'' انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت اور جہنم کو دیکھا ہے۔''

اس روایت کو مسلم اور ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

⑥ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُوْتَي بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا)) [1]

''قیامت کے دن دوزخ اس حال میں لائی جائے گی کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔''

اس روایت کو مسلم اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب جهنم اعاذنا الله منها، حديث: ٢٨٤٢؛ سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة النار، حديث: ٢٥٧٣۔

فصل

جہنم کی تیز حرارت وغیرہ

⑦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((نَارُكُمْ هٰذِهِ يُوْقِدُ بَنُو آدَمَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ)) قَالُوْا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةٌ قَالَ: ((اِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلَ حَرِّهَا)) [1]

''تمہاری یہ آگ جسے لوگ سلگاتے ہیں، دوزخ کی حرارت کے ستر اجزا میں سے ایک جزء ہے'' لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم (عذاب دینے کیلئے تو) یہی آگ کافی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو انہتر گنا بڑھا دیا گیا ہے اور ہر جزء کی گرمی اس کے برابر ہے۔''

اس روایت کو امام مالک، بخاری، مسلم اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔ البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ الفاظ منقول نہیں ''كلهن مثل حرها'' (یعنی ہر جز کی گرمی اس کے برابر ہے) احمد اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، نیز بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا وَضُرِبَتْ بِالْبَحْرِ مَرَّتَيْنِ وَلَوْلَا مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْفَعَةً لِاَحَدٍ یعنی (کسی دریا سے دو مرتبہ) اس کو بجھایا گیا اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو اللہ اس کے اندر کسی کے لئے ادنیٰ منفعت بھی نہ رکھتا۔

---

[1] صحيح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حدیث: ۳۲۶۵؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب جهنم اعاذنا الله منها، حدیث: ۲۸۴۳؛ مؤطا امام مالك، كتاب الجهنم، باب ماجاء فی صفة جهنم : ۲/ ۹۹۴؛ سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم، باب ماجاء ان ناركم هذه جزء من سبعين جزء من نار جهنم، حدیث: ۲۵۸۹؛ مسند احمد: ۲/ ۳۱۳؛ الاحسان فی تقريب صحیح ابن حبان: ۱۶/ ۵۰۳، حدیث: ۷۴۶۲، حدیث: ۵۰۰؛ البعث والنشور للبیهقی حدیث: ۵۵۰-۵۵۱، اس حدیث کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ۳/ ۴۷۱ حدیث: ۳۶۶۶۔

فصل

دوزخ کی اتھاہ گہرائی

⑧ حضرت خالد بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے تقریر کی اور ہمیں بتایا کہ:

إِنَّ الْحَجَرَ يُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا مَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللَّهِ لَتَمْلَأُنَّهُ أَفَعَجِبْتُمْ ❶

''ایک پتھر دوزخ کے کنارے سے اندر کی طرف پھینکا گیا، وہ پتھر اس کے اندر ستر سال تک لڑھکتا گیا، لیکن تہہ نشین نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! دوزخ تم سے بھر دی جائے گی تو کیا تم حیرت (نہیں) کرو گے؟''

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

⑨ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ:

فَسَمِعْنَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَتَدْرُونَ مَا هَذَا)) قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: ((هَذَا حَجَرٌ أَرْسَلَهُ اللَّهُ فِي جَهَنَّمَ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَالْآنَ حِينَ انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا)) ❷

ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب واقف ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر ستر سال پہلے پھینکا تھا۔ وہ برابر دوزخ کی طرف گر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس وقت وہ گہرائی میں پہنچا ہے۔''

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، حديث: ٢٩٦٧-

❷ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب جهنم اعاذنا الله منها حديث: ٢٨٤٤-

فصل

دوزخ کی زنجیریں وغیرہ

⑩ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هَذِهِ وَأَشَارَ مِثْلَ الْجُمْجُمَةِ وَأُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَهِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أُصُولَهَا ❶)) ❷

''کھوپڑی کے برابر ایک چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس کے برابر سیسہ آسمان سے چھوڑ دیا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو یہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر یہ (اس) زنجیر کے سرے سے چھوڑی جائے (جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے) تو چالیس سال تک چلتی رہے، رات کو بھی اور دن کو بھی تب بھی اس کی گہرائی کو نہیں پہنچے گی۔''

اس روایت کو احمد، ترمذی اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔ ان تمام شیوخ نے دراج سے اور انہوں نے عیسیٰ بن ہلال صدقہ سے اس کو نقل کیا اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی سند حسن ہے۔

حضرت یعلیٰ بن منیہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:

((يُنْشِي اللَّهُ سَحَابَةً سَوْدَاءَ مُظْلِمَةً فَيُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ أَيُّ شَيْءٍ تَطْلُبُونَ فَيَذْكُرُونَ بِهَا سَحَابَةَ الدُّنْيَا فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا الشَّرَابَ

❶ تبلغ اصلها۔ اور ع میں اسی طرح ہے اور ن، و میں ہے تبلغ الی اصلها۔

❷ سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم، باب في بعد قعر جهنم حديث:٢٥٨٨؛ مسند احمد: ٢/ ١٩٧ البعث والنشور للبيهقي حديث:٥٢٩؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٣٨؛ وطبع جديد:٤/ ١٣٦٤ حديث:٣٦٤٠، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٥/ ٤١٣ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

فَتُمْطِرُهُمْ اَغْلَالًا تَزِيْدُ فِيْ اَغْلَالِهِمْ وَسَلَاسِلَ تَزِيْدُ فِيْ سَلَاسِلِهِمْ وَجَمْرًا تَلْتَهِبُ عَلَيْهِمْ)) [1]

''اللہ تعالیٰ گہرا، تاریک، سیاہ بادل پیدا فرمائے گا۔ پھر کہے گا، دوزخ والو! تم کیا چاہتے ہو؟ اس بادل کو دیکھ کر دوزخیوں کو دنیا کے بادل یاد آئیں گے۔ وہ کہیں گے، ہمارے پروردگار! پانی، پانی، اتنے میں بادل سے ہتھکڑیاں اور طوق برسیں گے جس سے ہتھکڑیوں اور طوق میں اضافہ ہوگا۔ زنجیریں برسیں گی۔ جس سے ان کے اوپر زنجیریں ہی زنجیریں ہو جائیں گی اور دہکتے ہوئے شعلے گریں گے، جو ان کے اوپر بھڑک اٹھیں گے۔''

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ نیز یہ موقوف علیہ منقول ہے اور یہ اصح ہے، یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں۔ منیہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی دادی ہیں یہ غزوان کی بیٹی اور عتبہ بن غزوان کی حقیقی بہن تھیں۔ بسا اوقات (یعلی) کی نسبت انکے والد امیہ کی طرف بھی کی گئی ہے۔

⑫ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد پڑھا:

﴿ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ [2] ﴾ [3]

---

[1] المعجم الاوسط للطبراني: ٣/ ١٣٦، حديث: ٤١٠٣؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٤٦، حديث: ٢١٥٠؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة ١١/ ٦٧٦ حديث: ٥٤٠٣۔

[2] پیپ کا یہ پانی دوزخیوں کے چہروں سے پھوٹ کر بہہ رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
﴿ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ ﴾
(١٤/ ابراهيم: ١٥ ...... ١٧)
''اور پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا۔ اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے منہ میں لے گا، مگر گلے سے نیچے اتار نہیں سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت آئے گی، مگر وہ مرے گا نہیں۔''

[3] ١٤/ ابراهيم: ١٧۔

"اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے منہ میں لے گا۔"

((قَالَ يُقَرَّبُ اِلَى فِيْهِ فَيَكْرَهُهُ اَدْنَى مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ فَاِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ اَمْعَائَهُ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ [1])) [2]

"یعنی وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا، جس کو وہ سخت ناگوار سمجھے گا اور نزدیک لانے سے اس کا منہ بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ پھر جونہی وہ اس کو پیے گا، ادھر سارا پانی اس کے پیٹ کی ساری انتڑیاں کاٹ کر اس کی مقعد سے نکل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کو گرم پانی پلایا جائے گا۔ جو پیٹ میں جاتے ہی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ [3] [4]

---

[1] ٤٧/ محمد:١٥۔ [2] معدہ اور آنتیں حرارت کی تیزی سے پگھل کر بہہ جائیں گی، پرہیز گاروں کی شراب کے ساتھ اللہ نے کافروں اور نافرمانوں کی شراب کا بھی ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ (٤٧/ محمد:١٥)

"اس جنت کی حالت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں ایسی ایسی (عمدہ) پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں اور اس میں دودھ کی نہریں ہیں۔ جس کا مزہ نہیں بدلا، شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والے کیلئے سراسر لذت ہے اور صاف شہد کی نہریں بھی ہیں اور وہاں ان کیلئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے (کیا یہ پرہیز گار) ان کی طرح (ہو سکتے) ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

[3] پینے والا جب اس کو پینے کیلئے منہ کے قریب کرے گا تو اس کی حرارت سے چہرہ جھلس جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

''اور اگر وہ پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد ایسے پانی سے پوری کی جائے گی، جو تیل کی تلچھٹ اور پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا۔ منہ کو بھون دے گا، بہت ہی برا پانی ہے اور دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے۔'' [1]

=

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ ﴾

(۱۸/ الکهف:۲۹......۳۱)

''اور اے پیغمبر کہہ دو کہ (لوگو) حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے، پس اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ ہم نے ظالموں کیلئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں چاروں طرف سے ان کو گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی کیلئے فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا، جو چہروں کو بھون دے گا، وہ پینے کیلئے کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (ان کیلئے کوئی اندیشہ نہیں) بلاشبہ ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور زینت کیلئے ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز سبز ریشمی کپڑے پہنیں گے اور وہاں مسند والے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور جنت بھی آرام و آسائش کی کیسی عمدہ جگہ ہے۔''

[4] ۱۸/ الکهف:۲۹۔ [1] مسند احمد:۵/ ۲۶۵؛ سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة شراب أهل النار حدیث: ۲۵۸۳؛ مستدرك حاكم، ۲/ ۳۵۱ وطبع جدید:٤/ ۱۲۵٤ حدیث: ۳۳۳۹۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۳/ ۷۹ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

فصل

جہنم والوں کی خورد ونوش

⑬ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [1]

''اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام پر مرو''

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلَى اَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُهُ؟)) [2]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر زقوم یعنی (تھوہر) کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گر پڑے تو دنیا والوں کیلئے ان کی زندگی اور معاش برباد کردے، پھر اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا؟''

اس روایت کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں نقل کیا، البتہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں فَكَيْفَ بِمَنْ لَيْسَ لَهُ طَعَمٌ غَيْرُهُ (پھر اس کا کیا حال ہوگا، جس کا کھانا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوگا؟

اور حاکم نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ بِحَارِ

---

[1] ۳/ آل عمران:۱۰۲۔ [2] سنن ترمذی، ابواب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار حدیث: ۲۵۸۳؛ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة النار حدیث: ۴۳۲۵؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰/ ۴۸، حدیث:۱۱۰۰۴؛ مستدرك حاکم: ۲/ ۲۹۴ طبع قدیم وجدید: ۳/ ۱۱۸۲، حدیث:۳۱۵۸ اور ۲/ ۴۵۱ وجدید: ۴/ ۱۳۸۱ حدیث: ۳۶۸۶؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان:۱۶/ ۵۱۱ حدیث: ۷۴۷۰؛ موارد الظمآن حدیث: ۲۶۱۱؛ مسند ابی داود الطیالسی: ۴/ ۳۶۷ حدیث: ۲۷۶۵۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجه کی تحقیق ۵/ ۵۶۰ حدیث ۴۳۲۵ تفسیر ابن کثیر کی تحقیق: ۱/ ۵۳۷ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

الْاَرْضِ لَاَفْسَدَتْ اَوْ قَالَ لَاَمَرَّتْ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُهُ)) وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰی شَرْطِهِمَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرَوٰی مَوْقُوْفًا عَلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر زقوم کا ایک قطرہ روئے زمین کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو وہ سب بگڑ جائیں یا فرمایا روئے زمین والوں کی زندگی تلخ کر دے۔ پھر بھلا اس کا کیا حال ہوگا، جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا۔؟'' حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حدیث حسن صحیح کہا ہے اور اس کو موقوفاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

فصل

دوزخیوں کی آہ وپکار

⑭ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

((اِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَدْعُوْنَ مَالِكًا فَلَا يُجِيْبُهُمْ اَرْبَعِيْنَ عَامًا ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ ثُمَّ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ فَلَايُجِيْبُهُمْ مِثْلَ الدُّنْيَا ثُمَّ يَقُوْلُ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ ثُمَّ يَيْاَسُ الْقَوْمُ فَمَا هُوَاِلَّا الزَّفِيْرُ وَالشَّهِيْقُ تَشْبَهُ اَصْوَاتُهُمْ اَصْوَاتَ الْحَمِيْرِ اَوَّلُهَا شَهِيْقٌ وَآخِرُهَا زَفِيْرٌ)) [1]

”دوزخی مالک کو آوازدیں گے، مالک کہیں چالیس سال کے بعد انہیں جواب دے گا اور کہے گا تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے پھر وہ اپنے پروردگار کو پکاریں گے اور کہیں گے اے کہ ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال لے، اگر ہم نے پھر ایسا کیا تو ہم ظالم ہوں گے۔ پروردگار بھی دنیا کی طرح انہیں جواب نہیں دے گا۔ پھر فرمائے گا اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو، پھر یہ لوگ مایوس ہو جائیں گے اور زور زور سے چلائیں گے اور سسکیاں لیں گے۔ انکی یہ آوازیں گدھے کی سی ہوں گی۔ وہ ابتدا میں زور سے سانس لیں گے اور بعد میں دھیرے سے چھوڑیں گے۔“

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے موقوفاً نقل کیا۔ اس کے راوی از روئے صحیح لائق استناد ہیں۔ نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔

---

[1] مستدرك حاكم: ٤/ ٥٩٨ وطبع جديد:٨/ ٣١٤٦ حديث: ٨٧٧٠؛ تفسير البغوى: ٤/ ١٧٠ حديث: ١٨٩٧؛ البعث والنشور للبيهقى حديث:٦٤٨؛ مصنف ابن ابى شيبه: ٧/ ٧٢ حديث: ٣٤١١١؛ ابن ابى الدنيا فى صفة النار حديث: ١٦٨۔ نعيم بن حماد فى زوائد الزهد حديث: ٣١٩؛ مجمع الزوائد: ١٠/ ٥٢٦ حديث: ١٨٦٣٦۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب:٣/ ٤٨٧ حديث: ٣٦٩١۔

’’شہیق‘‘ وہ آواز جو سینے میں ہو، ’’زفیر‘‘ وہ آواز جو حلق میں ہو۔ ابن فارس کہتے ہیں، کہ ’’شہیق‘‘ ’’زفیر کی ضد ہے۔ اس لئے کہ ’’شہیق‘‘ سانس لینے کو کہتے ہیں، جبکہ ’’زفیر‘‘ سانس چھوڑنے کو کہتے ہیں۔

⑮ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلَى اَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُوْنَ حَتَّى تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ ثُمَّ يَبْكُوْنَ الدَّمَ حَتَّى يَصِيْرَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْاُخْدُوْدِ لَوْ اُرْسِلَتْ فِيْهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ ❶)) ❷

’’دوزخیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا۔ جس کے نتیجے میں وہ اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے چہروں پر کھائی کی طرح نالیاں پڑ جائیں گی، جس میں اگر کشتیاں ڈال دی جائیں تو چلنے لگیں۔‘‘

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: ((يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِبْكُوا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا ❸ فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتَّى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِيْ خُدُوْدِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتَّى تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَيَسِيْلَ يَعْنِي

---

❶ اللہ اکبر، اللہ کی پناہ آنکھوں سے دریا بہیں گے اور اس طرح آنسوؤں کی دھار بہے گی، جس میں کشتیاں چلیں گی، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ❷ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة النار حديث: ٤٣٢٤؛ مسند ابی يعلی الموصلی: ٧/ ١٦٢ حديث: ٤١٣٤ دوسرا نسخه ٣/ ٤٠٦ حديث: ٤١٢٠؛ المقصد العلی فی زوائد ابی يعلی الموصلی حديث: ١٩٣٤۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٦٢ حديث: ٢١٧٨؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١٤/ ٩٠٦ حديث: ٦٨٨٩۔

❸ رونے والوں کی صورت بنالو، اپنے آپ کو کوسو اور نفس کو خوف و دہشت اور خشیت الٰہی کی طرف راغب کرو، گھمنڈ اور غرور کو دل سے نکال پھینکو اور کامل نیک اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو، اس طرح بندہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

الدَّمَ فَيَقْرَحُ الْعُيُوْنُ)) 1

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے: ''لوگو! روؤ اگر رو نہ سکو تو رونی صورت بنالو، اس لئے کہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسوؤں کی وجہ سے رخسار پر گڑھے پڑ جائیں گے، جیسے نالیاں ہوتی ہیں۔ پھر آنسو بھی ختم ہو جائیں گے اور اس کی بجائے خون بہے گا اور خون بہہ بہہ کر آنکھیں پھوڑا بن جائیں گی۔''

ان کی اسناد میں یزید بن رقاشی 2 اور بقیہ ہیں، دونوں 3 ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی استناد کیا ہے۔ نیز حاکم نے اس کو باختصار عبداللہ بن قیس سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا دوزخی اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسوؤں میں اگر کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل سکیں۔ 4 پھر آنسوؤں کی جگہ ان کی آنکھوں سے خون بہے گا۔ حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ بحمداللہ گزشتہ تین نامزد مقدمات تمام ہوئے، اب کبیرہ گناہوں کا بیان شروع ہوتا ہے۔ تفصیل ہدیہ ناظرین ہے......!

---

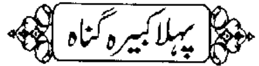
1 و، ع، جلد۲ص۴۸۰ پر ''فقرح'' درج ہے جبکہ ن ط پر ''فتقرح'' تا کے ساتھ وارد ہے، یعنی خون آلود ہو کر پھوڑے کی صورت اختیار کر جائے گی، جس کی وجہ سے آنسو پانی کے بجائے لہو بن کر نکلے گا، ایسا کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ اللہ کے ساتھ ان کا کفر شدید تر ہوگا۔ ان کی سرکشی بڑھ جائے گی، ان کی نافرمانی اور معصیت بیش از بیش ہوگی، اس لئے بندگان الٰہی اللہ سے ڈرو، نیک عمل کرو اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے دبالو اور ان کے اجالوں سے روشنی حاصل کرو، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (۳/ آل عمران:۱۰۱)

''اور جو اللہ کی پناہ لیتا ہے سیدھے راستے کی طرف اس کی راہنمائی کی جاتی ہے۔''

2، 3 یزید بن رقاشی عابد وزاہد اور بڑے نحیف ونزار تھے، ابن عدی کی روایت میں ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

4 مستدرك حاكم: ٤/ ٦٠٥ وجديد: ٨/ ٣١٥٥ حديث: ٨٧٩١۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: الترغيب والترهيب، كتاب صفة الجنة والنار، فصل في بكائهم وشقيهم: ٤/ ٣٩٤ حديث: ٥٤٣٥۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے مستدرک حاکم کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ تحقیق سنن ابن ماجہ: ٥/ ٥٥٩۔



اللہ کے ساتھ شرک کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قِيْلَ مَاهُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَتَوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُوْمِنَاتِ)). [1]

''سات ہلاکت انگیز چیزوں سے پرہیز کرو۔'' عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کون کون سی ہیں؟ فرمایا: ''شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

یہ امر مسلمہ ہے جس میں کوئی نزاع نہیں کہ نبی کریم ﷺ امت کی ہدایت کے شدید خواہش مند تھے اور مسلمانوں کے ساتھ کامل رافت ورحمت اور شفقت کے جذبات اپنے اندر رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [2]

''(لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالیٰ ﴿ان الذين يأكلون أموال اليتٰمی ظلما انما يأكلون فی بطونهم نارًا وسيصلون سعيرًا﴾ (٤/ النساء:١٠) حديث: ٢٧٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر واكبرها، حديث: ٨٩؛ سنن ابوداود، كتاب الوصايا، باب ما جاء فی التشديد فی اكل مال اليتيم، حديث: ٢٨٧٤؛ سنن نسائی، كتاب الوصايا، باب اجتناب أكل مال اليتيم حديث: ٣٧٠١۔

[2] ٩/ التوبہ:١٢٨۔

تمہارا رنج و تکلیف میں پڑنا ان پر بہت گراں ہوتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کی خواہش میں رہتے ہیں۔ (خاص کر) مسلمانوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔''

اور جہاں آپ یہ دیکھتے کہ آپ کی قوم راہ حق سے گریز کر رہی ہے اور دعوت کو قبول کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتی تو آپ کو اس کا اتنا قلق ہوتا کہ رنج اور صدمے کی وجہ سے آپ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [1]

''اور اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج و غم کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو۔''

امت کیلئے آپ کی اسی کامل ہمدردی اور بدرجہ اتم شفقت کا نتیجہ تھا کہ آپ حتی الوسع جنت کے حصول کی صورتوں اور ان کی ترغیب اور دوزخ سے بچنے کی راہوں اور ان سے پرہیز کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ دوسری طرف عرب شرک کی دلدل میں ناک تک ڈوبے ہوئے تھے، بت پرستی کی زندگی میں شرابور اور ان گنت بلا خیز معصیتوں اور نافرمانی میں غرق تھے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ خاص طور پر شرک سے باز رہنے کی تلقین فرماتے تھے، بلکہ ہجرت سے پہلے تک آپ مشرکین مکہ کو اللہ کی خالص بندگی کی طرف بلاتے تھے۔ بت پرستی اور جھوٹے خداؤں کی تابعداری سے منع فرماتے تھے، چنانچہ جو سورتیں مکی زندگی کے پس منظر میں نازل ہوئیں، ان میں خاص طور پر شرک اور بت پرستی سے نفرت اور خالص توحید کی تعلیم نمایاں ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان سورتوں اور آیتوں میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک زندگی آنے والی ہے، جس میں نیکی بدی کا حساب ہوگا اور ہر چیز کا بدلہ دیا جائے گا، نیز یہ بھی کہ اللہ نے نوع انسانی کی راہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو چنا، البتہ ان سورتوں میں اس مضمون کی آیتیں کہیں زیادہ ہیں، جن میں توحید کی تاکید اور شرک اور بت پرستی سے حد درجہ نفرت دلائی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بے شمار آیتیں صرف اس بارے

---

[1] ۱۸/ الکھف:٦۔

میں وارد ہیں کہ شرک سے ڈرنا چاہیے اور اس سلسلے میں لاحق ہونے والے عذاب سے خوف کھانا چاہیے۔ ان آیتوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے اور حدیث میں جو موبقات کا لفظ وارد ہے، ان سے مراد ہلاکت خیزیاں ہیں۔ اس حدیث میں مذکورہ ساتوں گناہ کبیرہ باتفاق گناہ کبیرہ ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ یہی سات ہیں، اس لئے کہ احادیث میں دوسرے گناہوں کا ذکر بھی ملتا ہے، جیسے ایک حدیث میں آپ کا یہ ارشاد وارد ہے کہ:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا)) قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ)) وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ ((اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) وَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔ [1]

''کیا میں تمہیں بڑے کبیرہ گناہوں سے آگاہ نہ کروں؟'' یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرماتھے۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اور سنو جھوٹ بولنا (اور سنو جھوٹ بولنا)'' اسی کو آپ ﷺ اتنی دیر تک دہراتے رہے کہ ہم نے سوچا کاش آپ خاموش ہو جاتے۔''

پھر عقل و وجدان اور عدل و انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو شرک حد درجہ قبیح فعل ہے، اس لئے کہ شرک سے انسانیت کا اعزاز پامال ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص اعزاز سے نوازا ہے۔ پھر شرک کر کے حقیقت میں آدمی اپنے ہی جیسے ناپاک قطرے سے پیدا شدہ مخلوق کے سامنے جھکتا ہے، اس کے آگے ماتھا ٹیکتا ہے، آس و نراش اور امید و بیم لے کر اس کے سامنے روتا، گڑگڑاتا ہے۔ شرک سے شعور اور ادراک کی قدریں پامال ہوتی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: ۵۹۷۶؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، حدیث: ۸۷۔

ہیں۔ حالانکہ اسی عقل و دانائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت و شرف بخشا ہے۔ غیروں کی بہ نسبت اس کو امتیاز اور نمایاں مقام دیا۔ پھر عقل سے علم وفن کی تحصیل ہوتی ہے، صنعت وحرفت میں نت نئی ایجادیں عمل میں آتی ہیں۔ کائنات کے رموز اور اسرار فاش ہوتے ہیں، ان سے کشید کیے گئے نکات سے انسان کائنات کو اپنا تابع فرمان بناتا ہے، ظاہر ہے انسان کو جہاں اتنے اوصاف اور اعلیٰ امتیاز حاصل ہوں، وہاں یہ کیونکر بجا ہوگا کہ وہ آپ اپنے کو ذلیل ورسوا کرے؟ قبروں، قبوں اور مزاروں پر ماتھا ٹیکے؟ تاروں، ستاروں اگنی (آگ) اور اندر (دیوتاؤں کی راج) کی پوجا کرے؟ بتوں، دیوی دیوتاؤں اور گئو ماتا کی پرستش کرے؟ ان میں سے ہر سوال کا جواب یہی ہے کہ ایسا کوئی کام لائق اور مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ انسان کا مقصود ومدعا یہ ہے کہ وہ اعلیٰ واشرف ہو، مقتدا اور پیشوا بنے، وہ خود معزز، باعزت اور خوددار ہو، لیکن ذلیل وخوار، وہم وگمان کا پجاری اور خام تصورات کے پیچھے چلنے والا نہ ہو، انسان سے وہی انسان مراد ہے جو اپنے خالق و مالک کی پرستش کرے، جس نے اسے ان روشن صفات سے نوازا۔ اعلیٰ مراتب پر اس کو فائز کیا، آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ اسی مالک حقیقی کے سامنے سربسجود ہو۔ اپنے آقا ومولیٰ کی رحمتوں کا امیدوار ہو اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہے، کیونکہ عذاب الٰہی سے ڈرنا از حد ضروری ہے۔ القصہ شرک کا یہی وہ سنگین اور گھناؤنا کردار ہے، جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس فقرے میں سب سے پہلے اس کی مذمت فرمائی کہ ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) ''سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو'' یہ سات ہلاکت خیز وہ گناہ کبیرہ ہیں جو آدمی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کبائر (۲) صغائر...... کبائر ''کبیرہ کی جمع ہے''

''گناہ کبیرہ'' وہ بڑا گناہ ہے، جس پر حد جاری ہو، جس پر لعنت وملامت وارد ہو یا جس پر زبردست پھٹکار آئی ہو، اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو صغیرہ کہا جاتا ہے نیز یہ بھی یاد رہے کہ کبیرہ گناہ ان ساتوں گناہوں پر موقوف نہیں، بلکہ ان پر مستزاد ان گناہوں کو ستر تک شمار کیا گیا ہے، یہی نہیں بلکہ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الزواجر عن اقتراف الکبائر''

میں ان کی تعداد ۴۶۷ تک شمار فرمائی ہے۔

ان ساتوں کبیرہ گناہوں میں پہلا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ''شرک'' شرکت سے ماخوذ ہے۔ شرک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کی کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہرائے اور جو عبادت اور بندگی اللہ کیلئے کرتا ہے، اس میں ان کو بھی ساجھی بنائے، خواہ ہر ہر بندگی میں اس کو شریک ٹھہرائے، یا بعض عبادتوں میں اس کو شریک گردانے، عبادت حقیقت میں ایک جامع لفظ ہے۔ اس سے مراد ان تمام اقوال و افعال کی بجا آوری ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے لئے پسند فرماتا ہے۔ جیسے اس کی نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، حج کرنا، نذر ماننا، اس کی قسمیں کھانا، مراد مانگنا، فریاد کرنا، اس کے اوپر توکل اور بھروسا کرنا اس کیلئے قربانی کرنا، اسکے آگے رکوع وسجود کرنا اس کی خاطر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور اس سے امیدیں رکھنا اور اس سے ڈرتے رہنا دوسری عبادتیں سرانجام دینا۔ اب اگر ان میں سے کوئی عبادت سوائے اللہ کے کسی نبی ولی یا مردصالح کیلئے کرے، یہی نہیں بلکہ ان میں سے کوئی کام ان کے علاوہ بھی کسی کیلئے انجام دے ،تو یہ شرک شمار ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے زندہ یا مردہ مخلوق کیلئے سجدہ کیا، اس کے نام پر جانور ذبح کیا، کسی قبر کا طواف کیا، اس کیلئے نذر مانی، کسی بھی زندہ، مردہ، دور، نزدیک والے سے ایسی چیز طلب کی، جو صرف اللہ سے طلب کی جانی چاہیے، جیسے بیمار کیلئے شفا چاہی یا بارش کی دعا مانگی تو اس کا شمار شرک اکبر میں ہوگا اور شرک اکبر اتنا بھاری گناہ ہے، جس کو اللہ رب العزت توبہ کے بغیر معاف نہیں کرے گا۔ شرک کی دو اقسام ہے:

① شرک اکبر ② شرک اصغر

''شرک اکبر'' کی وضاحت پہلے گزری نیز واضح رہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے پر بیشتر آیات وارد ہیں، جن میں شرک کرنے والے کو آتش دوزخ سے ڈرایا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ [1]

---

[1] ۵/ المائدہ: ۷۲۔

''بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ ❶

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور ہاں اس کے سوا جس کو چاہے گا، بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا تو وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔''

رہا ''شرک اصغر'' تو اس کی مثال ریا کاری اور اللہ کے سوا کسی اور کو عظیم مان کر اس کی ایسی قسمیں کھانا ہے، جیسے اللہ کی قسم کھائی جاتی ہے، اگر اللہ کو چھوڑ کر کسی کی تعظیم کا دل میں اعتراف کر کے اسکی قسم کھائی جائے تو یہ قسم کھانا بھی شرک اکبر شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴾ ❷

''تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِي عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ وَهُوَ لِلَّذِي أَشْرَكَ)) ❸

''ہر ساجھی اور شریک کی بہ نسبت تنہا میری ذات ہمہ قسم کے شرک اور ساجھے

---

❶ ٤/ النسآء:٤٨۔ ❷ ١٨/ الكهف:١١٠۔ ❸ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة حديث: ٤٢٠٢؛ صحيح ابن خزيمه حديث: ٩٣٨؛ الاسماء والصفات للبيهقي: ١/ ٣٤٠۔ یہ حدیث الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء حديث: ٢٩٨٥ میں بھی موجود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح سنن ابن ماجه:٣/ ٣٧١ حديث: ٣٤٠٦۔

داری سے بیزار اور بڑی بے نیاز ہے، جو کوئی میرے لئے کوئی عمل کرتا ہے اور میرے علاوہ بھی کسی کو اس میں شریک ٹھہراتا ہے، اس کا وہ عمل سراسر اسی کیلئے ہوگا، میں اس سے بالکلیہ بری ہوں۔"

اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ الفاظ انہی کے ہیں اور اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ نیز ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

افسوس آج ہر خطے اور علاقے میں ملت اسلامیہ کی اکثریت شرک اکبر میں مبتلا ہے اس امت نے نبیوں اور صالحین کی شدت سے پرستش شروع کر دی ہے، ان کے نام کی قسمیں کھانا، ان سے فریاد کرنا ان کیلئے نذر ماننا اور ان کی قبروں کے گرد چکر لگانا، آج مسلمانوں کا معمول بن چکا ہے، قبر پرستی سے بڑھ کر شجر و حجر پرستی اور حجروں اور خانقاہوں کی پوجا کا اس طرح سے رواج چل پڑا ہے کہ چونکہ فلاں درخت اور فلاں پتھر کو فلاں بزرگ سے نسبت ہے، اس لئے اسی کو پوجنا شروع کر دیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق بخشے۔

دوسرا کبیرہ گناہ

''سحر''

لغت میں ''سحر'' اس چیز کا نام ہے، جس کا سبب مخفی اور پوشیدہ ہو، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے:

((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا)) [1]

''کوئی بیان جادو اثر ہوتا ہے۔''

اس روایت کو امام مالک، احمد، بخاری، ابوداود اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

سَحَرٌ پھیپھڑے کو بھی کہتے ہیں۔ یہی غذا کی راہ گزر ہے۔ پھیپھڑے کو عربی میں سحر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ مخفی ہوتا ہے، لیکن اس کی رگیں تمام جسمانی اعضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل نے عتبہ کے بارے میں کہا تھا۔ اِنْتَفَخَ سَحْرُہٗ یعنی خوف سے اس کے پھیپھڑے پھول گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ﴾ [2]

''انہوں نے جادو کے زور سے لوگوں کی نظریں بند کر دیں''

یعنی انہوں نے اپنے اصل عمل کو ان سے چھپا لیا۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا جادو کوئی حقیقت رکھتا ہے؟ اکثر علما اس کے قائل ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ اگر اس

---

[1] صحیح بخاری، الطب، باب ان من البیان سحرًا، حدیث: ٥٧٦٧؛ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ الخطبۃ، حدیث: ٨٦٩؛ مؤطا امام مالك، کتاب الکلام، باب مایکرہ من الکلام بغیر ذکر اللہ، ٢/ ٩٨٦؛ مسند احمد: ٤/ ٢٦٣؛ سنن ابو داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام حدیث: ٥٠٠٧؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ان من البیان سحرًا حدیث: ٢٠٢٨۔ [2] ٧/ الاعراف: ١١٦۔

کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے اور بچنے کی تاکید ہرگز نہ کرتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور معتزلہ کا بھی یہی قول ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں یہ محض نظر بندی اور نگاہوں کا فریب ہوتا ہے، نیز اس بارے میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ جادو سیکھنے اور اس کے بروئے کار لانے والے کا کیا حکم ہے؟ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ سحر * کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی جادو سیکھے گا ہم اس سے جادو کے طریق کار کی تفصیل طلب کریں گے، اگر اس نے تفصیل میں کوئی چیز پیش کی جس سے کفر لازم آتا ہے۔ مثلاً اس نے بابل والوں کی طرح اپنا

---

* اس قول کی رو سے جادوگر قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے (1) کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اس کو تلوار سے اڑا دیا جائے۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ (2)

---

(1) سنن ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی حد الساحر، حدیث:١٤٦٠؛ مستدرک حاکم:٤/ ٣٦٠ وطبع جدید:٨/ ٢٨٦٨ حدیث: ٨٠٧٣؛ سنن الدار قطنی، کتاب الحدود والدیات:٣/ ١١٣، وطبع جدید:٣/ ٩٠ حدیث:٣١٧٩؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ٢/ ١٦١ حدیث: ١٦٦٥؛ السنن الکبریٰ للبیہقی: ٨/ ١٣٦؛ وطبع جدید: ٨/ ٢٣٤ حدیث: ١٦٥٠٠۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی سند اسمٰعیل بن مسلم المکی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام بخاری نے التاریخ الکبیر: ٢/ ٢٢٢ میں ابو عثمان النہدی سے روایت کی ہے فرماتے ہیں "ولید کے پاس ایک آدمی کھیل تماشہ دکھا رہا تھا۔ اس نے کسی آدمی کو ذبح کر دیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ ہمیں تعجب ہوا پھر اس نے اس کا سر جوڑ دیا۔ جندب الازدی آئے اور انہوں نے اس جادوگر کو قتل کر دیا۔ امام ذہبی نے تاریخ الاسلام: ٣/ ٣ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ شیخ جاسم الدوسری نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ النہج السدید حدیث:٢٨٣ سنن الدار قطنی: ٣/ ١١٤ وطبع جدید: ٣/ ٩٠ حدیث: ٣١٨٠؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ٢/ ١٧٧ حدیث: ١٧٢٥؛ السنن الکبری للبیہقی: ٨/ ١٣٦ طبع قدیم وطبع جدید: ٨/ ٢٣٤ حدیث: ١٦٥٠١ میں ابو عثمان النہدی سے اور وہ جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ایک جادوگر کو قتل کیا تھا جو ولید بن عقبہ کے پاس تھا پھر فرمایا: (أتأتون السحر وانتم تبصرون) کیا وجہ ہے کہ تم آنکھوں دیکھتے جادو میں آجاتے ہو۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو موقوفاً صحیح کہا ہے: سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٣/ ٦٤٢۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان نے الکبائر للذہبی کی تخریج (صفحہ:١٠٥ طبع مکتبۃ الفرقان) میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ =

بھی یہ عقیدہ بتایا کہ وہ سات ستاروں کی تاثیر کا قائل ہے اور ان کی پرستش اس کا معمول ہے تو یہ شخص کھلا ہوا کافر ہوگا اور اگر اس کا عقیدہ یہ نہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ غرض جو کوئی سات ستاروں اور ان کی پرستش کا قائل ہوگا، کسی شک کے بغیر وہ کافر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کو کافر شمار کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ ❶

''(فرشتوں نے کہا) یقیناً ہم آزمائش کیلئے ہیں۔ تم ان باتوں میں پڑ کر کافر نہ ہو جانا۔''

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ ❷

''حالانکہ سلیمان نے کفر کی کوئی بات نہیں کی، بلکہ ان شیطانوں ہی نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

= صحیح بخاری میں بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دیا جائے۔ نیز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بابت منقول ہے کہ انہوں نے اپنی ایک کنیز کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جادو کیا تھا۔ چنانچہ حکم کے مطابق اس کو قتل کر دیا گیا۔ ❸

❷ مسند احمد:١/ ١٩١ـ١٩٠؛ سنن ابو داود، كتاب الخراج، باب في أخذ الجزية من المجوس، حديث:٣٠٤٣؛ المنتقى ابن الجارود (مع غوث المكدود) حديث: ١١٠٥؛ مصنف عبدالرزاق: ١٠/ ١٧٩ وطبع جديد:٩/ ٤٧٦ حديث: ١٩٠١٧ـ١٩٠١٦؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ١٣٦ وطبع جديد:٨/ ٢٣٤ حديث: ١٦٤٩٨؛ مصنف ابن ابي شيبة:٥/ ٥٥٦ حديث:٢٨٩٧٣۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❸ مؤطا امام مالك، كتاب المعقول، باب ماجاء في الخيلة والسحر: ٢/ ٨٧١ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن یہ روایت موصولاً مصنف ابن ابي شيبة: ٥/ ٥٥٦ حديث: ٢٨٩٧١؛ مصنف عبدالرزاق: ١٠/ ١٨٠ـ١٨١، حديث: ١٨٧٤٧ وطبع جديد، ٩/ ٤٧٧ حديث:١٩٠١٨؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ١٣٦ وطبع جديد:٨/ ٢٣٤ حديث: ١٦٤٩٩ میں بھی موجود ہے۔ شیخ ابو اسامہ سلیم بن عید الہلالی السلفی حفظہ اللہ نے اس کی سند کو شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ تخريج المؤطا امام مالك برواية الثمانية:٤/ ٢٢٦ حديث: ١٧٣٧۔

❶ ٢/ البقرة:١٠٢۔ ❷ ٢/ البقرة:١٠٢۔

ان آیات کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جادوگر کی تکفیر کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تینوں ائمہ کا مسلک زیادہ راجح ہے اور سحر اور شرک کو اس حدیث میں جس طرح ایک ساتھ ذکر کیا گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سحر کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کا اثر بد کہاں تک پھیلا ہوا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جادو کے نتیجے میں جہاں کفر لازم آتا ہے وہیں بندوں کو اذیت بھی لازم آتی ہے، کیونکہ آخر جادوگر سحر کے ذریعے غیروں کو دکھ پہنچاتا ہے، میاں بیوی میں تفریق کرتا ہے، دوستوں میں نفرت اور عداوت کا بیج بوتا ہے اور جس پر جادو کرتا ہے، اللہ کا حکم ہو جائے تو اسے بیماری کے منہ میں دھکیلنے کی صورتیں بہم پہنچاتا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے جادو کی مختلف قسمیں نقل کی ہیں، ان میں ایک جادو کلدانیوں کا ہے۔ کلدانی سات ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ ستارے نظام عالم میں دخیل ہیں اور خیر اور شر ان کے ہاتھ میں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی بعثت اس لئے عمل میں آئی تھی تاکہ آپ ان کے عقائد اور افکار وخیالات کو باطل ٹھہرائیں اور ان کی روش کی پرزور تردید فرمائیں۔

جادو کی ایک قسم وہ ہے جس میں زمین کی روحوں یعنی جنات سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اس میدان کے کھلاڑی اور اس کا تجربہ رکھنے والے بتاتے ہیں کہ کچھ جھاڑ پھونک، ٹونے ٹوٹکے اور دھونی دینے سے جنوں سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس جادو کو ''جھاڑ پھونک اور تسخیر'' کا عمل کہتے ہیں۔

ایک اور قسم ''نظر بندی، فکر کی بندش اور شعبدہ بازی'' ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ نظریں کبھی چوک جایا کرتی ہیں، کبھی کسی مخصوص چیز سے الجھ کر دوسری سے غافل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی کبھی دیکھا ہوگا کہ ہوشیار اور ماہر شعبدہ باز جب کسی کرتب کا مظاہرہ کرتا ہے تو تماش بینوں کی نگاہوں کو دوسری طرف پھیر لیتا ہے۔ کبھی اس طرح اس کی نظر بند کر دیتا ہے لوگ دوسری چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہ جاتے ہیں اور شعبدہ باز دم کے دم میں پہلی چیز کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے اور جب دیکھنے والوں کی نگاہیں اس پر پڑتی ہیں تو انہیں کچھ کا کچھ نظر آتا ہے اور وہ دم بخود رہ جاتے ہیں اور اگر شعبدہ باز اس وقت چپ رہے اور ایسی کوئی بات کہے جس

سے توجہ بٹ جائے، ذہن اس چیز سے ہٹ جائے اور دلی احساس اور فکر وفہم میں تبدیلی آ جائے تو تماشائی شعبدہ بازوں کی ایک ایک چال اور ہتھکنڈے سے واقف ہو جائیں اور سارا بھرم کھل جائے، علامہ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ اگر نظر بندی کے لئے حالات زیادہ سازگار ہوں اور کسی خلل کا امکان نہ ہو تو نظر بندی کا عمل زیادہ کارگر ہوتا ہے، مثلاً شعبدہ باز کسی روشن یا تاریک جگہ میں ہو، اس صورت میں حقیقت حال سے ناواقفیت اور اشتباہ کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

راقم السطور عرض پرداز ہے کہ بعض مفسرین نے فرعون کے سامنے کئے گئے جادوگروں کے مظاہروں کو شعبدہ بازی سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَالَ أَلْقُوا ۖ فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ﴾ ❶

”جب انہوں نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) پھینکیں تو جادو کے زور سے لوگوں کی نظر بندی کر دی اور سب کو وحشت میں ڈال دیا اور بہت بڑا جادو کر دکھایا۔“

﴿يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ ❷

”ایسا دکھائی دیا کہ وہ (رسیاں اور لاٹھیاں) سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں۔“

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں درحقیقت دوڑ نہیں رہی تھیں بلکہ جو کچھ نظر آتا تھا وہ محض نظر کا فریب تھا۔

سحر ایک قسم کی حاضرات کا عجیب عمل ہے، جس کا ذکر شیخ بیجانی نے اپنی کتاب "اصلاح المجتمع" (معاشرتی اصلاح) اور "استاذ المرأۃ" (اتالیق نسواں) میں کیا ہے۔ ان مجالس میں جو خرافات اور غلط حرکتیں عمل میں آتی ہیں، ان کا حال لوگوں پر مخفی نہیں، جیسے مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط، ڈھول ڈھمکا اور جنوں کے حضور جانوروں کی قربانی وغیرہ کرنا، بلاشبہ یہ عمل سراسر کفر ہے۔

---

❶ ۷/ الاعراف:۱۱۶۔ ❷ ۲۰/ طٰہٰ:۶۶۔

جادو ہی کی ایک قسم جیوتش اور نجوم کا علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ستاروں کا کچھ علم بھی سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ پھر جتنا زیادہ سیکھتا جائے گا، اس کا جادو اتنا بڑھتا جائے گا۔'' [1]

اس روایت کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ نیز نووی اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

تیز بخار کو دفع کرنے یا کوئی فائدہ حاصل کرنے یا مضرت کے دفعیہ کیلئے گرہوں پر دم کرنا اور گنڈے وغیرہ باندھنا بھی جادو کی قبیل سے ہے۔ کبھی نظر سے حفاظت کیلئے اس کو باندھا جاتا ہے، کبھی اس کے ذریعے جلنے اور کڑھنے والوں کی نظر بد کا مداوا کیا جاتا ہے۔

جادو ہی کی ایک قسم وہ چیزیں ہیں جن کو بعض مکار اور جعلی عالم، ابو معشر فلکی اور شمس المعارف کی کتابوں میں سے لکھ کر عوام کو دیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک کتاب کی نسبت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی جاتی ہے۔ حالانکہ امام صاحب موصوف انشاء اللہ اس سے بری ہوں گے۔ یہ ملا اور سیانے بھولے بھالے عوام کو طرح طرح کے طلسم اور تعویذ وغیرہ بانجھ پن اور مختلف امراض کو دفع کرنے کیلئے دیتے ہیں، کبھی چوری کا مال ظاہر کرنے یا میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کیلئے یہ لوگ یہی کچھ دیتے ہیں۔ ان حالات میں علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی ٹھیک ٹھیک راہنمائی کریں۔ شیطان اور اس کے ہتھکنڈوں سے انہیں خبردار کرتے رہیں اور اللہ رب العالمین کی توحید کے منافی ہر عمل سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

---

[1] سنن ابو داود، کتاب الکهانة والتطير، باب في النجوم، حديث: ٣٩٠٥؛ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب تعلم النجوم حديث: ٣٧٢٦؛ مسند احمد: ١/ ٢٢٧۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ٦٢ حديث: ٣٩٠٥؛ سنن ابن ماجه کی تحقیق ٥/ ١١٣ حديث: ٣٧٢٦ میں اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔ [2] رہا ستاروں کے ذریعے مہینوں کی آمد، برجوں کی تعیین، پنجگانہ نمازوں کے اوقات اور چاند سورج کا گرہن معلوم کرنا، جس کا تمام تر دارومدار حساب کتاب پر ہے تو اس کے سیکھنے سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔



اللہ تعالیٰ نے جو حکم صادر فرمایا اس کے خلاف فیصلہ کرنا اور شریعت الٰہیہ کے خلاف چلنا

اللہ رب العزت، جس نے بندوں کو پیدا فرمایا، وہ ان کی طبعی کیفیت اور دنیا و آخرت میں انہیں درپیش ضرورتوں سے بخوبی واقف ہے۔ نیز اس نے جس طرح انہیں پیدا کیا ان کے اندر طاقت، قوت، حوصلہ اور اختیارات کی مقدار، غیظ و غضب اور شہوانی جذبات ودیعت فرمائے، زندہ اور باقی رہنے کی خواہش ان میں پیدا کی، دنیا کی محبت، سرداری و بالادستی، جاہ و حشمت اور مال و منال کی تمنا ان کے دل میں رکھی، نفسانی خواہشات ولذات سے انہیں نوازا ان اوصاف و خواص اور کوائف کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی وجہ سے انسانوں کا دوسرے انسانوں کے ساتھ کبھی کوئی جھگڑا ہو، کسی سے کسی کی کوئی لڑائی ہو، ایک دوسرے پر تسلط حاصل کرنے کے درپے ہوں، کوئی کسی کے مال یا اس کے مرتبے پر ہاتھ ڈالنے کی فکر میں ہو، ان باتوں کا احتمال ہے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں دین داری اور دیانت داری کے اوصاف بھی پیدا فرما دیے اور دین داری کا یہ جذبہ ہر انسان کے اندر حد درجہ ضروری ہے، خواہ ان کا وہ دین حق اور صداقت پر مبنی ہو یا باطل اور غلط ہو، انسان کی اسی لازمی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انبیا و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا آسمانی کتابیں نازل کیں اور سب سے آخر میں سید الانبیا حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا...... اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ پر قرآن کریم اتارا تاکہ یہ عظیم المرتبت صحیفہ تا قیامت آنے والے انسانوں کا دستور رہے، دین و دنیا اور آخرت کے ہر معاملے میں ان کیلئے مشعل راہ ثابت ہو، نبیوں اور رسولوں کی اہم ذمہ داری یہی رہی ہے کہ وہ لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور غیر اللہ کی پرستش سے باز رہنے کی سختی کے ساتھ تاکید کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس کی تلقین کریں کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر یقین کریں، حساب جزا و سزا اور جنت جہنم کو دل سے

تسلیم کریں۔ نیز ان کی اہم ترین اور خصوصی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کے مال و دولت ان کے درمیان واقع خون ریزی اور ہمہ قسم کے درپیش معاملات اور جھگڑوں میں وحی الٰہی اور اس کے نازل کردہ حکموں کے مطابق فیصلے کریں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان لانا عقائد میں پیدا ہونے والے بگاڑ سے روکتا ہے، راہ راست سے انحراف کو کم کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ لین دین میں رونما ہونے والی خرابیوں کا تدارک اور ان کا سدباب کرتا ہے اور اگر مسلمان کے دل میں یہ ایمان کمزور ہو، جس کی وجہ سے اس کا خاطر خواہ فائدہ رونما نہ ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس کا فائدہ اس وقت لازمی طور پر رونما ہوگا، جب وہ جادۂ مستقیم سے اعراض کرے گا۔ لیکن اس وقت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد گرامی فوری طور پر اس کے سامنے آجائے گا۔ بنابریں ہر صاحب ایمان مسلمان کا خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، یہ فرض ہے کہ شریعت الٰہیہ اور اس کی تابعداری کو بسر و چشم قبول کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [1]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ (ان کی بھی اطاعت کرو) پھر اگر کسی معاملے میں باہم اختلاف ہو جائے تو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اس میں تمہارے لئے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر اللہ و رسول کی اطاعت اور مسلم حکام کی طرف رجوع کرنے کا ثبوت ملتا ہے، لیکن حکام کی بات اسی صورت میں مانی جائے گی جب وہ خود کاری، بھلائی اور معروف کا حکم دیں گے، بحالت دیگر اگر انہوں نے معصیت الٰہی اور اللہ کی حکم عدولی کیلئے کہا تب ان کا حکم نہیں سنا جائے گا، نہ ان کے کسی فرمان کو مانا جائے گا۔ اس لئے کہ سنن

---

[1] ٤/ النساء: ٥٩۔

ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)) [1]

''مسلمان آدمی کو چاہیے کہ خواہ اس کا من چاہے یا نہ چاہے، وہ کھلے دل سے اپنے امیر کے حکم کی تعمیل کرے، البتہ اگر امیر، اللہ کے حکموں کے خلاف اس کو چلائے اور اس کی معصیت کیلئے کہے تو اس کی بات نہ سنے، نہ اس کی تعمیل کرے۔''

اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑے کے سلسلے میں فریقین کے درمیان فیصلے کیلئے سب سے پہلے کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت مقدسہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے...... اور یہ جو مذکورہ بالا آیات میں "شَيْءٍ" کا لفظ بحالت نکرہ وارد ہے، عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب نکرہ شرط کے سیاق میں واقع ہو تو اس سے مراد ہر ہر چیز اور جملہ قسم کے امور ہوں گے، خواہ ان کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا مال و دولت سے ہو یا خون ریزی سے حدود و قصاص سے ہو یا کسی بھی نزاعی مسئلے سے ان کا تعلق ہو۔ مسلمانوں کا یہ بھی فریضہ ہے کہ باہم کوئی اختلاف یا کسی قسم کا جھگڑا رونما ہو اور پیش آمدہ صورت کتنی ہی ظاہراً پیچیدہ کیوں نہ ہو عمل درآمد اور تعمیل ارشاد کیلئے صرف کتاب و سنت کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے، اگر انہوں نے اس طریق کار پر عمل کیا تو وہ بجا طور پر مسلمان کہلانے کے حق دار ہوں گے، ورنہ بصورت دیگر خواہ وہ اسلام کا کتنا ہی دم بھریں، مسلمان کہلانے کا انہیں کوئی حق نہیں ہوگا، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ کوئی معاملہ ہو اس کی بنیاد حقائق پر ہوتی ہے، جھوٹے دعووں اور

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الاحكام، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية، حديث: ٧١٤٤؛ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية حديث: ١٨٣٩؛ سنن ابو داود، كتاب الجهاد، باب في الطاعة حديث: ٢٦٢٦۔

زبانی نعروں سے کوئی بات نہیں بنتی، اس لئے محض تمناؤں کا نام ایمان نہیں، ایمان تو دل میں راسخ یقین اور عمل کے ذریعے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح دوسرے نبیوں پر شریعت اور دستور اتارا، اسی طرح ہمارے نبی آخر الزمان ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صرف اسی کی روشنی میں باہمی نزاع اور آپس میں سرزد ہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ دیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴾ [1]

''ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ اللہ نے تم کو دکھا دیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور ان دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو۔''

سابقہ آیت کی طرح اس آیت سے بھی پتا چلتا ہے کہ کتاب وسنت کی طرف مراجعت ہر حال میں لازمی اور ضروری ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ یقین بھی پختہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم ممالک سے درآمد قوانین یا مسلم ممالک کے دستور ساز اداروں اور افراد کے وضع کردہ آئین بالخصوص وہ اصول جو کتاب و سنت سے کھلم کھلا ٹکراتے ہیں، ان کی کسی بھی نزاعی معاملے میں رعایت کرنا اور ان کے مطابق حکم دینا سراسر کفر ہے اور ایسی کھلی ہوئی گمراہی ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے جیسے یہ فیصلہ کہ سود مباح ہے، بیواؤں سے پیشہ کرانا، جنسی بے راہ روی کو بڑھاوا دینا، زانیوں، شرابیوں اور ڈاکوؤں وغیرہ پر حدود جاری کرنے سے گریز کرنا اور ان کو لغو اور بے کار سمجھنا کفر ہوگا، نیز وہ اشخاص بھی کافر ہوں گے، جو اس قسم کے قوانین کی بالادستی اور اپنے اوپر ان کے اجرا اور نفاذ کو تسلیم کریں گے اور اس پر راضی برضا ہوں گے یا صاف لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کا فیصلہ صادر کرنے والا جج اور اس فیصلے کا مطالبہ کرنے والا فریادی دونوں کافر ہوں گے، بشرطیکہ دونوں کو اس سے انکار ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی تعمیل کا حق کہیں زیادہ ہے، یا اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ دوسروں کے احکام

[1] ٤/ النسآء: ١٠٥۔

اپنے اندر زیادہ گہرائی، گیرائی اور استحکام رکھتے ہیں، یا اللہ اور غیر اللہ کا حکم یکساں ہے، ان میں کوئی تفاوت نہیں یا یہ سمجھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی درست ہے، لیکن اگر اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کا فیصلہ حق اور صواب ہے اس کی طرف رجوع کرنا اور اس کو ماننا فرض ہے، لیکن نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس نے اس کے اندر جاہ و منصب اور عزت و مرتبے کی چاہت پیدا کی، جس کی وجہ سے آج اس کو دنیاوی قانون کی کرسی حاصل ہوئی ہے اور ان کچہریوں اور انصاف کی کرسیوں کا تقاضا ہے کہ وہ حکم الٰہی کی بجائے دنیاوی قوانین کے مطابق فیصلہ دے اور آسمانی شریعت کے بجائے انسانی دستور کے مطابق احکام نافذ کرے، اس لئے وہ بھی انسانی قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اگر صورت حال یہ ہو تو ایسا شخص مذکورہ عقیدے کی رو سے کافر نہیں ہوگا، ہاں اس سے کفران نعمت کا جرم ضرور سرزد ہوگا اور کفران نعمت بھی اس درجے کی معصیت ہے جس کا شمار عظیم ترین گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے، رہا یہ حکم کہ مذکورہ بالا نوعیت کا فیصلہ دینے والا جج اور فریادی دونوں کافر ہوں گے، اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ملتا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [1]

"(اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں، بلکہ دل و جان سے اس کو تسلیم کر لیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا، جب کہ تمام امور میں اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات کے مطابق فیصلہ نہ صادر کرے اور جو فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوگا، وہ لازمی طور پر حق اور درست ہوگا اور ظاہر و باطن ہر طریقے سے اس کی تابعداری فرض اور لازم ہوگی، اسی لیے آیت میں وارد ہے۔

﴿ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾

---

[1] ٤/ النسآء:٦٥۔

یعنی وہ آپ کو حکم اور ثالث بنائیں تو ان کو چاہیے کہ کھلے اور چھپے ہر معاملے اور حکم میں آپ کی تابعداری کریں اور آپ کے فیصلے کی ہرگز مخالفت نہ کریں، بلکہ ہر لحاظ سے تعمیل کریں اور کسی قسم کا جھگڑا یا دفاعی تدبیر نہ کریں بسروچشم اس کو قبول کریں، یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث شریف میں ٹھیک اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَاجِئْتُ [1]))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوں گی۔'' [2]

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث نقل کی، ان سے محمد بن جعفر نے، ان سے معمر نے، انہوں نے زہری سے اور انہوں نے عروہ (رحمہ اللہ) سے نقل کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری سے حرہ کے (پہاڑی) چشمے پر جھگڑا کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! پہلے اپنے باغ کو پانی دو، پھر اپنے اس پڑوسی کیلئے پانی چھوڑ دو'' انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے زبیر کو پانی دینے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ اس وقت آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہوگیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''زبیر! پہلے اپنے باغ کو پانی دو، اس قدر کہ باغ کی چاردیواری کی منڈیر تک پہنچ جائے۔ پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔'' (زہری نے کہا) دراصل آپ نے اس وقت زبیر کا حق پورا دلایا، جب انصاری نے آپ کو غصہ دلایا اور نہ پہلے آپ نے دونوں کیلئے پانی کا حکم یکساں فرمایا: زبیر نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ آیت اسی کی بابت نازل ہوئی ہے۔ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ...... الخ﴾

صحيح بخاري، كتاب المساقاة، باب سكر الانهار حديث: ٢٣٥٩-٢٣٦٠، باب شرب الاعلى قبل الأسفل، حديث: ٢٣٦١؛ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب اتباعة، حديث: ٢٣٥٧۔

[2] شرح السنة للبغوي، ١/ ٢١٣، حديث: ١٠٤؛ كتاب السنة، ابن ابی عاصم حديث: ١٥؛ تاريخ بغداد، ٤/ ٣٦٩؛ المدخل للبيهقي حديث: ٢٠٩؛ ذم الكلام للهروي: ٢/ ١٦٨ حديث: ٣١٣۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ہشام بن حسان ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ لہٰذا یہ روایت ہشام بن حسان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اس میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالوہاب الثقفی رحمہ اللہ کو یہ شک ہے کہ انہوں نے یہ روایت ہشام بن حسان سے سنی ہے یا کسی دوسرے سے؟ الحدیث، شمارہ ۵۴، ص: ۷۔

غور فرمایئے! حق سبحانہ وتعالیٰ نے کس درجہ تاکید سے اس کا حکم فرمایا اور نزاعی امور میں رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کو دائرہ ایمان سے نکل جانے کی علامت ٹھہرایا، آیت شریفہ کے آغاز میں قسم کے ساتھ جملہ اسمیہ کا استعمال فرمایا اور یہ حقیقت ہے کہ قسم تاکید کیلئے لائی جاتی ہے، بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کی قسم کھا کر بطور تاکید ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنے والے کا ایمان نہیں ہوگا۔

دوسرا اس امر کی تاکید فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ سامنے آجانے کے بعد فریقین کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے صادر شدہ فیصلے پر ذرہ برابر رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا اس مفہوم کی آیات وروایات کتاب وسنت میں اور بھی وارد ہیں۔

تیسری علامت آیت میں یہ وارد ہے کہ اللہ کے فیصلے اور ارشاد نبوی کو مسلمان بسر وچشم تسلیم کریں، غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے وَيُسَلِّمُوْا کے ساتھ اس کا مصدر تَسْلِيْمًا لا کر فعل کی تاکید فرمائی تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اب یہ آیت مقدسہ جس میں تین تین تاکیدیں وارد ہیں۔ ان میں ایک سب سے بڑی تاکید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر ایسے تمام لوگوں کو دائرہ ایمان سے خارج قرار دیا جو اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی خوشی خوشی تعمیل نہ کریں اور اگر اس سلسلے میں یہی ایک آیت ہوتی، دوسری آیات نہ ہوتیں تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کی فرضیت کے لئے یہی آیت کافی ہوتی، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ درپیش نزاعی امور اور پیش آمدہ اختلافی صورتوں میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیلئے یہی ایک آیت وارد نہیں ہوئی، اس مضمون کی اور بھی آیتیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ

---

[1] ٢٤/ النور:٦٣۔

ان پر کوئی آفت آ پڑے یا کوئی دردناک عذاب ہو جائے۔“

اور یہ آیت پہلے بھی گزر چکی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ ﴾ [1]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں (ان کی بھی)“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾ [2]

”جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی تعمیل نہیں کرے گا، نہ آپ کی سنت کی پیروی کرے گا، اس سے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور اس کی نافرمانی کا بھاری جرم سرزد ہوگا۔

اس سے زیادہ بلیغ، دوررس اور مؤثر آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا۔ اس آیت کو دل کے کانوں سے سن کر اس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِۖ فَٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُۖ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلۡحَقِّۚ لِكُلّٖ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةٗ وَمِنۡهَاجٗاۚ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَلَٰكِن لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمۡۖ فَٱسۡتَبِقُواْ ٱلۡخَيۡرَٰتِۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيعٗا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمۡ فِيهِ تَخۡتَلِفُونَ ۝ وَأَنِ ٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ وَٱحۡذَرۡهُمۡ أَن يَفۡتِنُوكَ عَنۢ بَعۡضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعۡضِ ذُنُوبِهِمۡۗ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ ۝ أَفَحُكۡمَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ يَبۡغُونَۚ

---

[1] ٤/ النسآء: ٥٩۔ [2] ٤/ النسآء: ٨٠۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ﴾ ❶

''اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تم پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ (بھی) ہے، تو (اے پیغمبر ﷺ!) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے، اسی کے مطابق تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور جو حق بات تمہارے پاس آ چکی ہے اس کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کرو، تم میں سے ہر ایک گروہ کیلئے ہم نے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کر دیا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا، مگر جو احکام اس نے تم کو دیے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے، تو تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (آخر کار) تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو وہ تمہیں (ان کی حقیقت) بتا دے گا اور (اے پیغمبر ﷺ) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے کسی حکم سے وہ تم کو بہکا دیں۔ پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو یقین کرو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان پر مصیبت نازل کرے اور بلاشبہ اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں، ان کیلئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ﴾ ❷

''اور (یاد رکھو) جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔''

---

❶ ٥/ المآئدۃ:٣٨......٥٠۔ ❷ ٥/ المآئدۃ:٤٤۔

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ ❶

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔''

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ ❷

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔'' ❸

---

❶ ٥/ المآئدۃ:٤٥۔ ❷ ٥/ المآئدۃ:٤٧۔

❸ مذکورہ آیات کو مدنظر رکھ کر سوچنا چاہیے کہ آخر ایسا کون سا اسلام اور ایمان ہے جو کسی بندے کو ربوبیت اور رسالت کے مقام پر فائز کرتا ہے؟ اور کون سا مومن اور مسلمان ایسا ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے سوا دوسرے کسی بھی انسان کو دستور سازی اور آئین بنانے کا حق تفویض کرتا ہو؟ اس کے حکموں کو بگوش دل سننے اور ان پر کان دھرنے کا مستحق بتلاتا ہو؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ اوپر مذکور تینوں آیات یہود نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں تو جواب میں عرض ہے:

اول: آخری آیت جس کے اختتام پر فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ وارد ہے۔ اس کے بعد قرآن پاک میں ذیل کی آیات مذکور ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۔اِلٰی۔ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

اس آیت سے آخر مسلمان ہی تو یہ دلیل اخذ کرتا ہے کہ جو حکم کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں ہوگا، اس کا شمار جاہلیت کے حکموں میں ہوگا اور جاہلیت کا ایک ایک حکم ضلالت اور کفر وجہالت پر مبنی ہوگا۔

دوم: اعتبار عموم لفظ کا ہوتا، خاص اسباب کا اعتبار نہیں ہے۔

سوم: نیز تورات اور انجیل کے حکموں کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے اگر یہود ونصاریٰ جیسے دونوں اہل کتاب فریق کافر، فاسق اور ظالم ٹھہرے تو ہم مسلمان اگر قرآن پاک کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ہم پر بدرجہ اولیٰ کفر، فسق اور ظلم وزیادتی کا الزام آئے گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی صحیح ہے کہ قرآن کریم کی آیت کے مخاطب یہود و نصاریٰ بھی ہیں اور ان کے علاوہ کل عالم انسانیت بھی ان آیتوں کی مخاطب ہے۔ اس کی تائید تفسیر ابن کثیر کے ذیل کے حوالے سے ہوتی ہے۔ جو اس آیت ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ کے تحت وارد ہے۔ ❶ حضرت براء بن عازب، حذیفہ بن یمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اتنا اضافہ کیا کہ ''اس کی تعمیل ہم پر فرض ہے'' عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم (غالبا) نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا =

= مذکورہ آیتیں بنی اسرائیل کی بابت نازل ہوئیں، لیکن اس امت کیلئے بھی اللہ تعالیٰ یہی پسند کرتا ہے، اس قول کو ابن جریر نے نقل کیا۔ حضرت علی بن ابی طلحہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ یعنی جس نے اللہ کے نازل کردہ حکموں کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ اور جس نے اقرار کیا، لیکن اس کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، وہ ظالم اور فاسق ہوگا، اس روایت کو بھی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ یہ گویا سابقہ روایت کی وضاحت ہے اور اگر کوئی حاکم یا فریادی دنیاوی قانون کے مطابق فیصلہ دینے پر راضی برضا رہا تو اس پر اس وقت تک کفر کا فتویٰ عاید نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ اس قانون کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر ترجیح نہیں دے گا۔ اگر اس نے اس قسم کی ترجیح سے کام لیا یا اللہ اور اس کے رسول کے پاس فیصلہ لے کر جانے سے انکار کیا تو وہ شخص کافر ہوگا، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور اس امر کی نشان دہی بھی اشد ضروری ہے کہ اسلام اس کا نام ہے کہ بندہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے، ان کے حکموں پر سر تسلیم خم کرے اور انہیں من وعن قبول کرے۔ ایسے شخص کا اسلام ہرگز ہرگز درست نہیں ہوگا۔ جو ان کی تعمیل کرنے کے بجائے ان کے حکموں سے روگردانی کرے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ الخ ❷ نیز حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جتنا کہہ کر چھوڑ دیا، تم اس کی بابت پوچھ گچھ کرنا چھوڑ دو، اس لئے کہ تم سے پہلی قومیں بکثرت پوچھ گچھ کرنے اور اپنے نبیوں کی حکم عدولی کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں، لہٰذا میں جب تمہیں کسی بات سے منع کروں اس سے باز آجایا کرو اور جب کسی بات کا حکم دوں تو جتنا ہو سکے، اس کی تعمیل کرو۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت جنت میں جائے گی، ہاں وہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے جو انکاری ہوں گے؟۔'' آپ سے پوچھا گیا کہ کون جنت میں جانے سے انکاری ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی درحقیقت وہی انکاری ہوا۔'' (بخاری) ❸

ان سطور کو پڑھ کر مسلمانوں کو بیدار ہو جانا چاہیے اور جس قدر صاف وصریح حکم عدولی اور خلاف ورزی ان سے ہو رہی ہے، اس سے پلٹ کر ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اب تک انہوں نے جس طرح شریعت الٰہیہ کو حکومت اور سیاست سے علیحدہ رکھا اور اس کو نجی اور ذاتی زندگی تک محدود سمجھا، اس سے بیزاری کا کھل کر اعلان کر دینا چاہیے، اس لئے کہ بلاشبہ یہ تصور کفر ہے، بلکہ یہاں بیک وقت دو کفر لازم آتے ہیں۔ ایک تو یہی تصور کفر ہے، کہ دین سیاست سے جداگانہ اور یکسر الگ ہے۔ دوسرا یہ بھی سراسر کفر ہے کہ جن حکموں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صادر نہیں کیا، ان کو آئینی حیثیت دے کر انہیں تسلیم کیا جائے۔

---

❶ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مذکورہ آیتیں بنی اسرائیل کی بابت نازل ہوئیں، لیکن اس امت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ یہی پسند کرتا ہے۔ یہ قول تفسیر عبدالرزاق، ۱/ ۱۹۱؛ تفسیر الطبری: =

ان ارشادات پر بھی غور کیا جائے۔

﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ ❶

"تو (اے پیغمبر!) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے، اسی کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور جو حق بات تمہارے پاس آ چکی ہے، اس کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرو۔"

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ ❷

"اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے کسی حکم سے وہ تم کو بہکا دیں۔"

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ ❸

"کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں، ان کیلئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔"

آیت یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ جو حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف ہوگا جاہلیت کے حکموں میں اس کا شمار ہوگا، اس لئے کہ دستور سازی اور حکم اندازی کا تمام تر اختیار اللہ رب العزت کو حاصل ہے، اس کی ذات کے سوا کسی اور کو یہ امتیاز حاصل نہیں، یہاں تک

=٨/ ٤٦٦؛ تفسیر الثوری، صفحہ: ١٠٢۔ رقم ٢٤٧۔ میں موجود ہے۔ شیخ سلیم الہلالی اور شیخ محمد بن موسیٰ آل نصر نے الاستیعاب فی بیان الأسباب: ٢/ ٥٣ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ابن جریر نے تفسیر طبری، ٤/ ٤٦٨ اور ابن ابی حاتم نے تفسیر ٤/ ١١٤٢ حدیث: ٦٤٢٦ میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں کی تھی۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ حدیث: ٧٢٨٨؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، حدیث: ١٣٣٧۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ حدیث: ٧٢٨٠۔

❶ ٥/ المآئدة: ٤٨۔ ❷ ٥/ المآئدة: ٤٩۔ ❸ ٥/ المآئدة: ٥٠۔

کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی کنیز حضرت ام ابراہیم رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے حرام ٹھہرایا، یا شہد کھانے کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ❶

''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے، اسے کیوں اپنے اوپر حرام کرتے ہو کیا، اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ❷

---

❶ ٦٦/ التحريم:١۔

❷ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک باندی تھی۔ جس سے آپ قربت فرماتے تھے، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کے اس قدر درپے ہوئیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام کرلیا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ ❶

حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ وہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہا) اس قصے میں روئے سخن حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہے جو فرزند رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ جس دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کے گھر میں ماریہ رضی اللہ عنہا سے قربت کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو عرض کیا اللہ کے نبی ﷺ آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا میری باری پر، میرے دن اور میرے بستر پر، جیسا کیا ایسا اپنی کسی اور اہلیہ کے ساتھ نہیں کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لوں؟ اور دوبارہ اس سے قربت نہ کروں؟'' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیوں نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو بتا دیا۔ ادھر اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی خبردار کر دیا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ الخ﴾ نیز ہم تک یہ بات بھی پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور حضرت ماریہ سے قربت فرمائی۔ زید بن اسلم نے کہا یہ کہنا کہ تو مجھ پر حرام ہے، لغو ہے۔ ❷

---

❶ سنن نسائی، كتاب عشرة النساء، باب الغيره، حديث: ٣٤١١؛ تفسير النسائى ٢/ ٤٤٩ حديث: ٦٢٧؛ السنن الكبرىٰ للنسائى، ٨/ ١٥٧ حديث: ٨٨٥٤ و ١٠/ ٣٠٧ حديث: ١١٥٤٣ طبع جديد؛ مستدرك حاكم، ٢/ ٤٩٣ وطبع جديد ٤/ ١٤٣٢ حديث: ٣٨٢٤۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٥/ ٣٦٦ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

❷ تفسير الطبرى ٢٣/ ٨٨؛ تفسير ابن كثير:٥/ ٣٣٦ (اردو طبع مکتبہ اسلامیہ) =

نیز سورۂ جاثیہ میں روئے سخن آپ ہی کی طرف کر کے ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۱۸﴾ [1]

''پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو دین کے کھلے راستے پر قائم کر دیا، پس تم اسی پر چلتے رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جو کچھ نہیں جانتے۔''

جب رحمت عالم ﷺ کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ''کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے کا آپ کو حق اور اختیار نہیں، ساتھ ہی آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی کہ جاہلوں، کافروں، ملحد، بے دینوں اور نادان لوگوں کی پیروی نہ کریں'' تو آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انسانوں کو یہ حق کیونکر پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دستور سازی اور قانون سازی کے منصب پر فائز کریں، عام پبلک یا قانون ساز اداروں کو دستور سازی کا حق سونپیں اور لوگوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کریں۔ ہم تمام قوانین کی بابت نہیں کہتے، لیکن اکثر قوانین کے بارے میں ہم ضرور عرض کریں گے کہ ان کا براہِ راست ٹکراؤ اللہ کی برگزیدہ کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ سے ہوتا ہے اور یہ وضاحت پہلے گزر چکی کہ جو حکم اللہ نے نہیں اتارا اس کے مطابق فیصلہ دینا یا غیر اللہ کو ثالث بنانا کفر ہے، کیونکہ دنیاوی عدالتوں کے دستور ساز طاغوت کی حیثیت رکھتے ہیں اور طاغوت طغیان سے ماخوذ ہے، جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے اور آگے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہ لفظ شیطانوں، کاہنوں اور ان تمام معبودان باطل کیلئے استعمال ہوتا ہے، جن کی اطاعت اور بندگی اللہ کے برعکس کی جائے، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے طاغوت کی نہایت جامع تعریف فرمائی ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

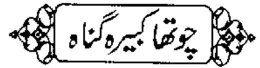
''طاغوت'' وہ تمام پرستش، پیروی اور پوجے جانے والی چیزیں ہیں جن کی تابعداری حد سے بڑھ کر کی جائے، ہر قوم کے وہ افراد بھی طاغوت کہلائیں گے جنہیں اللہ اور اس کے

= وعربی ٦/ ٢٥١ حدیث: ٦٨٨٩ تفسیر ابن کثیر کے محقق شیخ عبدالرزاق المہدی فرماتے ہیں: اس حدیث میں محمد بن اسحاق کا عنعن ہے لیکن اس حدیث کے بہت شواہد ہیں۔

[1] ٤٥/ الجاثیۃ: ١٨۔

رسول کو چھوڑ کر حکم اور ثالث بنایا جائے، اللہ کی بجائے ان کی پرستش کی جائے، اللہ کی دی ہوئی بصیرت کے خلاف آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلا جائے، جن امور میں اللہ کی تابعداری کرنی چاہیے، بغیر سوچے سمجھے ان کی اندھی تقلید کی جائے ...... الخ

طاغوت کی اس تعریف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی قوانین کی ثالثی طاغوت میں شمار ہوگی اور اس قسم کا قانون بنانے والے بھی طاغوت کے مصداق ہوں گے، کیونکہ یہ افراد ایسے خانہ ساز قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی تعلق اور نسبت کتاب وسنت اور اجماع امت سے نہیں ہوتا، یہ دستور ایسے افراد کی پراگندہ فکر و تدبر کا پلندہ ہوتا ہے، جنھیں کوئی معرفت حاصل نہیں ہوتی، یا وہ اللہ کو پہچانتے ہیں لیکن ان کے دل میں شریعت الٰہیہ کا احترام نہیں ہوتا، پروردگار عالم کی ربوبیت اور اس کی الوہیت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا، یا حقیقت میں وہ یہ سب جانتے ہیں لیکن ان کے باوجود ایمان کی دولت اور یقین کے سرمایہ سے ان کا دل خالی ہوتا ہے۔



کافر، مشرک، یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں سے دوستی کرنا،

اور جو لوگ اللہ کی پرستش کے ساتھ ساتھ نبیوں اور صالحین کی پرستش کر کے شرک کرتے ہیں، ان کی ہمنوائی کرنا

عزیز قارئین! ہمیں اللہ تعالیٰ نیک توفیق دے، جاننا چاہیے کہ کافروں اور مشرکوں سے دوستی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اور ان کے دین و آئین کی حمایت اور موافقت کی جائے، مال و دولت اور ہر چیز سے ان کی اعانت کی جائے، مسلم ممالک کے خلاف کافر و مشرک ممالک کیلئے جاسوسی کی جائے، ان کی آبادی کی راحت رسانی اور اس کی فراوانی کیلئے تگ و دو کی جائے اور اگر کوئی ان کے شر اور فساد کو دفع کرنے کے لیے ان کے ساتھ مداہنت اور چاپلوسی کرے تب بھی اس کا عذر قابل قبول نہ ہوگا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے ہجرت نہیں کی تو جس قسم کے کفر و شرک میں وہ لوگ ملوث ہیں، یہ بھی ان سے آلودہ ہو جائے گا اور اپنے دین حنیف کو چھوڑ بیٹھے گا، تو اس صورت میں اس مقام سے ہجرت کرنا اس پر فرض ہوگا۔

ذیل میں ایسی بعض آیتیں اور روایتیں دلیل کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں، جن میں مشرکوں اور گمراہوں کی ہمنوائی کی بابت قرآن کریم کا صاف حکم وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ ۙ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم

بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے، وہ اس کے منکر ہیں، وہ رسول کو اور تم کو وطن سے نکالتے ہیں، اس بنا پر کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے، اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کیلئے گھروں سے نکلے ہو (پھر بھی) تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو، حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے جو کچھ تم چھپ چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔''

یہ مبارک آیت سورۂ ممتحنہ کی ہے، اس کے پس منظر میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے۔ یہ روایت صحیحین میں ہے، [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو بھیجا اور فرمایا: ''تم (مدینہ سے قریب ایک مقام) روضہ خاخ تک جاؤ، وہاں ایک عورت ہے، اس کے پاس ایک خط ہے، وہ لے آؤ۔'' ہم چلے اور گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے اور روضہ خاخ میں پہنچے اور اس عورت سے خط مانگا، اس نے کہا میرے پاس نہیں ہے، ہم نے کہا یا تو خط دو نہیں تو ہم تلاشی لیں گے اور کپڑے اتاریں گے، یہ سن کر اس نے فوراً بالوں کی چوٹی میں سے خط نکال کر دے دیا، ہم اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس میں یہ لکھا تھا از جانب حاطب بنام بعض مشرکین مکہ، میں (اے مشرکین مکہ) تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتوں اور کاموں کی خبر دیتا ہوں، حاطب وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاطب یہ کیا حرکت کی؟'' حاطب نے کہا آپ ذرا توقف فرمائیے، قصہ پورا سن لیجیے میں قریش میں سے نہیں

---

[1] ٦٠/ الممتحنة:١۔ [2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح حدیث: ٤٢٧٤؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعة واهل بدر حدیث: ٢٤٩٤۔

ہوں بلکہ ان کے حلیفوں میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار ہیں تو بوجہ قرابت وہ مشرک لوگ ان کے اہل وعیال اور مال واسباب کی نگہبانی کرتے ہوں گے، لیکن میرے ساتھ اتنا بھی نہیں کریں گے، اس لئے میں نے چاہا کہ کوئی ایسا کام کروں جس سے یہ مجھے اچھا سمجھیں اور میرے اہل وعیال اور مال کو ضرر نہ پہنچائیں۔ یہ کام کوئی میں نے ان کو دوست جان کر یا اسلام سے مرتد ہو کر نہیں کیا نہ میں نے اسلام کے بعد کفر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے ایسا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تو نے سچ کہا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، یہ جنگ بدر میں شریک تھے اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے شرکائے بدر کے بارے میں کہا ہے کہ تم جو چاہو کرو تمہیں اللہ نے معافی دی ہے۔" عمرو بن دینار (جو نیچے کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ اس وقت یہ آیت اتری:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ....
سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾

ان آیات پر رک کر غور کرنا چاہیے کہ اس کا مقصود کیا ہے؟ دراصل اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کر کے فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ﴾ (اے ایمان والوں میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) کہ ان سے محبت کا اظہار کرو، یا ان کی مدد کرو) ﴿ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ ﴾ (یا ان کے ساتھ محبت کی کوئی صورت اپنانے لگو) مثلاً: رسول اللہ ﷺ کی کوئی خبر یا آپ کے دل کی باتیں انہیں بتانے لگو، ﴿ وَقَدْ كَفَرُوا ﴾ (جب کہ انہوں نے کفر کیا) کیونکہ ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے کفر کیا۔ ﴿ بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ ﴾ (جو دین حق تمہارے پاس آیا) یعنی قرآن کریم اور خود ذات رسالت ﷺ آگے چل کر اللہ نے فرمایا۔ ﴿ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ ﴾ (اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا) یعنی راز فاش کرے گا اور دشمنان الٰہی سے دوستی کی طرح ڈالے گا ﴿ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾ (وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑے گا) یعنی وہ جو کوئی ہوگا راہ ہدایت سے گمراہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی مثال سامنے ہے آپ پکے سچے مسلمان اور بزرگ صحابی تھے، آپ نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی، اس کے باوجود مذکورہ آیات میں آپ پر تنقید کی گئی اور جو کوئی ایسا کرے گا تنقید کا نشانہ بنے گا اور اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ﴾ [1]

''قیامت کے دن نہ تمہارے رشتہ دار کام آئیں گے اور نہ تمہاری اولاد، اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا۔''

اور اگر غزوہ بدر میں آپ کی شرکت نہ ہوئی ہوتی تو آپ کا قتل کیا جانا ناگزیر تھا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کا سرتن سے جدا کردوں۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں اور اس کے پس منظر میں نازل شدہ آیات کے اندر ان لوگوں کیلئے بڑا سبق ہے جو اپنے مومن بھائیوں کے خلاف کافروں کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں ان کے مفاد کیلئے تگ ودو کرتے ہیں، ان کیلئے تجسس اور جاسوسی جیسا گھناؤنا جرم کرتے ہیں، اور دل سے یہ چاہتے ہیں کہ وہی لوگ بالادست اور حاکم رہیں اور مسلمانوں کو بالادستی اور حاکمیت نصیب نہ ہو۔

قرآن کریم میں ایسی آیتیں بکثرت وارد ہیں جن میں کافروں، مشرکوں اور بے دینوں سے ترک تعلق اور ترک موالات کی تاکید وارد ہے، اس سلسلے کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ﴾ [2]

''جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہوں۔''

---

[1] ٦٠/ الممتحنہ:٣۔ [2] ٥٨/ المجادلة: ٢٢۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، تم ان میں سے کسی کو ایسے لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہیں پاؤ گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے برسر پیکار ہوں خواہ ان کے کتنے ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز و اقارب کیوں نہ ہوں، یہ اس لئے کہ اس قسم کی حرکت ایمان اور یقین کے برعکس اور اس کی ضد ہے، جیسے آگ پانی کا ملاپ نہیں ہوسکتا، اسی طرح کسی دل میں ایمان اور ایسے کافروں کی دوستی یکجا نہیں ہوسکتی جو ایمان والوں سے دشمنی رکھتے ہوں۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَٰنِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں تو انہیں اپنا رفیق نہ بناؤ اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔''

ان دو آیتوں میں پوری وضاحت موجود ہے اور اس حقیقت کا کامل اظہار ہے کہ کافروں مشرکوں اور بے دینوں سے محبت کا اسلام میں کہیں جواز نہیں، نہ ایسا کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول ہوسکتا ہے، خواہ یہ کافر، مشرک اور بے دین تمہاری اولاد، ماں باپ یا کوئی عزیز رشتہ دار کیوں نہ ہوں؟ ان کافروں کی موافقت یا ان کی ہاں میں ہاں اس لئے ہرگز نہیں ملانی چاہیے کہ ان کی ذات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، یا مال کے بارے میں جو خدشے اور اندیشے لاحق ہیں ان سے حفاظت نصیب ہوگی جیسا کہ بیشتر لوگ اسی قسم کا عذر لنگ پیش کرتے ہیں،...... خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب قریبی غیر مسلم عزیزوں سے دوستی کی ممانعت اتنی شدید ہے تو دور کے کافر رشتہ داروں سے اظہار محبت کرنے اور ان کے دین کی بے جا حمایت کرنے کی کس قدر ممانعت ہوگی۔

تیسری دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

---

[1] ۹/ التوبة:۲۳۔

﴿ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴾ [1]

''اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی طرف مت جھکو کہ کہیں تم کو بھی آگ چھو جائے اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں۔ پھر تم (کہیں سے) مدد نہ پا سکو گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واشگاف فرمایا کہ ظالم کافروں اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی طرف میلان بھی آتش دوزخ میں جا پڑنے کا سبب ہے اور اس بارے میں کوئی فرق نہیں کہ یہ میلان کسی ڈر کی وجہ سے ہو یا ڈر کے بغیر یونہی ہو، البتہ جس شخص پر زبردستی کی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا، غور کرنا چاہیے کہ جب خوف و دہشت کے عالم میں کافروں سے کی گئی دوستی کا حکم یہ ہے تو ان کے ساتھ کی گئی کسی ایسی دوستی کا عالم کیا ہوگا جس کو دین، آئین اور حسن تدبیر کی رو سے درست سمجھا جائے، اپنی بساط کے مطابق مال اور تدبیر سے ان کی مدد کی جائے اور اس دوستی کی آڑ میں توحید کے پروانوں کے زوال کی درپردہ آرزو کی جائے اور مسلمانوں کے اوپر مشرکوں کی بالا دستی کا سامان کیا جائے، اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ کافروں سے محبت اور ان کی طرف میلان سراسر گمراہی اور کفر ہے۔ بہر کیف اوپر ہم نے تین آیتیں ذکر کیں جو اللہ نے چاہا تو ثبوت کیلئے کافی ہیں، ورنہ اس سلسلے میں آیتیں اور بھی وارد ہیں۔

اس سلسلے کی چوتھی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے: جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ)) [2]

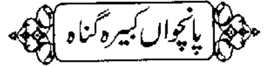
''جو کوئی مشرکین کے ساتھ اختلاط رکھے اور ان کے ساتھ بود و باش اختیار

---

[1] ١١/ هود: ١١٣۔ [2] سنن ابو داود، كتاب الجهاد، باب في الاقامة بارض الشرك، حديث: ٢٧٨٧۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود کی تحقیق ٣/ ٢٥٣ حدیث: ٢٧٨٧ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١/ ٦٧٧ میں اس کی سند کو ضبیب راوی کے مجہول اور جعفر بن سعد راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

کرے، وہ بھی انہیں کے جیسا ہوگا۔"

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ اختلاط، میل ملاپ اور ان کے ساتھ رہن سہن رکھنے والوں کو انہی کے مثل گردانا ہے، جب میل جول رکھنے والوں کا یہ حال ہے تو ان کے دین کی حمایت کرنے اور اس کا اظہار کرنے والوں کا حکم آخر کیا ہوگا؟



بدفالی اور بدشگونی شرک ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَّةَ وَلَا صَفَرَ)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَزَادَ مُسْلِمٌ: ((وَلَا نَوْءَ وَلَا غُوْلَ)). [1]

''چھوت چھات کوئی چیز نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں۔'' اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے مسلم نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے: ''نچھتر کوئی چیز نہیں اور بھوت پریت کوئی چیز نہیں۔''

عرب زمانہ جاہلیت میں بتوں اور ستاروں کی پرستش کے ساتھ ساتھ ایسے فاسد عقائد میں گرفتار تھے، جن کی بنیادی وجہ توحید سے ناواقفیت اور ان حقوق سے ان کی جہالت تھی جو اللہ کیلئے بندوں کے ذمہ واجب ہوتے ہیں، ان کے بعض نہایت غلط عقائد یہ تھے۔

① دورِ جاہلیت کے عرب یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو مشیت خداوندی یا تقدیر الٰہی کے بغیر چھوت چھات کا عارضہ لاحق ہوسکتا ہے اور بیمار آدمی کا مرض تندرست آدمی کو لگ جاتا ہے۔

② اسی طرح ''طیرہ'' پر بھی وہ عقیدہ رکھتے تھے۔ طیرہ پرندے کے دائیں طرف اڑنے کو کہتے ہیں، اسی سے یہ لفظ ماخوذ ہے، اس کی صورت ان کے نزدیک یہ ہوتی تھی کہ جس کسی کے دل میں کوئی ارادہ ہوتا اور اچانک کوئی پرندہ اس کے دائیں طرف پرواز کر جاتا تو یہ شخص جھٹ اس پرواز کو برکت کے حصول کا سبب سمجھتا۔ اسے مبارک و مسعود خیال کرتا اور اس سے اچھا شگون لیتا اور اگر پرندہ بائیں طرف اڑ جاتا تو یہ اس کو اپنے لئے فال بد سمجھتا، اسی طرح عرب اُلّو کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب لا هامة، حدیث:٥٧٥٧؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ولانوء ولا غول ولا يورد ممرض على مصح، حدیث:٢٢٢٠۔

آواز سے بدشگونی لیتے تھے۔ ماہ صفر کی آمد کو نحس خیال کرتے تھے، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس مہینے میں بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں اور قتل و غارت اور خونریزی کا بازار گرم ہوتا ہے، حالانکہ اس تمام تر جنگ و جدال کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ صفر کا مہینہ محرم کے بعد آتا ہے اور دوسرے حرمت والے مہینوں کی طرح محرم بھی حرمت والا مہینہ ہے، جس میں جنگ نہیں ہوا کرتی تھی، لہٰذا ظاہر ہے کہ جو جنگیں محرم کی وجہ سے ٹل جاتی تھیں، صفر کی آمد پر ان جنگوں کا جولاوا اندر اندر پکتا تھا وہ اس مہینے میں پھوٹ جاتا تھا اور صفر میں بکثرت لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اسی طرح عرب بدھ کے دن کو منحوس خیال کرتے تھے اور شوال کے مہینے میں شادی بیاہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

③ عربوں کی ایک جہالت یہ تھی، وہ ہر کام کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرتے تھے، جیسے بارش وغیرہ کے لئے نچھتر پر عقیدہ رکھتے تھے۔ نچھتر کا چاند برج ہے جس میں چاندرات کو ٹھہرتا ہے، جاہل عرب یہ سمجھتے تھے کہ چاند فلاں برج سے نکل کر فلاں برج میں پہنچا، اسی لئے بارش ہوئی۔ کبھی وہ یوں کہتے کہ فلاں تارے یا ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی، کبھی ہواؤں کا چلنا اور موسم کا بدلنا بھی انہی تاروں کا کرشمہ قرار دیتے تھے۔

④ عرب بھوت پریت پر بھی یقین رکھتے تھے کہ بھوت پریت جنوں اور شیطانوں کی ایک قسم ہے، عرب یہ سمجھتے تھے کہ بھوت طرح طرح کی شکل میں لوگوں کے سامنے آتے ہیں، انہیں غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں اور اللہ کی مشیت اور اس کی مرضی کے بغیر محض اپنی طاقت کے بل پر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں یا انہیں ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

اس قسم کے عقائد میں عرب ڈوبے ہوئے تھے کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو سارے عالم کے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا، تاکہ آپ ﷺ شرک کے اندھیروں اور شیطانی اوہام سے لوگوں کو نکال باہر کریں، تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس انداز سے تبلیغ و دعوت کا سلسلہ جاری کیا کہ بتوں کی پرستش کی جڑیں کاٹ دیں اور ان تمام عقائد کی بنیادیں کھوکھلی کر ڈالیں جن پر توحید کی مخالفت کی عمارت استوار تھی۔ آپ ﷺ نے اس دعوت کو عام کیا اللہ کے بندے صرف اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت

کیلئے یکسو ہو جائیں۔اس کے علاوہ کسی مخلوق کی تابعداری اور پرستش میں ان کا دل اٹکا نہ رہے۔
خواہ وہ مخلوق کوئی رسول یا فرشتہ ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور......! آپ ﷺ نے پوری شدت اور تندہی سے اس تعلیم کو عام کیا کہ بندے یہ عقیدہ دل سے نکال دیں کہ اللہ کے سوا بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ ان دروازوں اور شگافوں کو بند کرنے کیلئے ہر آن کوشاں رہتے تھے کہ جہاں سے شرک کے جراثیم بندوں کے اندر سرایت کرتے ہیں۔

یہ عقائد چونکہ عربوں کے دلوں میں راسخ ہو چکے تھے۔اس کیلئے اس ارشادِ نبوی ﷺ میں پوری شدت سے ان کی نفی وارد ہوئی اور آپ ﷺ نے یہ کہہ کر ان خرافات کی جڑیں کاٹ دیں کہ لَا عَدْوَىٰ وَلَا طِيَرَةَ...... الخ ''چھوت چھات کوئی چیز نہیں، بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں''، لیکن یہاں اس حقیقت کو بھی خوب جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں چھوت چھات [1] کے اسی مخصوص تصور ہی سے تعرض کیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں عام تھا اور جس کی رو سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی ہے جو ہمارے امور سرانجام دیتی ہے یا ان میں بگاڑ پیدا کرتی ہے، یہ تصور سراسر جاہلی اس لئے ہے کہ اس طرح سوچنے سے درحقیقت بندے کے دل سے اللہ کا تصور معدوم ہوتا ہے اور غیر اللہ کا تصور راسخ ہوتا ہے، اس کے بالکل برعکس آپ ﷺ نے یہ سکھایا کہ مختلف حوادث اور واقعات کے ظہور کے موقع پر بندہ دل و جان سے یہ یقین کر لے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جب اللہ کی طرف سے ہونے اور غیر اللہ سے نہ ہونے کا دل میں یقین جاگزیں ہو تو اسباب اور ذرائع کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ بندے کو یہی چاہیے کہ مقاصد کے حصول کیلئے اسباب کو کام میں لائے اور نتیجہ اللہ کے سپرد کر دے اور توکل بھی فقط اللہ کی ذات پر کرے۔

بنابریں تندرست آدمی چھوت چھات کی بیماری میں مبتلا مریضوں سے دور رہے، لیکن زمانہ جاہلیت کی طرح یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھے کہ چھوت چھات والے یہ امراض ازخود بیماری پھیلاتے

---

[1] طبعی اور حسی مشاہدہ یہ ہے کہ اللہ کی مشیت اور اس کی مرضی ہو تو کچھ امراض ایک دوسرے کو لاحق ہو جاتے ہیں کیونکہ مریض سے اختلاط کی صورت میں کوئی تندرست جسم بیماری کے جراثیم کا اثر قبول کر لیتا ہے، جب کہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئی جسم بیماری کا کوئی اثر نہیں لیتا، کیونکہ اس کے اندر حفاظت اور بچاؤ کی توانائی موجود ہوتی ہے۔

ہیں، البتہ خرابی اور بگاڑ سے دور رہے، جذام، کوڑھ اور دیگر متعدی امراض ❶ سے گریز کرے اور دل سے یقین رکھے کہ کون وفساد کی اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور اگر اس نکتے کو ملحوظ رکھا گیا تو ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاعَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ)) ❷ ''چھوت چھات اور بری فال لینا کوئی چیز نہیں۔''

((فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ)) ❸ ''کوڑھی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔''

نیز بیشتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم فرمائی اور حقیقت کو ذہن نشین فرمایا کہ ''طِیَرَة'' یعنی بری فال لینا شرک ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے: ❹

أَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ وَمَامِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ ❺

---

❶ اصطلاح میں متعدی امراض وہ ہیں، جو کسی بیمار سے تندرست کو لگتی ہیں۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب لاھامة، حدیث:٥٧٥٧؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لاعدوی ولا طیرة ولاھامة ولا صفر ولانوء ولا غول ولا یورد ممرض علی مصح، حدیث:٢٢٢٠۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الجذام، حدیث: ٥٧٠٧۔

❹ سنن ترمذی، ابواب السیر، باب ما جاء الطیرة، حدیث: ١٦١٤؛ سنن ابو داود، کتاب الکهانة والتطیر فی الطیرة حدیث: ٣٩١٠؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب من کان یعجبه الفال ویکره الطیرة، حدیث: ٣٥٣٨؛ مسند احمد، ١/ ٣٨٩؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود کی تحقیق ٤/ ٦٤ حدیث: ٣٩١٠ اور سنن ابن ماجه کی تحقیق ٤/ ٦٤٢ حدیث: ٣٥٣٨ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❺ اس حدیث میں ضمیریں پوشیدہ ہیں۔ پوری عبارت یوں ہے۔
وَمَا مِنَّا اِلَّا وَقَدْ وَقَعَ فِيْ قَلْبِهٖ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ لٰكِنَّ لَمَّا تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ فِيْ جَلْبِ النَّفْعِ وَدَفْعِ الضَّرَّاءِ ذَهَبَهُ اللّٰهُ عَنَّا بِتَوَكُّلِهٖ عَلَيْهِ وَحْدَهٗ
ہم میں سے کسی نہ کسی کے دل میں اس قسم کا واہمہ ضرور پیدا ہوتا ہے، لیکن نفع کے حصول اور مضرت سے دفاع کے لئے اگر ہم نے اللہ پر توکل کیا تو اس توکل کی وجہ سے وہ ذات وحدہ لاشریک ہم سے مضرت کو دفع کر سکتی ہے۔

''بری فال لینا شرک ہے، بری فال لینا شرک ہے، ہم میں سے کسی نہ کسی کے دل میں یہ (ہوتا ہے) لیکن توکل کی وجہ سے اللہ اس کو دفع کر دیتا ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے:

((مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ اَشْرَكَ قَالُوْا فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ قَالَ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) [1]

''بری فال لینے کی وجہ سے جو کوئی اپنی کسی ضرورت سے باز رہا، اس نے شرک کیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا پھر اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، تیرے (بنائے ہوئے) نصیبے کے سوا کوئی نصیبہ نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

۱۳۸: نیز انہوں نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو نقل کیا ہے

((اِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا اَمْضَاكَ اَوْ رَدَّكَ)) [2]

''فال وہ ہے جو تمہیں کوئی کام کر گزرنے یا اس سے رک جانے پر آمادہ کرے۔''

اور جو حدیث میں ہے ((وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ)) [3] اس سے اسی قسم کے شگون کی ممانعت تھی، جیسا شگون زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عام تھا۔ جیسا کہ ''صفر'' کی وضاحت

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۲۲۰؛ المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳/ ۱٦ حدیث: ۳۸؛ عمل اليوم والليلة لابن السنی: ۱/ ۳٤٤، حدیث: ۲۹۳۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الجامع الصغير، حدیث: ٦۲٦٤؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۳/ ۵۳ حدیث: ۱۰٦۵۔ اور حافظ زبیر علی زئی نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۳/ ۲۸ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ۱/ ۲۱۳؛ شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الامام احمد کی تحقیق ۲/ ٤۱۱ حدیث: ۱۸۲٤ میں اس کی سند کو منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

[3] صحيح بخاري، كتاب الطب، باب لا هامة، حدیث: ۵۷۵۷؛ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ولا نوء ولا غول ولا يورد ممرض على مصح، حدیث: ۲۲۲۰۔

میں پہلے گزرا اور ہامہ سے مراد الّو ہے، خلاصہ یہ کہ جو کوئی کسی مہینے کو نحس سمجھے گا، کسی دن، مکان، عورت، لڑکے، بچے، کوے کی کائیں کائیں، گدھے کی آواز یا چھینک سے ایسا کوئی شگون لے گا، جس کی وجہ سے درپیش کسی کام سے ہاتھ کھینچ لے گا تو اس کا یہ عمل حدیثوں کے خلاف ہوگا، جن میں اس قسم کے شگون کو شرک بتایا گیا ہے اور اگر شرک اکبر نہیں تو اس کا شمار شرک اصغر میں ضرور ہوگا۔

یہ اور اس مفہوم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امت کی اصلاح کی کتنی فکر تھی اور کل ملت اسلامیہ کیلئے آپ ﷺ کی ذات کتنی شفیق اور مہربان تھی، درحقیقت آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ شرک کے مہیب گڑھوں میں گریں یا مشرکانہ طور طریق کو اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ ہی کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [1]

"(لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں تمہاری خواہش و تکلیف ان پر بہت گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند رہتے ہیں (خاص کر) مسلمانوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک کے ایک ایک چور دروازے کو بند کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کوشاں تھے اور اس کی بے حد تمنا رکھتے تھے کہ کوئی بندہ شرک کے راستے پر نہ چل پڑے۔

لیکن یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوتا ہے کہ آج مسلمانوں میں جہالت عام ہے، بالخصوص توحید کے عقیدے پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے، اس لئے زمانہ جاہلیت کے غلط عقیدے بھی ایک ایک کر کے مسلمانوں میں سرایت کرتے جا رہے ہیں اور اس جہالت، ضعف ایمانی اور عقیدہ توحید میں نقص کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں صحیح بیداری کا دور دور تک پتا نہیں، بدعتی اور

---

[1] ۹/ التوبة:۱۲۸۔

گمراہ فرقوں سے ان کا اختلاط اور میل جول عام ہے اور ان میں وہ داعی اور مصلح نہیں پائے جاتے جو انہیں یہ بتائیں کہ مسلمان کو کون سا عقیدہ رکھنا چاہیے، کون سا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں اور شرک اکبر کیا ہے؟ شرک کے چور دروازے کیا ہیں۔ جن کی وجہ سے عقیدہ توحید میں پختگی نہیں پیدا ہوتی اور اس کا مرتکب ساحل شرک سے ہم کنار ہو جاتا ہے، جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے تنبیہ کی ہے کہ جس نے اس کا ارتکاب کیا اور توبہ کے بغیر مر گیا، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ﴾ [1]

”بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی یار و مددگار نہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [2]

”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اس کے سوا جس کو چاہے گا، بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا، وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔“

شرک ہی میں غرق ہونے کا نتیجہ ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت ماہ صفر کو نحس سمجھتی ہے، کسی رہائشی مکان کو منحوس خیال کرتی ہے، شادی شدہ بیوی یا خریدے گئے جانور سے برا شگون لیا جاتا ہے، بعضے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی بچے کی پیدائش کو اچھا برا سمجھتے ہیں، یا اگر کسی کو چھینک آ جاتی ہے اور انہیں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو نہیں کرتے، بعض جاہلوں کی زبانی ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ جب سے میں نے اس گھر میں رہائش اختیار کی ہے یا فلاں عورت سے میرا نکاح ہوا ہے یا فلاں بیوی سے میرا لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی ہے، میں نے خوشی کا منہ نہیں دیکھا،

---

[1] ٥/ المآئدة:٧٢۔ [2] ٤/ النسآء:٤٨۔

بلکہ تنگی، فقر و فاقہ اور فلاں فلاں مصیبت ہی میں گرفتار ہوں، حالانکہ اس جاہل کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [1]

"اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سے تو وہ درگزر کر دیتا ہے۔"

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [2]

"کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں آتی مگر وہ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے، قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں، بلاشبہ یہ کام اللہ کیلئے آسان ہے۔"

وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ گھر میں نحوست اس کے محل وقوع کی تنگی یا خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے، بیوی اس لیے نحس ہوتی ہے کہ شوہر یا پڑوسیوں سے اس کا برتاؤ اچھا نہیں ہوتا اور یہ حقیقت ہے کہ منفعت اور مضرت تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہے گا کوئی مخلوق کسی کو ذرہ برابر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ ﴾ [3]

"اور (دیکھو) اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔"

اسلامی عقائد کی بنیاد یہ ہے کہ صاحب ایمان مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ صرف اللہ کی ذات کائنات کی خالق، اس کی مالک اور اس کی نگران کار ہے۔ اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں

---

[1] ٤٢/ الشوریٰ:٣٠۔ [2] ٥٧/ الحدید:٢٢۔ [3] ١٠/ یونس:١٠٧۔

ہے، کوئی مخلوق خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو، پیغمبر ہو یا کوئی اور اس کائنات کے نظم یا اس کی نگرانی میں اس کو ذرہ برابر دخل نہیں۔ بندوں کے امور کی تدابیر کا کسی کو کوئی اختیار نہیں، نہ کسی کی قسمت بنانے یا بگاڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے، اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝﴾ [1]

"اے پیغمبر ﷺ! ان سے کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا، مگر جو اللہ چاہے، ہر گروہ کیلئے ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی بھر کی نہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔"

جب پیغمبر کو اس طرح خطاب ہے تو اور کسی فرد بشر کا بھلا کیا حال ہوگا؟

صَلَّ اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

---

[1] ۱۰/ یونس:۴۹۔

چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں، گیارھواں کبیرہ گناہ

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا، ان پر چراغ جلانا، اللہ کو چھوڑ کر مزاروں کو بت بنا کر انہیں پکڑے رہنا، ان کے گرد پھیرے لگانا، ان کو چومنا چاٹنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

ایک عرصے سے مسلمانوں کی بھاری اکثریت جس عظیم مصیبت اور بڑے فتنے میں گرفتار ہے، وہ ان قبروں اور گنبدوں کی تعمیر ہے جو نبیوں اور صالحین کے مزاروں پر ہوتی آئی ہے۔ آج بزرگوں کے مزاروں پر سجدہ کیا جاتا ہے، قبروں پر چراغ جلائے جاتے ہیں، بتوں کی طرح انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے، ان کے گرد پھیرے لگائے جاتے ہیں، ان کو چوما جاتا ہے، ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھی جاتی ہیں، قبروں، قبوں اور مزاروں کا یہ فتنہ آج عالم اسلام کا المیہ بن چکا ہے اور سعودیہ عربیہ کو چھوڑ کر تمام مسلم ممالک اس لعنت میں بری طرح گرفتار ہیں، سعودی عرب کا خطہ اس لعنت سے صرف اس لئے محفوظ ہے کہ بارھویں صدی کے مجدد اور وقت کے عظیم مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملک کو دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا اور ان کے بعد آل سعود کے بیدار مغز حکمرانوں اور صوبہ نجد کے بے لوث عالموں نے اس خالص سلفی دعوت کو عام کرنے کی انتھک کوشش کی۔ مشرکانہ رسموں اور بدعات کے مقابلے میں انہوں نے کسی مداہنت، نرمی، سستی یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا، نہ ان کی ان سرگرمیوں میں کبھی اضمحلال پیدا ہوا، توحید کو عام کرنے اور سنت مطہرہ کو زندہ رکھنے کیلئے ان اسلاف صالحین نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا اور پوری مملکت میں بزرگان دین کی قبر پرستی کی شکل میں جو شرک پھیلتا اور روز بروز جڑ پکڑتا جارہا تھا ان علمائے کرام نے اس کا بالکلیہ سد باب کیا۔ اپنی تصانیف میں ان کے خلاف پوری وضاحت اور تفصیل سے لکھا اور کھلم کھلا شرک، اس کے عواقب اور اس کے انجام سے امت کو ڈرایا اور اس سلسلے میں صحیح اور حسن احادیث سے

استدلال پیش کیا، یہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے وہ فرمودات ہیں، جن کا سلسلہ تواتر تک پہنچتا ہے، اس مضمون کی بعض احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:

لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا فَقَالَ: وَهُوَ كَذَالِكَ ((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَّسَاجِدَ)) [1]

جب رسول اللہ ﷺ پر حالت مرگ طاری تھی تو حضور اکرم ﷺ کبھی چہرہ مبارک پر دھاری دار کملی ڈالتے، پھر گھبرا کر کھول دیتے تھے، اسی حالت میں آپ نے فرمایا: ''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔''

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) [2]

''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے آخری دم تک اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکا ہے اور ہر چند کہ آپ ﷺ نے اس فعل پر یہودیوں پر لعنت فرمائی، لیکن براہ راست اپنی امت کو بھی آپ ﷺ نے کڑی تنبیہ فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ)) وَلَوْ لَا ذٰلِكَ

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب: ٥٥ حديث: ٤٣٦ـ٤٣٥؛ صحيح مسلم، كتاب المساجد باب النهي عن بناء المسجد على القبور واتخاذ الصور فيها والنهي عن اتخاذ القبور مساجد حديث: ٥٣١ـ [2] صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور حديث: ٢١/ ٥٣٠ـ

لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خُشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا. ❶

رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: "(جس سے آپ ﷺ پھر اُٹھ نہیں سکے کہ) یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔" اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کو بالکل نمایاں کر دیا جاتا، مگر خوف یہ تھا کہ آپ ﷺ کے روضہ کو بھی مسجد بنا لیا جائے گا۔ (خُشِـيَ خاء پر پیش کے ساتھ یعنی نمایاں نہ کیے جانے کی علت مسجد بنائے جانے کا اندیشہ تھا)

② امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند احمد میں جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ)) ❷

"وہ لوگ بدترین انسان ہوں گے جن کی زندگی میں ان کے اوپر قیامت آئے گی اور وہ لوگ بھی بدترین انسان ہوں گے جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں گے۔"

③ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ)) ❸

---

❶ صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته حديث: ٤٤٤١؛ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور واتخاذ الصور فيها والنهی عن اتخاذ القبور مساجد، حديث: ٥٢٩۔

❷ مسند احمد، ١/ ٤٠٥؛ صحيح ابن خزيمة حديث: ٧٨٩؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، ١٥/ ٢٦١ حديث: ٦٨٤٧؛ موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حديث: ٣٤١۔٣٤٠؛ مسند البزار (كشف الاستار) ٤/ ١٥١ حديث: ٣٤٢٠؛ المعجم الكبير للطبرانی، ١٠/ ١٨٨ حديث: ١٠٤١٣ طبع جديد، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحيح موارد الظمآن: ١/ ٢٠٤ حديث: ٢٥٩۔

❸ مسند احمد: ٥/ ١٨٦، ١٨٤؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٥/ ١٥٠ حديث: ٤٩٠٧؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد اردو ترجمہ بنام قبروں پر مساجد اور اسلام صفحہ ۳۸ طبع مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد۔

"یہود پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔"
اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ ، رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَأَهْلُ السُّنَنِ. ❶

"رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کے لئے جاتی ہیں اور جو قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر انہیں تھامے ہوتی ہیں اور جو ان پر چراغ جلاتی ہیں۔" اس روایت کو امام احمد اور اہل سنن نے نقل کیا ہے۔

⑤ صحیح بخاری میں ہے کہ:

رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ، الْقَبْرَ! ❷

---

❶ مسند احمد: ١/ ٢٢٩؛ سنن ابو داود، كتاب الجنائز، باب فى زيارة النساء القبور، حديث: ٣٢٣٦؛ سنن ترمذى ابواب الصلاة، باب ما جاء فى كراهية أن يتخذ على القبر مسجدا، حديث: ٣٢٠؛ سنن نسائى، كتاب الجنائز، باب التغليظ فى اتخاذ السرج على القبور، حديث: ٢٠٤٥؛ مستدرك حاكم: ١/ ٣٧٤، طبع قديم وطبع جديد: ٢/ ٥٣٣، حديث: ١٣٨٤؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی سنن ابو داود کی تحقیق ٣/ ٥٨٣ حديث: ٣٢٣٦ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔اس حدیث کی سند میں ابو صالح مولی ام ھانی ضعیف اور مدلس ہے،البتہ یہ حدیث:لعن رسول الله زوارات القبور "رسول اللہ ﷺ نے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔" صحیح ثابت ہے۔دیکھیے سنن ترمذى، ابواب الجنائز، باب ماجاء فى كراهية القبور للنساء، حديث: ١٠٥٦؛ سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى النهى عن زيارة النساء القبور حديث: ١٥٧٦؛ مسند احمد: ٢/ ٣٣٧ وغیرہ میں موجود ہے۔شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٣/ ٥٠٩۔٥٠٨ حدیث: ١٥٧٥۔١٥٧٤ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ❷ صحيح بخارى، كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد قبل حديث: ٤٢٧ تعليقًا مصنف عبدالرزاق، ١/ ٤٠٤ حديث: ١٥٨١ وطبع جديد: ١/ ٣٠٦ حديث: ١٥٨٣؛ مصنف ابن ابى شيبة: ٢/ ١٥٥ حديث: ٧٥٧٤۔٧٥٧٥؛ تغليق التعليق لابن حجر، ٢/ ٢٢٩ میں صحیح سند سے ہے۔ =

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''ہاں ہاں یہ قبر ہے قبر۔''

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قبروں پر نماز کی ممانعت کا جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، وہ تمام صحابہ کے نزدیک اجتماعی اور متفق علیہ تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں پر سجدہ کرنا ان کے نزدیک جائز تھا، اس لئے کہ یقین غالب ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کو ان قبروں کا کوئی علم نہیں تھا، یا انس رضی اللہ عنہ نے قبروں کو نہیں دیکھا، یا انس رضی اللہ عنہ بھول گئے تھے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹوکا تو ان کو یاد آیا۔

⑥ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ)) [1]

''قبرستان اور حمام کو چھوڑ کر کل روئے زمین سجدہ گاہ ہے۔''

اس روایت کو احمد اور چاروں ائمہ رحمہم اللہ نے نقل کیا اور ابوحاتم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اس کی تصحیح کی۔

⑦ پھر نہایت اثر انگیز اور مؤثر بات وہ ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس بات کی تاکید کی کہ نماز پڑھنے والے اور اس کے قبلے کے درمیان کوئی قبر نہ ہو۔ چنانچہ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

= یاد رہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے۔ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۲/ ۴۳۵ وطبع جدید: ۲/ ۶۱۰ حدیث: ۴۲۷۷ وتغلیق التعلیق: ۲/ ۲۳۰۔

[1] مسند احمد: ۳/ ۸۳؛ سنن ابو داود، کتاب الصلاة، باب فی المواضع التی لا تجوز فیها الصلاة، حدیث: ۴۹۲؛ سنن ترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء ان الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام، حدیث: ۳۱۷؛ سنن ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب الموضع التی تکره فیها الصلاة، حدیث: ۷۴۵؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۲۵۱ وطبع جدید: ۱/ ۳۷۲ حدیث: ۹۲۰؛ صحیح ابن خزیمة، حدیث: ۷۹۲۔ ۷۹۱ والاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۴/ ۵۹۸ حدیث: ۱۶۹۹۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْهَا)) [1]

''قبروں پر مت بیٹھو، نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو''

نیز اس حدیث کی روشنی میں ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو جاتا ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر نماز کی ممانعت اس لئے ہے کہ قبروں کے اندر نجاست اور گندگی ہوتی ہے۔ یہ سوچنا اس لیے بھی باطل ہے کہ متعدد وجوہ کی بنا پر یہ استدلال ان مقاصد اور اغراض کے خلاف جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر تھے۔

استدلال باطل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام روایات میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ قبریں نئی ہوں یا پرانی ہوں۔ ڈھکی ہوں یا کھلی ہوں، جب کہ ناپاکی کی دلیل دینے والے اسی قسم کی علت پیش کرتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود و نصاریٰ پر اس لئے لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور یہ امر یقینی ہے کہ یہ ممانعت کسی نجاست کی وجہ سے نہیں تھی، اس لئے کہ نبیوں کی قبریں خصوصاً اس ضمن میں ہرگز نہیں آ سکتیں کیونکہ انبیا کے مدفن زمین کے پاکیزہ ترین گوشے ہوتے ہیں، جہاں ناپاکی کا کہیں گزر نہیں ہوتا، پھر اللہ نے نبیوں کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے، زمین ان کو گلا یا کھا نہیں سکتی، اس لئے انبیا کی قبروں میں ان کے جسم تر و تازہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت ان قبروں کی سمت رخ کر کے نماز پڑھنے سے وارد ہوئی ہے (اور ظاہر ہے اس صورت میں دور دور تک نجاست کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ حمام اور قبرستان کو چھوڑ کر کل روئے زمین سجدہ گاہ ہے، اگر ان دو مقامات پر بوجہ گندگی نماز سے ممانعت وارد ہوتی تو حماموں اور قبرستانوں کے بجائے پاخانوں اور گندے نالوں کو بھی مستثنیٰ کیا جاتا، اس لئے کہ یہ جگہیں کھلم کھلا گندگی سے آلودہ ہوتی ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیه حدیث: ۹۷۲۔

⑧ صحیح حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّيْ اَبْرَءُ اِلَی اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْكُمْ خَلِيْلٌ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا وَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ)) 1

”سنو! اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے میں ہر دوست کی اندرونی دوستی سے بری ہوں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، مگر (میرے اور ان کے درمیان) اسلامی برادری ہے۔ سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں“

یہ احادیث جو ہم نے پیش کیں ان کی حیثیت دریا کے سامنے قطرے اور کھلیان کے سامنے دانے کی سی ہے، پھر بھی ناظرین ان پر غور کریں اور فکر و تدبر سے انہیں پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات امت کیلئے کس قدر رأفت و رحمت اور شفقت کی باعث تھی، چنانچہ اپنی وفات سے پہلے آپ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور بعض احادیث میں ہے کہ آخری لحات میں آپ نے امت کو یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے منع فرمایا اور اس کی تاکید کی کہ جس طرح انہوں نے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو پوجنا شروع کیا، ان کی پیروی کرتے ہوئے تم بھی اس قسم کی حرکت ہرگز نہ کرنا اور احادیث میں اس موقع پر جو مسجد (یا سجدہ گاہ) کا لفظ وارد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو پرستش کی جگہ نہ بنانا، نیز ارشاد نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی)) 2

”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے“

---

1 صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور حدیث: ٥٣٢۔ 2 صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب:٥٥ حدیث: ٤٣٦۔٤٣٥ وکتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته حدیث:٤٤٤٤۔٤٤٤٣؛ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور، حدیث: ٢٢/ ٥٣١۔

دوسری روایت یوں ہے۔

((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَّسَاجِدَ)) [1]

''اللہ یہود ونصاریٰ کو ہلاک کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

ایک روایت میں ہے۔

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ)) [2]

''سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جن پر قیامت آئے گی جب کہ وہ زندہ ہوں گے اور جو لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔''

جب کہ ایک روایت میں ہے:

((اِنِّي اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ)) [3]

''میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔''

افضل خلائق اور دنیا کے سب سے پاکیزہ ترین انسان سے یہ اور دیگر جس قدر ارشادات وارد ہیں، ان سب کا مدعا یہی ہے کہ یہ فعل قطعی حرام ہے اور حدیث میں یہ جو وارد ہے کہ ((اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَّسَاجِدَ)) ''انہوں نے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب: ۵۵ حدیث:۴۳۷؛ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور، حدیث: ۲۰/ ۵۳۰۔

[2] مسند احمد: ۱/ ۴۰۵؛ صحیح ابن خزیمة حدیث:۷۸۹؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۵/ ۲۶۱ حدیث:۶۸۴۷؛ موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان حدیث: ۳۴۱-۳۴۰؛ مسند البزار (کشف الاستار) ۴/ ۱۵۱ حدیث:۳۴۲۰؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰/ ۱۸۸ حدیث:۱۰۴۱۳ طبع جدید، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحیح موارد الظمآن:۱/ ۲۰۴ حدیث:۲۵۹۔

[3] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور حدیث: ۵۳۲۔

تو یہ قبر پر عمارت یا قبہ تعمیر کرنے، قبروں کے پاس نمازیں پڑھنے یا ٹھیک قبروں کے اوپر نمازیں پڑھنے کو شامل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کام حرام اور تباہ کر دینے والا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ اسی دروازے سے شرک اکبر کو گھسنے کی راہ ملتی ہے۔

مزید وضاحت کیلئے عرض ہے کہ قبروں پر صرف عمارتیں کھڑی کر دینے سے شرک رونما نہیں ہوتا۔لیکن کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ عمارت اور گنبد بن جانے سے صاحب مزار کی ہیبت زائرین کے دل میں سما جاتی ہے اور وہ مبہوت ہو کر دم بخود رہ جاتا ہے؟ بلکہ یہ صورت تو اس وقت سوا ہو جاتی ہے جب مزار نقش و نگار سے آراستہ ہوتا ہے، اس کے اوپر روپہلی یا سنہری کاموں کی بھرمار ہوتی ہے۔قبر کے آس پاس جا بجا زرنگار پردے پڑے ہوتے ہیں، برقی قمقمے روشن ہوتے ہیں، نقش کھدے ہوتے ہیں، جگہ جگہ چوکی پہرے اور دربان مقرر ہوتے ہیں، مجاوروں کے جھرمٹ لگے ہوتے ہیں، بس ایسی ہی جگہوں پر بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں اور نادان و کم عقل لوگ پھسل جاتے ہیں، چنانچہ قبروں کی زیارت کرنے والا جب ان قبروں کی اس قدر عظمت اور توقیر دیکھتا ہے، مجاوروں کی لن ترانی اور کارگزاری اس کے سامنے آتی ہے، وہ اپنی چرب زبانی سے ہر آنے والے کے سامنے صاحب قبر کی کرامات اور عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں، تو سننے والے کا متاثر ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ یہ تمام تر کشف و کرامات من گھڑت افسانے ہوتے ہیں۔ صاحب مزار سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا، لیکن پورے دھڑلے سے ان قصوں کو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔کبھی اس قسم کی افواہیں گرم کی جاتی ہیں کہ یہاں ایک شخص ایسا بھی آیا جس کا لڑکا لب مرگ تھا، اس کا دم اکھڑ رہا تھا، اس نے قبر والے سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی۔ایک شخص بے اولاد تھا، اس نے بھی پیر بابا سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحب اولاد بنایا، فلاں آدمی سخت بیمار تھا، زندگی سے عاجز آ چکا تھا، اس نے اس قبر والے سے دعا کی، اللہ نے اس کو صحت دی۔ یہ اور اس قسم کے بے بنیاد قصے عام کیے جاتے ہیں۔ جنہیں شیطان ان ابلیس صفت مجاوروں کو ازبر کرا دیتا ہے۔ جب کوئی جاہل ان کہانیوں کو سنتا ہے تو اس کے دل میں صاحب مزار کی عظمت اور اس کے تقدس کا سکہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ یہ باور

کر لیتا ہے کہ صاحب مزار نہایت اعزاز و اکرام کا حامل اور صاحب کرامات بزرگ ہے۔ جبھی تو اس کے مزار پر اس قدر نقش و نگار اور آرائش کا سامان ہے، اس طرح زائر مبہوت اور دم بخود رہ جاتا ہے اور قبر کی ایسی عزت اور تعظیم کرتا ہے جیسی عزت اور تعظیم صرف اللہ رب العزت کو سزاوار ہے اور پھر آخر کار وہ قبروں کو پوجنے لگتا ہے۔ اپنی جبین نیاز ان پر جھکاتا ہے۔ صاحب مزار سے دعائیں مانگتا اور فریاد کرتا ہے، حالانکہ کوئی مردہ، خواہ وہ کوئی رسول یا نبی ہو، اس کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا کسی شک و شبہ کے بغیر شرک ہے۔ رہا ان کے پاس نمازیں پڑھنا تو اگر اس نے نماز اللہ کیلئے پڑھی، لیکن رخ انہی قبروں کی طرف کیا تا کہ اس کی نماز اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو تو اس نیت اور کیفیت کے ساتھ نماز پڑھنا بدعت ہوگی اور شرک اکبر تک رسائی کا ذریعہ بنے گی اور اگر صاحب قبر کی خاطر اس نے نماز پڑھی اور دل میں اس کی عظمت کی نیت کی تو اس جیسا گھناؤنا عمل بس انہی لوگوں کی نظر میں شرک نہیں ہوگا، جن کی بصیرت اور بصارت کو اللہ تعالیٰ نے سلب کر لیا ہو اور علم و معرفت، فہم و فراست اور ایمان و یقین سے جن کو کورا رکھا ہو، ورنہ ادنیٰ بصیرت والا ہر شخص اس عمل کو یقینی طور پر شرک تصور کرے گا، رہا قبر کے گرد پھیرے لگانا اور صاحب مزار سے نذر مانگنا تو یہ عمل کسی شک کے بغیر شرک اکبر میں داخل ہے۔

اس سے مستزاد شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک سے زائد تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے اور علامہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے إغاثة اللهفان میں اس موضوع پر جتنا مواد اکٹھا کیا ہے اس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زواجر میں مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ان چھ کبیرہ گناہوں کا مفصل ذکر کیا ہے اور اس کی صراحت کی ہے۔ قبر پر نمازیں پڑھنا حرام ہے، انہوں نے لکھا کہ ان وجوہ کی بنا پر ہمارے اصحاب کا فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء اکرام اور صالحین کی قبروں پر برکت اور عظمت کی نیت سے نمازیں پڑھنا حرام ہے، مزید کچھ کلام کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ رہا بتوں کی طرح قبروں کو پکڑے رہنا تو اس کی ممانعت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ)) [1]

”میری قبر کو بت بنا کر نہ پکڑ لینا کہ اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔“

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جس طرح لوگ بتوں کو پکڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں، ان کے آگے جھکتے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، اس قسم کی حرکت تم میری قبر کے ساتھ ہرگز نہ کرنا اور اگر ان الفاظ ”بتوں کی طرح قبروں کو پکڑے رہنا“ سے امام صاحب موصوف کی مراد یہی ہے جو ہم نے اوپر عرض کی تو اس سے اس کی صاف وجہ معلوم ہے کہ یہ عمل گناہ کبیرہ ہے، بلکہ اگر شرط پائی گئی تو یہ عمل کفر ہے اور شرط یہی ہے کہ دل میں قبر کی عظمت کا تصور جاگزیں ہو، اللہ کیلئے نماز پڑھنے کی کوئی نیت نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تمام تر کفر کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو انیسویں گناہ کبیرہ کے بعد ایک سو بیسویں گناہ کبیرہ کا عنوان قائم کیا ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا اور اس کی قبر پر بیٹھنا۔ ایک سو اکیسویں، بائیسویں، تیئسویں گناہ کبیرہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ قبروں کو پکڑ کر بیٹھنا، ان کے اوپر دیا جلانا، چراغ روشن کرنا۔ ان کبار علما اور مشائخ عظام کی ان عبارتوں سے اگر کسی بات کا پتا چلتا ہے تو یہی ہے کہ مذکورہ تمام افعال حد درجہ گھناؤنے شرم ناک اور بہت بڑا شرک ہیں اور جب تک ان کا مرتکب توبہ نہیں کرے گا اس کی بخشش اور مغفرت نہیں ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ [2]

”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور (ہاں) اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا

---

[1] یہ روایت مسند الحمیدی: ۲/ ۲۲٤ حدیث: ۱۰۵۵؛ بتحقیق شیخ حسین سلیم اسد؛ مسند احمد: ۲/ ۲٤٦؛ التاریخ الکبیر للبخاری: ۳/ ٤۷؛ طبقات ابن سعد، ۲/ ۲٤۲؛ مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲/ ۳٤ حدیث: ٦٦۸۱؛ حلیة الاولیاء: ۷/ ۳۱۷؛ و معرفة السنن والآثار: ۳/ ۲۰۸ حدیث: ۲۲۰۷؛ التمهيد لابن عبدالبر: ۵/ ٤۳ میں بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے اس کی سند حسن ہے اس کے شواہد کے لئے دیکھئے سنن ابوداود، حدیث: ۲۰٤۲؛ مسند احمد: ۲/ ۳٦۷ و مؤطا امام مالك: ۱/ ۱۷۲۔

نوٹ: یہ تحقیق محدث العصر فضیلة الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی ہے۔ [2] ٤/ النسآء: ٤۸۔

شریک بنایا تو وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔"

نیز فرمایا:

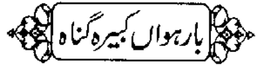
﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴾ [1]

"بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

لیکن یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ چھوٹتے ہی کسی جاہل کو کافر نہیں کہہ دینا چاہیے بلکہ کتاب و سنت کی روشنی میں اس کے ایک ایک عمل کی اسے فہمائش کرنی چاہیے اور بتانا چاہیے کہ وہ جو قبروں کا طواف کرتا ہے، ان کے سامنے نذر مانتا ہے اور ان پر جانوروں کی جس طرح بھینٹ چڑھاتا ہے، اس کا یہ عمل سراسر شرک اور کفر ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، اگر وہ مان گیا تو اللہ کا شکر ادا کرے، لیکن اگر خدانخواستہ نہ مانے تو اس پر "کافر" کا لفظ بولنا درست ہو سکتا ہے۔ (واللہ علم)

---

[1] ٥/ المآئدۃ:٧٢۔



غیر اللہ کی قسم کھانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْلِيَصْمُتْ)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس لئے جسے قسم کھانا ہو اس کو چاہیے کہ یا تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔"

اس روایت کو امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔

حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے، جیسے کوئی رسول، پیغمبر، ولی، پیر یا فرشتے کی قسم کھائے جو اکثر جاہل کھایا کرتے ہیں، ان تمام قسموں کو علما نے مہلک گناہ کبیرہ شمار کیا ہے اور ان کی حیثیت گناہ کبیرہ کی اسی وقت ہوگی، جب قسم کھانے والے کا مقصد غیر اللہ کی اس درجہ تعظیم کرنا نہ ہو، جیسی تعظیم اللہ کے شایان شان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرح ان کی بھی تعظیم کی اس نے نیت کی تو ایسی قسم کھانے والا کافر شمار ہوگا، اس لئے نقل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

لَا وَالْكَعْبَةُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الايمان والنذور، باب لا تحلفوا بآبائكم، حديث: ٦٦٤٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان والنذور، باب النهی عن الحلف بغير الله تعالىٰ حديث:١٦٤٦؛ مؤطا امام مالك، كتاب الايمان والنذور، باب جامع الايمان: ٢/ ٤٨٠؛ سنن ابو داود، كتاب الايمان والنذور، باب فی كراهية الحلف بالآباء حديث: ٣٢٤٩؛ سنن نسائی، كتاب الايمان والنذور، باب الحلف بالآباء حديث:٣٧٩٧؛ سنن ابن ماجه، كتاب الكفارات، باب النهی ان يحلف بغير الله حديث: ٢٠٩٤۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ: ((مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ کَفَرَاَوْ اَشْرَکَ)) [1]

نہیں! کعبہ کی قسم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے سوا کسی اور کی قسم نہیں کھائی جاتی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا'' یا آپ نے فرمایا: ''شرک کیا۔''

اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کو حسن کہا۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے،

اس قسم کی بے ہودہ عادت آج بکثرت عوام میں رائج ہے، چنانچہ جاہلوں میں یہ رجحان عام ہوتا جا رہا ہے کہ اللہ کی قسم کھانے پر کہنے والے کی بات کو سچ نہیں سمجھا جاتا، جب تک کہ وہ غیر اللہ کی قسم نہ کھالے، مثلاً جب کوئی اپنی اولاد کی قسم کھاتا ہے، پیغمبر کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یا کسی پیر، فقیر یا ولی کی قسم کھاتا ہے، تب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ اس قسم کی مشرکانہ قسمیں اس اختلاط اور میل جول کا نتیجہ ہیں جو اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کے ساتھ ان دنوں عام ہیں۔ ان بدعتی اور گمراہ فرقوں کی بھاری اکثریت بات بات پر حضرت عباس، حضرت حسین اور حضرت علی بن ابی طالب اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی قسمیں کھانے میں کوئی باک نہیں سمجھتی، اس لئے ان حالات میں علمائے اسلام اور دینی تعلیم کے ماہرین کا فرض ہے کہ وہ عوام میں صحیح دینی اسپرٹ اور بیداری کو عام کریں، راست اور درست عقائد لوگوں کو سکھائیں اور خاص طور پر ان کفریہ قسموں سے بچنے کی تلقین کریں تاکہ جاہل عوام کمزور و ناتواں مخلوق کو اللہ رب العزت کے ہم پلہ نہ شمار کرے اور جو عزت وتوقیر اللہ رب العزت کی کرنی چاہیے کہ اس کا کوئی حصہ غیر اللہ کو نہیں دینا چاہیے۔ غیر اللہ کی قسم

---

[1] سنن ترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی ان من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرك حدیث:١٥٣٥؛ سنن ابو داود، کتاب الایمان والنذور، باب فی کراھیة الحلف بالآباء حدیث:٣٢٥١؛ مسند احمد: ٢/ ١٢٥؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٠/ ٢٠٠-١٩٩ حدیث: ٤٣٥٨؛ مستدرك حاکم: ٤/ ٢٩٧ وطبع جدید: ٨/ ٢٧٨٦-٢٧٨٥ حدیث:٧٨١٤۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

کھانے کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہے۔
اس سلسلے کی بعض احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِهِ وَاَنَا صَادِقٌ. [1]
''اگر میں اللہ کی جھوٹی قسمیں کھاؤں تو یہ اس کی بہ نسبت پھر بھی ٹھیک ہوگا۔ کہ میں سچا ہوکر غیر اللہ کی قسمیں کھاؤں۔''
اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یونہی موقوف روایت کیا، اس کی جملہ روایت صحیح ہے، اسی نوعیت کی غلط قسم وہ ہے جس میں کہنے والا یوں کہتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا یا کیا ہو گا تو میں یہودی یا نصرانی ہوں گا یا ملت اسلامیہ سے نکل جاؤں گا۔ اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے:
((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ فَهُوَ كَمَا حَلَفَ اِنْ قَالَ هُوَ يَهُوْدِيٌّ فَهُوَ يَهُوْدِيٌّ وَاِنْ قَالَ هُوَ نَصْرَانِيٌّ فَهُوَ نَصْرَانِيٌّ وَاِنْ قَالَ هُوَ بَرِيْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ فَهُوَ بَرِيْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ وَمَنِ ادَّعَى دِعَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهُ مِنْ جِثَا جَهَنَّمَ)) قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ صَامَ وَصَلَّى؟ قَالَ: ((وَاِنْ صَامَ وَصَلَّى؟)) [2]
''جس نے کوئی قسم کھائی تو وہ اپنی قسم کے عین مطابق ہوگا، اگر اس نے کہا کہ وہ یہودی ہوگا، تو وہ یہودی ہوگا، اگر اس نے کہا کہ وہ عیسائی ہے، تو وہ عیسائی ہو گا، اگر کہا وہ اسلام سے خارج ہوگا، تو وہ دائرہ اسلام سے نکل باہر ہوگا اور جس

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/ ۱۸۳ حدیث: ۲۵۶۱۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح موقوف قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ۳/ ۱۳۱ حدیث: ۲۹۵۳؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱/ ۲۰۹۔ [2] مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۰/ ۴۰۱ حدیث: ۶۰۰۶؛ المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث: ۸۱۳؛ مستدرك حاكم: ۴/ ۲۹۸ وطبع جدید ۸/ ۲۷۸۶ حدیث: ۷۸۱۷۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب: ۳/ ۱۳۱ حدیث: ۲۹۵۶۔

نے جاہلیت کا دعویٰ کیا تو وہ جہنم کا ایندھن یا اس کی ڈھول بنے گا۔'' صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نمازیں پڑھے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ''(ہاں) اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نمازیں پڑھے۔''

اس روایت کو ابو یعلی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا۔ الفاظ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، انہوں نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، غرض یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

انہی ناروا قسموں میں ایک قسم ''حلف بالطلاق'' ہے اور اکثر جاہل عوام اس کے اندر گرفتار ہیں، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ معمولی اور ادنیٰ وجہ سے مرد اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھا بیٹھتا ہے۔ جیسے کہا ہے اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھے طلاق، اپنے دوست سے قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھائے ورنہ اپنی بیوی کو طلاق۔ اس کے یہاں ٹھہرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق، یہ اور اس قسم کی ایسی ایسی باتوں پر طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے جن پر عموی قسم کھانے کی بھی چنداں حاجت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان پر طلاق کی قسم کھائی جائے پھر از روئے فقہ یہ بات طے ہے کہ اگر کسی نے اپنی اہلیہ کے خلاف کسی بات پر قسم کھائی اور اس سے نبھا نہ ہو سکا اور اس کی قسم ٹوٹ گئی، مثلاً، بیوی نے بھول کر نہیں، بلکہ جان بوجھ کر شوہر نامدار کی مخالفت کی اور اس کی حکم عدولی کی تو جمہور علما کے نزدیک اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور بعض علما یہ بھی کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن شخص مذکور کو کفارہ دینا ہوگا۔ غرض جب صورت حال اس طرح کی ہو کہ کوئی اسے طلاق قرار دیتا ہو اور کوئی نہ قرار دیتا تو عقلمند آدمی کو چاہیے کہ ایسا کام ہرگز نہ کرے جس میں حرام وحلال کی آمیزش ہو، ہاں جو ناداں اور دین سے بے بہرہ ہوگا۔ وہی اس قسم کی جسارت کرے گا۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ بکثرت آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی مخلوق کی قسم کھائی ہے، جیسے ارشاد ہے۔

﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا ۝ ﴾ [1]

''قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی، جب وہ سورج کے پیچھے آئے۔''

---

[1] ۹۱/ الشمس: ۱، ۲۔

﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ ﴾ ❶
''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی۔''
﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ ﴾ ❷
''قسم ہے زمانہ کی یقیناً انسان نقصان میں ہے۔''
﴿ وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ ﴾ ❸
''قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے۔''
﴿ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ ﴾ ❹
''قسم ہے ان ہواؤں کی جو نرم نرم چلتی ہیں۔''
﴿ وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ ﴾ ❺
''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔''

یہ اور ان کے علاوہ دیگر آیات میں جب اللہ رب العزت نے اپنی ادنیٰ مخلوق کی قسم کھائی ہے تو حیرت ہے کہ پھر ہم کیوں اپنی جیسی کسی مخلوق کے نام کی قسم نہ کھائیں؟ اس اعتراض کا جواب دو طرح دیا جا سکتا ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ علمائے دین کہتے ہیں کہ ان قسموں میں ہر جگہ مضاف محذوف ہے اور پوری عبارت یوں ہے ''ورب الضحی'' (چاشت کے رب کی قسم) اور ''رب العصر'' (زمانے کے رب کی قسم) ''وخالق اللیل'' (رات کے پروردگار کی قسم) اس طرح دیکھا جائے تو قسم اللہ تعالیٰ کی ہے، کسی مخلوق کی قسم ہرگز نہیں ہے،

دوسری صورت میں یہ ہے کہ کوئی مخلوق خالق کو اپنے اوپر قیاس نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود مختار ہے، وہ چاہے تو اپنی کسی مخلوق کی یا کسی بھی چیز کی قسم کھا سکتا ہے، تا کہ بندے اس مخلوق کی طرف ملتفت ہوں اور سوچیں کہ اس ایک چیز میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کائنات کی تخلیق اور اس کے کل عالم کے معبود ہونے کی کتنی واضح نشانیاں اور روشن دلیلیں مضمر ہیں، آسمان یا زمین کی قسم اسی لئے کھائی گئی ہے کہ ان دو عناصر میں کیسی عجیب و غریب دلیلیں اور

---

❶ ۹۵/ التین: ۱، ۲۔ ❷ ۱۰۳/ العصر: ۱، ۲۔ ❸ ۹۳/ الضحی: ۱، ۲۔
❹ ۷۷/ المرسلٰت: ۱۔ ❺ ۸۹/ الفجر: ۱، ۲۔

روشن آیتیں ہیں جو اللہ ذوالجلال کی عظمت اور کبریائی پر دلالت کرتی ہیں اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ طبیعات کا کوئی ماہر اگر آسمان وزمین کی عجیب عجیب مخلوقات کے بارے میں کچھ کہنا چاہے ان کے بارے میں کچھ لکھنا چاہے اور ان کے اندر پنہاں رموز ونکات کو عیاں کرنا چاہے تو محض چند اوراق نہیں بلکہ دفتر کے دفتر لکھ سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝ ﴾ [1]

”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور بارش میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز وشاداب) کرتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان وزمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں (اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اور اگر کوئی کون ومکان اور زمین وآسمان کی عجائب کا مطالعہ کرنا چاہے اسے علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر دیکھنی چاہیے۔

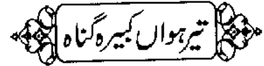
بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ)) [2] ”دین غم خواری کا

---

[1] ٢/ البقرة:١٦٤۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أن الدین النصیحة حدیث:٥٥۔

نام ہے۔" کے مصداق عام مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اس لئے ہم انہیں تلقین کرتے ہیں کہ وہ ایسی تمام لغو اور بے ہودہ قسموں سے گریز کریں جن کا کھانے والا یا تو کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے (یہ اسی لیے کہ غیر اللہ کی قسمیں کھانا سراسر گناہ کبیرہ ہے) یا پھر ایسا شخص شرک اکبر میں جا پڑتا ہے اور اگر یہ نہیں تو شرک اصغر کا مرتکب ضرور ہوگا اور یہ واقعہ ہے کہ شرک اصغر بھی کبیرہ گناہ ہے۔



جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝﴾ ❶

''کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ ہم بیٹھے فضول بحثیں کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ لوگوں کا بھلا کرے! انہیں غور کرنا چاہیے کہ جنتیوں کے پوچھنے پر دوزخیوں نے کیا جواب دیا؟ جب جنتیوں نے پوچھا کہ وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں جہنم میں پہنچادیا؟ تو جواب میں انہوں نے سب سے پہلے اسی کا اعتراف کیا کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ نماز چھوڑ دینے والا دوزخی ہے (والعیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ ❷

''تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔''

یعنی اگر انہوں نے اپنے شرک اور کفر سے توبہ کی، نمازوں کو فرض جان کر اس کی پابندی کی، اس کے جملہ ارکان کے ساتھ اس کی تعمیل کی، فریضہ زکوۃ کو ادا کیا تو وہ تمہارے دینی اور اسلامی بھائی ہوں گے۔ آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شرک پر اصرار کرے نماز ترک کرنے پر مصر رہے یا زکوۃ نہ دینے پر اڑا رہے تو وہ ہرگز ہرگز تمہارا دینی شریک بھائی اور اسلامی برادری میں شامل نہیں ہوگا۔

---

❶ ٧٤/ المدثر:٤٢، ٤٥۔ ❷ ٩/ التوبة:١١۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ سے ایسی متعدد احادیث وارد ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسے آثار منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ترک کرنا کفر ہے، ذیل میں اس موضوع کی بعض احادیث درج ہیں۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) [1]

''آدمی اور کفر کے درمیان نماز ترک کر دینا (حائل) ہے۔'' [2]

اس روایت کو امام احمد اور امام مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا۔

نیز فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) [3]

''آدمی اور کفر وشرک کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا فرق ہے''

اس روایت کو ابوداود اور نسائی رحمہما اللہ نے نقل کیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

((لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) [4]

''بندے اور کفر کے درمیان بس نماز چھوڑ دینا ہی (حائل) ہے''

امام ترمذی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ حدیث:۸۲؛ مسند احمد، ۳/ ۳۷۰۔

[2] مسلمان اور الحاد کے درمیان، مسلمان اور اللہ کی نعمتوں کے انکار اور اس کے ساتھ شرک کرنے کے درمیان بس ایک سیڑھی کا فاصلہ ہے اور وہ ہے جان بوجھ کر نماز سے گریز کرنا اور اس کی پابندی نہ کرنا۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے...... اور حقیقت کی خبر بس اللہ کو ہے...... کہ نمازوں کی پابندی اسلام کا دوسرا اور سب سے اہم رکن ہے، لہٰذا جان بوجھ کر اس کو چھوڑ دینے والا، کافر زندیق اور مشرک ہوگا اور اگر اسی حال میں اس کی موت آئی تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز مدفون نہیں ہوگا، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور بھول کر نماز چھوڑنا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنے کی علامت ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کی آگ ان کے خلاف بھڑک اُٹھے اور ان کا انجام بخیر نہ ہو۔

[3] ایضًا۔ [4] سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب الحکم فی تارک الصلاۃ، حدیث: ٤٦٥؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ٤/ ٣٠٤ حدیث: ١٤٥٣۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

((بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) [1]

''کفر اور ایمان کے درمیان نماز ترک کر دینا ہی حائل ہے۔''

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((بَيْنَ الْعَبْدِ [2] وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)) [3]

''بندے اور کفر کے درمیان (بس) نماز چھوڑ دینے کا (ہی) فرق ہے۔''

② حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا كَفَرَ)) [4]، [5]

''ہمارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ ہے وہ نماز کا معاہدہ ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔''

اس روایت کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترك الصلاة، حدیث: ٢٦١٨۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2] بندے یعنی اللہ کے مقرب فرماں بردار اور مومن بندے۔

[3] سنن ابو داود، كتاب السنة، باب فی رد الارجاء، ٤٦٧٨؛ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترك الصلاة، حدیث: ٢٦٢٠؛ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فيمن ترك الصلاة، حدیث: ١٠٧٨؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[4] یعنی اللہ کے فضل کو ٹھکرا دیا، یاد الٰہی سے غافل رہا، ناکام و نامراد ہوا، خسارہ اٹھا کر لوٹا، اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب، اس کی خوشنودی اور رضامندی سے محروم رہا۔

[5] مسند احمد، ٥/ ٣٤٦؛ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترك الصلاة، حدیث: ٢٦٢١؛ سنن نسائی، كتاب الصلاة، باب الحكم فی تارك الصلاة، حدیث: ٤٦٤؛ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ما جاء فيمن ترك الصلاة، حدیث: ١٠٧٩؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، ٤/ ٣٠٥ حدیث: ١٤٥٤؛ مستدرك حاكم، ١/ ٦ـ٧ وطبع جديد ١/ ٨ـ٧ حدیث: ١١۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٢/١٨٤ حدیث: ١٠٧٩ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی علت نہیں۔

③ حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ . ❶

"رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام نماز کے علاوہ کسی اور کام کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔ صرف نماز چھوڑنے کو کفر قرار دیتے تھے۔"

اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں، جب میری بینائی جاتی رہی تو لوگوں نے آ کر کہا ہم آپ کا علاج کراتے ہیں، آپ کو صرف یہ کرنا ہوگا کہ کچھ دن نمازیں چھوڑ دیں، آپ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ)) ❷، ❸

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ

---

❶ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترك الصلاۃ، حدیث: ۲٦۲۲؛ مستدرك حاکم ۱/ ۷ طبع قدیم وطبع جدید ۱/ ۸ حدیث: ۱۲۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح موقوف قرار دیا ہے۔

❷ اللہ تمہارا بھلا کرے ذرا سوچو! کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھیں آشوب زدہ ہیں، طبیب کہتا ہے، وضو مت کیجئے یعنی چہرے پر پانی نہ ڈالیے ورنہ آشوب اور آنکھوں کی سرخی زیادہ ہو جائے گی، پلکیں بگڑ جائیں گی ان میں سوزش ہوگی، لیکن آپ طبیب کی بات نہیں مانتے اور نماز نہیں چھوڑتے، اس لیے کہ انہیں اندیشہ ہے کہ آخر ایک دن مرنا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ نماز چھوڑ دینا غضب الٰہی اور اس کے انتقام کا سبب ہے، اس سے رزق کی برکت چلی جاتی ہے، مصائب، تنگی، وباؤں کا پھیلنا اور مصیبت کا آنا اسی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

❸ مسند البزار (کشف الاستار)، ۱/ ۱۷٤۔۱۷۳ حدیث: ۳٤۳؛ الاحادیث المختارہ: ۱۲/ ۸٦ حدیث: ۱۰۰؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۲۳٤ حدیث: ۱۱۷۸۲۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترھیب: ۱/ ۱٦۲ حدیث: ۳۰۳؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱۰/ ۷۹ حدیث: ٤۵۷۳۔

سے اس کا سامنا اس حال میں ہوگا کہ باری تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔"

اس روایت کو بزار اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے کبیر میں نقل کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، بینائی جاتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ کی پتلی سلامت تھی، لیکن نگاہ کمزور ہوگئی تھی۔

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں...... حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو مرفوع ذکر کیا ہے:

((عُرَى الْإِسْلَامِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلَاثَةٌ عَلَيْهِنَّ اُسِّسَ الْإِسْلَامُ، مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ، شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالصَّلٰوةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ)) [1]

"اسلام [2] کے حلقے اور دین کی بنیادیں تین ہیں۔ انہی پر اسلام کی عمارت استوار ہے، جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا تو اس کی وجہ سے کافر ہوگا، اس کا خون حلال [3] ہوگا، وہ بنیادیں یہ ہیں: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، فرض نمازیں اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

اس روایت کو ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ نقل کیا، نیز اس کو سعید بن زید نے (جو حماد بن زید کے بھائی ہیں) عمرو بن مالک نکری سے، انہوں نے ابوجوزان سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

---

[1] مسند ابی یعلی الموصلی: ٤/ ٢٣٦ حدیث:٢٣٤٩ (دوسرا نسخہ) ٢/ ٣٧٨ حدیث: ٢٣٤٥؛ المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلی الموصلی: ١/ ٤١ـ٤٠ حدیث:٢٠؛ الترغیب والترھیب للاصبھانی: ٢/ ٧٧٩ـ٧٧٨ حدیث:١٩٠٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب: ١/ ١٦٢ حدیث:٣٠٥؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ١/ ٢١١ حدیث:٩٤؛ ضعیف الجامع الصغیر، ٣٦٩٦۔

[2] قواعد یعنی بنیادیں۔ عروہ حلقہ اور کڑے کو کہتے ہیں۔ جس سے چھٹا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ (٢/البقرة:٢٥٦) اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا، دراصل اس سے مراد مضبوطی اور پختگی ہے۔ عروہ اس درخت کو بھی کہتے ہیں۔ جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے۔

[3] یعنی رائیگاں ہوگا، ان میں سے کسی ایک کے ترک سے اس کا قتل مباح ہوگا، اس لئے کہ اس شخص نے اسلام کے مسلّمہ مبادی اور ارکان کا انکار کیا۔

((مَنْ تَرَكَ مِنهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرفٌ وَلَا عَدلٌ وَقَدْ حَلَّ دَمُهُ وَمَالُهُ)) 1

''جس نے ان میں کسی ایک کو ترک کیا، وہ اللہ کا منکر ہوگا، اس کی کوئی فرض یا نفلی نماز قبول نہیں 2 ہوگی، اس کا خون اور اس کا مال سب حلال 3 ہو جائے گا۔''

⑥ حضرت ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ 4

''جس نے نمازیں نہیں پڑھیں وہ کافر ہے''

اس روایت کو ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں موقوفاً نقل کیا ہے۔

⑦ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ 5

''جس نے نماز ترک کی اس نے یقیناً کفر کیا۔''

اس روایت کو محمد بن نصر مروزی نے نقل کیا اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موقوفاً نقل

---

1 یہ الفاظ گزشتہ صفحہ حوالہ نمبر 1 میں مذکور حدیث ابن عباس ہی کی ایک روایت میں ہے جس کو امام منذری نے الترغیب والترھیب: ١/ ٤٣٦ میں ذکر کیا ہے مگر انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ روایت کس کتاب میں ہے۔

2 اس کی توبہ یا فدیہ قابل قبول نہیں ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ مراد فرض اور نفل ہے نہ فرض قبول ہوگا، نہ نفل۔

3 اس کا خون رائیگاں ہوگا۔ اس کا مال لوٹ لینا یا اس کو چھین لینا جائز ہوگا۔ (الترغیب والترہیب)

4 كتاب الايمان ابن ابى شيبه، حديث: ١٢٦؛ شعب الايمان للبيهقى، ١/ ١٤٧ حديث: ٤١؛ مصنف ابن ابى شيبة، ٦/ ١٧١ حديث: ٣٠٤٢٧؛ تعظيم قدر الصلاة للمروزى، ٢/ ٨٩٨ حديث: ٩٣٣؛ كتاب الشريعه للآجرى، ٢/ ٦٥٣، حديث: ٢٧٧۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف موقوف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ١٦٣ حديث: ٣٠٩۔

5 تعظيم قدر الصلاة للمروزى: ٢/ ٩٠٠، حديث: ٩٣٩؛ ابن عبدالبر فى "التمهيد" ٤/ ٢٢٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف موقوف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ١٦٤ حديث: ٣١٠۔

کیا ہے۔

⑧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلاَ دِيْنَ لَهُ [1]

''جس نے نماز ترک کی، اس کے اندر کوئی دین داری نہیں۔''

اس روایت کو بھی محمد بن نصر رحمہ اللہ نے موقوفاً نقل کیا ہے۔

⑨ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ [2]

''جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔''

اس روایت کو ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے موقوفاً روایت کیا ہے۔ (الخ)

اوپر مذکور جس قدر آیات اور روایات ہم نے پیش کی ہیں، ان سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نماز ترک کرنا نہایت ہلاکت انگیز کبیرہ گناہ ہے اور یہ فعل گناہ کبیرہ کیوں نہیں ہوگا، جب کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ تارک نماز کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ نماز فرض نہیں تو کفر کی پاداش میں اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور اگر وہ فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے، لیکن ادا کرنے میں سستی کرتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا، تو ایسے شخص کو توبہ کیلئے تین دن کی مہلت دی جائے گی اور ان تین دنوں میں اس پر تنگی اور دباؤ ڈالا جائے گا اور ہر نماز کا وقت آنے پر اسے نماز کیلئے بلایا جائے گا، اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک، ورنہ بالا جماع اسے تہہ تیغ کر دیا جائے گا، لیکن ہنوز کا ایک سوال باقی رہے گا کہ آیا یہ شخص کافر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حد

---

[1] تعظيم قدر الصلاة للمروزی: ٢/ ٨٩٩-٨٩٨ حديث:٩٣٧-٩٣٦؛ كتاب الايمان، ابن ابی شيبه، حديث:٤٧؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٩/ ١٩١ حديث:٨٩٤٢؛ شعب الايمان للبيهقی: ١/ ١٤٨-١٤٧- حديث:٤٢- شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو حسن موقوف قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ٣٧٠ حديث: ٥٧٤-

[2] امام منذری نے اس کو الترغيب والترهيب، كتاب الصلاة، باب الترهيب من ترك الصلاة تعمدًا واخراجها عن وقتها تهاونًا: ١/ ٤٣٩ حديث:٨١٧ میں ابن عبدالبر کی التمہید ۴/ ۲۲۵ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے اس کو بلا سند ذکر کیا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس کو ضعیف موقوف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ١٦٤ حديث:٣١١-

اور سزا کے طور پر اسے مارا جائے گا؟ امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حد کی رو سے اس کو قتل کیا جائے گا، جب کہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کو کفر کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ علامہ شیخ احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زواجر'' میں کہا ہے کہ محمد بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ [1] یہی رائے ان لوگوں کی بھی ہے جنہیں علوم نبوت حاصل ہے کہ کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر جو کوئی اتنی دیر تک نماز چھوڑ بیٹھے کہ اس کا وقت چلا جائے تو وہ شخص کافر ہوگا، ایوب کہتے ہیں نماز کا ترک بالا جماع کفر ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (ملخص)

اس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ نماز اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے، اس کے فضائل بے شمار ہیں، قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے، اس کی یہی فضیلت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر شب معراج میں براہ راست اس کو فرض فرمایا۔ دیگر عبادات پر اس کی فضیلت اور امتیاز یہ ہے کہ اللہ نے بکثرت انبیا کی بابت ذکر کیا ہے کہ وہ نماز ادا کرتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جب انبیائے کرام پر یہ عبادت فرض تھی تو ان کی امتیں یقینی طور پر ان کے تابع اور پیروکار تھیں، لہٰذا ان پر بھی یہ عبادت فرض تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ رَبَّنَآ إِنِّيٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجْعَلْ أَفْـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ ﴾ [2]

''اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس ایسے میدان میں ٹھہرایا ہے جہاں کھیتی باڑی نہیں، اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ

---

[1] الزواجر: ١/ ٢٨٦ طبع دار المعرفة بيروت؛ تعظيم قدر الصلاة لمروزي: ٢/ ٩٢٥، ٩٢٩ اور امام منذری نے الترغيب والترهيب كتاب الصلاة، باب الترهيب من ترك الصلاة تعمدًا حديث: ٨١٨ کے بعد نقل کیا ہے۔ تنبیہ: کسی صحیح مرفوع حدیث سے تارک الصلاۃ کو کافر کہنا ثابت نہیں۔ البتہ "فقد كفر" یعنی اس نے کفر کیا کے الفاظ ثابت ہیں۔

[2] ١٤/ ابراهيم: ٣٧۔

نمازیں پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ ﴾ [1]

''اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) اس کتاب (یعنی قرآن) میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو، بلاشبہ وہ وعدے کے سچے اور نبی مرسل تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔''

نماز کے فضائل میں بکثرت آیات کریمہ اور احادیث مقدسہ وارد ہیں، جن سے اس کی فضیلت اور دین میں اس کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، ان تمام تر امتیازات اور خصوصیات کے ساتھ کامل یقین ہے کہ اسلام میں اس عبادت کو وہی مقام حاصل ہے، جو انسانی بدن میں سر کو حاصل ہے، اس لئے نماز چھوڑ دینے والا یا تو کافر ہوگا، یا فاسق فاجر اور نافرمان ہوگا۔

نماز کی اہمیت کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے اور اس سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نماز چھوڑنا کفر ہے، صحیح حدیث میں وارد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)) [2]

''مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس کا اقرار نہ کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ یہ سب کام کریں گے تو اپنے خون اور اپنے اموال کو مجھ سے محفوظ کر پائیں گے، پھر انہیں اسلام کے حق کے سوا ہرگز نہیں لیا جائے گا اور

---

[1] ١٩/ مریم: ٥٤، ٥٥۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ﴿فان تابو واقاموا الصلاۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم﴾ (التوبۃ:٩) حدیث:٢٥؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولو: لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ حدیث:٢٢۔

ان کا حساب کتاب اللہ کے حوالے ہوگا۔“

ان فضائل اور خصوصیات کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کو چھوڑتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص دین میں سستی کرتا ہے اور نماز چھوڑنا مطلق برا ہے، خواہ کوئی ایک دو نمازیں چھوڑے یا کوئی نماز بھی نہ پڑھے...... نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے زمانے میں بالخصوص ہماری نئی پود نماز ادا کرنے میں بڑی سستی اور غفلت برت رہی ہے اور اس کے برعکس ان کے اوقات کا بڑا حصہ ایسے کاموں میں صرف ہوتا ہے جن کا کوئی حاصل نہیں، چنانچہ ٹیلی ویژن کی تفریح عام ہو چکی ہے، ریس کورس، تاش، سینما بینی اور اس قسم کے لغویات کا عام رواج ہے جو دنیا میں شر اور فساد کا موجب اور آخرت میں دردناک عذاب کا باعث ہیں۔

نیز یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان حد فاصل اور سب سے بڑا امتیاز یہی نماز کا چھوڑ دینا ہے، جو کوئی اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کی شہادت دیتا ہے، لیکن دین اسلام کے فرائض ادا نہیں کرتا، وہ بے شک اپنے آپ کو کتنا ہی مسلمان سمجھے، ہرگز مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا، اس لیے سرپرستوں اور ماں باپ کا بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تاکید اور تلقین کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ﴾ [1]

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس پر تندخو، سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو جو حکم دیا ہے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهَا لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْا

---

[1] ٦٦/ تحریم:٦۔

بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) [1]

''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر سے نماز کا حکم دو اور دس سال کے ہو کر نماز نہ پڑھیں تو انہیں سزا دو اور ان کے بستروں کو الگ کر دو۔''

حکام اور مسلم معاشرے کے سربرآوردہ افراد کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نهي عن المنكر کے دفاتر اور محکمے قائم کریں اور ان کا اہتمام کریں قصہ مختصر یہ کہ توحید کے اقرار کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز کی ادائیگی اور شرک کے گناہ عظیم کے بعد سب سے بڑی برائی نمازوں کو چھوڑ دینا ہے۔

تنبیہ:

نماز ترک کر دینے والا کافر ہے، یہی صحیح ہے، جیسا کہ گزشتہ سطور دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس حکم سے حسب ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں:۔

① ایسا شخص کافروں کے گروہ میں شمار ہوگا۔

② ایسا شخص کسی ایسی مسلمان خاتون سے نکاح نہیں کر سکتا جو نماز اور دیگر ارکان پابندی سے ادا کرتی ہو۔

③ نماز چھوڑنے والے کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ نماز ترک کرنے کے سبب وہ یا تو کافر ہوگا، یا فاسق اور غالب گمان یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔

④ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دینا واجب ہے۔

⑤ ایسا شخص مر جائے تو اسکو غسل نہیں دیا جائے گا، اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

⑥ اس کے مسلمان عزیز اور قرابت دار اس کے مال کے وارث نہیں ہوں گے، نہ وہ کسی کا وارث ہوگا، اس کا کل اثاثہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا، رہا آخرت میں تو باری تعالی

---

[1] مسند احمد: ٢/ ١٨٧؛ سنن ابو داود، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة حديث:٤٩٥؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٩٧ وطبع جديد: ١/ ٢٩٣ حديث:٧٠٨۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نے اس کیلئے دوزخ تیار رکھی ہے، اس کا انجام نہایت برا ہوگا اور اگر مرنے سے پہلے اس نے توبہ نہ کر لی تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا ایندھن بنے گا، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منقول ہے:

((وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ)) [1]

"جان بوجھ کر ہرگز نماز نہ چھوڑ، اس لئے کہ جو کوئی جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے، وہ دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے نکل جاتا ہے۔"

اس روایت کو طبرانی اور محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہما نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ ۱۷۸: نیز ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: "جو کوئی دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے نکل جاتا ہے۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔" اس مفہوم کی دیگر احادیث پہلے گزر چکی ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

---

[1] تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی: ۲/ ۸۸۹ حدیث: ۹۲۰؛ جامع المسانید والسنن لابن کثیر: ۷/ ۱۱۹ حدیث: ٤٨٦٧۔ محقق العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۶ صفحہ: ۱۲، ۱۱۔

چودھواں کبیرہ گناہ

بلا عذر نماز کو قضاء کر کے پڑھنا

جاننا چاہیے کہ جس طرح نماز چھوڑ دینا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اسی طرح کسی شرعی عذر کے بغیر نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنا بھی بھاری گناہ ہے۔ شرعی عذر یہ ہے، جیسے سو گیا، یا بھول گیا، یا کسی جائز عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا چاہا، جیسے وہ بیمار ہے، یا مسافر ہے اور دیگر شرعی عذر کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس قسم کے عذر پر تو نماز میں تاخیر درست ہے، لیکن اگر کوئی عذر درپیش نہیں تو کسی شک کے بغیر نماز کو ٹال دینا، بے وقت پڑھنا اور اس میں سستی کرنا فاسقوں، فاجروں اور نافرمانوں کا طریقہ ہوگا، اس کا ثبوت باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ ﴾ [1]

''ایسے نمازیوں کی بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں یہ وارد ہے کہ یہ ہلاکت ان کیلئے ہے جو نماز کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں ''ویل'' سے مراد سخت عذاب ہے، یا یہ جہنم کی ایک وادی ہے، جس میں ٹال کر پڑھنے والوں کو جھونکا جائے گا، اس وادی میں اتنی تیز آنچ ہوگی کہ دنیا کے پہاڑ اگر اس میں ڈال دیے جائیں تو حرارت کی شدت سے پگھل جائیں۔ اتنا شدید عذاب اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا ۝ ﴾ [2]

''بے شک مومنوں پر مقررہ اوقات میں نماز (ادا کرنا) فرض ہے۔''

یعنی نماز ان اوقات کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا فرض ہے، جن کی تفصیل حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتائی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تفصیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائی اور ان تمام تر تفصیلات پر آج تک ملت اسلامیہ نے نسل در نسل عمل کیا

---

[1] ۱۰۷/ الماعون:۴، ۵۔ [2] ۴/ النسآء:۱۰۳۔

اور تا قیامت ان شاء اللہ یہ عمل جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ ﴾ [1]

''پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو کھویا (اور برباد کیا) اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے پس یہ گمراہی (کے نتیجے) کو پالیں گے، مگر جس نے توبہ کی اور جو ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا، تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کیا جائے گا۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ضائع کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکلیہ نماز چھوڑ دیتے تھے، بلکہ وقت سے ٹال کر پڑھنا بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔ تابعین کے امام حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عصر کا وقت نہ آئے ظہر نہیں پڑھتے، مغرب کا وقت جب تک نہیں آ جاتا عصر کی نماز نہیں پڑھتے، اسی طرح عشا کا وقت آنے پر مغرب کی نماز اور فجر کا وقت آنے پر عشا کی نماز پڑھتے ہیں اور جب تک سورج نہیں نکل آتا فجر کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہے اس بدترین حالت میں جس کی موت آئے گی اور وہ توبہ کئے بغیر مرے گا، اس کیلئے وعید وارد ہے کہ وہ ''غـــيّ'' میں ڈالا جائے گا، ''غـــيّ'' جہنم کی ایک نہایت گہری وادی ہے اور اس کے اندر دی جانے والی سزائیں نہایت سخت ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر

---

[1] ١٩/ مریم:٥٩، ٦٠۔ [2] ٦٣/ المنافقون:٩۔

دے اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ذکر اللہ سے مراد اس آیت میں پنجگانہ نمازیں ہیں۔ جو کوئی مال و دولت میں پڑ کر نماز سے غافل رہا، جیسے خرید وفروخت کرنے لگا، صنعت و حرفت یا آل اولاد میں پڑ کر نماز پڑھنا بھول گیا، تو ایسا آدمی خسارے میں ہوگا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَنَجَحَ وَإِنْ نَقَصَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ)) [1]

''قیامت کے دن بندے سے اس کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کی بابت حساب کتاب ہوگا، اگر نمازیں درست ہیں تو وہ کامیاب اور بامراد ہوگا، اگر ان کے اندر نقص اور کمی رہی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے جید سند کے ساتھ اور طبرانی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

((مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلاۃ، حدیث:٤١٣؛ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبۃ علی الصلاۃ حدیث: ٤٦٦ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ٢/ ١٦٩؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ١/ ٤٧٩ حدیث:١٧٦٧ (مختصراً) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٤/ ٣٢٩ حدیث: ١٤٦٧؛ موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان، حدیث: ٢٥٤؛ سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب فی المحافظۃ الی الصلاۃ: ٢/ ٣٩٠، حدیث:٢٧٢١؛ امام منذری نے مسند احمد کی سند کو جید کہا ہے: الترغیب والترھیب: ١/ ٤٤٠، حدیث: ٨٢٠۔ شیخ احمد شاکر نے مسند الامام احمد کی تحقیق ٦/ ١٥٠ حدیث: ٦٥٧٦ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے الموسوعۃ الحدیثیۃ مسند الامام احمد: ١١/ ١٤٢۔١٤١ حدیث:٦٥٧٦ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ شیخ حسین سلیم نے سنن الدارمی کی تحقیق ٣/ ١٧٨٩ حدیث:٢٧٦٤ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

’’جو شخص نماز کا اہتمام کرے گا نماز اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگی، حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہیں کرے گا، اس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا، نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ ہوگا اور قیامت کے دن اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔‘‘

بعض علما کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر سستی کی وجہ سے مال ودولت کی کثرت ہے تو اس کا حال قارون کے جیسا ہے، اس لئے اس کا حشر بھی قارون کی طرح ہوگا اور اگر تخت اور حکومت کے سبب سستی کی، تو وہ فرعون کی طرح ہوا، لہٰذا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا، اور اگر اس کی وجہ وزارت یا تجارت ہے تو اس کا حشر ہامان یا مکہ کے تاجر ابی بن خلف کا سا ہوگا......الخ

علاوہ ازیں جو مسلمان اسلام اور ایمان کا دعوی کرے گا اور جیسا دعوی کرے گا۔ اس کے مطابق اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے گا اور کتاب وسنت میں درج ان کے حکموں کو دل سے مانے گا، وہ کبھی بھی نماز نہیں چھوڑے گا، نہ کسی عذر کے بغیر نماز کو ٹال کر پڑھے گا، اس لئے کہ اسے بخوبی علم ہوگا کہ نماز چھوڑنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں کتنی سخت وعید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ ﴾ [1]

’’ایسے نمازیوں کی بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔‘‘

نیز فرمایا:

﴿ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ ﴾ [2]

’’تو یہ گمراہی کے نتیجے کو پالیں گے۔‘‘

اور یہ جو حدیثیں پہلے گزریں، ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ یہ حرکت وہی کرے گا، جو دین برحق اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتا ہو، ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی

---

[1] ۱۰۷/ الماعون: ٤، ٥۔ [2] ۱۹/ مریم: ٥٩۔

دے اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ذکر اللہ سے مراد اس آیت میں پنجگانہ نمازیں ہیں۔ جو کوئی مال و دولت میں پڑ کر نماز سے غافل رہا، جیسے خرید و فروخت کرنے لگا، صنعت و حرفت یا آل اولاد میں پڑ کر نماز پڑھنا بھول گیا، تو ایسا آدمی خسارے میں ہوگا، اس لیے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

((اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَنَجَحَ وَإِنْ نَقَصَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ)) [1]

"قیامت کے دن بندے سے اس کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کی بابت حساب کتاب ہوگا، اگر نمازیں درست ہیں تو وہ کامیاب اور بامراد ہوگا، اگر ان کے اندر نقص اور کمی رہی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ اور طبرانی اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

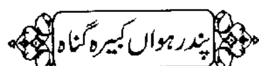
((مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَنَجَاةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهَا لَمْ یَکُنْ لَّهُ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاۃ، حدیث: ٤١٣؛ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبة علی الصلاۃ حدیث: ٤٦٦ یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ٢/ ١٦٩؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ١/ ٤٧٩ حدیث: ١٧٦٧ (مختصراً) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٤/ ٣٢٩ حدیث: ١٤٦٧؛ موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان، حدیث: ٢٥٤؛ سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب فی المحافظة الی الصلاۃ: ٢/ ٣٩٠، حدیث: ٢٧٢١؛ امام منذری نے مسند احمد کی سند کو جید کہا ہے: الترغیب والترھیب: ١/ ٤٤٠، حدیث: ٨٢٠۔ شیخ احمد شاکر نے مسند الامام احمد کی تحقیق ٦/ ١٥٠ حدیث: ٦٥٧٦ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد: ١١/ ١٤٢۔ ١٤١ حدیث: ٦٥٧٦ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ شیخ حسین سلیم نے سنن الدارمی کی تحقیق ٣/ ١٧٨٩ حدیث: ٢٧٦٤ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

میں کچھ تفصیل ہے، شافعیہ کہتے ہیں بارش کی صورت میں ظہر اور عصر اور مغرب و عشا ایک ساتھ اسی وقت پڑھی جا سکتی ہے، جب کہ اولین نمازوں یعنی ظہر میں یا مغرب میں بارش ہو رہی ہو اور اگر ان کے اختتام پر اور دوسری نمازوں کے آغاز میں بارش ہو رہی ہو تو جمع تقدیم جائز ہے، لیکن جمع تاخیر جائز نہیں ہے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ مغرب اور عشا میں صرف جمع تقدیم جائز ہے، نیز ان کے نزدیک دایہ اور مستحاضہ کیلئے اور سخت سرد تیز ہوا اور کیچڑ ہونے کی صورت میں بھی جمع کی اجازت ہے۔



بلا عذر نماز جمعہ ترک کر دینا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جمعہ کی نماز آزاد، بالغ، مکلّف مردوں پر فرض فرمائی ہے، وجوب کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [1]

’’اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی خطبہ اور نماز) کیلئے جلدی کرو اور خرید وفروخت ترک کر دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔‘‘

آیت شریفہ میں ذکر اللہ کی طرف جلدی مائل ہونے کا امر ہے، ذکر اللہ سے مراد یہاں نماز اور خطبہ ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے، جیسے خرید وفروخت کی ممانعت کا امر ہوا تو اذان کے بعد خرید وفروخت حرام ہوگئی۔ اذان سے دوسری اذان مراد ہے اور کسی مباح کی حرمت، وجوب کے سبب ہوتی ہے، علاوہ ازیں جو لوگ جمعہ کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، ان کے متعلق ایسی احادیث وارد ہیں۔ جن میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس نماز کا شمار اسلام کے عظیم ترین شعائر میں ہوتا ہے اور بے شمار اسرار ورموز اور حکمتیں اس ایک نماز میں پوشیدہ ہیں۔

وعید کے قبیل کی بعض حدیثیں ذیل میں درج ہیں:

① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقُ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ)) [2]

---

[1] ٦٢/ الجمعة:٩۔ [2] صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها وانها فرض كفاية حديث:٦٥٢؛ مستدرك حاكم، ١/ ٢٩٢ طبع قديم وطبع جديد ١/ ٤٢٢، حديث:١٠٨٠۔

"میرا پختہ ارادہ ہوا تھا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مامور کر کے خود جا کر جمعہ سے غیر حاضر رہنے والوں کو ان کے مکانوں سمیت جلا ڈالوں۔"

اس روایت کو امام مسلم اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے ایسی سند سے ذکر کیا جو ان کی شرط کے مطابق ہے، نیز اس سے پیشتر باب الحمام میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزری:

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَسْعَ اِلَى الْجُمُعَةِ وَمَنِ اسْتَغْنٰى عَنْهَا بِلَهْوٍ اَوْتِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ)) [1]

"اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے جمعہ کیلئے جلدی کرنی چاہیے اور جو کوئی جلدی کرنے کے بجائے کسی لہو ولعب میں پڑ گیا یا تجارت کرنے میں رہ گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے نیاز ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہایت بے نیاز ہمہ قسم کی تعریف کے لائق ہے۔"

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا:

② حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے:

اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: ((لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ [2] مِنَ الْغَافِلِيْنَ)) [3]

---

[1] المعجم الاوسط للطبراني: ٥/ ٢٧٧ حديث: ٧٣٢٠۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٨١ حديث: ١٢٦۔

[2] عراقی کا کہنا ہے کہ ترک کرنے اور تہاون کرنے سے مراد بلا عذر چھوڑ دینا ہے، الخ مہر لگانے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جہالت، جفا کاری اور سختی پیدا کر دے گا۔ نہایہ میں ہے: مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں کو بند کر دے گا، ان پر پردہ ڈال دے گا اور اطاعت اور بندگی سے انہیں روک دے گا۔ طَبَعٌ (طاء اور باء پر زبر کے ساتھ) زنگ اور میل کچیل، اصل میں اس سے مراد وہ میل کچیل اور زنگ ہے جو تلوار کو لگ جاتا ہے، کہتے ہیں، "طبع السيف يطبع طبعا" تلوار کا زنگ آلود ہونا۔ پھر اس کا استعمال، گناہ آلودگی اور دوسری گندگیوں کیلئے ہونے لگا۔

[3] صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب التغليظ فى ترك الجمعة، حديث: ٨٦٥؛ سنن نسائى، كتاب الجمعة، باب التشديد فى التخلف عن الجمعة حديث: ١٣٧١؛ سنن ابن ماجه، كتاب المساجد، باب التغليظ فى التخليظ فى التخلف عن الجماعة حديث: ٧٩٤۔

ان دونوں نے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ممبر کی لکڑیوں پر تشریف فرما تھے اور کہہ رہے تھے: ''لوگ جمعہ کی نماز کو ترک کرنے اور تہاون (غفلت، سستی) کرنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غافلوں کے گروہ میں ہو جائیں گے۔''

اس روایت کو مسلم، ابن ماجہ اور ان کے علاوہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔

③ حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ (جنہیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل ہے) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلَى قَلْبِهِ)) [1]

''جس نے محض سستی کی وجہ سے تین مرتبہ جمعہ ترک کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔'' (اسے سیدھی راہ سے ہٹا دیتا ہے اور جہنم میں جھونک دیتا ہے)

اس روایت کو امام احمد، ابوداود، نسائی اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا، ترمذی نے اس کو حسن کہا، نیز ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے، جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے ترک کر دیے وہ منافق ہے۔ [2] (منافق وہ شخص ہے، جو شرارت کا وطیرہ اختیار کرے اور تذبذب کا شکار ہو، ایسا شخص دوزخی ہوگا۔)

---

[1] مسند احمد: ٣/ ٤٢٤؛ سنن ابو داود، كتاب الصلاة، باب التشديد فى ترك الجمعة، حديث: ١٠٥٢؛ سنن نسائى، كتاب الجمعة، باب التشديد فى التخلف عن الجمعة، حديث: ١٣٧٠؛ سنن ترمذى، ابواب الجمعة، باب ما جاء فى ترك الجمعة من غير عذر، حديث: ١١٢٥؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٨٥٨؛ مستدرك حاكم: ١/ ٢٨٠ طبع قديم وطبع جديد: ١/ ٤٠٧ حديث: ١٠٣٤ و٣/ ٦٢٤ وطبع جديد ٦/ ٢٣٦٦ حديث: ٦٦٢٠؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٧/ ٢٦ حديث: ٢٧٨٦۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ٤٥٠ حديث: ٧٢٧۔

[2] الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ١/ ٤٩٢۔ ٤٩١ حديث: ٢٥٨؛ موارد الظمآن، حديث: ٥٥٤۔٥٥٣، ٦٢؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٨٥٧۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

④ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَسْمَعُونَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ لَا يَأْتُونَهَا أَوْ لَيَطْبَعَنَّ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ)) [1]

''جو لوگ جمعہ کی اذان سنتے ہیں، پھر بھی نماز کیلئے نہیں آتے، انہیں اس حرکت سے باز آ جانا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر ان کا شمار غافلوں میں ہوگا۔''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کبیر میں بسند حسن ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث...... جن میں سخت وعیدیں وارد ہیں اور جن میں یہ بھی درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر رہنے والوں کے گھروں تک کو جلا ڈالنا چاہا، نیز ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے، اس قسم کے لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل رہتے ہیں اور ان کا شمار منافقین کے زمرے میں ہوتا ہے، ان احادیث سے ایک مسلمان کو شک کے بغیر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جمعہ کا چھوڑ دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص بارش، بیماری، بھوک یا کسی ایسے عذر کی وجہ سے جمعہ میں نہ آ سکے جس کو علمائے کرام نے عذر شمار کیا ہے اور اگر کسی عذر کے بغیر جمعہ چھوڑ دیا اور اس خیال سے ظہر پڑھ لی کہ یہی ظہر جمعہ کی قائم مقام بن جائے گی، تب بھی اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا، اس کو فاسقوں میں گنا جائے گا، اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی اور جو جمعہ واجب ہی نہیں سمجھے گا وہ کافر ہوگا۔

بنابریں جمعہ میں شرکت کی ہر مسلمان کو شدید حرص رکھنی چاہیے اور لغو عذر نہیں تراشنا چاہیے، کیونکہ جو ذات دلوں کے بھید کو جانتی ہے اس کے سامنے محض عذر لنگ پیش کرنے سے نجات نہیں ہوگی۔

آج عام طور سے یہ رواج ہو چلا ہے کہ بے شمار نام نہاد مسلمان جمعہ کے دن خشکی اور تری میں سیر و تفریح کا پروگرام بناتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس روز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ کی بندگی کریں، نماز، صدقہ، خیرات اور ذکر الٰہی وغیرہ

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ١٩/ ٩٩ حديث: ١٩٧۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ٤٥٢، حديث: ٧٣٠۔

سے اس دن کو زندہ کریں، ایسے مقدس دن گیت سنگیت، رنگ رلیوں، شراب وشباب اور اس قسم کی ان گنت ہلاکت خیزیوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے دوڑتے ہیں، جن کا ارتکاب تو درکناران کے نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔

ان کوتاہ اندیشوں سے اور ان تمام لوگوں سے...... جنہیں دنیا نے اپنی دلکشی اور فریب کا دیوانہ بنا ڈالا...... جنہیں مال ومنال اور یک گونہ جاہ ومرتبہ حاصل ہے...... ہم پورے اخلاص کے ساتھ یہ انمول نصیحت کرتے ہیں اور ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں:

''جو شخص تین جمعہ چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔'' [1]

اس لئے آج جو صحت وشباب اور دولت وطاقت تمہیں حاصل ہے اس کی وجہ سے ہرگز ہرگز دھوکہ مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو، اس کی شکر گزاری کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرو، فرائض کی پابندی کرو، نمازوں کی ادائیگی میں ذرہ برابر سستی نہ کرو، بالخصوص جمعہ اور باجماعت نمازوں میں کوتاہی مت کرو، اس لئے کہ حساب نہایت سخت ہوگا۔

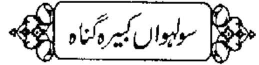
﴿ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ [2]

''اور اس دن سے ڈرو جب کہ تم لوٹ کر اللہ کے حضور میں جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوگا۔''

---

[1] مسند احمد: ٣/ ٤٢٤؛ سنن أبو داود، كتاب الصلاة، باب التشديد فى ترك الجمعة، حديث: ١٠٥٢؛ سنن نسائى، كتاب الجمعة، باب التشديد فى التخلف عن الجمعة، حديث: ١٣٧٠؛ سنن ترمذى، ابواب الجمعة، باب ما جاء فى ترك الجمعة من غير عذر، حديث: ١١٢٥؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٨٥٨؛ مستدرك حاكم: ١/ ٢٨٠ طبع قديم وطبع جديد: ١/ ٤٠٧ حديث: ١٠٣٤ و٣/ ٦٢٤ وطبع جديد ٦/ ٢٣٦٦ حديث: ٦٦٢٠؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ٧/ ٢٦ حديث: ٢٧٨٦۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغيب والترهيب: ١/ ٤٥٠ حديث: ٧٢٧۔

[2] ٢/ البقرة: ٢٨١۔



زکوٰۃ روک لینا

زکوٰۃ روک لینا بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں اس کا شمار ہوتا ہے، زکوٰۃ مال داروں کے ذمہ فقیروں کا حق ہے، مال داروں کو چاہیے کہ اللہ نے جو دولت انہیں مرحمت فرمائی ہے، اس میں سے اس حق کو ادا کریں، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی ترغیب دینے کیلئے بکثرت آیات وارد ہیں، جو لوگ زکوٰۃ کے نام سے بھاگتے ہیں، ان آیتوں میں ان کیلئے سخت وعید، آخرت میں دردناک عذاب اور دنیا میں ان پر حادثات کے نزول اور بے برکتی نمودار ہونے کی اطلاعات موجود ہیں، نیز ان سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے قحط اور خشک سالی آتی ہے اور آسمان سے برسنے والی بارش تھم جاتی ہے، اس موضوع کی چند آیتیں ذیل میں درج ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [1]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے اور (خاص کر) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی، تو ان کو ان کے پروردگار کے پاس سے اجر ملے گا اور (قیامت کے دن) انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [2]

”اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے (کچھ) مال عنایت فرمایا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں، تو وہ اس بخل کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے حق میں برا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا

---

[1] ۲/ البقرۃ:۲۷۷۔ [2] ۳/ آل عمران:۱۸۰۔

طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈال دیا جائے گا اور (یاد رکھو) آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

﴿ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ [1]

''جس دن (وہ مال) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو) یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو تم جو جمع کرتے تھے، اب اس کا مزہ چکھو!''

پہلی آیت سے ان ایمان والوں کے اعمال کا اندازہ ہوتا ہے، جو نیک کام کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہ بدلہ وہ اجر و ثواب ہوگا، جو اللہ کی طرف سے انہیں مرحمت ہوگا، انہیں آخرت کے عذاب کا خوف نہیں ہوگا، نہ دنیا میں انہیں کوئی رنج ہوگا، جب کہ دوسری آیت میں ان لوگوں کیلئے وعید ہے جو شرارت سے زکوٰۃ دینے میں بخل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے تمام لوگوں سے انتقام لیا جائے گا۔

تیسری آیت میں اللہ پاک نے یہودی مربی اور عیسائی پوپ اور پادریوں کا کچا چٹھا پیش کیا اور ان کے ہتھکنڈوں کو بے نقاب کیا، جن کے ذریعے یہود و نصاریٰ کے یہ علما اور مشائخ ناجائز طور پر لوگوں کا مال کھاتے تھے، مسلمانوں کو ان ہتھکنڈوں سے بچنے کی تاکید کی گئی اور ان لوگوں کے بارے میں وعید سنائی گئی جو مال کو ناجائز طریق سے اکٹھا کرتے ہیں آخرت میں انہیں یہ بدلہ دیا جائے گا، کہ جس قدر دولت انہوں نے اکٹھی کر رکھی ہوگی، اسے آگ میں تپایا جائے گا، جب یہ دولت تپ کر خوب روشن ہو جائے گی تو اس سے ان جوڑ جوڑ کر رکھنے والوں کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔

﴿ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ [2]

''یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، تو تم جو جمع کرتے تھے، اب اس

---

[1] ۹/ التوبة:۳۵۔ [2] ۹/ التوبة:۳۵۔

کا مزہ چکھو۔“

یعنی جمع کرنے کا مزہ چکھو، اس آیت مبارکہ کی تشریح اس حدیث پاک سے ہوتی ہے، جس کو بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّ لَافِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَايِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَ ظَهْرُهُ كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ)) قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ قَالَ: ((وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بُقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَايَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا تَطَئُوْهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اَوَّلُهَا رُدَّ عَلَيْهَا آخِرُهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ: ((وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بُقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ مِنْهَا عَقْصَاءٌ وَلَا حَلْفَاءٌ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهَا بِاظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اَوَّلُهَا رُدَّ عَلَيْهِ آخِرُهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ...... الحديث)) [1]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الزكاة، باب اثم منع الزكاة حديث:١٤٠٢ (مختصرًا)؛ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب اثم مانع الزكاة، حديث: ٩٨٧۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو سونے، چاندی والا ان کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے گا، قیامت کے دن آگ کی چٹانیں اس کے واسطے بچھائی جائیں گی اور دوزخ کی آگ سے ان کو خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پشت پر داغ لگائے جائیں گے، جب چٹانیں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو دوبارہ گرم کی جائیں گی اور اس روز تک برابر یہ عمل ہوتا رہے گا، جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہوگا تو اس کو یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''اونٹ (والا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے) جو اونٹ والا ان حقوق کو ادا نہیں کرے گا جو ان اونٹوں میں واجب ہیں اور ان میں ان کا ایک حق یہ ہے کہ پانی پلانے کے دن ان کا دودھ دھو (کر غریبوں کو پلایا جائے) تو قیامت کے دن دور تک آگ کی چٹانیں اس کیلئے بچھائی جائیں گی اور اونٹ کا کوئی ایک بچہ بھی اس دن غائب نہ ہوگا۔ غرض یہ سب اس کو اپنے کھروں سے پامال کریں گے، منہ سے کاٹیں گے، جن اونٹوں کی پہلی جماعت پامال کرتی ہوئی گزر جائے گی تو فوراً پچھلی جماعت دوبارہ آ جائے گی، یہ فعل برابر اس روز تک جاری رہے گا، جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اس کو دوزخ کا راستہ بتا دیا جائے گا، یا جنت کا۔'' عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! گائے اور بکریوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''گائے بکریوں والا بھی (اس سے مستثنیٰ نہیں ہے) جو گائے اور بکریوں والا ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن جتنی دور ہو سکے گا، آگ کی چٹانیں اس کے لئے بچھا دی جائیں گی اور تمام گائے بکریاں اس کو اپنے کھروں سے پامال کریں گی اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گی۔ اس روز ان میں نہ الٹے ہوئے سینگوں والی کوئی ہوگی، نہ منڈی، نہ شکستہ سینگوں والی جب ان کی پہلی جماعت پامال کرتی

اور سینگ مارتی ہوئی گزر جائے گی تو فوراً دوسری جماعت دوبارہ آ جائے گی اور یہ فعل برابر اس روز تک ہوتا رہے گا، جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی، یہاں تک کہ جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اس کو یا جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔" ......الخ

دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مَالٍ وَإِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعِ أَرْضِينَ تُؤَدِّي زَكَاتَهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِّي زَكَاتَهُ وَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا فَهُوَ كَنْزٌ)) [1]

"کوئی مال...... خواہ سات زمینوں تلے کیوں نہ دبا ہو، اگر اس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو وہ جوڑ جوڑ کر رکھے ہوئے کے حکم میں نہیں ہوگا، لیکن اس مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی جاتی تو اگر اسے کھلم کھلا بھی رکھا جائے تو وہ کنز ہوگا۔"

اس روایت کو طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں مرفوعاً نقل کیا، ان کے علاوہ دیگر محدثین نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور جو آیت سورہ آل عمران میں مذکور ہے، اس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ......الخ﴾ [2])) [3]

---

[1] المعجم الاوسط للطبراني: ٦/ ١٣٧، حديث: ٨٢٧٩۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرفوعاً ضعیف اور موقوفاً صحیح قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٢٣٦ حديث: ٤٥٨۔

[2] ٣/ آل عمران: ١٨٠۔

[3] صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب اثم مانع الزكاة، حديث: ١٤٠٣؛ سنن نسائي، كتاب الزكاة، باب مانع الزكاة ماله، حديث: ٢٤٨٤۔ یہ حدیث مجھے صحیح مسلم میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

”جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اسکی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اسکا مال اس شخص کیلئے ایک ایسا سانپ بن جائے گا جس کے سر پر بال نہیں ہوں گے اور جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، وہ اس کی گردن میں بطور طوق ڈال دیا جائے اور وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ...... اس روایت کو امام بخاری، نسائی اور امام مسلم رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

کتاب وسنت میں یہ سخت وعید اس لئے آئی کہ جیسا کہ پہلے گزرا کہ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور بکثرت آیات اس کی فرضیت میں وارد ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ﴾ [1]

”اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو۔“

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا ﴾ [2]

”(اے پیغمبر ﷺ!) تم ان لوگوں کے مال سے صدقہ وخیرات لے لو کہ اس کے قبول کرنے سے تم ان کو گناہوں سے پاک صاف کردو گے۔“

﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ ﴾ [3]

”اور مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے“

نیز اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر زکوٰۃ کا نماز کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جس نے زکوٰۃ نہیں دی، اس کی نماز بھی نہیں ہوگی۔“ [4] نیز زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث وارد ہیں۔ ان میں پہلی

---

[1] ۲/ البقرة:۴۳۔ [2] ۹/ التوبة:۱۰۳۔ [3] ۴۱/ فصلت:۶، ۷۔

[4] المعجم الكبير للطبراني: ۱۰/ ۱۰۳ حديث:۱۰۰۹۵؛ مصنف ابن ابی شيبة: ۲/ ۳۵۳ حديث:۹۸۲۶۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ۱/ ۲۳۹، حديث:۴۶۵۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُنِيَ [1] الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [2] وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [3]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں، نماز ادا کرنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

اس روایت کو بخاری و مسلم رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ذکر کیا، نیز حدیث جبرائیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور چونکہ دین اسلام میں زکوۃ کو اہم مقام حاصل ہے اور اسکی اہمیت کے پیش نظر کہ اول یہ اللہ کا پھر فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے، دوسرے زکوۃ روک لینا اپنے اور فقیروں اور مسکینوں پر ظلم وزیادتی کے مترادف ہے، اسی لئے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور منکرین زکوۃ سے جنگ کی اور مرتد ہونے والوں اور زکوۃ کے منکروں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا، ارتداد کا یہ فتنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس کے خلاف جنگ کرنا تاریخ کا مشہور واقعہ ہے، اس لئے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

[1] یعنی اسلام کی بنیاد کو خوب استوار کیا گیا اور اس کی دیواروں کو مضبوط تر بنایا گیا، درحقیقت اسلام جو اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچنے کا نام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک پختہ مضبوط قلعہ سے تشبیہ دی ہے، جس کی بنیادیں نہایت پختہ ستونوں پر کھڑی ہیں۔

[2] اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کرنا، اس کے وجود کا پختہ عقیدہ رکھنا اس پر ایمان لانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کو تسلیم کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلنا۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من دعاؤکم ایمانکم، حدیث:۸؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام ودعائمه العظام، حدیث:۱۶۔



ماہِ رمضان کا روزہ ترک کر دینا

اس میں شک نہیں کہ رمضان کے دنوں میں روزے نہ رکھنا اور کھانا پینا گناہ کبیرہ، فاش غلطی اور بہت بڑی معصیت ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ رمضان کے روزے فرض ہیں، لیکن اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ سکا۔ اگر اس نے فرضیت کا سرے سے انکار کیا تو وہ لاکھ روزے رکھے اس کا شمار کافروں اور منکروں میں ہوگا۔ اس طرح جو شخص جسمانی ریاضت کیلئے روزہ رکھتا ہے، یا اس لیے روزہ رکھتا ہے کہ کھانا پانی کم سے کم استعمال کرنے کی وجہ سے جسم میں طاقت آئے گی، اس کے اندر صحت اور چستی پیدا ہوگی اور اس کی تندرستی قائم رہے گی، غرض وہ حکم خداوندی کی تعمیل اور اسکی خوشنودی کے حصول کیلئے نہیں بلکہ مادی منفعت کو پانے کیلئے وہ روزہ رکھتا ہے، تو ایسا شخص بھی کافر ہوگا اور اس کے روزے کا انکار کفر اور اس کا ترک کرنا سستی اور کسل مندی کے سبب معصیت کبیرہ پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ رمضان کا روزہ دین اسلام کا چوتھا رکن اور نہایت مہتم بالشان فریضہ ہے چنانچہ ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴾ [1]

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ"

روزے کی فرضیت کا ثبوت ان احادیث سے بھی ملتا ہے جو نبی کریم ﷺ سے پوری صحت کے ساتھ وارد ہیں، جیسے حدیث جبرائیل اور ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث وغیرہ۔ اسی طرح پوری ملت اسلامیہ اپنے مختلف مکاتب فکر اور نظریاتی اختلاف کے باوجود اس بات پر متفق ہے کہ اسلام کے پنجگانہ ارکان کو ادا کرنا فرض ہے، ان میں سے کسی ایک

---

[1] ٢/ البقرة:١٨٣۔

رکن کا منکر بھی بالا جماع کافر اور مرتد ہوگا، البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہوگا، جس کی بود و باش اور رہائش علما سے دور کسی دیہات میں رہی ہو یا وہ کوئی نو مسلم ہے جو ابھی ابھی دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہے، بنابریں اس کو اسلامی عقائد مثلاً روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت کا کوئی علم نہیں، اس لئے تاوقتیکہ وہ ان احکام کے بارے میں آگاہی اور واقفیت حاصل نہ کر لے، اس کا شمار کافروں میں نہیں ہوگا، لیکن اگر تعلیم و تربیت اور دین سے واقفیت حاصل کرنے کے باوجود انکار پر مصر رہا تو ایسا شخص یقینی طور پر کافر ہوگا۔

روزے کی فضیلت کے بارے میں بھی کثرت سے احادیث وارد ہیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''جو کوئی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوں گے۔'' [1] اس روایت کو بخاری و مسلم اور ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کیا، نیز روزہ خوروں کی وعید کیلئے بھی بکثرت احادیث وارد ہیں، جیسے:

① حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے:

((بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَتَانِي رَجُلَانِ فَاَخَذَا بِضَبْعَيَّ فَاَتَيَابِي جَبَلًا وَّعَرًا فَقَالَا اِصْعَدْ فَقُلْتُ اِنِّي لَا اُطِيقُهُ فَقَالَ اِنَّا نُسَهِّلُهُ لَكَ فَصَعِدْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ اِذَا بِاَصْوَاتٍ شَدِيْدَةٍ قُلْتُ مَا هٰذِهِ الْاَصْوَاتُ قَالُوْا هٰذَا عُوَاءُ اَهْلِ النَّارِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَاِذَا اَنَا بِقَوْمٍ مُّعَلَّقِيْنَ بِعَرَاقِيْبِهِمْ مُشَقَّقَةٌ اَشْدَاقُهُمْ تَسِيْلُ اَشْدَاقُهُمْ دَمًا قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ الَّذِيْنَ يُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ...... الخ)) [2]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب من صام رمضان ايمانًا واحتسابًا ونية حديث: ۱۹۰۱؛ صحيح مسلم، كتاب الصلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: ۷۶۰۔ [2] صحيح ابن خزيمة، حديث: ۱۹۸۶؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ۱۶/ ۵۳۶، حديث: ۷۴۹۱؛ موارد الظمآن الٰى زوائد ابن حبان، حديث: ۱۸۰۰؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۴۳۰ وطبع جديد: ۲/ ۶۰۶، حديث: ۱۵۶۸؛ المعجم الكبير للطبراني: ۸/ ۱۵۷، حديث: ۷۶۶۷، امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

''میں سویا ہوا تھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے دونوں طرف سے میرے بازوؤں کو تھام لیا اور ایک نہایت دشوار گزار پہاڑ کی طرف مجھے لے چلے، دونوں نے مجھ سے کہا چڑھو۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ ان میں سے ایک نے کہا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ میں چڑھنے لگا، جب میں پہاڑ کے وسط میں پہنچا تو میں نے نہایت تیز تیز آوازیں سنیں۔ میں نے کہا یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ دوزخیوں کی کتوں جیسی بھونکنے کی آوازیں ہیں، پھر وہ مجھے آگے لے چلے۔ اچانک میرے سامنے کچھ لوگ اپنی ایڑیوں (کے پٹھوں) کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے اور ان جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کی اجازت سے پہلے ہی کھا پی لیا کرتے تھے۔''

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں، حماد بن زید کہتے ہیں جہاں تک مجھے معلوم ہے، انہوں نے اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((عُرَى الْإِسْلَامِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلَاثَةٌ: عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الْإِسْلَامُ مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالصَّلٰوةُ الْمَكْتُوبَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ)) [1]

''اسلام کے حلقے اور دین کی بنیادیں تین ہیں، انہی پر اسلام کی اساس قائم

---

[1] مسند ابی یعلی الموصلی: ٤/ ٢٣٦ حدیث: ٢٣٤٩ (دوسرا نسخہ) ٢/ ٣٧٨ حدیث: ٢٣٤٥؛ المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلی الموصلی: ١/ ٤١-٤٠ حدیث: ٢٠؛ الترغیب والترھیب للاصبھانی: ٢/ ٧٧٩-٧٧٨ حدیث: ١٩٠٥۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب: ١/ ١٦٢ حدیث: ٣٠٥؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ١/ ٢١١ حدیث: ٩٤؛ ضعیف الجامع الصغیر، ٣٦٩٦۔

ہے، جس نے ان تین میں سے کسی ایک کو بھی ڈھادیا وہ اس کا منکر اور کافر ہو گا اور اس کا خون مباح ہو گا۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرض نمازیں (ادا کرنا) اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

اس روایت کو ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ ذکر کیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

((مَنْ تَرَكَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَّقَدْ حَلَّ دَمُهُ وَمَالُهُ))

"جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا، وہ اللہ کا منکر اور کافر ہو گا، اس کی نفل اور فرض (کوئی چیز) قبول نہیں ہوگی، اس کا خون اور مال سب حلال ہو گا۔"

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: ((آمِيْنَ آمِيْنَ آمِيْنَ)) قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ صَعِدْتَ الْمِنْبَرَ فَقُلْتَ آمِيْنَ آمِيْنَ آمِيْنَ۔ فَقَالَ: ((اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَام اَتَانِيْ فَقَالَ مَنْ اَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ قُلْ آمِيْنَ فَقُلْتُ آمِيْنَ))...... [1] الحديث

نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "آمین آمین آمین۔" کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ منبر پر تشریف لے گئے تو آپ نے آمین آمین فرمایا؟ آپ نے جواب دیا: "جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا جو کوئی رمضان کا مہینہ پا کر اپنے لئے مغفرت کا سامان نہ کرے، وہ شخص جہنم میں [2] چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے

---

[1] صحيح ابن خزيمة، حديث:١٨٨٨؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٨٨/٣، حديث:٩٠٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث:٢٣٨٧، ٢٠٢٨۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [2] کیونکہ اس نے فسق و فجور کا راستہ اپنایا، روزہ خوری کی، اللہ کا باغی ہوا۔ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی خلاف ورزی کی اور بابرکت مہینے کی طویل فرصت کو غنیمت نہیں جانا۔ اسے چاہیے تھا کہ توبہ کرتا تا کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا۔

دور رکھے۔ کہو آمین! میں نے کہا آمین......"

اس روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ الفاظ ابن حبان کے ہیں۔

اوپر مذکور روایتوں سے قارئین نے بخوبی جان لیا ہوگا کہ شرعی عذر جیسے سفر، بیماری، بڑھاپے اور عورتوں کو لاحق عوارض جیسے حیض، نفاس، حمل اور دودھ پلانے کے علاوہ کسی بھی عذر یا مجبوری کے بغیر روزہ نہ رکھنا سخت کبیرہ گناہ ہے۔

درحقیقت ایسا شخص دین اسلام کے اہم ترین رکن کے احترام کو پامال کرتا ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو فاسق و فاجر کہا جائے۔ اس کی شہادت کو دنیا میں مردود قرار دیا جائے اور آخرت میں وہ دردناک عذاب اور شدید ترین اذیت کا مستحق ہو، یہ آدمی بجا طور پر اس سزا کا مستحق ہے۔ [1] جو حدیث نمبر ایک کے تحت حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اچانک میرے سامنے کچھ لوگ اپنی ایڑیوں (کے پٹھوں) کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بابت دریافت کیا تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو افطار کی اجازت سے پہلے ہی کھا پی لیا کرتے تھے، یعنی افطار سے پیشتر خواہ چند ہی گھڑی پہلے کھا لیتے تھے، جب چند گھڑی پہلے کھانے والوں کی یہ سزا ہے تو اندازہ کیجیے ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بلا عذر روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور رمضان کا احترام اور حکم خداوندی کا پاس ولحاظ بھی نہیں رکھتے، نہ اس کے رسول کے فرمان کو اہمیت دیتے ہیں، اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان روزہ خوروں کی قرار واقعی سزاؤں سے متنبہ کیا تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو دیکھ لیا کہ ان کی حالت نہایت ابتر تھی۔ بے پناہ کرب اور تکلیف

---

[1] صحیح ابن خزیمة، حدیث:۱۹۸٦؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ١٦/ ٥٣٦، حدیث:٧٤٩١؛ موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان، حدیث:١٨٠٠؛ مستدرك حاکم: ١/ ٤٣٠ وطبع جدید ٢/ ٦٠٦، حدیث:١٥٦٨؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ٨/ ١٥٧، حدیث:٧٦٦٧۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کی شدت سے وہ کتوں کی طرح چیختے تھے۔ بھیڑیوں کی طرح آوازیں نکالتے تھے، فریاد کیلئے چیخ وپکار کرتے تھے، لیکن ان کا کوئی فریادرس اور مددگار نہیں تھا، ان کی ایڑیوں میں سے آگ کے آنکس تھے۔ قصاب کے گوشت کی طرح ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے ان کے منہ سے خون کی دھاریں پھوٹ کر بہہ رہی تھیں۔

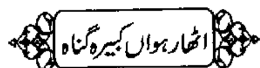
دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ جس نے اسلام کی ان تین بنیادوں میں سے کسی ایک کو ڈھادیا، وہ اس کا منکر اور کافر ہوگا اور اس کا خون حلال ہوگا، رمضان کا شمار ان بنیادی ارکان میں سے تیسرے نمبر پر ہے اور جو شخص اللہ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے کا دم بھرتا ہے، اس کے ہوش ٹھکانے کر دینے کیلئے تنہا یہ روایت ہی کافی ہے۔ [1]

تیسری روایت زبان حال سے کہتی ہے کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کے باوجود اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا، وہ واصل جہنم اور اللہ کی رحمتوں سے دور ہوگا، ظاہر ہے اس شخص کی مغفرت نہ ہونے اور واصل جہنم ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نے روزوں سے منہ موڑا اور بابرکت مہینے میں کتاب وسنت کے حکموں کو پس پشت ڈالا، حالانکہ رمضان کی مقدس ساعتوں میں ایک مسلمان کو زیادہ سے زیادہ روزے کی حالت میں نماز، نوافل اور کلام پاک کی تلاوت اور رمضان کی راتوں میں تراویح کا اہتمام کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ اس لئے ایسے متبرک مہینے کی اہانت اور تذلیل کی جائے، روزہ نہ رکھا جائے اور فسق و فجور اور گناہوں والے کام کیے جائیں۔ العیاذ باللہ! [2]

---

[1] مسند ابی یعلی الموصلی: ٤/ ٢٣٦ حدیث:٢٣٤٩ (دوسرا نسخہ) ٢/ ٣٧٨ حدیث: ٢٣٤٥؛ المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلی الموصلی: ١/ ٤١-٤٠ حدیث:٢٠؛ الترغیب والترھیب للاصبھانی: ٢/ ٧٧٨-٧٧٩ حدیث:١٩٠٥۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترغیب والترھیب: ١/ ١٦٢ حدیث:٣٠٥؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ١/ ٢١١ حدیث:٩٤؛ ضعیف الجامع الصغیر، ٣٦٩٦۔

[2] صحیح ابن خزیمة، حدیث:١٨٨٨؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٣/ ١٨٨، حدیث:٩٠٧؛ موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان، حدیث: ٢٣٨٧، ٢٠٢٨۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔



استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا

مسلمان خوب جانتے ہیں کہ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جو شخص سفر کا سامان اورزاد راہ رکھتا ہو، قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے اس پر حج فرض ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾ ❶

''اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے یعنی (اس شخص پر جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔''

صحیح احادیث جیسے حدیث جبرائیل، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، انہوں نے کہا:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا)) فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ)) ❷

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا: ''لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔'' ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ سائل نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) تم پر حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔''

پوری ملت اسلامیہ اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ہر مستطیع مسلمان پر حج

---

❶ ٣/ آل عمران: ٩٧۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حدیث: ١٣٣٧؛ سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، باب وجوب الحج حدیث: ٢٦٢٠؛ مسند احمد: ٢/ ٥٠٨۔

فرض ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور چونکہ کتاب وسنت اور اجماع امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر آزاد، عاقل، بالغ، صاحب استطاعت پر حج فرض ہے۔ اس لئے کسی عذر کے بغیر اس فرض کو چھوڑنے والا فاسق اور عاصی ہوگا، اس لیے اس نے اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی حکم عدولی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرا یہ ارادہ ہوا کہ ان شہروں میں آدمی بھیج کر یہ معلوم کروں کہ استطاعت کے باوجود کون لوگ حج کو نہیں جاتے۔ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے ان پر جزیہ عائد کروں، اس لیے کہ وہ مسلمان نہیں۔'' [1]

اس نوعیت کی حدیث کسی رائے یا عقل کا نتیجہ نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس کا حکم مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کے صحیح حدیث ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔'' [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ جس شخص کو جسمانی صحت عطا کروں فراغت کے ساتھ روزی دوں، پھر پانچ سال گزر جانے کے باوجود اگر وہ میری طرف (حج کیلئے) نہ آئے تو وہ شخص محروم ہوگا۔'' [3]

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ یہ حرماں نصیب وہ ہے جو پانچ سال گزر جانے کے باوجود حج نہ کرے، خواہ اس سے پہلے اس نے حج

---

[1] یہ حدیث التلخیص الحبیر، کتاب الحج، ۲/ ۴۸۸ طبع جدید۔ کتاب المنتقی فی الاحکام الشرعیة، ۲/ ۲۴۷ حدیث:۱۷۹۲؛ الروضة الندیة، کتاب الحج، ۱/ ۵۴۸؛ تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورة آل عمران، آیت نمبر:۹۷ میں موجود ہے، اس کی سند منقطع ہے۔

[2] الزواجر، عن اقتراف الکبائر، کتاب الحج، ۱/ ۴۳۸، طبع دار المعرفة بیروت۔

[3] الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۹/ ۱۶ حدیث:۳۷۰۳؛ موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان، حدیث:۹۶۰؛ مسند ابی یعلٰی الموصلی: ۲/ ۳۰۴، حدیث: ۱۰۳۱ دوسرا نسخہ: ۱/ ۴۴۴، حدیث: ۱۰۲۷؛ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی، حدیث:۵۵۲؛ سنن الکبری للبیہقی: ۵/ ۲۶۲ وطبع جدید: ۵/ ۴۳۱ حدیث:۱۰۳۹۲۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

کیوں نہ کیا ہو، لیکن جو شخص ہر قسم کی وسعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو۔ ایسا شخص حکم خداوندی کی تضحیک اور اسلام کے ایک عظیم شعار سے گریز کا مرتکب ہوگا، یہ عظیم اسلامی شعار فریضہ حج ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کعبہ کا حکم دیا تھا۔

تنبیہ:

اور یہ جو نماز چھوڑنے اور زکوٰۃ دینے پر کثرت سے وعیدیں آئی ہیں، لیکن روزہ نہ رکھنے اور حج نہ کرنے پر کم وعیدیں آئی ہیں، اس کی حقیقت کا علم تو اللہ کو ہے، لیکن بظاہر اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں لیکن نمازیں نہیں پڑھتے، نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور کثرت سے ایسے نام نہاد مسلمان بھی پائے جاتے ہیں جو حج تو بڑے شوق سے کرتے ہیں، لیکن نماز روزے کے قریب نہیں پھٹکتے، یہ ایسی تلخ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس قماش قسم کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ محض حج کر لینے یا رمضان کے روزے رکھ لینے سے ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے اور انہیں نمازیں پڑھنے یا زکوٰۃ دینے کی حاجت نہیں رہی۔...... یہ شیطان کا وسوسہ اور ابلیس کا مکر ہے، کیونکہ بہت سی ایسی دلیلیں پائی جاتی ہیں جن کی رو سے نماز نہ پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے، پھر اس کا حج یا روزہ کیونکر قابل قبول ہوگا۔

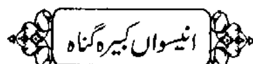
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [1]

"اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور یہی لوگ دوزخ (میں لے جانے) والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اللہ تعالیٰ عمل خیر کی توفیق دے۔

[1] ۲/ البقرۃ:۲۱۷۔



مقابلے کے دن دشمن کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنا

مقابلے کے دن دشمن کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہونا مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! جب (میدان جنگ میں) کفار کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کیلئے پینترا بدلے یا اپنی جماعت میں ملنا چاہے، ان سے پیٹھ پھیرے گا (تو سمجھو کہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، بہت برا ٹھکانا ہے۔''

اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں، جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جیسے:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) [2]

''سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو۔''

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو وہ اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلَى اَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيْهِ الْفَرَائِضُ

---

[1] ٨/ الانفال:١٥، ١٦۔

[2] صحيح بخاری، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ان الذين يأكلون اموال اليتمٰى ظلمًا انما يأكلون فى بطونهم نارًا وسيصلون سعيرًا﴾ (٤/ النساء:١٠) حديث:٢٧٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر وأكبرها حديث:٨٩۔

وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ فَذَكَرَ فِيهِ وَاَنَّ اَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَالْفِرَارُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَرَمْيُ الْمُحْصِنَةِ وَتَعَلُّمُ السِّحْرِ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ...... الى آخر الحديث. [1]

''رسول اللہ ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنن اور دیتوں کا بیان تھا، اس میں یہ بھی درج تھا کہ قیامت کے دن عظیم ترین کبیرہ گناہ یہ ہو گا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی مومن کو ناحق مار ڈالنا، اللہ کی راہ میں لڑی گئی جنگوں میں دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا، والدین کی نافرمانی کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت دھرنا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال ہڑپ کر لینا......الخ

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں، جن کو اختصار کے پیش نظر میں نے درج نہیں کیا۔ جنگ کے دن دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا اس لیے مہلک ہے کہ اس سے صاف بزدلی اور انتہائی کمزوری عیاں ہوتی ہے اور یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔ جن سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے، چنانچہ آپ ﷺ سے یہ دعا منقول ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَالْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الصَّمِّ وَالْبُكْمِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَسَيِّءِ الْاَسْقَامِ)) [2]

---

[1] الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٤/ ٥٠١ حدیث:٦٥٥٩؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث:٧٩٣۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٢/ ١٢١، حدیث: ١٣٤١۔

[2] مستدرك حاکم: ١/ ٥٣٠، وطبع جدید:٢/ ٧٤١ حدیث:١٩٤٤؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٣/ ٣٠٠، حدیث:١٠٢٣؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: حدیث: ٢٤٤٧، ٢٤٤٦۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین (بخاری، ومسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی، بخیلی اور بڑھاپے سے اور سنگ دلی، غفلت، حکم عدولی، دشمنی اور نفاق سے اور نام ونمود اور ریا کاری سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں گونگے بہرے ہونے اور دیوانہ پن، کوڑھ، برص اور بدترین امراض سے۔''

ہر اس مسلمان کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر اور اس کی مشیت پر ایمان رکھتا ہو اور جس کا یہ عقیدہ ہو:

﴿فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [1]

''جب ان کی موت آ جاتی ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔''

ایسے شخص کیلئے جنگ کے میدان سے فرار ہونا ہرگز ہرگز زیب نہیں دیتا جب کہ جنگوں کا نتیجہ کبھی فتح وظفر کی شکل میں نکلتا ہے اور کبھی شکست نصیب ہوتی ہے، لیکن بہر صورت اجر و ثواب اور مقام شہادت سے محرومی ہرگز نہیں ہوتی ہے، حضرت خالد بن ولید نے بستر مرگ پر کیا خوب فرمایا تھا: ''زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کم وبیش سو جنگوں میں میں نے حصہ لیا، میرے جسم پر بالشت کے برابر بھی ایسی جگہ باقی نہیں رہی جہاں نیزوں کے کچوکے یا تیروں کے گھاؤ نہ لگے ہوں، لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ آج میں بستر پر آخری سانسیں لے رہا ہوں۔ کاش بزدلوں کی آنکھیں کھل جاتیں۔'' [2]

حافظ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے، جب مسلمان کسی جنگ میں شریک ہوں اور اپنے سے دوگنا دشمنوں سے ان کا مقابلہ ہو تب بھی دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا ان کیلئے حرام ہوگا سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کیلئے پینترے بدل رہے ہوں یا اپنی جماعت میں ملنا چاہتے ہوں اور اگر دشمن دوگنی تعداد سے بھی زیادہ ہو، تب بھی ان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا میری نظر میں ناپسندیدہ ہوگا، اتنا ضرور ہے کہ میری نظر میں وہ اللہ کے غیظ وغضب کے مستوجب نہیں ہوں گے، اگرچہ پینترا بدلنے یا اپنی جماعت میں ملنے کی غرض سے نہ بھاگے ہوں، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مشہور مسلک ہے۔

---

[1] ۷/ الاعراف: ۳٤۔ [2] اصلاح المجتمع۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلامی جنگوں میں محض اپنی ایمانی قوت، شوق شہادت اور جوش جہاد کی وجہ سے اپنے سے کئی کئی گنا زائد دشمنوں سے بڑھ جاتے تھے اور ان کے دلوں میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں سستی، ناتوانی اور بزدلی کا شائبہ تک نہیں گزرتا تھا۔ موتہ کی لڑائی خدا کے ان اولوالعزم بندوں کی تاریخ کا ایسا ہی روشن باب ہے، جس میں ان کی تعداد صرف تین ہزار تھی، جب یہ ''مُعان'' پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک لاکھ رومی اور اتنے ہی نصرانی عرب ان کی گھات میں ہیں۔ مسلمانوں نے دو راتیں معان میں پڑاؤ ڈال کر گزاریں، وہیں رک کر حالات کا جائزہ لیا، آپس میں مشورہ کیا اور کافی غور وخوض اور بحث و تمحیص کے بعد بالآخر یہ طے کیا کہ دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے چاہییں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر لشکر اسلام میں عزم وحوصلے کی ایک لہر دوڑا دی، آپ رضی اللہ عنہ ان تین سپہ سالاروں میں سے ایک تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی قیادت کیلئے نامزد کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! اللہ کی قسم! جسے تم ناگوار سمجھتے ہو یعنی خدا کی راہ میں شہادت، آخر اسی کیلئے تم گھر سے نکلے ہو، پھر ہم نے لوگوں سے کبھی تعداد، طاقت یا قلت وکثرت کے بل پر جنگ نہیں کی، بلکہ ہماری لڑائی خالص دین کیلئے رہی ہے، اس لیے لوگو! اٹھ کھڑے ہو جاؤ! کیونکہ دو اچھائیوں میں سے کوئی ایک اچھائی ہمیں ضرور مل کر رہے گی، یا تو ہم غالب ہوں گے یا ہمیں شہادت نصیب ہوگی۔''

اس تقریر کا مسلمانوں پر گہرا اثر ہوا کہ انہوں نے یک زبان ہو کر جنگ کے حق میں فیصلہ دیا اور میدان کارزار میں اتر گئے اور بڑی تعداد میں دشمنوں کی فوجوں کا صفایا کیا، ادھر تینوں نامزد سپہ سالار یعنی حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم جن کی قسمت میں شہادت لکھی ہوئی تھی، ایک ایک کر کے شہید ہوئے، دشمن کی فوجوں سے لوہا منوالیا، ان کی اکثریت بھاگنے پر مجبور ہوئی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی اسلامی فوج کو دشمن کے نرغے سے اس طرح نکالا کہ مسلمانوں کی قلت یا ان کی کمزوری کا کسی کو احساس نہیں ہوا۔

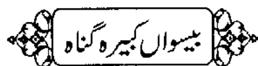
انسانی تاریخ کی یہ حیرت انگیز شجاعت اور بہادری فکر انگیز ہے، جس کی نظیر پہلے یا بعد

میں کہیں نظر نہیں آتی ،غور کرنا چاہیے کہ ایمان سے دل کی دنیا میں کیسی بہار آتی ہے،اسی کے ساتھ ساتھ ان مردان خدا اور آج کے عام مسلمانوں اور مسلم سلاطین اور حکمرانوں کے حالات کا موازنہ کرنا چاہیے ،ان قوی ایمان والوں اور آج کے ان کمزور ایمان والوں کے درمیان پائی جانے والی خلیج روز بروز کیسی وسیع ہوتی جارہی ہے۔اور اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی وجہ سے ان کے دلوں میں بے طاقتی اور بزدلی کہاں تک گھر کر چکی ہے۔اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے جو اس کی معصیت اور سرکشی کیلئے سرگرم ہوتے ہیں۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [1]

''اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔''

[1] ۳۰/ الروم:۴۷۔



امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ [1]

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

اس آیت میں امر کا صیغہ وارد ہے، امر ''وجوب'' کیلئے آتا ہے اور واجب کا ترک کرنے والا کسی شک کے بغیر فاسق ہے، اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا دین اسلام کا اہم فریضہ ہے، البتہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں ان کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ فرض کفایہ ہے، اس کا وجوب بطور کفایہ عائد ہوتا، اس کی دلیل ﴿ولتكن منكم امة...... الخ﴾ آیت میں ''من'' تبعیض کے لئے آیا ہے، یعنی چند مسلمان اگر اس فریضے کو انجام دیں اور دونوں کام (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرتے رہیں تو باقی ماندہ مسلمانوں کے سر سے گناہ کا بوجھ اتر جائے گا، ورنہ تمام مسلمان برابر کے گنہگار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ تَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا

---

[1] ۳/ آل عمران: ۱۰۴۔

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ❶

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے۔ بہت برا کام ہے جو وہ کیا کرتے تھے (اے پیغمبر!) تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ برا ہے (وہ یہ کہ) اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی اس پر ایمان رکھتے تو کبھی ان کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے، لیکن ان میں اکثر نافرمان ہیں۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں اور اس سلسلے کی چند احادیث یہ ہیں:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) ❷

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ (اگر قدرت رکھے تو) اسے ہاتھ سے بدل دے اور جس سے یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنی زبان ہی سے بدل دے

---

❶ ٥/ المآئدة: ٧٨، ٨١۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان، حديث: ٤٩؛ سنن ترمذى، ابواب الفتن، باب ما جاء فى تفسير المنكر باليد أو باحسان أو بالقلب، حديث:٢١٧٢؛ سنن نسائى، كتاب الايمان، باب تفاضل أهل الايمان، حديث: ٥٠١١؛ سنن ابوداود، كتاب الصلاة، باب الخطبة يوم العيد، حديث: ١١٤٠؛ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب ما جاء فى صلاة العيدين، حديث: ١٢٧٥، كتاب الفتن باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر، حديث:٤٠١٣۔

اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو وہ اپنے دل سے (اس کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔"

اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ عُرِضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ رَجُلٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْاُوْلَى فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ سَاَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ الْعَقَبَةَ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ لِيَرْكَبَ قَالَ: ((اَيْنَ السَّائِلُ؟)) قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالَ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ)) [1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں، جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارتے وقت ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس نے کہا یا رسول اللہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے، جب آپ ﷺ نے دوسرے جمرہ کو کنکریاں ماریں تو اس نے پھر پوچھا، آپ ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔ جب آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور سوار ہونے کیلئے رکاب میں پاؤں ڈالا تو فرمایا: "سائل کہاں ہے؟" اس شخص نے عرض کیا میں (حاضر) ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا: "افضل جہاد انصاف والی وہ بات ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے برملا کہہ دی جائے۔"

اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُّوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِي

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حديث: ٤٠١٢، مسند احمد: ٥/ ٢٥٦، ٢٥١۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۵/ ۳۲۰ حدیث: ۴۰۱۲ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

نَصِیبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ تَرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا أُهْلِكُوا جَمِيعًا وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا جَمِيعًا)) 1

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کی حدوں پر قائم ہے اور جو ان حدوں میں سستی کرتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم نے ایک کشتی کے حصے تقسیم کیے، چنانچہ کچھ لوگ اوپر کے حصے میں رہے اور کچھ نیچے کے حصے میں، تو جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے، وہ اوپر چڑھ کر پانی لانے لگے۔ پانی لانے میں اوپر والوں پر ان کا گزر ہوتا، تب نیچے والوں نے کہا ہم نچلے حصے میں سوراخ کر کے پانی لے لیتے ہیں تاکہ اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو۔ اب اگر ان لوگوں نے نیچے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو سب مارے جائیں گے اور اگر انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو سب بچ جائیں گے۔''

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ)) 2

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا، پھر اگر تم اللہ سے دعا بھی کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔''

یہ حدیث حسن ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة والاستهام فیه؟ حدیث: ۲۴۹۳؛ سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب: (۱۲) حدیث: ۲۱۷۳؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۱/ ۱۴۹ حدیث: ۶۷۔

2 سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، حدیث: ۲۱۶۹؛ مسند احمد: ۵/ ۳۸۸۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

وَعَنْ جَرِيْرٍ ﷺ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) 1

''حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سمع و طاعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر استطاعت کی تلقین فرمائی اور ہر مسلمان کیلئے ہمدردی کی (تاکید فرمائی)۔''

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ اَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُوْلُ يَاهٰذَا اِتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِهِ فَإِنَّهُ لَايَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَعَلَى حَالِهِ فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ اَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِى إِسْرَآئِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُوْنَ، تَرَىٰ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ...... اِلَى قَوْلِهِ فَاسِقُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذَنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرَنَّهُ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا)) 2

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے اندر پہلا تنزل یہ رونما ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور اس کو کوئی ناجائز کام کرتے ہوئے دیکھتا تو کہتا اے شخص! اللہ سے

---

1 صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع الامام الناس؟ حدیث:۷۲۰۴؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الدین النصیحة، حدیث:۵۶۔

2 سنن ابوداود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، حدیث:۴۳۳۶؛ سنن ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث:۳۰۴۸؛ مسند احمد: ۱/ ۳۹۱۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ڈر، ایسا نہ کر، یہ تیرے لئے حلال نہیں، پھر جب وہ نہیں مانتا اور اگلے دن اس کی اس آدمی سے ملاقات ہوتی تو اپنے تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے دلوں کو بعضوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھیں کہ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے، جو وہ کرتے تھے۔ تم ان میں سے بہت سے لوگ ایسے دیکھو گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، انہوں نے جو کچھ اپنے لئے آگے بھیجا، وہ برا ہے (وہ یہ کہ) اللہ ان سے ناخوش ہوا اور ان میں اکثر لوگ نافرمان ہیں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید سے فرمایا: ''تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔''

اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا، الفاظ انہی کے ہیں، اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رضي الله عنه قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ (٥/ المآئدہ:١٠٥) وَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ وَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْ عِنْدِهِ)) رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهِ وَلَفْظُ النَّسَائِيِّ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ)) وَفِي

رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْا إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ)) [1]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگو! تم یہ آیت پڑھتے رہو۔ ''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔'' (۵/ مائدہ: ۱۰۵) اور میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں گے لیکن اس کا ہاتھ نہیں پکڑیں گے تو عنقریب وہ وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے انہیں عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔'' اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے نقل کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا اور ابن ماجہ، نسائی اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا، نسائی کے الفاظ یہ ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''جب قوم کوئی برائی دیکھے اور اس کو نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب مسلط فرماتا ہے۔'' ابوداود رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''جس قوم میں معصیت کا کام ہوتا رہے گا اور قدرت رکھنے کے باوجود وہ اس کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے تو بہت جلد وہ وقت آئے گا، جب اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب مسلط فرمائے گا۔''

---

[1] سنن ابوداود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث:٤٣٣٨؛ سنن ترمذي، ابواب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب اذا لم يغير المنكر، حديث: ٢١٦٨ وابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث:٣٠٥٧؛ سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حديث:٤٠٠٥؛ السنن الكبرى للنسائي: ١٠/ ٨٩، ٨٨ حديث:١١٠٩٢؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ١/ ٥٤٠، ٥٣٩، حديث: ٣٠٥، ٣٠٤؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١٨٣٨، ١٨٣٧۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِذَا رَأَيْتَ اُمَّتِي تَهَابُ اَنْ تَقُوْلَ لِلظَّالِمِ يَاظَالِمُ! فَقَدْ تُوُدِّعَ مِنْهُمْ)) [1]

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب تم میری امت کو (اس حال میں) دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرتی ہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔“

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور کہا اس کی اسناد صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَسْلِيْمُكَ عَلَى اَهْلِكَ فَمَنِ انْتَقَصَ شَيْئًا مِّنْهُنَّ فَهُوَ سَهْمٌ مِنَ الْاِسْلَامِ يَدَعُهُ وَمَنْ تَرَكَهُنَّ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهُ)) [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی پرستش کرو کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ، پابندی سے نماز پڑھو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، حج کرو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، اپنے گھر والوں کو سلام کرو، جس نے ان میں سے کسی ایک کو کم کیا، وہ اسلام کے ایک حصے کو کم کرے گا اور جس نے ان سب کو ترک کیا، اس نے اسلام سے اپنی پیٹھ پھیر لی۔“

اس روایت کو حاکم نے نقل کیا ہے۔

---

[1] مستدرك حاكم: ٤/ ٩٦، وطبع جديد: ٧/ ٢٥١٦ حديث:٧٠٣٦؛ مسند احمد: ٢/ ١٩٠، ٢/ ١٦٣؛ مسند البزار، (كشف الاستار)٤/ ١٠٥، حديث:٣٣٠٢؛ شعب الايمان للبيهقي: ١٠/ ٤٥، حديث:٧١٤١، ٧١٤٠۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے:ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ١٠٤، حديث: ١٣٩٢؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٢/ ٤٥، حديث:٥٧٧۔

[2] مستدرك حاكم: ١/ ٢١ طبع قديم وطبع جديد: ١/ ٢٨، حديث: ٥٣: شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٥٨٢، ٥٨١، حديث: ٢٣٢٤؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ١/ ٦٥١، حديث: ٣٣٣۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ)) [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا، ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی، بھلائی کا حکم نہیں دیا، نہ برائی سے منع کیا۔''

اس روایت کو احمد اور ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا۔ الفاظ ترمذی کے ہیں، نیز ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا۔

مندرجہ بالا آیتوں اور روایتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا دین اسلام میں کیا درجہ اور مرتبہ ہے اور پہلے مذاہب میں ان دونوں کاموں کو کیا اہمیت حاصل تھی، اس لئے اس آیت لعن الذین کفروا الخ سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں کام پہلے بھی فرض تھے، کسی دین یا کسی قوم کو اس عظیم المرتبت کاموں کے بغیر قرار اور استقامت نصیب نہیں ہوئی اور جس قوم نے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا، ان پر ہمہ گیر عذاب مسلط ہو کر رہا، رہی پچھلی قومیں تو جو لوگ قرآن پاک پڑھتے اور سنتے ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان قوموں پر کون سا عذاب آیا۔ ان میں کتنوں کو اللہ نے دریا میں ڈبو دیا، کتنوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا، کتنوں کو زوردار چیخ کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں کتنے ایسے تھے جن کی صورتوں کو مسخ کر کے انہیں بندر اور سور بنا ڈالا؟

اور رہی موجودہ امت تو اس نے بالخصوص پچھلی کئی صدیوں سے جیسے آپس میں یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پس پشت ڈال کر بیٹھ رہے گی، ورنہ آج دیکھ لیا جائے کہ حکومت سعودیہ عربیہ کو چھوڑ کر دیگر مملکتوں کے سلاطین، رؤسا اور امرا مذکورہ دونوں فریضوں کی انجام دہی سے یکسر غافل ہیں، ان کے زیر نگیں ملکوں میں منکرات اور مہلک کبیرہ

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۲۵۷؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان، حديث: ۱۹۲۱؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ۲/ ۲۰۵ حديث: ۴۵۸؛ موارد الظمآن، حديث: ۱۹۱۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

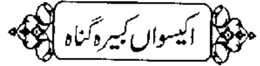
گناہوں کا سیلاب برپا ہے، شراب نوشی، زنا کاری، جوئے بازی اور سود خوری کا بازار گرم ہے، پھر ان ملکوں میں بہت بڑے پیمانے پر نام نہاد آزادی کے پردے میں فواحش اور منکرات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہاں کی اکثریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو برا کہتی ہے، (نعوذ باللہ) دین اور شرع متین کا مذاق اڑاتی ہے اور کوئی انہیں باز رکھنے یا برائی سے روکنے والا نہیں۔ لیکن دوسری طرف اگر کوئی سلطان، حاکم وقت، صدر نشین یا ملک کے لیڈر کے خلاف زبان کھولے اور کتنی ہی حق بات کیوں نہ کہہ دے، اسے پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں، اس قسم کے قیدیوں سے جیلیں بھری پڑی ہیں، اور طرفہ یہ کہ اکثر بے گناہ ان اذیت گاہوں کی بھینٹ چڑھتے ہیں اور حق کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، حکومت وقت یا ملکی سیاست پر صحت مند تنقید کی وجہ سے بربریت کا نشانہ بنتے ہیں، اس لیے کہ اس حقیقت پر مبنی تنقید سے سیاست کی چشم و ابرو پر بل آتا ہے اور پھر آہنی زنجیریں کھنک اٹھتی ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ یہ امت اپنی جھوٹی آن پر مٹتی ہے، لیکن شریعت مطہرہ کا اس کے نزدیک کوئی پاس ولحاظ نہیں، بلکہ ان نادانوں نے اس پاکیزہ دستور کو ملحدوں، گمراہوں اور آزاد خیال انسانوں کے ہاتھوں کھلونا بنا دیا ہے، جن کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی احترام نہیں، بھلا ایسی امت کیوں کر فلاح پائے گی اور خوش بختی اور عزت و احترام اسے کیوں کر نصیب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشتر مسلم اقوام کو رسوائی اور پھوٹ میں مبتلا کیا اور دشمنوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رکھا ہے۔ آج مسلمانوں کی حالت زار کا کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ اطراف عالم میں ان پر عرصۂ حیات تنگ ہے، دشمن قومیں لقمہ تر کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ دنیا کا چپہ چپہ ان کے خون سے رنگین ہے، ان کی املاک، مال غنیمت سمجھ کر لوٹی جا رہی ہیں، ان کے بال بچے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو رہے ہیں اور بے گناہ مسلمانوں کو آہنی سلاخوں کے پیچھے زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے۔ کیا یہ سب اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت کا نتیجہ نہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان مسلم قوموں نے کتاب و سنت سے منہ موڑ کر ایسے آئین اور قوانین سے رشتہ جوڑا جن کا تعلق دائیں یا بائیں بازوں

کے درآمد شدہ افکار سے ہے اور جیسے ان کی دانست میں ان نظریات میں وہی ہدایت، راہنمائی ہمدردی اور غم خواری کا جوہر نمایاں ہے جو کتاب وسنت کا خاصہ ہے؟

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کیلئے ہدایت طلب کرتے ہیں۔



ترک سنت اور اس پر اصرار

بلاشبہ کہ اللہ رب العزت نے انبیا ورسل کو مبعوث فرمایا۔ بعض نبیوں اور رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور نبوت و رسالت کے اس زریں سلسلے کو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ذریعے سے ختم فرمایا۔ آپ ﷺ پر قرآن پاک جیسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی۔ عقائد، عبادات، معاملات، حدود جرائم اور ان کی سزائیں، شرعی احکام اور فیصلے اور اخلاق و آداب سے متعلق انسانی ضرورت کے تمام مسائل اس کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی رو سے اس عظیم المرتبت کتاب کی پیروی کو فرض قرار دیا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ ❶

''لوگو! یہ (قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے رفیقوں کی پیروی نہ کرو، مگر تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ ❷

''اور یہ (قرآن بھی) ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے نازل کیا ہے، جو برکت والی ہے، اس کی پیروی کرو اور پرہیز گار رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

پھر کتاب اللہ کی پیروی کی فرضیت کے ساتھ امر و نہی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ان الفاظ میں تاکید فرمائی:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ ❸

---

❶ ۷/ الاعراف: ۳۔ ❷ ٦/ الانعام: ۱۵۵۔ ❸ ۵۹/ الحشر: ۷۔

''اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

پیغمبر کی تابعداری اور اطاعت کا حکم بہت سی آیات میں وارد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ ❶

''اور اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

آنحضرت کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ ﴾ ❷

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ وہ (رسول ﷺ) تم کو ایسے کام کی طرف بلاتے ہیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔''

رسول کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾ ❸

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔''

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ❹

''آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دم بھرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ کو بخش دے گا۔''

اور خلاف ورزی پر وعید فرمائی:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ ❺

---

❶ ٣/ آل عمران:١٣٢۔ ❷ ٨/ الانفال:٢٤۔
❸ ٤/ النسآء:٨٠۔ ❹ ٣/ آل عمران:٣١۔ ❺ ٢٤/ النور:٦٣۔

”اور جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے
کہ ان پر کوئی آفت آ پڑے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔“

① حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ بَعْدِي عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [1]

”تمہیں چاہیے کہ میری سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور میرے بعد کے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور دیکھو نئی باتوں (بدعتوں) سے بچتے رہنا، کیوں کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔“

اس روایت کو ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) [2]

”جس نے میری سنت سے اعراض کیا، وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری ملت اور میرے طریق پر چلنے والوں میں نہ ہوگا)۔“

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

③ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ فرما رہے تھے:

---

[1] سنن ابوداود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، حديث:٤٦٠٧؛ سنن ترمذي، ابواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث:٢٦٧٦؛ سنن ابن ماجه، ابواب السنة باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، حديث:٤٣؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١/ ١٧٨؛ حديث:٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث:٥٠٦٣؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه ووجد مؤنة، حديث:١٤٠١۔

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ)) ❶

''میں تمہیں ایک اجلی روشن (شریعت) پر چھوڑے جا رہا ہوں، اس کی رات اس کے دن کی طرح روشن ہے، اس سے کج روی کرنے والا ہی ہلاک ہوگا۔''

اس روایت کو ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ کتاب السنہ میں نقل کیا ہے۔

④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُسْتَجَابٌ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ عَلَى أُمَّتِي بِالْجَبَرُوتِ لِيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّ اللّٰهُ وَيُعِزَّ مَنْ أَذَلَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ حُرْمَةَ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِلسُّنَّةِ)) ❷

''چھ آدمی وہ ہیں جن پر میری طرف سے لعنت ہے، نیز اللہ کی اور اس کے ہر مستجاب الدعوات پیغمبر کی لعنت ہے، کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا، تقدیر

---

❶ کتاب السنة لابن ابی عاصم، حدیث:٤٩، ٤٨؛ سنن ابن ماجه، ابواب السنة باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، حديث:٤٣؛ مستدرك حاكم: ١/ ٩٦ وطبع جديد: ١/ ١٤٢، حديث:٣٣١، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب:١/ ١٣٢، حديث:٥٩؛ اور حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ١/١٠١ حدیث:٤٣ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ❷ سنن ترمذی، ابواب القدر، باب اعظام امر الايمان بالقدر، حديث:٢١٥٤؛ مستدرك حاكم، ١/ ٣٦ وطبع جديد: ١/ ٤٨ حديث: ١٠٢ و٢/ ٥٢٥ وطبع جديد: ٤/ ١٤٧٣، حديث: ٣٩٤٠ و٤/ ٩٠ وطبع جديد: ٧/ ٢٥٠٨ حديث:٧٠١١؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، ١٣/ ٦٠ حديث: ٥٧٤٩؛ موارد الظمآن، حديث:٥٢؛ المعجم الكبير للطبرانی، ٣/ ١٢٧، ١٢٦، حديث: ٢٨٨٣؛ المعجم الاوسط للطبرانی، ١/ ٤٥٣، حديث:١٦٦٧؛ كتاب السنة لا ابن ابی عاصم (مع ظلال الجنة)، حديث: ٣٣٧، ٤٤ وطبع جديد: ١/ ٦٣ حديث: ٤٤ و١/ ٢٤٢، ٢٤١ حديث: ٣٤٦۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ محقق العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے ترجمہ و تحقیق شرح حدیث جبریل صفحہ:٣٢ طبع مکتبہ اسلامیہ۔

الٰہی کو جھٹلانے والا، میری امت پر طاقت اور جبر کے ذریعہ مسلط ہونے والا، جس کا مقصد یہ ہو کہ جسے اللہ نے عزت دی وہ اسے ذلیل کرے یا جسے اللہ نے ذلیل کیا وہ اسے عزت دلانے کے درپے ہو اور اللہ کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو حلال ٹھہرانے والا اور میرے خاندان اور ہم مشربوں کے بارے میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے انہیں حلال سمجھنے والا (مثلاً) انہیں زبانی یا حسی اذیت پہنچانے والا، ان کے بارے میں فاسد نظریات اور لغو خیالات کو ہوا دینے والا سنت کو چھوڑنے والا۔“

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، میں اس میں کسی علت کو نہیں جانتا۔ ترغیب وترہیب میں اسی طرح درج ہے۔

پہلی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو اللہ کی کتاب اور اپنی اسی سنت پر پوری کوشش اور لگن سے عمل کرنے کی تلقین فرمائی جو نبی کریم ﷺ کے اقوال و اعمال اور آپ کی تقریر سے عبارت ہے، آپ نے ان پر اتنی سختی سے کاربند ہونے کی تلقین کی، جیسے کوئی شخص اپنے دانتوں سے کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ان لوگوں کے بارے میں سخت وعید ہے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنی ملت اور اپنے طور طریق سے یکسر جداگانہ قرار دیا ہے۔ جو سنتوں سے انکار اور اعراض کرتے ہیں۔ تیسری حدیث اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ جو شخص دین حق سے یعنی کتاب و سنت سے تجاوز کرتا ہے وہ گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں گرتا ہے اور اس کا انجام ہلاکت اور عذاب کی شکل میں اس کو مل کر رہے گا۔

چوتھی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنت نبوی ﷺ کا تارک ملعون ہے، جیسے اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا اور اس کی تقدیر کا منکر لائق ملامت ہے۔

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی ایک سنت سے منہ موڑ کر اس کو چھوڑ دینے والا، اپنی ہوا و ہوس کو اس پر ترجیح دینے والا اور اس پر اصرار کرنے والا کبیرہ

گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، گو کہ یہی سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ مثلاً وہ شخص بالضرور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا، جو سنت سے منہ موڑ کر نکاح سے پہلو تہی کرے، جمعہ، نماز با جماعت یا وتر کی نماز نہ پڑھے، لیکن جو شخص کسی عذر جیسے تنگ دستی عورتوں سے بے رغبتی یا علمی مشغولیت کی وجہ سے نکاح نہ کرے، وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص کبھی کبھی جمعہ، نماز با جماعت یا وتر کی نماز نہ پڑھے، اس کا شمار بھی اس وعید میں نہیں ہوگا۔ قارئین کی مزید معلومات کیلئے ہم ذیل میں علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت درج کرتے ہیں۔ شیخ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کو بعینہ نقل کیا ہے۔

مندوب پر پوری بصیرت کے ساتھ غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اس کی حقیقت واجب کے خادم اور معاون کی ہے، کیونکہ مندوب یا تو واجب سے پہلے آ کر اس کا پیش خیمہ بنتا ہے یا اس کے پیچھے پیچھے اسے اجاگر کرتا ہے، کبھی وہ اسی واجب کی جنس سے ہوتا ہے، کبھی اس سے الگ ہوتا ہے۔ مندوب جو واجب کی نوعیت کا ہوتا ہے، اس کی مثال فرض نمازوں سے وابستہ نفل نمازیں ہیں۔ اسی طرح نفلی حج اور دیگر فرائض سے متعلقہ نوافل ہیں۔ واجب کی نوعیت سے جداگانہ مندوب کی مثال جیسے حدث کے بعد بدن، کپڑے اور جائے نماز کی پاکی ہے۔ (واضح ہو کہ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے) دیگر ائمہ کے نزدیک یہ چیزیں نماز صحیح ہونے کی شرطیں ہیں، علی ہذا نماز کے وقت لباس سے آراستہ ہونا، نماز کے علاوہ دیگر کام جیسے افطار میں عجلت، سحر میں تاخیر، لایعنی چیزوں سے زبان کی حفاظت، روزے رکھنا، وغیرہ بھی انہی میں داخل ہے۔ مختصر یہ کہ یہ چیزیں اگرچہ اپنے سے قریبی فرائض کی جنس سے تعلق نہیں رکھتیں، تاہم ان کی تقویت اور تاکید کا کام انجام دیتی ہیں، جیسے سحری میں تاخیر سے روزوں میں آسانی ہوتی ہے۔ مسلسل روزے رکھنے میں دشواری نہیں ہوتی اور اس لیے بھی کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام وہی ہے جسے تھوڑا کیا جائے، لیکن پابندی کے ساتھ کیا جائے۔

دوسری بات جس سے آگاہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کو بھی صاف صاف بیان کیا ہے کہ مندوب کا تعلق فرد واحد سے نہیں بلکہ افراد سے ہوتا ہے۔ یعنی جن مؤکدہ سنتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی، یا جن پر آپ کا عمل رہا،

لیکن کبھی آپ نے اس کو چھوڑ دیا، ایسی سنت کو اگر کوئی کبھی کبھی یا زیادہ تر چھوڑ دے تو جائز ہے، لیکن سرے سے بالکلیہ اس کو چھوڑ دینا جائز نہیں۔ نہ کسی بستی والوں کو اجتماعی طور پر اسے چھوڑ دینا چاہیے، مثلاً اذان ترک کرنے کی اجازت کسی فرد کو بالکلیہ نہیں ہوگی، نہ پوری بستی والوں کو یکلخت چھوڑ دینے کی گنجائش ہوگی، ورنہ ان کے خلاف چڑھائی کی جائے گی، اسی طرح کسی کو جماعت چھوڑ دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ❶

---

❶ جماعت ترک کر دینے پر حسب ذیل احادیث میں وعیدیں وارد ہیں۔

۲۲۲: (الف) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں۔ کہ ایک نابینا صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کوئی رہبر نہیں جو مجھے مسجد لے جائے، کیا مجھے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ جانے لگے تو آپ نے انہیں بلا کر پوچھا: ''کیا تم اذان سنتے ہو؟'' انہوں نے کہا، ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب تم اس آواز پر لبیک کہو۔'' ❶

(ب) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ (آپ نے) فرمایا جسے اس بات سے مسرت ہوتی ہے کہ کل اللہ سے اس کی ملاقات اس طرح ہو کہ وہ مسلمان رہے تو اسے ان نمازوں کو وہاں پابندی سے ادا کرنا چاہیے، جہاں ان کیلئے اذانیں دی جاتی ہیں۔ (یعنی مسجدوں میں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کیلئے سنن ہدیٰ (قوانین ہدایت) جاری کر دیے ہیں اور مسجدوں میں ان نمازوں کا ادا کرنا بھی قوانین ہدایت میں داخل ہے، اب اگر اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے تو سنت نبوی کی خلاف ورزی کرو گے اور سنت نبوی کو ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ❷ ......(الخ)

(ج) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے: ''جس کسی بستی میں تین آدمی ہوں اور اس کے باوجود وہ نماز کے لیے جماعت نہیں کھڑی کریں گے تو ان پر شیطان چھا جائے گا، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا اس بکری کو ہڑپ کر لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔'' ❸ (احمد ابوداود) نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا اور حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس کو بیان کیا۔ ❹ رزین نے اپنی جامع میں اتنا اضافہ کیا ہے، انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چٹ کر جاتا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء، حدیث: ٦٥٣؛ سنن نسائی، کتاب الامامة، باب المحافظة علی الصلوات، حیث ینادی بهن، حدیث: ٨٥١۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدی، حدیث: ٦٥٤؛ سنن ابوداود، کتاب الصلاة، باب فی التشدید فی ترك الجماعة، حدیث: ٥٥٠۔ ❸ مسند احمد: ٥/ ١٩٦؛ سنن ابوداود، کتاب الصلاة، باب التشدید فی ترك الجماعة، حدیث: ٥٤٧؛ سنن نسائی، کتاب الامامة، باب التشدید فی ترك الجماعة، حدیث: ٨٤٨؛ صحیح ابن خزیمة، حدیث: ١٤٨٦؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٥/ ٤٥٨، حدیث: ٢١٠١؛ مستدرك حاکم: ١/ ٢١١؛ وطبع جدید: ١/ ٣١٧، =

لیکن کبھی آپ نے اس کو چھوڑ دیا، ایسی سنت کو اگر کوئی کبھی کبھی یا زیادہ تر چھوڑ دے تو جائز ہے، لیکن سرے سے بالکلیہ اس کو چھوڑ دینا جائز نہیں۔ نہ کسی بستی والوں کو اجتماعی طور پر اسے چھوڑ دینا چاہیے، مثلاً اذان ترک کرنے کی اجازت کسی فرد کو بالکلیہ نہیں ہوگی، نہ پوری بستی والوں کو یکلخت چھوڑ دینے کی گنجائش ہوگی، ورنہ ان کے خلاف چڑھائی کی جائے گی، اسی طرح کسی کو جماعت چھوڑ دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ [1]

---

[1] جماعت ترک کر دینے پر حسب ذیل احادیث میں وعیدیں وارد ہیں۔

۲۲۲: (الف) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں۔ کہ ایک نابینا صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کوئی رہبر نہیں جو مجھے مسجد لے جائے، کیا مجھے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ جانے لگے تو آپ نے انہیں بلا کر پوچھا: ''کیا تم اذان سنتے ہو؟'' انہوں نے کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تم اس آواز پر لبیک کہو۔'' ❶

(ب) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ (آپ نے) فرمایا جسے اس بات سے مسرت ہوتی ہے کہ کل اللہ سے اس کی ملاقات اس طرح ہو کہ وہ مسلمان رہے تو اسے ان نمازوں کو وہاں پابندی سے ادا کرنا چاہیے، جہاں ان کیلئے اذانیں دی جاتی ہیں۔ (یعنی مسجدوں میں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کیلئے سنن ہدیٰ (قوانین ہدایت) جاری کر دیے ہیں اور مسجدوں میں ان نمازوں کا ادا کرنا بھی قوانین ہدایت میں داخل ہے، اب اگر اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے تو سنت نبوی کی خلاف ورزی کرو گے اور سنت نبوی کو ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ❷ ......(الخ)

(ج) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے: ''جس کسی بستی میں تین آدمی ہوں اور اس کے باوجود وہ نماز کے لیے جماعت نہیں کھڑی کریں گے تو ان پر شیطان چھا جائے گا، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا اس بکری کو ہڑپ کر لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔'' ❸ (احمد ابوداود) نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا اور حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس کو بیان کیا۔ ❹ رزین نے اپنی جامع میں اتنا اضافہ کیا ہے، انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چٹ کر جاتا ہے۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب يجب اتيان المسجد على من سمع النداء، حديث: ٦٥٣؛ سنن نسائي، كتاب الامامة، باب المحافظة على الصلوات، حيث ينادى بهن، حديث: ٨٥١۔ ❷ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى، حديث: ٦٥٤؛ سنن ابوداود، كتاب الصلاة، باب في التشديد فى ترك الجماعة، حديث: ٥٥٠۔ ❸ مسند احمد: ٥/ ١٩٦؛ سنن ابوداود، كتاب الصلاة، باب التشديد فى ترك الجماعة، حديث: ٥٤٧؛ سنن نسائي، كتاب الامامة، باب التشديد فى ترك الجماعة، حديث: ٨٤٨؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٤٨٦؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٥/ ٤٥٨، حديث: ٢١٠١؛ مستدرك حاكم: ١/ ٢١١؛ وطبع جديد: ١/ ٣١٧، =

نزدیک یہ ہے کہ نسل کی افزائش ہو اور نوع انسانی کی بقا اور تحفظ ہو سکے اور اگر نکاح کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے تو دین کی اساس پر کاری ضرب لگے گی لیکن کسی کسی وقت اس سے گریز کی صورت میں اتنا زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا۔

سنت نبوی ﷺ کو ترک کرو گے تو گمراہ ہو جائے گے۔ [1]

اس میں شک نہیں کہ زاویہ نظر شارع کے احکام اور اس کے ارشادات کی تکمیل میں ممد و معاون بنتا ہے، خواہ تعمیل کا مطالبہ انتہائی لازم ہو یا اتنا لازم اور ضروری نہ ہو۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ اوپر کی سطروں میں ہم نے جن سنتوں کو بیان کیا کہ ان پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ان کو بہ اصرار ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

لیکن اگر کوئی سنت کے لائق حجت ہونے سے انکاری ہو، جیسے پاک و ہند کے نام نہاد اہل قرآن نے حدیث کی حجت سے انکار کیا اور اس سے متاثر ہو کر بعض عربوں اور لیبیا کے صدر نشین نے بھی برملا ان کی حامی بھری، تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت صحیح احادیث اور سنتوں پر عمل نہ کرنا، ان پر عمل کو واجب نہ ماننے کا عقیدہ رکھنا اور صرف قرآن کریم سے استدلال پر اکتفا کرنا بلا شبہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [2]

''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں، بلکہ دل و جان سے اس کو قبول کر لیں۔''

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب صلاۃ الجماعة من سنن الهدی، حدیث: ٦٥٤؛ سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فی التشدید فی ترك الجماعة، حدیث: ٥٥٠۔

[2] ٤/ النسآء:٦٥۔ [3] ٢٤/ النور:٦٣۔

''تو جولوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آئے یا کوئی دردناک عذاب ان پر نازل ہو جائے۔''

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں (ان کی بھی اطاعت کرو) پھر اگر کسی معاملے میں باہم اختلاف ہو جائے تو اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔''

غور کرنا چاہیے کہ رسول ﷺ کی اطاعت مستقل حیثیت رکھتی ہے، اسی لیے باری تعالیٰ نے اس کو علیحدہ ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوا ﴿ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ اور رسول کی اطاعت کرو، لیکن چونکہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے، اس لئے ہر دو فعل کو حرف عطف کے ذریعے جوڑ دیا اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى)) قِيلَ وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ ((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى)) [2]

''میری ساری کی ساری امت جنت میں جائے گی، لیکن جس نے انکار کیا وہی جنت میں نہیں جائے گا'' کسی نے عرض کیا اور کون انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

یہ اور اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اور صحیح احادیث وارد ہیں۔ جن سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرے گا، مسلمان نہیں ہوگا اور چونکہ اللہ کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] ٤/ النسآء: ٥٩۔ [2] صحيح بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب، والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: ٧٢٨٠۔

اطاعت ہی کی دوسری صورت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو آتش دوزخ میں سدا جلنے کی وعید سنائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ❶

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہو جانے کے بعد پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے گا تو اسے ہم اسی طرف لے جائیں گے جس طرف جانا اس نے پسند کیا ہے اور بالآخر اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔''

اب یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی تعمیل نہیں کرے گا، سنت نبوی ﷺ کے مطابق فیصلوں پر کاربند نہ ہوگا اور نہ احادیث مقدسہ کو لائق حجت تسلیم کرے گا، ایسا آدمی رسالت مآب ﷺ پر ایمان رکھنے والا متصور نہیں ہوگا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر بھی اس کا ایمان نہیں ہوگا۔ نہ کلمہ شہادت پر اس کا ایمان درست ہوگا، جس کا وہ اقرار کرتا ہے۔ کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

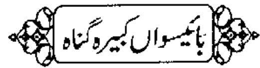
﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴾ ❷

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لیے آگ کی لپٹیں تیار کر رکھی ہیں۔''

اور نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

---

❶ ٤/ النسآء: ١١٥۔ ❷ ٤٨/ الفتح: ١٣۔


بائیسواں کبیرہ گناہ

دین میں بدعت کا آغاز کرنا

جو شخص دین میں کوئی غلط طریقہ ایجاد کرتا ہے اور لوگ اس کی دیکھا دیکھی اس کی پیروی کرتے ہیں، ایسا شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، یہ اوّلین شخص اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی بوجھ اٹھائے گا، اسی طرح کسی نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اس کو طریقہ ایجاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو آئندہ اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے، لیکن ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اس کی دلیل حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے:

فرماتے ہیں:

"ایک روز دن کے ابتدائی حصے میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، کہ چند اشخاص برہنہ پا، ننگے بدن، بالوں کی کفنیاں پہنے، تلواریں لٹکائے حاضر ہوئے، ان میں اکثر قبیلہ مضر کے افراد تھے، بلکہ سب ہی لوگ قبیلہ مضر کے تھے، ان کی محتاجی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر غم کے آثار نمودار ہوئے، آپ فوراً کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں باہر آ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حسب ارشاد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اقامت کہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد تقریر کی۔ ابتدا میں ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ [1] اور سورہ حشر کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ [2] تلاوت فرمائی اور فرمایا: "آدمی کو دینار، درہم، ایک صاع گیہوں، ایک صاع چھوارے خیرات کرنا چاہیے، آخر میں فرمایا (دوزخ سے) بچو، اگر چہ چھوارے کا ایک

[1] ٤/ النساء: ١۔ [2] ٥٩/ الحشر: ١٨۔

ٹکڑا دے کر ہی بچو۔" اتنے میں ایک انصاری درہموں کی ایک اتنی بھاری تھیلی لے کر آئے کہ ان کے ہاتھ سے اٹھ نہ سکتی تھی اور پھر پے در پے لوگوں نے صدقے کا مال لانا شروع کیا، تھوڑی دیر میں دو ڈھیر ایک کپڑوں کا اور دوسرے طعام کا اکٹھا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک کندن کی طرح چمکتا نظر آنے لگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اس کو اس طریقے کے ایجاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو آئندہ اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے، لیکن ان لوگوں کے ثواب میں کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا، اس پر ایجاد کرنے کا وبال بھی ہوگا اور ان لوگوں کا بھی عذاب ہوگا جو آئندہ اس طریقے پر عمل کریں گے، مگر عمل کرنے والوں کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔" [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلاَّ كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ لاَوَّلِ كِفْلٍ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)) [2]

"جو آدمی بھی مظلوم مارا جاتا ہے، اس کے خون کا کچھ بوجھ حضرت آدم کے اس پہلے بیٹے پر ضرور پڑتا ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔"

آدم کے فرزندوں کی بابت خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث، على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة وانها حجاب من النار، حديث: ١٠١٧؛ سنن نسائی، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة، حديث: ٢٥٥٥؛ سنن ابن ماجه، ابواب السنة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة، حديث ٢٠٣؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب فيمن دعا الى هدى فاتبع أو الى ضلالة، حديث: ٢٦٧٥۔

[2] صحيح بخاری، كتاب الاعتصام، بالكتاب والسنة، باب اثم من دعا الى ضلالة أو سن سنة سيئة، حديث: ٧٣٢١؛ صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب بيان اثم من سنّ القتل، حديث: ١٦٧٧؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء ان الدال على الخير كفاعله، حديث: ٢٦٧٣۔

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ [1]

''اور تم ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناؤ، جب دونوں نے اللہ کی جناب میں نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی، اس پر (قابیل نے ہابیل سے) کہا کہ میں یقیناً تجھے قتل کر دوں گا ہابیل نے کہا کہ اللہ صرف پرہیز گاروں کی نیاز قبول کرتا ہے...... اس پر اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا، چنانچہ اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا۔ پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔''

اس آیت اور پہلے گزری ہوئی دونوں حدیثوں سے اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ برا طریقہ ایجاد کرنے والا بھاری (کبیرہ) گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قاتل کے گناہ کا مساوی حصہ قابیل کے سر ڈالا، اس لیے کہ ناحق قتل کی داغ بیل سب سے پہلے اسی نے ڈالی ہے...... چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی صراحت ملتی ہے۔

گزشتہ سطروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر محرم اور صفر کے مہینوں میں جو ماتم برپا ہوتا ہے، شرک کے بعد یہ بھی گناہ کبیرہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے کہ یہ نالہ و شیون اور ماتم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف ایک نئی گھڑی ہوئی چیز ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر جن بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، باہوش طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے، ان بدعات میں سے کچھ تو یہ ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ نام نہاد چاہنے والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوانگ بھرتے ہیں۔ کسی آدمی، یا رہبر، یا دوسری کسی

---

[1] ٦/ المآئدة: ٢٧، ٣٠۔

چیز سے ان کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اس کی گردن کٹی ہوتی ہے، آس پاس سرخ رنگ لگا ہوتا ہے، سینے اور پورے بدن پر خون کی طرح کوئی مادہ بہا ہوتا ہے۔ کچھ مردوں کو زنانہ لباس پہنا کر کسی کا نام زینب، کسی کا سکینہ اور کسی کا شہر بانو نام رکھ کر چھوڑتے ہیں اور اس طرح اہل بیت اطہار کی نقل کرتے ہیں۔ مرد عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور انہیں قید کی شکل میں دکھاتے ہیں۔ پھر عام مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو دشمنان خدا نے نواسۂ رسول اور ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا؟ اس کے بعد ہی چاروں طرف سے لعنت ملامت اور سب وشتم کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے، یزید پر لعنت کی جاتی ہے، حضرت معاویہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور تمام صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو سخت برا بھلا کہا جاتا ہے۔ ان میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ، آپ کے اہل بیت حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ یہ ماتم اور نالہ وشیون کا رواج شیعہ سنی فساد کی جڑ ہے [1] مسلمانوں میں باہم پھوٹ اور تفرقہ پیدا کرنے کی سازش ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کی تکفیر، ازواج مطہرات پر افترا پردازی اور ان پر سب وشتم کیا جاتا ہے اور اصحاب کرام خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی نقلیں اتاری جاتی ہیں۔

اس لیے ہر عقل مند آدمی جو اس ماتم، اس کی اصلیت اور اس کی غرض وغائت سے واقف ہے، اس کو بھی اس کا اعتراف ہوگا کہ یہ سخت گناہ کبیرہ کے کام ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ یہ گناہ کے کام ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی ہے، کیونکہ اس موقع پر حضرت علی، حضرت حسین اور حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان سے فریاد کی جاتی ہے۔ ان کے ناموں پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور اس طرح غیر اللہ کے لئے نذریں مانی جاتی ہیں۔

جو لوگ عرس کے نام پر پیروں پیغمبروں اور صالحین کی پیدائش کا جشن مناتے ہیں۔ ان کی سالگرہ کے دنوں یا راتوں میں جلسے کرتے ہیں اور مجلسیں منعقد کرتے ہیں، ان کے کاموں

---

[1] سب سے پہلے بنو فاطمیہ نے مصر میں اس ماتم کو رواج دیا۔ فاطمی بظاہر شیعہ تھے، لیکن ان کے اندر کفر اور الحاد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جیسے مختلف گمراہ فرقوں درزیہ، نصیریہ بہائیہ، اسماعیلیہ اور خطابیہ وغیرہ میں یہ جراثیم نمایاں ہیں، ان کے تمام عقائد فاطمیوں کے عقائد کا چربہ ہیں۔ اہل بیت کی جھوٹی ہمدردی اور ان کے مخالفین سے گالی گلوچ، لعن طعن پکار، آہ وزاری اور ماتم وغیرہ۔

کا شمار بھی بدعتوں میں ہوگا، اس لیے کہ ان جلسے جلوسوں میں اس درجہ ماتم اور بے حیائی کے کام ہوتے ہیں، جن سے طبع سلیم اِبا کرتی اور باہوش آدمی ان کو سخت ناگوار سمجھتا ہے۔ کیونکہ عرس فاتحہ خوانی کے ان میلوں ٹھیلوں میں مردوزن کا آزادانہ اختلاط ہوتا ہے۔ نوخیز دوشیزاؤں اور خوبرو نوجوانوں کے بدن ایک دوسرے سے مس ہوتے ہیں، اس پر مستزاد ڈھول تاشے اور شہنائیاں بجتی ہیں، تالیاں پیٹی جاتی ہیں۔ شرکیہ اور کفریہ کلمات بکے جاتے ہیں اور واسطے اور وسیلے ڈھونڈے جاتے ہیں جو سراسر بدعات ہیں۔

ساتھ ہی مذکورہ بالا حدیث میں ہر ایسا شخص بھی داخل ہے جو حکام کیلئے کوئی غلط روش وضع کردے، جیسے رعیت کی دکانوں، کارخانوں اور کھیتی باڑی کی اراضی پر ظالمانہ ٹیکس کے قوانین وضع کردے اور ایسے دستور ایجاد کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہو، ان قوانین میں وہ آئین اور ضابطے بھی داخل ہیں۔ جو کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہیں، لیکن بیشتر ایسے ملکوں میں قانونًا ان کا نفاذ ہے، جو خود کو اسلامی اور مسلم ملک سمجھتے ہیں، حالانکہ ان نام نہاد اسلامی ملکوں کو یہ نہیں معلوم کہ قول اور عمل میں تضاد کھلا ہوا جھوٹ ہے، اس نظام کے جاری کرنے والے خود کو مقنن اور آئین ساز سمجھتے ہیں، جب کہ آئین سازی اور قانون وضع کرنا صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کام ہے، کسی بندے کو اس قسم کا حق حاصل نہیں، پھر کتاب وسنت کے خلاف قوانین بنانا کھلم کھلا کفر ہے۔ خواہ اس میں نفسانیت کا دخل ہو یا مال کا لالچ اس کا سبب ہو یا اس قسم کا کوئی بھی حرام عنصر اس میں شامل ہو، قصہ کوتاہ جو کوئی فسق آمیز، غلط یا گناہ کا کوئی برا طریقہ نکالے گا، ایسا شخص نہ صرف اپنا خمیازہ آپ بھگتے گا، بلکہ اس طریقے کو وضع کرنے والے حکام اور ارباب اقتدار بھی بخشے نہیں جائیں گے اور ان کے گناہوں کی گٹھڑی ہلکی نہیں ہوگی۔

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ بری روش خواہ کوئی اپنائے، اس کے برابر گناہ اس کے پیش رو کو ملے گا بلکہ مل کر رہے گا، خواہ یہ طریقہ اس نے اپنی دانست میں کتنی ہی اطاعت اور بندگی کے جذبے سے ایجاد کیا ہو۔ جیسے نوحہ وماتم کیا ہو، میلے ٹھیلے کی نت نئی راہیں نکالی ہوں، یا قبروں اور مزاروں پر قبے اور گنبد تعمیر کیے ہوں یا نئی نویلی راہیں دنیوی کاموں میں نکالی ہوں، لیکن

ان کے سبب بندگان الٰہی ظلم وزیادتی اور اذیت کا شکار ہوں، جیسے خلاف شرع آئین وضع کیے ہوں تو اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ جیسے دائرہ اسلام میں رہ کر اور مسلمان ہو کر جس کسی نے کوئی نیک راہ نکالی تو وہ خود بھی اجر پائے گا اور جو اس راہ پر چلے گا اس کا اجر بھی اس پہلے شخص کو ملے گا، جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث میں درج ہے کہ جب دیہاتی عربوں کا قافلہ دربار نبوت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سخت فاقہ اور تنگ دستی کے اثرات دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کرنے اور خیرات دینے کی ترغیب دی، اتنے میں ایک صحابی ایک تھیلی اٹھا کر لائے تھیلی میں سونا چاندی اتنا زیادہ تھا جس کی وجہ سے وہ اکیلے اسے اٹھا نہیں پا رہے تھے، انہیں دیکھ کر دوسرے صحابہ کرام بھی دوڑ پڑے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے جس سے جتنا بنا اتنی خیرات کی، یہاں تک کہ ان کے اس جوش وخروش کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مسرت سے دمک اٹھا۔

اسی طرح جو کوئی مسجد، مدرسہ، کنواں، یا شفا خانہ تعمیر کرے گا، کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے گا، مجاہدین پر اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا یا رفاہ عامہ اور بہبود کا کوئی کام کرے گا اور لوگوں سے تعاون کی درخواست کرے گا، تو جو راسخ ایمان والا تعاون میں اس کے ساتھ پہل کرے گا اور کچھ مال خیرات کرے گا، پھر اسے دیکھ کر دوسرے آدمی اس کی پیروی کریں گے اور اس طرح دیکھتے دیکھتے حسب ضرورت مال فراہم کر دیں گے تو جس شخص نے پہل کی ہوگی اور اللہ کیلئے سب سے پہلے خیرات کی راہ نکالی ہوگی، اسے اپنے کیے کا اجر ملے گا۔ ساتھ ہی جو لوگ اس کے نقش قدم پر چلے ہوں گے، ان کا اجر بھی اس کو ملے گا...... اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے حدیث کا وہ مطلب نہیں، جو اہل بدعت مراد لیتے ہیں کہ اس سے بدعت حسنہ کا ثبوت ملتا ہے، حالانکہ اوپر مذکور حدیث کے پس منظر سے بھی اہل بدعت کے اس قول کا رد ہوتا ہے، چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ غریب عرب دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے علاوہ ازیں بدعت سے ڈرانے اور اس سے خوف دلانے کے سلسلے میں متعدد احادیث بھی پہلے سے وارد ہیں۔ جیسے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیکھو

نئی باتوں بدعتوں سے بچتے رہنا، کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔" [1] اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا، نیز دیگر احادیث سے بھی اہل بدعت کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔

تنبیہ:

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ بری روش اپنانا دو وجہ سے گناہ کبیرہ ہے۔

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بری روش کی ایجاد اور اس پر چلنے والوں سب کا گناہ اس پہلے شخص کے سر ڈالا جو طریقہ نکالتا ہے اور بری روش اپناتا ہے اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ اس کا یہ عمل اکبر الکبائر ہے، اس لیے کہ دیگر گناہ کبیرہ کا اثر اس گناہ کے ارتکاب کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس گناہ کا سلسلہ دراز ہوتا ہے اور مسلسل بڑھتا جاتا ہے، لہٰذا دونوں قسم کے گناہوں میں نمایاں فرق ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ آوَى مُحْدِثًا)) [2]

"اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو، جس نے کوئی نیا طریقہ (بدعت کا) نکالا یا کسی

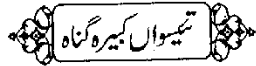
---

[1] سنن ابوداود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، حديث:٤٦٠٧؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث:٢٦٧٦؛ سنن ابن ماجه، ابواب السنةباب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، حديث:٤٣؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ١/ ١٧٨؛ حديث:٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مؤلف نے یہ حدیث الزواجر عن اقتراف الكبائر: ١/ ٢١٠ (طبع دارا المعرفة) سے نقل کی ہے۔ الزواجر کے محقق خلیل مامون شیحا نے اس حدیث کے لیے مسند الربيع بن حبيب (الحديث: ١/ ١٣) کا حوالہ دیا ہے۔ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ راقم الحروف کے نام خط (١٣، ربیع الثانی ١٤٢٦ھ) میں فرماتے ہیں: مسند الربیع بن حبیب نامی کتاب غیر ثابت اور مجہول کتاب ہے اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ((ولعن الله من آوى محدثا)) جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ صحيح مسلم، كتاب الاضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، حديث: ١٩٧٨ ((ومن احدث حدثا أو آوى محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين)) جس نے کوئی بدعت جاری کی یا جس نے بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ سنن ابوداود، كتاب الديات، باب =

بدعتی کو پناہ دی۔''
یہ صحیح حدیث اس کا قطعی ثبوت ہے کہ بدعات کبیرہ گناہ ہیں اور بدعت گڑھنے والا ملامت کے لائق ہے۔
شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ''بدعت کے لحاظ سے بدعت گڑھنے کا گناہ بھی مختلف ہوگا۔'' یعنی جس درجے کی بدعت ہوگی، گناہ کبیرہ بھی اسی درجے کا ہوگا۔ بنابریں راقم عرض کرتا ہے کہ ماتم کی بدعت اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے بعد سب سے بڑی بدعت ہے، اس لیے کہ اس کے اندر اس قدر مفاسد مضمر ہیں، جو نہ صرف مسلمانوں کے عقائد بلکہ اسلامی شریعت اور عقل سلیم کے بھی سراسر خلاف ہیں، لیکن یہ بدعت رجب اور شعبان درست ہے، ان نفلی نمازوں کی طرح نہیں ہوگی۔ جن کے بڑے بڑے فضائل گڑھ کر بیان کئے جاتے ہیں، اس لیے کہ یہ نمازیں اگر چہ بدعت میں داخل ہیں اور ان کے گڑھنے والے برا طریقہ ایجاد کرنے کے مرتکب ہیں، لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو ماتم، میلاد اور عرس کی بدعت سے اس کی حیثیت فروتر ہے۔

= ایقاد المسلم، بالکافر، حدیث: ٤٥٣٠؛ سنن نسائی، کتاب القسامة، باب القود بین الأحرار والممالیك فی النفس، حدیث: ٤٧٣٨؛ مسند احمد: ١/ ١٢٢۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: اسی طرح صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب ما یکره من التعمق والتنازع فی العلم الغلو فی الدین والبدع، حدیث: ٧٣٠٠؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة، حدیث: ١٣٧٠ میں ہے کہ ((**فمن احدث فیها حدثا فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس اجمعین**)) جس نے اس (مدینہ میں) بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام بنی نوع کی لعنت ہو۔ لہٰذا یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔



پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا،

پیشاب سے نہ بچنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ)) [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی دشوار بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ مگر ہاں وہ کبیرہ گناہ ہے، ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا، دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔''

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ ابن عساکر کی روایت میں ''يستبري'' [2] کا لفظ مرقوم ہے جب کہ مسلم اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہما سے منقول اعمش کی حدیث میں ''يَسْتَنْزِهُ'' کا لفظ وارد ہے۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الوضوء، باب من الكبائر ان لايستتر من بوله، حديث: ٢١٦، ٢١٨؛ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول وجوب الاستبراء منه، حديث: ٢٩٢؛ سنن ابوداود، كتاب الطهارة، باب والاستبراء من البول، حديث: ٢٠؛ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، باب ما جاء في التشديد في البول، حديث: ٧٠؛ سنن نسائی، كتاب الطهارة، باب التنزه عن البول، حديث: ٣١؛ سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول، حديث: ٣٤٧۔

[2] اس حدیث کے باقی ماندہ الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز شاخ لی اور اس کے دو حصے =

یہ امر مسلم ہے کہ پیشاب، پاخانے سے پاک ہونا نماز کی شرائط میں داخل ہے، اسی طرح لباس، بدن اور جگہ کی پاکی بھی اس کیلئے ضروری ہے، اس لیے اگر ایک مسلمان نجاستوں سے پرہیز نہ کرے، خاص طور پر پیشاب سے نہ بچے اور عام انسانوں کی طرح اس کے بھی پیشاب کے بعد قطرے ٹپکتے ہوں، جیسے دیکھا جاتا ہے کہ عام آدمی پیشاب کے بعد اُٹھ جاتا ہے اور نالی میں قطرے رہ جاتے ہیں، اوپر سے کچھ پانی ڈال لیا جاتا ہے یا نہیں ڈالا جاتا۔ بظاہر اس قسم کی حرکت ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جو پیشاب سے احتراز نہیں کرتے، اسی طرح کپڑوں اور بدن میں لگی ہوئی ناپاکی سے بھی غفلت برتی جاتی ہے۔ اس بے پروائی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ نمازوں سے بھی وہ لوگ غافل اور بے پروا ہوتے جاتے ہیں، یہ حدیث متعدد روایتوں کے ساتھ بخاری، مسلم اور ابوداوٗد رحمہم اللہ وغیرہ میں بھی درج ہے اور تمام حدیثوں میں ان دو وجوہ کے تحت ان قبر والوں پر عذاب ہونے کا ذکر ہے، جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔

پہلی وجہ تو یہی کہ یہ لوگ پیشاب سے نہیں بچتے تھے، نہ اس حاجت کو پوری کرتے وقت پردہ یا آڑ کیا کرتے تھے۔ دوسری وجہ چغل خوری اور لگائی بجھائی کی وہ لت تھی جس کے یہ لوگ شکار تھے، پھر یہ عذاب خواہ بے پردگی کی وجہ سے تھا یا پیشاب سے نہ بچنے کی بنا پر لیکن یہ بات ضرور ہے کہ دونوں حرکتیں سخت گناہ کبیرہ ہیں، اس لئے کہ حدیث میں پوری صراحت سے مذکور ہے ((بلی انه کبیر)) ہاں وہ کبیرہ (گناہ) ہے اور ((وما یعذبان في کبیر)) کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کسی دشوار گزار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا تھا، اگر وہ چاہتے تو اس

= گئے اور ہر قبر میں ان میں سے ایک شاخ گاڑ دی۔ کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ کس لیے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے عذاب کم کر دے، جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں۔''

نیز یہ امر مخفی نہ رہے کہ قبر کے عذاب کا تعلق غیب سے ہے۔ جس کی اطلاع جنوں اور انسانوں کو نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس واقعہ کو منکشف کر دیا ہو اور پھر یہ آپ کا معجزہ ہو اگر قبر پر شاخ گاڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بھی ہو سکتی ہے اور ان قبروں کی خصوصیت بھی ہو سکتی ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قبروں کے علاوہ کسی اور قبر کے ساتھ اس عمل کو نہیں دہرایا، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کبھی ایسا نہیں کیا۔ اگر قبر پر شاخیں کھڑی کرنا ایسی ہی سنت ہوتی تو صحابہ کرام اس کی طرف ضرور سبقت کرتے اور اس پر عمل کرتے۔

سے بچ سکتے تھے اور یہ کام تھا، پیشاب سے احتراز کرنا اور چغل خوری نہ کرنا، ان الفاظ کا مطلب کوئی یہ ہرگز نہ لے کہ دینی لحاظ سے یہ دونوں حرکتیں گناہ کبیرہ نہیں اور یہ معمولی گناہ ہیں، یہ وہم نہ ہو، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے پیشگی اس کا تدارک کیا اور فرمایا: ''مگر ہاں وہ کبیرہ (گناہ) ہے'' کیونکہ جو شخص لوگوں کے سامنے اپنا ستر نہیں چھپائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ جلد بازی کرے گا اور ناپاکی سے پرہیز نہیں کر پائے گا اور اسی حالت میں جیسے تیسے نماز پڑھنے کی صورت میں اس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔ پھر لوگوں کے سامنے بے پردہ ہونا بذات خود فعل حرام ہے، اس لیے یہ ایک گناہ کبیرہ ہوگا۔ اگر وہ ناپاکی سے نہیں بچے گا تو یہ اس سے بڑا کبیرہ گناہ ہوگا۔ اور پیشاب سے نہ بچنے پر متعدد احادیث وعید کے طور پر وارد ہیں۔ انہی میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابَ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ)) [1]

''پیشاب سے بچو، اس لیے کہ قبر کا زیادہ عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

اس روایت کو امام دار قطنی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ اور مرسل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ)) [2]

''قبر کا زیادہ تر عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (یعنی پیشاب سے خاطر خواہ پاکی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے)

---

[1] سنن الدارقطني، كتاب الطهارة، باب نجاسة البول والأمر بالتنزه منه والحكم في بول ما يؤكل لحمه: ١/ ١٢٧، طبع قديم وطبع جديد: ١/ ١٣٥، حديث: ٤٥٣۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے صحیح الترغیب الترھیب: ١/ ١٧٧، حدیث: ١٥٩؛ ارواء الغلیل: ١/ ٣١٠، حدیث: ٢٨٠۔

[2] مسند احمد: ٢/ ٣٢٦؛ سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول، حديث: ٣٤٨؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٨٣ وطبع جديد: ١/ ٢٧٢ حديث: ٦٥٣۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت کو احمد اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں، نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرائط کے مطابق حدیث صحیح ہے۔ میں اس کے اندر کوئی علت نہیں جانتا۔ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق جو کہا روایت اس کے عین مطابق ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔''

''اِصْلَاحِ الْمُجْتَمَع'' میں درج ہے کہ ''جو شخص پیشاب سے نہیں بچتا اور اپنے بدن اور کپڑوں کو آلودگی سے نہیں بچاتا، ایسا شخص ظاہر کی طرح اندر سے بھی بدباطن اور بدعقیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی صریح مخالفت کرتا ہے:''

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ﴾ ❶

''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔''

کیونکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صورت میں اس کے پیروں پر چھینٹے پڑیں گے اور ازار بند آلودہ ہوگا، اس لیے ایسا آدمی اور گدھا دونوں برابر ہیں۔ شیطان بھی ایسے لوگوں کی ہنسی اڑاتا ہے، مختصر یہ کہ اس قسم کا آدمی دین کی حدود اور اخلاق کے دائرے سے تجاوز کرتا ہے اور آنکھیں بند کر کے ایسے لوگوں کی پیروی کرتا ہے جنہیں آخرت سے کوئی سروکار نہیں، ان میں حیا اور شرافت کا کوئی مادہ نہیں اور جو شرم سے محروم ہے، وہ چار کھونٹ آزاد ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

غالب گمان یہ ہے کہ اس قسم کی اوچھی حرکت کرنے والا نمازی ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر اس آلودگی کے باوجود اس نے نماز پڑھی تو وہ بے وضو اور ناپاک ہوگا۔ عذاب قبر کا مستحق ہوگا اور اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کا دامن کبیرہ گناہ سے داغ دار ہوگا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ﴾ ❷

''جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔''

نیز اس قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس بشارت سے محروم ہوں گے جو اس نے بندوں

---

❶ ٧٤/ المدثر:٣، ٥۔ ❷ ٥٣/ النجم:٣٢۔

کو دی ہے۔

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ ❶

”جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے، ان میں سے اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا یا قضائے حاجت کے وقت پردے کی ضرورت کے باوجود پردہ نہ کرنا، گناہ کبیرہ ہے، البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ حرکت اسی وقت گناہ کبیرہ ہو گی، جب کوئی شخص بکثرت اور بار بار اس کو دہرائے، اس لیے کہ حدیث کے سیاق سے تکرار اور استمرار کا پتا چلتا ہے، کیونکہ ارشادِ نبوی میں فعل مضارع پر ”کَانَ“ داخل ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)) ❷

”ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔“

چونکہ عامۃ الناس شرعی احکام سے خصوصاً نماز کے آداب، شروط اور ارکان وغیرہ سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے وہ امور قبیحہ کا بار بار ارتکاب کرتے ہیں، لہٰذا اہل علم خصوصاً وعظ و نصیحت اور عوام کی رہبری کے منصب پر فائز لوگوں کو چاہیے کہ ان مسائل کو، بالخصوص نماز پر مبنی مسائل

---

❶ ٤/ النسآء:٣١۔ ❷ صحیح بخاری، كتاب الوضوء، باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله، حديث: ٢١٨، ٢١٦؛ صحیح مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، حديث: ٢٩٢؛ سنن ابو داود، كتاب الطهارة، باب والاستبراء من البول، حديث: ٢٠؛ سنن ترمذى، ابواب الطهارة، باب ما جاء فى التشديد فى البول، حديث: ٧٠؛ سنن نسائى، كتاب الطهارة، باب التنزه عن البول، حديث: ٣١؛ سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد فى البول، حديث: ٣٤٧۔

کو زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کرتے رہیں، اس لیے کہ نماز اہم ترین فریضہ اور افضل ترین عبادت ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شریعت کی رو سے مکلّف ہونے کے بعد یہ فریضہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوسکتا، سوائے اس کے کہ کسی کی عقل سرے سے زائل ہو جائے، یا وہ اتنا بیمار پڑ جائے کہ نماز کے ارکان ادا نہ کر سکے اور پلکوں کو بھی جنبش نہ دے سکے۔

پیشاب سے نہ بچنا جہاں نماز کیلئے مخل ہے، وہیں اس کا بدن اور کپڑے بھی بول و براز کی آلودگی میں ملوث ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ شرم گاہ کو اچھی طرح پاک کیا جائے اور اس کو ڈھیلا چھوڑ کر ناپاکی ٹھیک طرح سے زائل کی جائے اور ناپاکی بخوبی تب ہی زائل ہوگی جب ٹھیک طریقے سے استنجا کیا جائے گا اور سر مقعد کو اچھی طرح سے دھویا جائے گا۔

جو لوگ پاخانے کی جگہ کو ڈھیلا چھوڑ کر اس جگہ کو اچھی طرح نہیں دھوتے ہیں۔ ان میں بہت سے لوگوں کو ناپاکی لگی ہوتی ہے اور ان کا کپڑا اور بدن یکساں آلودہ ہوتا ہے، پھر ان کی نماز کیسے ہوگی؟ اور گندگی سے اس طرح آلودگی بڑی شرم کی بات ہے۔ ایسے لوگ خود بھی ملوث ہوتے ہیں، لوگوں میں بھی گندگی پھیلاتے ہیں اور اپنے آپ کو بیماریوں کی آماجگاہ بناتے ہیں۔

چغل خوری کی بابت تفصیل ان شاء اللہ گناہِ کبیرہ نمبر چھپن کے تحت درج ہوگی۔

وباللہ التوفیق

چوبیسواں کبیرہ گناہ

جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام ٹھہرایا، اسے ناحق قتل کرنا

شخص سے مراد بے گناہ مسلمان، ذمی یا وہ شخص ہے جس سے معاہدہ کیا گیا ہو، اس میں شک نہیں کہ کسی شخص کو ناحق اور مظلوم مار ڈالنا نہایت ہلاکت خیز گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ اس کے قتل کی ممانعت اور قاتل کی سخت سرزنش کیلئے قرآن پاک میں بکثرت آیات وارد ہیں اور اس نوع کے قتل کی وعید میں صحیح اور حسن حدیثیں بھی "الترغیب والترهیب" جلد چہارم میں کثرت سے آئی ہیں۔

قرآن پاک کی آیتیں یہ ہیں:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۗ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ ﴾ [1]

"اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے، اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے۔ بلاشبہ اس کو مدد دی گئی ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [2]

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس کی لعنت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ

[1] ١٧/ الاسرآء: ٣٣۔ [2] ٤/ النسآء: ٩٣۔

نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کررکھا ہے۔"

ناحق قتل کی مذمت اور ظالم کی زجروتوبیخ اور تہدید وتنبیہ کیلئے مذکورہ بالا دونوں آیتیں کافی ہیں، ان آیتوں میں وہ گھن گرج ہے، جس سے دل دہل جائیں۔ سنگ دل سے سنگ دل انسان کا پتہ پانی ہوجائے اور ناحق خون بہانا خصوصاً کسی مسلمان کو قتل کرنا بالکلیہ موقوف ہو جائے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان، یا ذمی، یا کسی ایسے شخص کو ناحق مار ڈالنے کے درپے ہوتا ہے جس سے معاہدہ ہوا ہو، تو ایسا شخص بھی دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ نام نہاد مسلمان رہ جاتا ہے یا اس کے اندر ایمان کی شمع اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ ہلاکت یا آتش دوزخ میں جلنے سے وہ بچ نہیں سکتا اور دوزخ اس کے لیے بدترین ٹھکانا ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا)) [1]

"مومن اس وقت تک اپنے دین کی وسعت اور کشادگی میں ہوتا ہے جب کہ حرام خون سے آلودہ نہ ہوجائے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ مِنْ وَرْطَاتِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ اَوْقَعَ نَفْسَهُ مِنْهَا سَفْكُ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ . [2]

"جن ہلاکت خیز امور میں خود کو ڈالنے کے بعد نجات نہیں، ان میں وہ ناحق خون بہانا بھی شامل ہے جو حرام ہو۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ)) [3]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمدًا فجزاؤه جهنم﴾ (النساء: ٩٣) حديث: ٦٨٦٢۔ [2] حوالہ سابقہ حدیث نمبر: ٦٨٦٣۔

[3] سنن ابن ماجه، كتاب الديات، باب التغليظ فى قتل مسلم ظلمًا، حديث: ٢٦١٩۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

"کسی مومن کے ناحق قتل کے مقابلے میں دنیا کی تباہی اللہ کے لیے گوارا ہے۔"

اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک صحیح حدیث میں قتل کے اسباب بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدَى ثَلَاثٍ، الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ)) [1]

"اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دینے والے کسی مسلمان کا خون ان تین صورتوں کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں۔

① شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو (اور بیوی سے دخول کر چکا ہو)

② جان کے بدلے جان

③ اور اس کا خون جو اپنے دین کو چھوڑ کر مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر لے۔ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَوَّلُ مَايُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی: ﴿ان النفس بالنفس والعین بالعین﴾ (المائدۃ: ٤٥) حدیث:٦٨٧٨؛ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، باب مایباح به دم المسلم، حدیث:١٦٧٦۔

[2] یعنی مرتد جو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے یا دوسرا کوئی دین اختیار کرے یا نہ کرے۔ مرتد کے قتل پر علما کا اجماع ہے، تاوقتیکہ تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام نہ ہو جائے، لیکن باصرار کافر رہنے پر اسے قتل کر دیا جائے گا اور مرتدہ کے قتل کی بابت البتہ اختلاف ہے، جمہور علما کہتے ہیں کہ عورت کا حکم مرد جیسا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا ہے، اس لیے مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن جمہور علما کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے جو استدلال کیا ہے وہ عام ہے جب کہ مرتد کا قتل خاص ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة، حدیث: ٦٥٣٣؛ صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة ==

''قیامت کے دن لوگوں کے درمیان اولین فیصلہ جو کیا جائے گا، وہ خونوں کی بابت ہوگا۔''

اس روایت کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔ نیز نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''بندے سے سب سے پہلے نماز کی بابت پرسش ہوگی اور لوگوں کے درمیان سب سے اولین فیصلہ خون کے بارے میں ہوگا۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو۔'' کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1. اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا
2. جادو کرنا
3. جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا اس کو ناحق قتل کرنا
4. یتیم کا مال کھا جانا
5. سود کھانا
6. جنگ کے دن پشت پھیر کر بھاگ جانا
7. بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت دھرنا (اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

= وانها اول ما يقضى فيه بين الناس يوم القيامة، حديث: ١٦٧٨؛ سنن ترمذى، ابواب الديات، باب الحكم فى الدماء، حديث: ١٣٩٧ـ١٣٩٦؛ سنن نسائى، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، حديث: ٣٩٩٨؛ سنن ابن ماجه، كتاب الديات، باب التغليظ فى قتل مسلم ظلمًا، حديث: ٢٦١٥ـ

[1] سنن نسائى، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، حديث: ٣٩٩٦ـ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٢٨، حديث: ٢٤٣٥؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٤/ ٣٢٨ حديث: ١٧٤٨ـ

''اللہ کے نزدیک پوری دنیا کی تباہی کسی مومن کے ناحق قتل کیے جانے کی بہ نسبت کہیں زیادہ آسان ہے۔'' (اس روایت کو مسلم، نسائی اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے مرفوعاً اور موقوفاً نقل کیا ہے اور آخر الذکر نے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔) [1]

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْاَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَاَهْلَ الْاَرْضِ اِشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُّؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ)) [2]

''اگر آسمان اور زمین والوں نے مل کر کسی ایک مومن بندے کا خون بہایا تو اللہ ان سب کو دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ جھونک دے گا۔''

اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے قارئین کرام کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل کو جلد یا بدیر کیسی کیسی اذیت ناک سزائیں دی جائیں گی۔

جلد سزا تو یہی ہو گی کہ جس طرح اس نے دوسرے کو موت کے گھاٹ اتارا اسے بھی فوری طور پر قتل کر دیا جائے اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور قصاص کے طور پر قتل نہ کیا گیا یا مقتول کے اہل خانہ کو شرعی طور پر مال کے عوض راضی نہ کیا تو آئندہ دی جانے والی سزا وہ ہو گی جس کا ذکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ جن ہلاکت خیز امور میں خود کو ڈال دینے کے بعد نجات نہیں، ان میں وہ خون بہانا بھی شامل ہے جو حرام ہو۔ پھر کسی مومن کو ناحق مار ڈالنا کتنا بڑا جرم ہے، اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اس قتل پر ساری دنیا کی تباہی اللہ

---

[1] سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، حدیث:۳۹۹۲، سنن ترمذی، ابواب الدیات، باب ما جاء فی تشدید قتل المومن، حدیث:۱۳۹۵۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2] سنن ترمذی، ابواب الدیات، باب الحکم فی الدماء، حدیث:۱۳۹۸۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/ ۶۳۰، حدیث:۲۴۴۲۔

کے نزدیک کہیں زیادہ آسان ہے، جب کہ دنیا میں نہ جانے کتنے لوگ بستے ہیں اور کتنی بستیاں یہاں آباد ہیں...... اور اگر زمین و آسمان کی جملہ خلائق کسی مومن کے خون کو بہانے میں شریک رہیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اس جرم کی پاداش میں جہنم رسید کر دے گا۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے:

((لَأَكَبَّهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ)) [1]

''اللہ تعالیٰ ان سب کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔''

کیونکہ اس مجرم نے سب سے پہلا جرم خود اپنے خلاف کیا اور اپنے آپ کو ایک بدترین قتل کے بدلے قصاص کا مستوجب بنایا اور آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرایا۔ دوسرا اپنے خاندان اور گھر والوں پر ظلم کیا جو اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور محروم رہے، تیسرا ظلم اس شخص نے مقتول پر کیا کہ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا کر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ اس کے بچوں کو یتیم کیا، اس کی بیوی کا سہاگ اجاڑ دیا، اس پر رنج والم کا پہاڑ توڑا، انہیں خون کے گھونٹ پینے پر مجبور کیا، بچوں کے دلوں کو اپنے شفیق باپ کی جدائی کا داغ دیا۔ بھائیوں کو بھائی کی جدائی کا درد دیا، باپ کو اپنی چہیتی اولاد سے محروم کیا اور عرصۂ ہستی پر ایسے گناہ کا داغ بٹھا دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور اگر خدانخواستہ کوئی قاتل قصاص سے چھوٹ گیا اور اس سے قتل کا بدلہ نہ لیا گیا تو بھاری مصیبت ہوگی اور اس کے نتیجے میں بہت بڑا فساد رونما ہوگا۔ کیونکہ مقتولین کے وارثین اور اس کی اولاد خون کا بدلہ لینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور قاتل جہاں کہیں ہوگا اسے گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اور اگر خاندانی عصبیت اور قدیم جہالت نے سر اٹھایا تو اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قتل کا بدلہ قاتل کے بے گناہ رشتہ داروں سے لیا جائے، وہ اس کا بدلہ اس کے رشتہ داروں سے لیں گے اور اس طرح لاشوں پر لاشیں گریں گی، خون کی ندیاں بہیں گی اور محض ایک مجرم کی مذموم حرکت اور اس سے بھاری گناہ کی پاداش میں فریقین کے درمیان قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل و سفا کی کا رشتہ شرک اور سحر جیسے کبیرہ گناہوں سے جوڑا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الدیات، باب الحکم فی الدماء، حدیث:۱۳۹۸۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب، ۲/ ۶۳۰، حدیث:۲۴۴۲۔

حدیث میں بصراحت اس کا ذکر اور ترغیب و ترہیب کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا اے ابن عباس! کیا قاتل کی توبہ قبول ہوگی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حیرت سے پوچھا تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا، آپ نے فرمایا تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ انہوں نے دو یا تین مرتبہ کہا، پھر انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

((يَأْتِي الْمَقْتُولُ مُتَعَلِّقًا رَأْسَهُ بِإِحْدَى يَدَيْهِ مُتَلَبِّبًا قَاتِلَهُ بِالْيَدِ الْأُخْرَى تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا حَتَّى يَأْتِيَ بِهِ الْعَرْشَ فَيَقُولُ الْمَقْتُولُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ هَذَا قَتَلَنِي فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْقَاتِلِ تَعِسْتَ وَيُذْهَبُ إِلَى النَّارِ)) [1]

"مقتول (قیامت کے دن) اس طرح آئے گا کہ ایک ہاتھ میں اپنا (کٹا ہوا) سر لٹکائے ہوگا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کا گریبان پکڑے ہوگا اور اس کی شہ رگ سے خون ابل رہا ہوگا۔ اسی حال میں وہ قاتل کو عرش کے پاس لے جائے گا اور کہے گا اے رب العالمین! یہی ہے جس نے مجھے قتل کیا۔ اللہ رب العزت قاتل سے کہیں گے تو ہلاک ہوا۔ پھر اسے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔"

اس حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کو حسن کہا، نیز طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں اس کو روایت کیا۔ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ الفاظ بھی انہی کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳٦٤، ۲۹٤، ۲٤۰، ۲۲۲؛ سنن ترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة النساء، حديث: ۳۰۲۹؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۳/ ۱۷۰، حدیث: ٤۲۱۷۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ۲/ ٦۳۲، حديث: ۲٤٤۷؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٦/ ٤٤٤، حديث: ۲٦۹۷۔

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يُرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)) [1]

''جس نے کسی معاہد (کسی ایسے کتابی) کو مار ڈالا (جس کے ساتھ حکومت وقت کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہو) وہ بہشت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔ حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو روایت کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ)) [2]

''جس نے کسی ذمی کو قتل کیا۔''

لہٰذا غور کرنا چاہیے کہ جب کسی اہل کتاب معاہد کے قتل پر اتنی سخت وعید آئی ہے تو اس کلمہ گو کے قاتل کا انجام کیا ہوگا جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، جب کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان تین حالتوں کو چھوڑ کر جن حالتوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، کسی بھی حالت میں کسی کلمہ گو کے قتل کو سختی سے منع کیا ہے۔

غرض ڈر اور خوف پر مبنی ان آیتوں، متعدد روایتوں اور علما کے متفقہ فیصلوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ناحق خون ریزی بدترین جرم اور حد سے زیادہ ذلیل حرکت ہے اور اس جرم کا ارتکاب کوئی ایسا ہی انسان کر سکتا ہے جس کے اندر ذرہ برابر ایمان نہیں، جو عقل سے کوسوں دور ہو، یا وہ کوئی انسان نما درندہ ہو، ورنہ یہ حقیقت ہے کہ جس کے اندر ایمان کی ذرہ برابر رمق ہوگی اور جسے عقل چھو کر بھی گزری ہوگی، وہ اپنے کسی دینی بھائی یا بنی نوع انسان کو قتل نہیں کر سکتا، اس لیے لامحالہ ایسا خونی درندہ شیطان کا چیلا اور قابیل کا پیروکار ہوگا، جس نے اپنے

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب اثم من قتل معاهدًا بغير جرم، حديث: ٣١٦٦۔ [2] سنن نسائي، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، حديث: ٤٧٥٤۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح سنن نسائي: ٣/ ٢٨٥، حديث: ٤٧٦٤؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٣٥؛ حديث: ٢٤٥٢۔

بھائی ہابیل کو ناحق قتل کر دیا تھا۔ اس کے نقش قدم پر چل کر وہ بھی قتل وغارت گری کا پیشہ اختیار کرے گا، اس قصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن پاک کہتا ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝ ﴾ [1]

"اور (اے پیغمبر ﷺ) تم ان کو آدم کے بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناؤ، جب ان دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں نیازیں چڑھائیں، تو ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی، اس پر (قابیل نے ہابیل سے) کہا کہ یقیناً میں تجھے قتل کردوں گا، ہابیل نے کہا: اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے، اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کیلئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا، کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے عالم کا پروردگار ہے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخ والوں میں شامل ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے، اس پر بھی اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا، چنانچہ اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا، لہٰذا وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا، پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح زمین میں

---

[1] ٥/ المآئدۃ:٢٧......٣١۔

چھپائے (یہ دیکھ کر قابیل نے) کہا افسوس میری حالت پر کہ میں اس کوے سے بھی بدتر ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔ غرض کہ وہ اپنی حالت پر پشیمان ہوا۔"

لیکن اس قدر شدید وعید کے باوجود گہرے رنج اور سخت افسوس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بیشتر ملکوں میں مسلمان مسلمان کا گلہ کاٹ رہے ہیں اور ناحق ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں، چنانچہ مسلم ملکوں کے درمیان خون ریز جنگوں کی خبریں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے آئے دن نشر ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں مملکت اور رعیت کے درمیان جنگ ہے تو کہیں عوام آپس میں لڑ رہے ہیں اور پھر آسمانی کتاب اور شریعت الٰہیہ کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ بلکہ انسانی دستور کو بھی پس پشت ڈال کر وہاں تمام تر جنگل کے قانون کی پاس داری ہوتی ہے اور اس طرح ان مجرمانہ جرائم کی آڑ میں بے گناہ بچوں اور معصوم عورتوں کی جانیں جاتی ہیں، گھر برباد، خاندان ویران، بستیاں تاراج اور ملک بدامنی کا شکار ہوتا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ جب مملکت اور رعیت کے درمیان اختلاف کی خلیج دراز ہوتی ہے، تو ایسا محض حکام کے چشم وابرو پر اور ان کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ دیگر رہنماؤں اور حاکموں پر ان کا تسلط مضبوط تر ہو اور اگر ایسے شر پسند دولت مند ہوں تو دوسروں کے اقتدار اور حکومت پر قبضہ جمانے کیلئے ایسے اوچھے ہتھکنڈوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور خونی انقلاب کیلئے فضا سازگار ہو جاتی ہے اور پھر عقل وشعور اور قانون واخلاق کی دھجیاں اڑا دی جاتی ہیں۔

آخر وہ مبارک وقت اور نیک ساعت کب آئے گی جب مسلم عوام اس ننگ وعار اور ظلم وزیادتی سے اجتناب کریں گے، کیا انہیں معلوم نہیں کہ کل اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے بابت ان سے باز پرس کرے گا، پھر بندوں کو اس کے حضور کھڑے ہو کر ساری زیادتی اور برے ارادوں کی جواب دہی کرنی ہوگی اور پھر انہیں دنیا کے ان سرکش انسانوں اور ان کے انجام پر بھی غور کرنا چاہیے، جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں سے روگردانی کی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، جنھوں نے مسلم علما اور دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتارا، سرگرم اور متحرک دینی رضا کاروں کو تہہ تیغ کیا، لیکن پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا وہ

نیک نام رہے یا بدنامی، لعنت اور پھٹکار ان کا مقدر بنی؟ کیا ان مجرموں کو اس دن کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ جس کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ الدَّارِ ﴾ 1

"اس دن ظالموں کا عذر انہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا اور ان پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے برا ٹھکانا ہے۔"

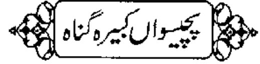
نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّٰلِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَٰرُ ﴾ 2

"ایسا خیال نہ کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ ان کو ایسے دن تک مہلت دے رہا ہے۔ جس دن آنکھیں دہشت کے سبب سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔"

---

1 ٤٠/ المؤمن:٥٢۔ 2 ١٤/ ابراهيم:٤٢۔



خودکشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ ﴾ [1]

''اور اپنے نفسوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے۔ یاد رکھو جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔''

اسلامی ملکوں خصوصاً خلیج کے علاقوں میں شاذ ونادر ہی خودکشی کا کوئی اکا دکا واقعہ پیش آتا تھا۔ کیونکہ الحمد للہ یہاں بسنے والوں کا ایمان قوی تھا، دین حنیف سے ان کا ربط استوار تھا، وہی دین حنیف جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پسند فرمایا اور یہی وہ دین مبین ہے جو بندوں کی جان و مال، عزت و آبرو، ان کے حسب ونسب اور ان کی فہم و دانش کا ضامن اور محافظ ہے، یہی وجہ ہے کہ کفر اور گناہوں کی بہتات کے نتیجے میں جو بدعادتیں اور اخلاقی گراوٹ غیر قوموں میں رچ بس گئی ہیں، ان علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے دلوں میں سرایت نہیں کر سکیں اور ہمارے یہ ممالک ان گمراہ کن نظریات اور عادات بد سے محفوظ تھے۔

لیکن یورپین سامراج اور مغربی استعمار کا برا ہو، جس نے مسلم ملکوں پر اپنا تسلط جما لینے کے بعد پوری شدت سے یہ تہیہ کر لیا کہ اس دین کی جڑوں اور اس کی بنیاد کو ان علاقوں سے اکھاڑ پھینکے یا کم سے کم مسلمانوں کے نفوس سے اس کی عقیدت کو کمزور کر دے، چنانچہ اسی ناپاک منصوبے کے ساتھ استعمار نے ان ملکوں کو پراگندہ افکار اور ناپاک خصلتوں کی سوغات بھیجی، جس کی الم ناکیوں سے مسلم سماج کراہ اٹھا۔ عہد حاضر کی انہی گندگیوں میں سے ایک گھناؤنی حرکت خودکشی بھی ہے، جس کا ان دنوں بکثرت شکار بدقسمتی سے مسلم ممالک بھی

---

[1] ٤/ النسآء: ٣٠۔

ہوئے اور یہ بیماری ہمارے علاقوں میں بھی در آئی۔

اس میں شک نہیں کہ کسی کو ناحق جان سے مار ڈالنا شرک کے بعد ایک بدترین اور ذلت آمیز گناہ ہے اور جب تمام مذاہب کے ماننے والوں، ان کے دانشوروں اور ان کے ماہرین کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کو جان سے مار ڈالنا حرام ٹھہرا تو اس سے ثابت ہوا کہ کسی انسان کا خود اپنے آپ کو مار ڈالنا کتنا بڑا حرام کام اور کیسی گھناؤنی حرکت ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی مذموم حرکت وہی کرے گا، جس کا دامن ایمان کی پونجی اور عقل و ہوش کی دولت سے خالی ہوگا، یا اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان کتنا کمزور ہوگا کہ اس نوع کے فعل بد کے ارتکاب سے اس کا ضمیر اسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا اور جہاں اس کی بے ایمانی بدحواسی اور نادانی اسے خود کشی کیلئے آمادہ کرتی ہوگی، وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظروں میں زندگی اور اس کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں۔ حالانکہ ایمان و یقین کی دولت اور اسلام کے اس لازوال سرمائے کے بعد کسی انسان کے حق میں اس کی زندگی نعمت، قدرت کا زریں اور عظیم ترین عطیہ ہوتی ہے اور کوئی خودکشی کرنے والا اپنے اس فعل بد کے جواز کیلئے خواہ کتنی ہی گنجائش اور حیلے کیوں نہ تلاش کرلے اس کا یہ اقدام کسی صورت بجا ثابت نہیں ہوسکے گا، نہ کوئی ایسی حجت اور دلیل وہ پیش کرسکے گا جس سے قدرت کے انتقام اور عذاب الٰہی سے وہ اپنے کو بچا سکے، یہی وہ عذاب ہے جو مذکورہ بالا آیت اور متعدد روایات میں درج ہے۔

اس قبیل کے حیلے اور ہتھکنڈے جو تمام تر ایمان کی کمزوری، اس کے فقدان یا شیطانی مکر کا نتیجہ ہیں، حسب ذیل ہیں۔ مثلاً کسی نے اس لیے خودکشی کی کہ

① ...... وہ امتحان میں ناکام ہوگیا۔

② ...... یا وہ گھڑ دوڑ، اونٹنی یا کشتی کی دوڑ میں ہار گیا اور اس کا کوئی حریف اس سے بازی لے گیا، اسے یہ برداشت نہیں ہوسکا کہ کہنے والے یوں کہیں کہ فلاں امتحان میں فعل ہوگیا، یا فلاں شخص دوڑ میں جیت گیا اور فلاں ہار گیا اس بنا پر مجبوراً اس نے خودکشی کرلی۔

③ ...... یا وہ شخص قرض کے بوجھ تلے دب گیا اور ادائیگی کیلئے اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔

④ ...... اس کا لخت جگر، اس کی محبوبہ، اس کا عزیز دوست، اس کا پسندیدہ لیڈر، یا اس کا کوئی

چہیتا گلوکار مر گیا، جس کا صدمہ اس سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے خودکشی کر لی، یا اس کے اپنے بال بچوں کی گزر بسر کیلئے اسے کوئی مناسب روزگار دستیاب نہیں تھا۔ چنانچہ اس سے رہا نہیں گیا، اس نے خودکشی کر لی۔

دوسری طرف اس کے اندر اتنی بھی قوت ایمانی نہیں تھی جو اس جان لیوا جرم سے اس کو باز رکھ سکے، ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اگر اسے اتنا ایمان نصیب ہوتا جس سے اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہوتا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ اور قضاوقدر پر منحصر ہے اور اگر اس سال وہ امتحان میں فیل ہو گیا، ہے تو اللہ نے چاہا تو آئندہ سال یا اگلی مرتبہ وہ ضرور کامیاب ہوگا اور اگر دوڑ میں اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو ہو سکتا ہے کہ اگلی بار وہ خود کامیاب ہو جائے اور اگر اس پر بھاری قرض ہے اور ادائیگی کی صورت نظر نہیں آتی تو کیا ہوا، اللہ پر ایمان اور اس کی ذات واحد پر یقین اسے یاد دلائے گا کہ دنیا کی کوئی عدالت ایسے کسی نادار کے خلاف ڈگری نہیں دے سکے گی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ﴾ [1]

''اور اگر قرض دار تنگ دست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اس کو مہلت دو۔''

پھر اس صورت میں قرض خواہ کو بھی صبر سے کام لینا چاہیے، جب کہ قرض دار کا فرض ہے کہ وہ کمانے کی کوشش کرے تاکہ خود کفیل ہو اور اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کر سکے اور قرض کا بوجھ اپنی گردن سے اتار سکے اور اگر کسی عزیز، قریبی یا رشتہ دار کی موت اس کیلئے خودکشی کی محرک بن رہی ہے تو اسکو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ایک نہ ایک دن ہر کسی کو مرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [2]

''ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

پھر جس کی موت پر وہ خود مرنے جا رہا ہے، اگر وہ ہفت اقلیم کا مالک تھا یا کسی ایک خطے کا نہیں بلکہ ایک دنیا کا حکمران تھا تب بھی اس کا مقام نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا

---

[1] ۲/ البقرۃ: ۲۸۰۔ [2] ۳/ آل عمران: ۱۸۵۔

نہ گزشتہ سلاطین سے وہ بالاتر ہوگا، جب کہ افضل خلائق اور سب سے برگزیدہ پیغمبر کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [1]

''اور محمد ﷺ اللہ کے ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں، اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو بڑا ثواب دے گا۔''

نیز اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ شادی غمی اور دکھ سکھ کا دوسرا نام زندگی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

فَلَا خَوْفٌ يَدُوْمُ وَلَا سُرُوْرٌ ... وَلَا بَاسٌ عَلَيْكَ وَلَا رَخَاءُ

''نہ غم کو دوام، نہ کوئی خوشی ہمیشہ رہے گی، نہ سدا تنگی رہے گی، نہ تم ہمیشہ آسودہ حال رہو گے۔''

فَلَا تَجْزَعْ لِحَادِثَةِ اللَّيَالِيْ ... فَمَا لِحَوَادِثِ الدُّنْيَا بَقَاءُ

''لہٰذا شب و روز کے حوادث پر آنسو مت بہاؤ، اس لئے کہ دنیا کے حوادث بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے۔''

ایک شاعر کہتا ہے

طُبِعَتْ عَلَى كَدَرٍ وَأَنْتَ تُرِيْدُهَا ... صَفْوًا مِنَ الْأَقْذَاءِ وَالْإِكْدَارِ

''پراگندگی تمہاری سرشت میں داخل ہو چکی ہے اور تم ہو کہ آلودگی اور گندگی سے صفائی چاہتے ہو۔''

ایک مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ ہر بلا اور مصیبت پر صبر کرے، نعمت اور انعام پر اللہ

---

[1] ۳/ آل عمران:۱۴۴۔

کا شکر ادا کرے، انہونی یا ناگہانی مصیبت پر رو دھو کر ہمت نہ ہارے اور نہ مال، اولاد، حسب ونسب اور کنبہ قبیلہ کی بڑائی یا فراوانی پر کبر و نخوت میں مبتلا ہو، اس لئے کہ حدیث شریف ہے:

عَنْ اَبِي يَحْيٰى صُهَيْبِ بْنِ سَنَانٍ ﷺ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِيْنَ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ)) [1]

حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کا کوئی کام خیر و برکت سے خالی نہیں اور مومنوں کے علاوہ کسی اور کو یہ سعادت میسر بھی نہیں (مثال کے طور پر یہی کہ) اگر اسے کوئی مسرت نصیب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہتا ہے۔ یہ اس کے حق میں خیر کا باعث ہوتا ہے اور اگر ناگہانی مضرت پہنچتی ہے، تب وہ صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے حق میں خیر ہی ہوتا ہے۔''

نیز مصیبت پر صبر کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ [2]

''جو لوگ صبر کرنے والے ہیں، بلاشبہ ان کو ان کا ثواب بے حساب ملے گا۔''

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ﴾ [3]

''اور ضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کریں۔''

مختصر یہ کہ ہر قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے نجات کیلئے اللہ پر ایمان بہت بڑی آڑ اور زبردست رکاوٹ ہے اور خودکشی جیسی بدترین اور گھناؤنی حرکت کا مرتکب کوئی ایسا شخص ہی ہو گا، جو ایمان کی دولت اور یقین کے سرمائے سے عاری ہو گا، یا اس کے اندر ذرہ برابر بھی عقل

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، حدیث:۲۹۹۹۔

[2] ۳۹/ الزمر:۱۰۔ [3] ۴۷/ محمد:۳۱۔

نہیں ہوگی۔

وعدے کے مطابق ذیل میں آیت بالا ﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ اور بعض ان احادیث کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے، جن کا تعلق خودکشی کے عنوان سے ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا آیت سے صراحت کے ساتھ خودکشی کی ممانعت کا ثبوت ملتا ہے، [1] اس لیے کہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اِحْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ وَاَنَا فِي غَزْوَةِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اِنِ اغْتَسَلْتُ اِنْ اُهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ فَصَلَّيْتُ بِاَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ)) فَاَخْبَرْتُهُ الَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْاِغْتِسَالِ فَقُلْتُ اِنِّي سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔ [2]

غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر ایک سرد رات کو مجھے احتلام ہوگیا، میں ڈرا کہ غسل کروں گا تو ہلاک نہ ہو جاؤں، چنانچہ میں نے تیمّم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز بھی پڑھا دی۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو

---

[1] اور رہی وہ تفسیر جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، جیسا کہ واحدی نے نقل کیا کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل نہ کرے، کیونکہ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے تم سب یک جان دو قالب ہو، تو یہ تفسیر ہماری بیان کردہ خود کشی کی بابت تفسیر کے منافی نہیں، اس لیے کہ جیسا ہم نے پہلے عرض کیا جب ہم سے ایک کا دوسرے کو مار ڈالنا حرام ٹھہرا تو کسی انسان کا اپنے آپ کو مار ڈالنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض او الموت أو خاف العطش تیمم، قبل حدیث: ۳۴۵، تعلیقاً؛ سنن ابوداود، کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد أیتمم؟ حدیث: ۳۳۴؛ مسند احمد: ٤/ ۲۰۳؛ مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۷، طبع قدیم وطبع جدید: ۱/ ۲۶۳، حدیث: ۶۲۹؛ الاحسان فی تقریب ابن حبان: ٤/ ۱٤۲ حدیث: ۱۳۱۵؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ۲۰۲، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: تحقیق ۱/ ۳۰۳ حدیث: ۳۳٤ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرو رضی اللہ عنہ! تم نے جنابت میں ہی ساتھیوں کو نماز بھی پڑھادی؟'' میں نے غسل سے جو رکاوٹ مجھے درپیش تھی آپ ﷺ کے گوش گزار کر دی اور یہ بھی عرض کر دیا کہ میں نے اللہ پاک کو سنا وہ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ ...... الخ﴾ نبی کریم نے جب یہ سنا تو ہنس پڑے اور پھر کچھ نہیں کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی غور کرنا چاہیے ﴿وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا وَظُلْمًا﴾ [1]

یعنی سورت کے آغاز سے اس مقام تک جو موضوع درپیش ہے، خاص طور پر خودکشی کا جس نے ارتکاب کیا، ﴿فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا﴾ ایسے شخص کو ہم جہنم رسید کریں گے اور دوزخ اس کیلئے بدترین ٹھکانا ہوگا۔ اس سب کے بعد کوئی بھی مومن اگر اس قسم کی گھناؤنی حرکت کا ارتکاب کرے تو اس کی پھٹکار کیلئے تنہا یہی آیت کافی ہے۔

نیز ایسی احادیث بھی بکثرت وارد ہیں جن میں خودکشی کی بابت وعید آئی ہے، اس سلسلے کی چند روایتیں ذیل میں درج ہیں۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا)) [2]

---

[1] اس وعید کے اندر سرکشی اور ظلم کی قید اس لیے عائد کی تاکہ بھول چوک غلطی اور نادانی کی صورتیں الگ ہو جائیں کہ ان وجوہ کی بنا پر وہ معذور ہوگا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وما يخاف منه والخبيث، حديث: ٥٧٧٨؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وانه لا يد خل الجنة الا نفس مسلمة، حديث: ١٠٩؛ سنن ترمذى، ابواب الطب، باب ماجاء فيمن قتل نفسه بسمّ أو غيره، حديث: ٢٠٤٤؛ سنن نسائى، كتاب الجنائز، باب ترك الصلاة على من قتل نفسه، حديث: ١٩٦٧۔

’’جو شخص کسی پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا، وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا اور جو شخص زہر پی کر خودکشی کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ کی آگ میں زہر پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کی ہوگی، وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی ہتھیار کو اپنے پیٹ میں جھونکتا رہے گا اور کبھی بھی اس کو رہائی نصیب نہیں ہوگی۔‘‘

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((وَمَنْ حَسَا سَمًّا فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ)) [1]

’’اور جس شخص نے زہر پی کر خودکشی کی ہوگی، اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ اس کو پیتا رہے گا۔‘‘

② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعَنُ نَفْسَهُ يُطْعَنُ نَفْسُهُ فِي النَّارِ وَالَّذِي يَقْتَحِمُ يُقْتَحَمُ فِي النَّارِ)) [2]

’’جس شخص نے اپنا گلہ گھونٹ کر خودکشی کی وہ آتش دوزخ میں بھی اپنا گلہ گھونٹتا رہے گا، جس نے (چھرا وغیرہ) جھونک کر خودکشی کی، دوزخ کی آگ میں بھی وہ اس کو جھونکتا رہے گا، جو کوئی اوپر سے گرا ہوگا، وہ جہنم میں بھی اسی طرح گرتا رہے گا۔‘‘

③ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ اسی مسجد میں حضرت جندب بن

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة، حديث:٣٨٧٢۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح سنن ابوداود: ٢/ ٤٦٥، حديث:٣٨٧٢۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود کی تحقیق ٣/ ٣٩ حديث:٣٨٧٢ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2] صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ماجاء في قاتل النفس، حديث:١٣٦٥۔ مؤلف نے جو الفاظ نقل کئے ہیں یہ الفاظ مسند احمد:٢/ ٤٣٥ میں دیکھئے؛ صحيح الترغيب والترهيب، ٢/ ٦٣٦، حديث: ٢٤٥٥؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ٧/ ١٢٥١، حديث: ٣٤٢١۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جتنی حدیثیں ہم سے ذکر کیں، ہم نے ان میں سے ایک کو بھی فراموش نہیں کیا۔ نہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی افترا پردازی سے کام لیا، بہرکیف انہوں نے فرمایا:

((كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللّٰهُ بَدَرَ عَبْدِي بِنَفْسِهِ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) ❶

''ایک شخص کے کوئی زخم آیا، اس نے خودکشی کر لی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے بندے نے خودکشی کیلئے جلدی کی، لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔''

④ ایک اور روایت میں ہے:

((كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ فَقَالَ اللّٰهُ بَادَرَ فِيَّ بِنَفْسِهِ...... الخ)) ❷

''گزشتہ اقوام میں ایک شخص تھا، اسے کوئی زخم آیا وہ بہت چیخا چلایا، آخر اس نے ایک چھری لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، لیکن خون بہتا رہا، یہاں تک کہ وہ مر گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے ہی خودکشی کیلئے جلدی کی۔''

آخر الذکر کے الفاظ یہ ہیں:

((إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِوَجْهِهِ قَرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا عَنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ ، قَالَ رَبُّكُمْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) ❸

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ماجاء في قاتل النفس، حديث: ١٣٦٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان نفسه وان من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وانه لا يدخل الجنة الانفس مسلمة، حديث:١١٣۔

❷ صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، حديث: ٣٤٦٣۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب غلظ تحريم قتل الانسان، نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وانه لا يدخل الجنة الانفس مسلمة حديث:١٨٠/ ١١٣۔

''گزشتہ اقوام سے کسی آدمی کے چہرے میں ایک پھوڑا نکل آیا، جب اس کو تکلیف ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر پھوڑے کو توڑ دیا، لیکن خون نہیں رکا اور وہ شخص مر گیا، تمہارے پروردگار نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔''

⑤ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

إِنَّ رَجُلاً كَانَتْ بِهِ جِرَاحَةٌ فَأَتَى قَرْنًا لَهُ فَأَخَذَ مِشْقَصًا فَذَبَحَ بِهِ نَفْسَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم. [1]

''ایک شخص کو کوئی زخم آیا۔ اس نے اپنا ایک ترکش لیا اور اس میں چوڑے پیکان کا ایک تیر نکالا اور اس نے اپنے آپ کو ذبح کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔''

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

⑥ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے بیعت کی تھی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [2]

---

[1] الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۷/ ۳۶۱ حدیث:۳۰۹۳؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث:۷۶۳۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح موارد الظمآن، ۱/ ۳۳۶۔۳۳۵ حدیث ۶۳۳۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن حدیث:۶۰۴۷؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه وأن من قتل نفسه بشئی عذب به فی النار وانه لا یدخل الجنة الانفس مسلمة، حدیث:۱۱۰۔

''جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے گا وہ ایسا ہی ہوگا جس طرح اس نے کہا (یعنی اسلام سے خارج ہو کر اسی مذہب میں داخل ہو جائے گا جس کی اس نے قسم کھائی) اور جس شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی، قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا اور جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس کی نذر لازم نہیں ہے اور مومن پر لعنت ملامت کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس کو مار ڈالنا اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام دھرا وہ ایسے ہی ہوگا جیسے اس کو قتل کیا اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو ذبح کر دیا، قیامت کے دن اسی چیز سے اسے عذاب دیا جائے گا۔''

چھبیسواں کبیرہ گناہ

قتل کرنا اور اس سے بھی زیادہ بدترین گناہ نسل کشی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!:

اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ؟ قَالَ ((اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ)) قَالَ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: ((اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يُّطْعِمَ مَعَكَ)) قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: ((اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ)) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقًا ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ [1]

سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کسی کو اللہ کا ہم سر ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔'' عرض کیا، اس کے بعد کون سا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اولاد کو اس خیال سے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گی۔'' عرض کیا، اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: ''ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿والذین یدعون مع اللہ...... الخ﴾'

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ سوال کیا تھا، ان دونوں روایتوں کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ [2]

---

[1] ٢٥/ الفرقان:٦٨؛ صحيح بخاري، كتاب الادب، باب قتل الولد خشية أن يأكل معه، حديث:٦٠٠١؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون الشرك اقبح الذنوب وبيان اعظمها بعده، حديث:٨٦۔ [2] حوالہ سابقہ۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ یقیناً زمانہ جاہلیت کے ماحول سے واقف تھے۔ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سماج میں مشرکانہ عقائد، انتہا درجے کی بد اخلاقی اور غلط رسم ورواج کو عروج حاصل ہے، یہاں قدم قدم پر بندہ اللہ سے دور اور شیطان کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ ایسے نازک دور میں یہ اللہ کا بے پایاں احسان تھا کہ اس نے انہیں اسلام سے مشرف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی انہیں توفیق بخشی، یہی وجہ تھی کہ تمام صحابہ کرام دین حنیف کو سیکھنے، سمجھنے کی زبردست آرزو رکھتے تھے اور قوانین الٰہی کی بصیرت کے حصول اور تحقیق وجستجو کیلئے بے چین رہا کرتے تھے۔

چنانچہ یہی عظیم المرتبت صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر استفسار کیا کرتے تھے، من جملہ ان سوالوں کے ایک سوال یہ بھی ہوتا تھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تین باتوں پر مشتمل تھا۔

پہلی بات یہ کہ ((اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ......)) "ندا" ضد اور مثل کو کہتے ہیں، یعنی تم کسی کو اللہ کا مشابہ اور اس کا ایسا ہم سرمت ٹھہراؤ جس کی پوری یا جزوی طور پر بندگی کی جائے یہ سب سے بھاری گناہ ہے، کیونکہ آخر باری تعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ پھر بندگی کا اصل حق دار وہ ہوگا یا کوئی اور؟ آخر وہی تو ہے جس نے پانی کے ناپاک قطرے سے تمہیں پیدا کیا ہے، ایک محفوظ جگہ رکھ کر تمہاری نگہداشت کی، پھر تمہیں مختلف منزلوں سے اس طرح گزارا کہ بالآخر ایک دن تم نے اس دنیا میں آکر آنکھیں کھولیں۔ اس وقت تم ننھے منے بچے تھے۔ تمہارے اندر معمولی سمجھ بھی نہ تھی، نہ کچھ کر سکتے تھے۔ اسی ذات واحد نے تمہارے ماں باپ کے دلوں میں تمہارے لیے شفقت اور محبت ڈالی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے تمہاری بہتر پرورش کی، ہر ہر خدمت سرانجام دی اور تمہیں اچھی تربیت دی۔ پھر رفتہ رفتہ اللہ نے ایک حالت سے دوسری حالت میں تمہیں اس طرح منتقل کیا کہ تم نے کامل انسان کا روپ پایا۔ ایڑی سے لے کر چوٹی تک اس نے تمہیں ان گنت نعمتوں سے نوازا۔ سماعت، بصارت، فہم وفراست، علم ومعرفت، قدرت وصلاحیت اور مال ودولت غرض لامتناہی اور بے شمار نعمتوں سے تمہیں سر سے پیروں

تک ڈھانک دیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴾ 1

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔''

پھر چاروں طرف سے ان نعمتوں اور رعنائیوں کے اندر گھرے ہونے کے باوجود تمہیں یہ زیب نہ دے گا کہ اللہ کی کسی بھی مخلوق، کسی بت، یا کسی ولی، یا نبی کی طرف رخ کرو، ان کی جانب متوجہ ہو کر ان سے نفع یا نقصان طلب کرو، بیماری سے شفایابی، کسی ضرورت سے حاجت برآری، یا کوئی ایسی مراد ان سے مانگو جسے اللہ کے سوا کوئی پوری نہ کر سکے۔ اس میں شک نہیں کہ عقل سلیم اور فطرت مستقیم یہی فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اپنے محسن کے احسانات کا شکر ادا کرنا چاہیے اور منعم حقیقی یعنی ذات باری تعالیٰ کے احسانات کی سچی شکر گزاری یہ ہے کہ کامل اسی کی بندگی کی جائے اور سارے اعمال خالص اسی کیلئے کیے جائیں۔ آخر یہ بھی کیسی عجیب ستم ظریفی ہوگی کہ تم پر احسان زید کرے اور شکر بکر اور خالد کا ادا کرو، جنہوں نے ذرہ برابر بھی تم پر احسان نہیں کیا، کیا کوئی عقل سلیم اس قسم کے کسی اقدام کو کبھی بھی درست قرار دے گی؟

شرک بدترین اور بھیانک جرم ہے، اس کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے یہ کہہ کر شرک کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا ہے:

﴿ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ 2

''بلاشبہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

نیز فرمایا:

---

1 ١٤/ ابراهيم: ٣٤۔ 2 ٥/ المآئدة: ٧٢۔

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ 1

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور ہاں اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔''

صحیح حدیث مبارکہ میں ہے:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) قَالُوا، بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ ((اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ)) وَكَرَّرَهُ ثَلَاثًا حَتّٰى قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ لَيْتَهُ سَكَتَ. 2

''کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' اس کو آپ ﷺ نے تین بار اس طرح دہرایا کہ بعض صحابہ کہنے لگے کاش آپ خاموش ہو جاتے (تو اچھا ہوتا)۔

شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو پکارا جائے اور اللہ کی بندگی کے ساتھ ساتھ غیروں کی بھی بندگی اور پرستش کی جائے۔ عبادت ایک جامع لفظ ہے، جس کے اندر کامل طور پر وہ اعمال اور اقوال شامل ہیں۔ جو صرف اللہ رب العزت کیلئے مخصوص اور پسندیدہ ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، نذر، قسم، فریاد، خوف وخشیت، توجہ اور انابت اور قربانی اور وہ تمام اعمال جو عبادت کے نام سے مشہور ہیں۔ عبادت اور بندگی کے ان کاموں کی بابت انسان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ انہیں صرف اللہ کیلئے کرے اور ان کی انجام دہی میں اللہ کے ساتھ کسی پیر فقیر ولی، بزرگ شجر، حجر، غار یا استھان ہی نہیں بلکہ کسی مقرب فرشتے یا رسول کو بھی شریک نہ ٹھہرائے۔

عقل وفہم کی رو سے شرک کی اس قیامت خیز تباہی اور قباحت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

---

1 ٤/ النسآء: ٤٨۔ 2 صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور، حدیث: ٢٦٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها حدیث: ٨٧۔

﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [1]

''اور تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، یہ وحی بھیجی گئی ہے۔ کہ اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیائے کرام شرک تو رہا درکنار، معمولی گناہوں سے بھی یکسر مبرا اور پاک صاف ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے پہل خطاب پیغمبر علیہ السلام سے ہوا، جب کہ اصل مخاطب ساری امت اور تمام انسان ہیں۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ شرک اصغر

۲۔ شرک اکبر

① شرک اصغر کے ارتکاب سے اگرچہ انسان ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا، مگر اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے، جیسے ریا کاری اور غیر اللہ کی قسمیں کھانا وغیرہ بشرطیکہ جیسی اللہ کی تعظیم مقصود ہے، غیر اللہ کی ایسی تعظیم مقصود نہ ہو۔ اسی طرح واو شرکیہ کے ساتھ اس قسم کا جملہ کہنا کہ ماشاء اللہ و ماشاء فلاں (جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے) تو یہ بھی شرک ہے۔

② اس کے بالمقابل شرک اکبر کے ارتکاب کی صورت میں بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مشرکین کی صف میں جا پہنچتا ہے اور یہ ایسے کام ہیں، جیسے غیر اللہ کیلئے نمازیں پڑھنا، خالص بندگی کی نیت سے خانہ کعبہ کی طرح کسی استھان کا طواف کرنا اور پیر، پیغمبر یا کسی بھی مخلوق کے لیے نذریں ماننا۔ یہ اور اس قسم کے کاموں کا شمار شرک اکبر میں ہوتا ہے۔ جن کا مرتکب ملت اسلامیہ کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس قسم کی حرکتوں کی بابت جب تک کھل کر شرک اکبر ہونے کا ثبوت نہ میسر آ جائے، ایسے شخص کو فوری طور پر کافر نہیں کہا جائے گا یہ اس لیے کہ لوگوں میں جہالت عام ہو چکی ہے۔ دوسری طرف مسلم معاشرے میں

---

[1] ۳۹/ الزمر: ۶۵۔

مفید شرعی علوم کا سلسلہ روز بروز ماند پڑتا جارہا ہے، خاص طور پر علم توحید سے واقفیت کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے اور علم کے کچھ مدعی روز مرہ شرک کی دلدل میں ڈوبتے جارہے ہیں اور انہوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بجائے نبی ولی، یا پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ کر ان کی پرستش اور بندگی کئے جارہے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ اس جہالت کی حوصلہ افزائی بعض ایسے پڑھے لکھے جاہل کر رہے ہیں، جنہوں نے صالحین کی محبت اور اولیاء اللہ کی عقیدت کا پرفریب لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ (اے اللہ اپنے بندوں کو بس تو ہی سیدھی راہ دکھا!)

علمائے کرام کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی توحید کو بندوں میں عام کریں، اس کی وحدت کے گن گائیں اور شرک کی اعلانیہ مذمت کریں۔ اس کی گندگی کو ثابت کریں، بدعات اور ہر نئے رسم ورواج سے لوگوں کو آگاہ کریں اور اگر لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو اس ارشاد باری کے مطابق ان کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوگا۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ ان کی کھلی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں چھپاتے ہیں، باوجود یہ کہ ہم نے لوگوں کو سمجھانے کیلئے ان باتوں کو کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی اور احکام حق کو صاف بیان کر دیا تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔“

دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ((أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے بعد قتل کرنا بدترین گناہ ہے۔ ناحق قتل کے خلاف قرآن حکیم میں کتنی آیتیں وارد ہیں۔ جن میں جہنم کے شدید عذاب سے بھی صاف صاف

---

[1] ۲/ البقرۃ: ۱۵۹، ۱۶۰۔

ڈرایا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴾ [1]

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ، مگر حق پر اور جو بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسے کام کرے گا تو سخت سزا پائے گا ، قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔''

﴿ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ کی تفسیر میں چند اقوال ہیں ، ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی کسی وادی کا نام ہے ، بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ آثام سزاؤں کو کہا جاتا ہے۔ ایک باہوش قاری دوسرے فقروں پر نہیں اسی ایک فقرے ﴿ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ ﴾ کو سنے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ یہ کتنی بڑی وعید ہے ، جس سے صاحب ایمان مسلمان کا پہلو لرز اٹھتا ہے ، پرہیز گاروں کے دل ہی نہیں ، پتھروں کے دل بھی لرز اٹھتے ہیں اور خوف وخشیت سے لبریز دل کانپ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾ [2]

''اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس کی لعنت پڑے گی اور اللہ نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

کس قدر تیز وتند اور سخت پھٹکار ہے ، ان مجرموں کیلئے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے۔ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا ، اس کی لعنت ان پر برستی ہوگی اور وہ اس کی رحمتوں

---

[1] ۲۵/ الفرقان:٦٨۔ [2] ٤/ النسآء:٩٣۔

سے دور اور اس کی شفقتوں سے مہجور ہوں گے۔ گونا گوں سزاؤں اور عذاب کے بعد کیا اب بھی کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کے لیے اپنے قدموں کو جنبش دے گا؟ یا کسی ذمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے درپے ہوگا؟

قرآن پاک کی ان آیات کی طرح قتل وخون ریزی سے خوف دلانے اور ڈرانے کے لیے بکثرت احادیث بھی موجود ہیں۔ ان میں سے چند احادیث قارئین کرام کے سامنے رکھی جاتی ہیں۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) [1]

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔''

ان میں ایک کسی کو ناحق مار ڈالنا ہے۔

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ)) [2]

''ایک مسلمان کے ناحق قتل کے مقابلے میں ایک دنیا کو تباہ کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہیں زیادہ آسان ہے۔''

اس روایت کو مسلم، نسائی اور ترمذی رحمہ اللہ نے مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے نقل کیا ہے، البتہ موقوف کو ترجیح حاصل ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد کو نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ اَنَّ اَھْلَ السَّمَاءِ وَاَھْلَ الْاَرْضِ اِشْتَرَکُوا فِیْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَکَبَّھُمُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلمًا انما یأکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرًا﴾ (٤/ النساء:١٠) حدیث:٢٧٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرھا حدیث :٨٩ـ

[2] سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، حدیث:٣٩٩٢، سنن ترمذی، ابواب الدیات، باب ما جاء فی تشدید قتل المومن، حدیث:١٣٩٥ـ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اللّٰهُ فِي النَّارِ)) ❶

''اگر آسمان اور زمین والوں نے کسی مومن کو قتل کرنے میں مل جل کر حصہ لیا تو اللہ رب العزت منہ کے بل انہیں جہنم میں ڈالے گا۔''

اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث سے ناحق قتل کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے اور اس شرم ناک اور گھناؤنے جرم کے ارتکاب کی مذمت کا پتا چلتا ہے اور جب کسی اجنبی کو مار ڈالنا اس قدر بھیانک اور مکروہ حرکت ٹھہری، یہاں تک کہ شرک کے بعد سب سے بدتر گناہ اسی کو ٹھہرایا گیا تو سوچنا چاہیے کہ باپ کا اپنی اولاد کو قتل کرنا کتنا مہلک اور شرم ناک جرم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوعیت کی بعض جاہلی رسموں، مثلاً دختر کشی اور نسلی منصوبہ بندی کی کھل کر مذمت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ❷

''یقیناً وہ لوگ تباہ ہوئے جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت سے قتل کیا اور اللہ پر افترا کر کے اس کی عطا کی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھے راستے پر نہیں آئے۔''

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْــــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ﴾ ❸

''کہو کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔ (وہ یہ ہیں) کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، کیونکہ تم کو اور ان کو ہم روزی دیتے ہیں۔''

---

❶ سنن ترمذی، ابواب الدیات، باب الحکم فی الدماء، حدیث:۱۳۹۸۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/ ۶۳۰، حدیث: ۲۴۴۲۔

❷ ٦/ الانعام:۱۴۰۔ ❸ ٦/ الانعام:۱۵۱۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [1]

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ بے شک اولاد کا قتل کرنا (بڑا) بھاری گناہ ہے۔''

زمانہ جاہلیت کے بعض افراد اس لیے بھی اپنی بیٹی کو زندہ درگور کر دیتے تھے کہ کہیں آگے چل کر جنگوں میں انہیں باندیاں اور کنیزیں نہ بنایا جائے، جس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کی پیشانی داغدار ہو جائے اور کچھ لوگ محض فقر وفاقہ کے ڈر سے بھی نسل کشی کا ارتکاب کرتے تھے، جس کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ ﴾ [2]

''اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور پر قتل کی گئی''

حد درجہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جاہلیت کی یہ رسم آج خاندانی بہبود اور منصوبہ بندی کے پرفریب نعروں کے ساتھ پھر سے سر اٹھائے ہوئے ہے۔ چنانچہ آج بڑے دعوے سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ میاں بیوی ہم دو، ہمارے دو، پر عمل کریں اور دو یا تین سے زائد بچے پیدا نہ ہونے دیں، نہ حمل کی نوبت آنے دیں، اسی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری سکیم یہ بھی چلائی جاتی ہے، جس کو پیدائش کے درمیان وقفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس وقفے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو بچوں کے درمیان کم از کم تین، چار یا پانچ سال کا لازمی فرق رکھا جائے، اس وقفے کی توجیہہ منصوبہ بند خاندان اس طرح کرتے ہیں کہ بار بار کی زچگی سے بیوی بیمار پڑ جاتی ہے، لہٰذا جلد از جلد حاملہ ہونا اس کے بس کا روگ نہیں، یا وہ بچوں کی تربیت اور ان کی نگہداشت پر قدرت نہیں رکھتی۔ اس حد تک کی اجازت پر اتفاق ہے۔

منصوبہ بندی کی بعض وجوہ حکومتی یا انفرادی سطح سے تعلق رکھتی ہے۔...... ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حکومتی سطح کی وجوہ یہ ہیں کہ حکومتوں کو یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ آبادی روز بروز بڑھ

---

[1] ١٧/ الاسراء: ٣١۔ [2] ٨١/ التکویر: ٨۔

رہی ہے اور پیداوار نہیں بڑھتی، اس لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی یا عائلی تنظیم اور بہبودی کیلئے کوشاں رہتی ہیں۔ انہیں یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ دس برسوں کے اندر اندر ہر طرف فاقہ کشی اور قحط سالی کا دور دورہ ہوگا اور دنیا کی اکثر آبادی اس کی لپیٹ میں آ جائے گی، نیز یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ ایک طویل عرصے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا جب گنجان آبادی کی وجہ سے انسانوں کو زمین پر پاؤں رکھنے کیلئے بھی جگہ نہیں مل سکے گی۔ حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حقائق ان تمام تر قیاس آرائیوں اور تخمینوں کو جھٹلا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ غلط پروپیگنڈا سب سے پہلے ایک انگریز دانشور مولتس نے ۱۷۹۸ء میں کیا، جس کو آج کم وبیش دوسو سال ہو رہے ہیں اور اصل واقعہ اس پروپیگنڈے کو جھٹلا رہا ہے۔ چنانچہ دیکھا جا سکتا ہے کہ دنیا ایسی کسی آفت کا شکار نہیں اور غذائی اجناس اور عام پیداوار پہلے سے کہیں زیادہ مقدار میں دستیاب ہیں، اس شعبے سے متعلق اعداد وشمار کے ماہرین نے یہ بھی اندازہ کیا ہے کہ نسلی افزائش کی بہ نسبت زرعی پیداوار چار گناہ زیادہ ہے۔ درحقیقت یہ غلط نظریہ ایسے ذہنوں کی ایجاد ہے، جن کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر مطلق یقین نہیں ہے، جنہیں ہرگز یہ بھروسا نہیں کہ اللہ بندوں کا روزی رساں اور ان کا کفیل ہے۔ وہی اس روئے زمین کا خالق اور سارے انسانوں کا پالنہار ہے۔ ان کی روزی، روٹی، ان کی صلاح وفلاح اور ان کی موت وحیات کا ضامن ہے اور یہ وہ حقائق ہیں جہاں ظن اور تخمینے کو رسائی نہیں، نہ وہاں قیاس آرائی اور توہم کا کوئی گزر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ [1]

''اور جو جاندار دنیا میں ہیں۔ سب کا رزق اللہ کے ذمے ہے، ان کا مستقل ٹھکانا عارضی مقام، دونوں وہی جانتا ہے۔ یہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے:

((اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ

---

[1] ۱۱/ ھود: ٦۔

عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يُرْسِلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيُنْفَخُ فِيهِ الرُّوْحُ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ يُكْتَبُ رِزْقُهُ وَأَجَلُهُ وَعَمَلُهُ وَشَقِيٌّ أَوْسَعِيدٌ)) ❶

"ہر انسان اپنی پیدائش کے چالیس دن ماں کے رحم میں نطفے کی شکل میں گزارتا ہے، پھر وہ جمے ہوئے خون اور گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے، اسی حالت میں فرشتہ اس کے پاس آ کر اس کے اندر روح پھونکتا ہے اور اس کے بارے میں چار چیزوں کا اندارج کرتا ہے۔ روزی، موت، اس کی ساری کارگزاری اور یہ کہ اس کا شمار خوش نصیبوں میں ہوگا یا بدبختوں میں ہوگا۔"

انفرادی سطح پر اسلام نے دو طرح سے اس رجحان کا علاج کیا ہے۔

اول یہ کہ نسل کشی سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے، چنانچہ اوپر مذکور باری تعالیٰ کے ارشاد سے اس فعل بد کی مذمت پہلے گزری ہے:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ❷

"جو لوگ اپنی (مادہ) اولاد کو جہالت اور بے وقوفی سے قتل کر ڈالتے ہیں۔ یہ بڑے خسارے میں ہیں۔"

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ ❸

"اور اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی تو ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں، ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

دوسرے ابتدا ہی سے ایسی تدبیروں سے منع کیا، جن سے امتناع حمل ہوتا ہے، جیسا کہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم، حدیث:۳۲۰۸؛ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن امّه وکتابة رزقه واجله وعمله وشقاوته وسعادته، حدیث:۲٦٤۳۔

❷ ٦/ الانعام:۱٤۰۔ ❸ ۱۷/ بنی اسرائیل:۳۱۔

عزل کے عنوان کے تحت مذکور ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں:

غَـزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ بَـنِي الْمُصْطَلَقِ فَبَيْنَا كَرَائِمُ الْـعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْهِمَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَاءِ فَارَدْنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَـعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُوْلُ ﷺ بَيْـنَ اَظْهُـرِنَا لَا نَسْاَلُهُ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَتَكُوْنَ)) [1]

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب غزوہ بنو مصطلق پر گئے اور عرب کی شریف عورتوں کو قیدی بنایا۔ عورتوں سے علیحدگی کو مدت دراز ہو گئی تھی، لیکن ان (باندیوں) کی قیمت کی بھی ہم کو خواہش تھی۔ ہم ان سے لذت یاب ہونا چاہتے تھے، مگر عزل کرتے تھے، چنانچہ ہم یہ کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے۔ ہم نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "اگر ایسا نہیں کرو گے، تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ جس روح کا پیدا ہونا قیامت تک اللہ نے مقرر کر دیا ہے، وہ ضرور پیدا ہو گی۔"

ایک روایت میں ہے" تا قیامت جن کی خلقت ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو قلم بند کر لیا ہے۔" [2] ایک اور روایت میں ہے "تم ضرور ایسا کرتے ہو، تم ضرور ایسا کرتے ہو، تم ضرور ایسا کرتے ہو، مگر جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے، وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔" [3] ایک اور روایت میں ہے "اگر تم ایسا نہ کرو گے تو کوئی حرج نہیں ہے،

---

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة بني المصطلق من خزاعة وهي غزوة المريسيع، حديث:٤١٣٨؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، حديث: ١٢٥/ ١٤٣٨۔

[2] صحيح مسلم، حواله سابقه، حديث:١٢٦/ ١٤٣٨۔

[3] صحيح مسلم، حواله سابقه، حديث: ١٢٧/ ١٤٣٨۔

کیونکہ یہ تو حکم الٰہی ہے۔'' 1 ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''اگر تم ایسا نہیں کرو گے، یہ الفاظ ممانعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔'' حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، بخدا لگتا ہے، اللہ نے جیسے تنبیہ کر دی ہے۔

حضرت جدامہ بنت وہیب رضی اللہ عنہا (حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن) فرماتی ہیں:

حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي أُنَاسٍ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسِ فَإِذَاهُمْ يَغِيْلُوْنَ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ شَيْئًا)) فَسَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ، فَقَالَ: ((ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ)) 2

میں کچھ آدمیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ دودھ پلانے کے زمانے میں عورتوں سے قربت کرنے سے منع کر دوں، مگر پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس والے حالت رضاعت میں عورتوں سے قربت کرتے ہیں اور ان کو کچھ ضرر نہیں ہوتا اس لیے منع نہیں کیا'' اس کے بعد لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو درپردہ زندہ درگور کرنا ہے۔''

عبیداللہ مقری سے جو روایت مروی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے، ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾ 3

ان احادیث سے ہمیں عزل کی ممانعت کا پتا چلتا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد امتناع حمل

---

1 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، حدیث: ۱۲۹-۱۲۸/۱۴۳۸۔ ابومحمد اور حسن کے اقوال، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل حدیث: ۱۳۱-۱۳۰/۱۴۳۸ کے آخر میں موجود ہیں۔

2 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وھی وطئی المرضع وکراھة العزل، حدیث: ۱۴۴۲۔

3 صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وھی وطئی المرضع وکراھة العزل، حدیث: ۱۴۴۲/۱۴۱۔

ہے اور عزل اس لیے بے مقصد ہے، کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا، ایک حدیث شریف میں ہے کہ تا قیامت جس قدر روحیں پیدا ہونے والی ہیں وہ پیدا ہو کر رہیں گی۔ پھر تمام نطفے سے بچہ نہیں پیدا ہوتا بلکہ ایک قطرے کے انتہائی چھوٹے حصے سے اس کی خلقت ہوتی ہے، جس کے اندر ہارمون موجود ہوتا ہے اور اگر کوئی یوں کہے کہ عزل کی اباحت میں حدیثیں وارد ہیں۔ جیسے صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اتر رہا تھا۔'' [1]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز سے ممانعت مقصود ہوتی تو قرآن پاک ہمیں ضرور منع کر دیتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری بیان کردہ مسلم شریف کی روایت اور جدامہ رضی اللہ عنہا کی روایت ان دونوں روایتوں سے تحریم کا ثبوت ملتا ہے اور پہلے سے اباحت تھی۔ لہٰذا اب یہ تحریم اس اباحت کو منسوخ کر دے گی۔

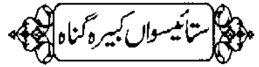
اگر نسخ نہ بھی ہوا تو ایک دوسرے پہلو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم کی حدیث سے ممانعت نکلتی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اباحت...... اور ممانعت اباحت پر مقدم ہے، اس لحاظ سے ہم نے جو عرض کیا وہی درست ثابت ہوا۔

رہے علمائے کرام تو اباحت، کراہت اور تحریم کے بارے میں ان کے مختلف اقوال ہیں:

سائب رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے کہ یہ فعل حرام ہے، سوائے اس کے کہ زوجہ یا آقا کی اجازت حاصل ہو، یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب العزل، حدیث:۵۲۰۸؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، حدیث:۱۴۴۰۔



زنا کاری، اور بدترین زنا کاری اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا ہے

جملہ اقوام کا اس پر اتفاق ہے کہ زنا کاری حرام ہے اور کوئی دستور اس کو جائز تصور نہیں کرتا۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کی رو سے اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾ [1]

''اور زنا کے نزدیک بھی نہ جایا کرو، کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت برا طریق ہے۔''

اللہ والوں کی صفات کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ ﴾ [2]

''اور وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے اور وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور جس جان کے قتل سے اللہ نے منع کیا ہے، اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا، قیامت کے روز اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ کیلئے ذلیل وخوار رہے گا۔''

---

[1] ١٧/ الاسرآء: ٣٢۔ [2] ٢٥/ الفرقان: ٦٨، ٦٩۔

مذکورہ بالا آیت تمام فحش کاموں کو شامل ہے، جن میں زنا کاری سرفہرست ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ ۚ ﴾ ❶

''اور ظاہر و باطن بے حیائی کے قریب نہ جاؤ۔''

نیز بہت سی احادیث سے اس کی حرمت ثابت ہے اور اس شرم ناک جرم کے ارتکاب پر وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) ❷

''زنا کار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا أَقْلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ)) ❸

''آدمی جب زنا کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایمان نکل کر اس کے اوپر سائبان کی طرح تن جاتا ہے، پھر جب باز آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

اس روایت کو ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا الفاظ ابوداود کے ہیں۔ نیز ترمذی، بیہقی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

---

❶ ٥/ المآئدة:١٥١۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب النهى بغير اذن صاحبه، حديث:٢٤٧٥؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان نقصان الايمان، بالمعاصى ونفيه عن المتلبس بالمعصية على ارادة نفى كماله، حديث: ٥٧۔

❸ سنن ابوداود، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، حديث: ٤٦٩٠؛ سنن ترمذى، ابواب الايمان، باب ماجاء لايزنى الزانى وهو مؤمن (بعد حديث: ٢٦٢٥ تعليقًا)؛ مستدرك حاكم، ١/ ٢٢ وطبع جديد: ١/ ٢٩ حديث:٥٦؛ شعب الايمان، ٧/ ٢٦٨ حديث: ٤٩٧٩۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود کی تحقیق ۴/ ۵۶۰ حدیث ۴۶۹۰ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

''جو شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح کھینچ لیتا ہے، جیسے آدمی اپنے سر سے قمیض کو اتار پھینکتا ہے۔'' [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا أَوِ الرِّبَا فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ)) [2]

''جب کسی بستی میں زنا کاری اور سود خوری کا ظہور ہوتا ہے تو بستی والے اپنے اوپر اللہ کا عذاب حلال کر لیتے ہیں۔''

اس روایت کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

جرم جتنا بڑا ہے اس کی سزا بھی اتنی ہی سخت ہے، اس لیے زنا کار مرد اور عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں کوڑے مارنے کی سزا تجویز کی ہے۔

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [3]

''زانی اور زانیہ ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کا حکم جاری کرنے میں تم ان پر کسی طرح کا ترس مت کھاؤ، اگر تمہارا اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔''

---

[1] مستدرك حاكم، ١/ ٢٢ وطبع جديد: ١/ ٢٩، حديث: ٥٧۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب، ٢/ ١١١، حديث: ١٤٠٨؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة، ٣/ ٤٣٤، حديث: ١٢٧٤۔

[2] مستدرك حاكم، ٢/ ٣٧ وطبع جديد: ٣/ ٨٥٥ حديث: ٢٢٦١؛ شعب الايمان للبيهقي، ٧/ ٣٧٠ حديث: ٥١٤٣؛ المعجم الكبير للطبراني، ١/ ١٧٨ حديث: ٤٦٠۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ [3] ٢٤/ النور: ٢۔

یہ سزا اس وقت نافذ ہوگی جب کہ مرد جرم کا اعتراف کرے گا یا چار گواہوں کے ذریعے زنا کی فرد جرم اس پر عائد ہوگی اور اگر زنا کار محصن ہے تو اس کا خون مباح ہوگا۔

محصن وہ ہے جس نے درست طریقے سے شرعی نکاح کیا اور اپنی بیوی سے دخول کیا ہو، ایسے شادی شدہ مرد سے اگر زنا سرزد ہو جائے تو اس کی پاداش میں اس کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ یہی حکم شادی شدہ عورت کا ہے، اس لیے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بَالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ)) [1]

''مجھ سے (سیکھ) لو، مجھ سے (سیکھ) لو، اللہ نے ان کے لیے ایک راہ نکالی ہے۔ کنوارا کنواری کے ساتھ (زنا کرے تو) سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ کے ساتھ (زنا کرے تو) سو کوڑے اور پتھر مار مار کر ختم کر دینا۔''

اس روایت کو بخاری اور نسائی کے علاوہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ [2] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ نامی ایک عورت اور ایک مرد ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہما کو سنگسار کیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی ہی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں، جس سے بہت سے نقصانات اور مفاسد کے پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور عام انسان اور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی، حدیث: ١٦٩٠؛ سنن ابو داود، کتاب الحدود، باب فی الرجم، حدیث: ٤٤١٥؛ سنن ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی الرجم علی الثیب، حدیث: ١٤٣٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب حد الزنا، حدیث: ٢٥٥٠۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب سؤال الامام المقر هل أحصنت؟ حدیث: ٦٨٢٥؛ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، حدیث: ١٦٩٢ تا ١٦٩٦؛ وسنن ابو داؤد، کتاب الحدود، باب رجم ما عز بن مالك، حدیث: ٤٤١٩ تا ٤٤٢٢؛ سنن ابو داود، کتاب الحدود، باب فی المرأة التی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجمها من جهینة، حدیث: ٤٤٤٢۔

پورا معاشرہ جس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ زنا کاری بھی انہی چیزوں میں سے ہے۔ اس کی بعض مضرتیں ذیل میں درج ہیں:

① اس کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور انجام کار اس کی وجہ سے قتل اور خون ریزی کے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں، کیونکہ اکثر آسمانی مذاہب اور بیشتر انسانی دستور اس کو حرام اور ننگ و عار کا باعث ٹھہراتے ہیں اور لوگوں کے اندر اس کے نتیجے میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے کہ اگر ان کی بیٹی، ان کی بہن یا ان کی بیوی نے زنا کیا تو یہ اس کو تہہ تیغ کر دیتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قتل کے نتیجے میں قتل ہوتا ہے۔

② نسب ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ جو بچہ حرامی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شرعی باپ، بھائی چچا یا چچازاد بھائی کوئی بھی نہیں ہوتے۔ اس طرح نسب ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں کنبہ، قبیلہ اور خاندان قائم نہیں ہوتا اور باہم تعارف کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، جو اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ [1]

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم سب لوگوں کو مختلف قومیں اور قبائل اس لیے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔ اللہ جانتا ہے اور خبردار ہے۔"

③ زنا کے عادی لوگ شادی سے کتراتے ہیں اور اسی سے اپنا کام چلاتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اولاد نہیں ہوتی، جس سے ان کا نام ان کے بعد بھی باقی رہے۔ اس طرح نسل کے تحفظ کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

④ زنا کے سبب آدمی تنگ دستی اور فاقہ کشی کے بندھن میں گرفتار ہو جاتا ہے، کیونکہ زانی کو بس ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی چہیتی خوش رہے اور اس کو خوش رکھنے کے لیے وہ

---

[1] ٤٩/ الحجرات: ١٣۔

اپنا مال پانی کی طرح بہا دیتا ہے۔ پھر ایسا وقت بھی آتا ہے جب اس کے دام محبت میں گرفتار ہو کر محنت، مشقت اور ہر قسم کے روزگار سے دست کش ہو جاتا ہے۔

⑤ زنا کی بدولت زنا کار مرد اور عورت کئی قسم کے خطرناک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں بعض امراض پوشیدہ اور حد درجہ اذیت ناک ہوتے ہیں، جیسے زہری، سیلان، ایڈز، پھوڑا، سستی، لاغری اور ولادت کے وقت دشواری وغیرہ۔ یہ امراض نسل اور خاندان کیلئے بے حد خطرناک ہوتے ہیں، نسلی افزائش، تندرستی اور قوموں کے فطری ارتقا کی راہ میں ان کی وجہ سے بڑی رکاوٹیں اور زبردست مصیبتیں آتی ہیں۔

اگر زنا کاری میں دوسری خرابی نہ ہو تو یہی اس کی ایک خرابی کیا کم ہے کہ اس کی وجہ سے ایسی چھپی ہوئی مہلک ترین بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں، جن سے دنیا کے شفا خانے بھرے پڑے ہیں اور ان کی بدولت بے شمار بچے موت کے گھاٹ اترتے ہیں، چنانچہ بہبود اطفال کے مراکز پر آنے والی حاملہ خواتین کے سروے کے نتیجے میں جو اعداد و شمار فراہم ہوئے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ۳۹۴ میں سے ۱۳۰ حاملہ خواتین ایسی ہوتی ہیں، جن میں ہر ایک کے اندر خطرناک قسم کے جراثیم ہوتے ہیں اور یہ خطہ ان علاقوں میں شمار ہوتا ہے، جنہیں پوری شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے۔ (الاسلام والرسول مصنفہ مؤلف کتاب)

اور جب زنا کاری حرام ہے اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں اور ایسی بے حیائیوں میں ہوتا ہے، جنہیں عقل سلیم اور فطرت مستقیم گوارا نہیں کرتی اور ان میں ایسے گناہ بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر گزشتہ احادیث میں کیا گیا ہے۔ تو سوچنا چاہیے کہ ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا بدترین اور بھاری گناہ ہے اور انتہائی جرم ہے۔

باہمی ہمدردی اور حسن سلوک کی بنا پر ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر حق ہوتا ہے، چنانچہ ایک سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید فرمائی ہے اور احادیث مقدسہ میں بھی اس لئے کسی پڑوسی کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کے ساتھ بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کی خبر گیری اور ان کا چھوٹا موٹا کام کیا جائے، الٹا ان کے ساتھ گندی اور شرمناک حرکت کی جائے، ظاہر ہے اس سے بڑی بے حیائی اور کیا ہوگی۔ یہی

وجہ ہے کہ اس فعل بد کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے اور اس ضمن میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

① حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

((مَا تَقُوْلُوْنَ فِي الزِّنَا؟)) قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ: ((لَأَنْ يَزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ)) [1]

''زنا کی بابت تم کیا کہتے ہو؟'' صحابہ نے کہا حرام ہے، اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے تا قیامت یہ فعل حرام رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا: ''کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ گناہ اس گناہ سے کم تر ہوگا کہ وہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔''

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ نیز طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر اور اوسط میں اس کو نقل کیا ہے۔

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، اس کو مرفوع کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

۲۸۴: مَثَلُ الَّذِي يَجْلِسُ عَلَى فِرَاشِ الْمُغِيْبَةِ مَثَلُ الَّذِي يَنْهَشُهُ أَسْوَدُ مِنْ أَسَاوِدَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. [2]

---

[1] مسند احمد، ۶/ ۸؛ الادب المفرد للبخاری، باب حق الجار، حدیث:۱۰۳؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۵۷، ۲۵۶، حدیث: ۶۰۵؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۴/ ۳۸۷، حدیث:۶۳۳۳، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۶۱۵ حدیث: ۲۴۰۴۔ [2] مجمع الزوائد: ۶/ ۲۸۴، حدیث:۱۰۵۵۸؛ الترغیب والترهیب، کتاب الحدود، باب الترهیب من الزنا سیما لحلیلة الجار والمغیبة والترغیب فی حفظ الفرج: ۳/ ۲۴۱ حدیث:۳۵۵۰، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۶۱۶، حدیث:۲۴۰۵۔

''شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کے بستر پر بیٹھنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے، جسے قیامت کے خطرناک زہریلے سانپوں میں سے کوئی سانپ ڈس رہا ہو''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

شہوت اور طاقت میں ڈوبا ہوا جوان آدمی یقیناً بہک سکتا ہے اور شیطان اسے بہکا کر معصیت کے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ لیکن عمر رسیدہ بوڑھا جس نے قبر میں پاؤں لٹکا لیا ہو، اگر بہک جائے تو اس سے زیادہ بری بات اور کیا ہوگی؟

هب الشبيبة تبدي عذر صاحبها   مـابـال شيبك يستهـويــه شيطان

(بالفرض جوان آدمی بہک جائے تو اس کے پاس جوانی کا عذر ہے، لیکن بوڑھے کو اگر شیطان بہکا دے تو اسکے پاس بھلا کیا عذر ہوگا)

جاں بلب بوڑھا جسے صبح و شام موت کا کھٹکا لگا ہو، اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے توبہ کرے، اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے، مرنے سے پہلے جتنے گناہ کئے ہیں ان پر نادم ہو اور اس دن کے لئے نیک اعمال ساتھ لے جائے، جب کسی شخص کو اس کی اولاد اور اس کا مال کچھ بھی کام نہیں دے گا، سوائے اس شخص کے جو اپنے رب کے حضور سلامتی والا دل لے کر جائے گا۔

معمر اور سن رسیدہ آدمی کا یہی فرض ہے جو اوپر مذکور ہوا، لیکن اگر اس نے اپنے فرض منصبی کو چھوڑ دیا، غضب الٰہی کے درپے ہوا، اوچھی اور غلیظ عادتوں میں پڑا رہا، گناہوں کی دلدل میں ڈوبا رہا تو اس کی یہ حرکت جوانوں کی بدعادتوں سے زیادہ شرم ناک اور بدتر ہوگی جن کی جوانی ہی دیوانی ہوتی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) [1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب غلظ تحريم اسبال الازار والمن بالعطية، حديث: ١٠٧۔

’’قیامت کے دن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ تو بات کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور اکڑنے والا نادار۔‘‘

اسی روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الشَّيْخِ الزَّانِي وَلَا الْعَجُوزُ الزَّانِيَةِ)) [1]

’’قیامت کے دن بوڑھے زانی اور زناکار بڑھیا کی طرف اللہ تعالیٰ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

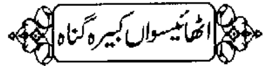
((أَرْبَعَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الْبَيَّاعُ الْحَلَّافِ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالشَّيْخُ الزَّانِي وَالْإِمَامُ الْجَابِرُ)) [2]

’’چار قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت کرتا ہے۔ جھوٹی قسم کھا کر تجارت کرنے والا، حیلہ گر بھکاری، بوڑھا زانی اور ظالم حکمران۔‘‘

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ٦/ ١٧٢، حدیث: ٨٤٠١، شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ٢/ ٦١٣ حدیث: ٢٣٩٦۔

[2] سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الفقیر المختال، حدیث: ٢٥٧٧؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٢/ ٣٦٩، ٣٦٨، حدیث: ٥٥٥٨؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٠٩٨؛ مسند الشہاب: ١/ ٢١٣، حدیث: ٣٢٤، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔



اغلام بازی

اغلام بازی مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے، اس سے زیادہ فحش، اہانت انگیز اور گھناؤنی حرکت شاید ہی کوئی اور ہو۔ گزشتہ امتوں اور مذاہب میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ عقل سلیم اور فطرت مستقیم اس شرم ناک، حیا سوز اور غیر فطری عمل سے حد درجہ نفرت کرتی ہے۔ آسمانی دستور اور انسانی شعور بھی اسے حرام ٹھہراتا ہے۔

لواطت اور اغلام بازی اخلاقی قدروں سے بغاوت ہے۔ اس کمینہ حرکت سے مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں، اس کی پستی اور گراوٹ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ مویشی پالتو جانور اور جنگل کے درندے بھی اس کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔

پیغمبر علیہ السلام کی زبان سے اس کا ارتکاب کرنے والے پر لعنت آئی ہے، دونوں جہان کے پروردگار کی رحمت سے ایسا شخص دور ہوگا۔ دنیا والوں کی نظر میں بھی وہ ذلیل وخوار ہوگا۔ یہ عمل قبیح فقر و ناداری اور مال کی تباہی و بربادی کا موجب ہوگا۔ خیر و برکت اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ ایسا شخص خانماں برباد ہوگا، اس لیے کہ جسے اللہ نے مردانگی سے نوازا اسے کیا ایسی معصیت اور پستی زیب دے گی؟ کیا اسلام کا دعوی کرنے والا اس کو پسند کرے گا کہ شرم وحیا اور عفت اور پاک دامنی کو پس پشت ڈال دے۔ مردانہ سرشت اور بلند انسانی قدروں کو پامال کر ڈالے اور حلال اور پاکیزہ عورتوں کو نظر انداز کر کے اپنی جنس کے مردوں سے اختلاط کرے، کاش اگر وہ اپنے گرد وپیش چلنے پھرنے والے مویشی اور چوپایوں پر بھی نظر ڈالے تو اسے محسوس ہوگا کہ کوئی نر جانور کسی دوسرے نر کے ساتھ ہرگز جفتی نہیں کرتا، کتنی عجیب بات ہے کہ بندر اور گدھے بھی ایسی حرکت نہیں کرتے، پھر انسان اور وہ بھی مرد کیلئے یہ کیونکر زیب دے گا کہ وہ ایسی گھناؤنی حرکت کرے جب کہ حضرت انسان اشرف خلائق اور افضل بشر ہے۔

شرک اور ناحق قتل کے بعد اغلام بازی سب سے بدترین معصیت اور قبیح حرکت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ ❶

''اور ظاہر و باطن بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے:

((لَا اَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ)) ❷

''کوئی بھی اللہ پاک سے زیادہ غیرت والا نہیں، اسی لیے اس نے کھلی اور چھپی ہر قسم کی بے حیائیوں کو حرام فرمایا اور معافی مانگنا جتنا اس کو پسند ہے کسی کو نہیں، اسی لیے اس نے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جو بشارت دینے اور ڈرانے والے ہیں۔''

چونکہ اغلام بازی سے پیدا ہونے والی خرابی معاشرے کے بگاڑ کی بدترین صورت ہے، اس لیے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا بھی نہایت عبرت ناک ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، خالد بن ولید، عبداللہ بن عباس اور ان کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام نے اس کی سزا زنا کاری سے بھی زیادہ سخت بتائی ہے، یہی وجہ ہے کہ لوطی شادی شدہ ہو یا کنوارا بہر صورت اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۲۸۹: ((مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهِ)) ❸

---

❶ ٦/ الانعام:١٥١۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول النبي ﷺ: ((لا شخص اغير من الله)) حديث: ٧٤١٦؛ صحيح مسلم، كتاب اللعان، حديث: ١٤٩٩۔

❸ سنن ابوداود، كتاب الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، حديث: ٤٤٦٢؛ سنن ترمذي، ابواب الحدود، باب ما جاء في حد اللوطي، حديث: ١٤٥٦؛ سنن =

''اگر تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے کسی کو پاؤ تو اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔''

اس روایت کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

قوم لوط سے پہلے دنیا کی کسی قوم سے یہ گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جس طرح کی عبرت ناک سزا اس قوم کو دی، کسی کو نہیں دی۔ کئی طرح سے انہیں ہلاک کیا گیا، ان کی بستیوں کو الٹ پلٹ دیا، انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا اور آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان پر وہ عذاب اتارا جو اس سے پہلے کسی پر نازل نہیں ہوا، کیونکہ ان کا جرم سخت وحشت ناک تھا اور اس کا ارتکاب جب بھی ہوتا ہے، زمین کا چپہ چپہ کانپ اٹھتا ہے۔ فرشتے زمین و آسمان کی حدود سے بھی دور نکل جاتے ہیں کہ کہیں دنیا والوں پر عذاب آئے تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں نہ آ جائیں، زمین الگ اپنے پروردگار کے حضور فریاد کرتی ہے اور پہاڑ لرز اٹھتے ہیں۔

مفعول (نیچے والے) سے کی گئی بدفعلی کے بدلے میں اسے قتل کر دیا جانا اس کے حق میں بہتر ہوگا، کیوں کہ اس کے ساتھ بدفعلی کا عمل اس کے حق میں زہر قاتل تھا، جس کے بعد گویا اس کی اخلاقی موت ہو چکی ہے۔ اب اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ مظلوم اور شہید ہوگا، جس کا نفع اس کو آخرت میں ملے گا۔

قوم لوط پر جب عذاب الٰہی نازل ہوا اور دنیا اور آخرت میں ان پر دردناک عتاب مسلط ہوا تو اللہ تعالیٰ نے من وعن اس کو بیان فرمایا، اس میں شک نہیں کہ یہ حد درجہ اندوہناک عذاب تھا اور اس امت محمدیہ کیلئے بھی اس میں قدم قدم پر عبرت اور نصیحت کا دفتر کھلا ہے، تا کہ

= ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط حديث:٢٥٦١؛ مستدرك حاكم: ٤ /٣٥٥ وطبع جديد ٨/ ٢٨٦١ حديث:٨٠٤٧ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٢٢، حديث:٢٤٢٢؛ ارواء الغليل : ٨/ ١٦، حديث:٢٣٥٠، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداؤد کی تحقیق ۴/۲۰۵ حدیث:۴۴۶۲، سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۳/۵۹۶ حدیث:۲۵۶۱ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

وہ اس فاسق و فاجر قوم کی روش نہ اپنائیں، ورنہ دنیا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے نجات کی راہیں ان کیلئے مسدود ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُونَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ ﴾ [1]

''اور جب ہمارے فرستادہ لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کا آنا اسے برا معلوم ہوا اور جی میں گھبرایا، کہا کہ یہ بڑی مصیبت کا دن ہے اور اس کی قوم کے لوگ اس کے (گھر کی) طرف بھاگے ہوئے گئے اور وہ اس سے پہلے بدکاریاں کیا کرتے تھے، لوط نے ان سے کہا: اے بھائیو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں جو تمہارے لیے پاک ہیں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں کوئی (ایک بھی) بھلا آدمی نہیں، وہ بولے تو جانتا ہے، ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی مطلب نہیں اور جو ہمارا ارادہ ہے، وہ بھی تجھے معلوم ہے، لوط علیہ السلام نے کہا ہائے کاش! کہ آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی یا کسی زبردست حمایتی کی پناہ میں ہوتا، فرشتوں نے کہا۔ اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے ایلچی ہیں۔ یہ ہرگز تیرے قریب تک نہ پہنچ سکیں گے، تو اپنے کنبے کو لے کر رات کو کسی وقت نکل جا اور کوئی تم میں سے پھر کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی (ضرور دیکھے گی) اس پر وہی عذاب آنے والا ہے جو ان پر آنے کو ہے، ان کے عذاب کیلئے صبح کا وقت مقرر ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟۔''

---

[1] ۱۱/ ھود: ۷۷، ۸۱۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کی آمد کی خبر دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کی تباہی کی پیشگی خبر دی۔ چنانچہ فرشتے ان کے پاس سے چل کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے، ان کی شباہت، خوبرو اور حسین نوجوان لڑکوں کی سی ہے اور درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی، وہ حکمت والا حجت قائم کرنے والا ہے، لوط علیہ السلام ان امرد نوجوانوں کو دیکھتے ہیں تو ان کا انجام آپ کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور اس کی وجہ سے آپ دل گیر ہو جاتے ہیں، آپ کو ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ خود ہی آگے بڑھ کر ان کی میزبانی نہیں کریں گے تو یہ لڑکے قوم کے ہتھے چڑھ جائیں گے پھر نتیجہ معلوم تھا۔ چنانچہ لوط علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

﴿هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ﴾ [1]

''یہ بڑی مصیبت کا دن ہے۔''

وہ جانتے ہیں کہ اب تنہا انہیں دفاع کرنا ہوگا اور یہ ان کے بس کا روگ نہیں، ابھی انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ لڑکے فرشتے ہیں۔ مہمانوں کی آمد کا علم بھی ان کے گھر والوں کو ہے، باہر والوں کو اس کی بھنک بھی نہیں لگی ہے۔ لیکن پھر ان کی اہلیہ نکلتی ہیں اور قوم کو اطلاع دیتی ہیں۔ خبر ہوتے ہی وہ لوگ دوڑ پڑتے ہیں۔ ﴿يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ﴾ (اور ان کے گھر کی طرف بھاگ آتے ہیں) ان نوجوانوں کو دیکھ کر خوشی سے لپکے آتے ہیں، ﴿وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ﴾ (اور وہ اس سے پہلے بدکاریاں کیا کرتے تھے) ان کی یہ سرشت رہی یہاں تک کہ عذاب الٰہی نے انہیں آلیا۔ ﴿قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ﴾ (لوط نے ان کے سرگروہوں سے کہا اے بھائیو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں جو تمہارے لیے پاک ہیں) آپ علیہ السلام نے ان کی بیویوں کی طرف اشارہ کیا، کیونکہ امت کے حق میں نبی کی حیثیت باپ کی سی ہوتی ہے، اس لئے آپ نے انہیں ایسی چیز کی ہدایت فرمائی جو دنیا اور آخرت میں ان کیلئے نفع بخش ہو۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ آپ علیہ السلام کی بیٹیاں ہرگز نہیں تھیں بلکہ امت کی

---

[1] ۱۱/ ھود: ۷۷۔

بیٹیاں تھیں، ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آپ نے انہیں عورتوں سے شرعی نکاح کا حکم فرمایا، یہ نہیں کہ یوں ہی بدکاری کرنے لگ جاؤ۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ﴾ (لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کیا کرو) یعنی میرے حکم کی تعمیل کرو اور اپنی بیویوں پر ہی اکتفا کرو۔ ﴿اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾ (کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے) جس کے اندر بھلائی ہو اور جو میرے حکم کی تعمیل کرے اور جس سے میں روکوں اس سے باز آ جائے ﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴾ (بولے تو جانتا ہے ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور جو ہمارا ارادہ ہے وہ بھی تجھے معلوم ہے) یعنی ہمیں چھوکروں سے مطلب ہے اور یہ تم جانتے ہی ہو، ﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴾ (انہوں نے کہا کاش آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی یا کسی زبردست حمایتی کی پناہ میں ہوتا۔ فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے ایلچی ہیں، یہ ہرگز تیرے پاس تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تو اپنے کنبے کو لے کر رات کو کسی وقت نکل جاؤ اور کوئی تم میں سے پھر کر نہ دیکھے، مگر تیری بیوی (ضرور دیکھے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی مصیبت آنے والی ہے جو ان پر آنے والی ہے، ان کے عذاب کیلئے صبح کا وقت مقرر ہے (لوط علیہ السلام نے کہا اس سے بھی جلدی، تو فرشتوں نے کہا) کیا صبح قریب نہیں؟

جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ کہہ کر دھمکانا چاہا کہ کاش! آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی تو میں خود تمہیں سزا دیتا اور اپنی طرف سے اور اپنے کنبے کی طرف سے تمہارا حساب بے باک کر دیتا۔ اس وقت فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اطلاع دی کہ وہ ان کے پروردگار کے ایلچی ہیں اور یہ کہ آپ کی قوم ہرگز آپ تک پہنچ نہ سکے گی۔ چنانچہ فرمایا۔ ﴿قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ﴾ یعنی جب تم سنو کہ ان پر آسمانی عذاب نازل ہوا اور ہولناک آوازیں سنو تو خوف زدہ نہ ہونا، ہاں تمہاری بیوی اس سے متاثر ہو گی اور جو عذاب انہیں پہنچے گا، وہی اس کو بھی پہنچ کر رہے گا۔ ادھر

لوط علیہ السلام کی قوم دروازے پر کھڑی تھی۔ لوط علیہ السلام انہیں دفع کرنے اور مہمانوں کے ساتھ شرم ناک حرکت سے باز رکھنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ لیکن قوم باز نہیں آ رہی تھی، الٹے آپ کو دھمکیاں دے رہی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر آتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو ان کے منہ پر دے مارتے ہیں۔ فوراً ان کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں۔ وہ لوٹنے کیلئے پلٹتے ہیں، لیکن انہیں راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴾ [1]

”اور اس کو اس کے مہمانوں کی نگہداشت سے پھسلانا چاہا تاکہ ان کے ساتھ من مانی کارروائی کریں، پھر ہم نے ان کو اندھا کر دیا اور کہا اب میرے عذاب اور ڈر کا مزہ پاؤ۔“

پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم کی ہلاکت اور تباہی کی وعید سنائی اور فرمایا:

﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴾ [2]

”ان کے عذاب کیلئے صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں ہے؟“

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور راتوں رات گھر والوں کو لے کر نکل پڑے، صرف اہلیہ کو نہیں لیا۔ گھر والوں کو تاکید کر دی کہ ان میں سے کوئی بھی قوم پر نازل ہونے والے عذاب کو پلٹ کر نہ دیکھے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ (جب ان کی ہلاکت کے بارے میں ہمارا حکم آ پہنچا) یعنی طلوع آفتاب کے وقت ﴿ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ (اس بستی کے اوپر کی جانب کو ہم نے پست کر دیا) یعنی انہیں زیروزبر کر دیا، ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ ﴾ (اور اس پر کنکروں کی پتھریاں جو اللہ کے یہاں مقرر تھیں برسائیں، یعنی مٹی کی پتھر جیسی سخت ٹھیکریاں گرائیں۔ منضود (تہہ بہ تہہ) یعنی تہہ بہ تہہ ہو کر گر رہی تھیں۔ ”مسومۃ“ (اللہ کے یہاں مقرر) نشان زدہ، آسمان سے ہر پتھر پر نام لکھا ہوتا تھا اور وہ ٹھیک اسی پر گرتا جس پر اس کا نام کندہ ہوتا تھا۔

---

[1] ٥٤/ القمر:٣٧۔ [2] ١١/ ھود:٨١۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ پتھر بستی والوں اور ان کے گردو پیش کے دیہاتیوں پر یکساں برستے رہے، یہاں تک کہ نشان زدہ آدمی اگر کہیں کھڑا بات کر رہا ہوتا اور آسمان سے اس کے نام کا پتھر گرتا تو وہ ٹھیک اسی کے سر پر پڑتا۔ لوگ اردگرد کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ادھر نامزد آدمی گر کر تباہ ہو جاتا۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم کو اوپر اٹھالیا، ان کے ساتھ ان کے مویشیوں اور ان کے کل مال و اسباب کو بھی اتنا اوپر اٹھایا کہ ان کے کتوں کی آوازوں کو فرشتوں نے آسمان پر سنا۔ پھر انہیں اسی طرح زمین پر پٹخ دیا کہ ان کے محل، ان کے مویشی اور شجر و حجر سب کچھ تہس نہس ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو اپنے پروں میں سمیٹ لیا اور انہیں لپیٹ کر آسمان دنیا تک بلند کیا، یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے انسانوں اور ان کے کتوں کی آوازیں سنیں۔ پھر انہوں نے زمین کو الٹ کر اسی طرح ملیامیٹ کیا کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا اور ان پر کنکریوں اور ٹھیکریوں کی بارش برسا دی۔

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قوم لوط کی بستیاں پانچ دیہاتوں پر مشتمل تھیں:

① سدوم یہ آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی تھی۔

② صعبہ

③ صعود

④ غمرہ

⑤ دوحاء

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اوپر اٹھایا اور وہاں سے انہیں نیچے اس طرح الٹ دیا کہ وہ اور ان کے اطراف کی ساری بستیاں زیر و زبر ہو کر تباہ ہوئیں اور تمام جاندار موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اس آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى﴾ (اور قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیوں کو گرا دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر کنکروں کی پتھریاں برسائیں اور باری تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

بِبَعِيْدٍ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ پتھروں کی یہ سزا جوان کی زیادتی کا ٹھیک ٹھیک بدلہ تھی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اس آیت مبارکہ پر رک کر سوچنا چاہیے کہ قوم لوط کی زیادتیوں پر اللہ تعالیٰ نے جو عذاب نازل کیا از روئے انصاف وہ اسی کے مستحق تھے اور یہ آیت مبارکہ جن کے کانوں میں پڑ رہی ہے انہیں بھی بخوبی جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر جو عذاب نازل کیا اس قوم سے پہلے کسی پر نازل نہیں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے چند معصیتوں پر لعنت فرمائی، ان میں آپ ﷺ نے اس برائی کو مکرر ذکر فرمایا جس میں لوط کی قوم مبتلا تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ تُخُوْمَ الْأَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ كَمَّهَ أَعْمَى مِنَ السَّبِيْلِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ قَالَهَا ثَلَاثًا مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ)) [1]

''اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا ہو، جس نے زمین کی نشانات کو بدل دیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے کسی اندھے کو راہ سے بے راہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین کو گالی دی، اس پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی دوسرے کے غلاموں کا والی ہوا، اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے قوم لوط کا عمل کیا۔ اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ اس (آخری) فقرے کو آپ نے تین بار دہرایا۔''

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا۔

---

[1] مسند احمد: ١/ ٣٠٩، ٢١٧؛ المعجم الكبير للطبراني: ١١/ ١٧٤ حديث: ١١٥٤٦؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٠/ ٢٦٥، حديث: ٤٤١٧؛ موارد الظمآن حديث: ٥٣؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٣٥٦، طبع قديم وطبع جديد: ٨/ ٢٨٦٣، حديث: ٨٠٥٢؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ٢٣١، طبع قديم وطبع جديد: ٨/ ٤٠٣، ٤٠٢، حديث: ١٧٠١٧۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس روایت کا آخری فقرہ مکرر منقول ہے اور یہ معلوم ہے کہ کسی ایک حدیث میں زانی کے اوپر تین مرتبہ اس طرح لعنت وارد نہیں جیسی حدیث بالا میں مذکور ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کوئی ذیل کی ان دونوں آیتوں پر غور کرے گا۔

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾ ❶

''اور زنا کے نزدیک بھی نہ جایا کرو، کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت برا طریق ہے۔''

لواطت کی بابت اس آیت میں

﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ❷

''کیا تم ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو جو تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے نہیں کی۔''

دونوں برائیوں کے درمیان فرق واضح طور پر نظر آ جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زنا کاری کو فحش کاری سے تعبیر فرمایا اور اس کو فحش ترین عمل بتایا، پھر لواطت کی وضاحت میں بھی یہی لفظ استعمال فرمایا، جس سے یہ ثابت ہوا کہ فحاشی کی تمام شکلیں لواطت کے اندر آ جاتی ہیں اور تشریح اور وضاحت کا یہ بھی ایک طریقہ ہے، جیسے کہا جاتا ہے، آدمی تو زید ہے اور زید کیا خوب آدمی ہے۔

غرض مذکورہ ہر دونوں آیتوں سے اسی امر کی وضاحت مقصود ہے کہ ایسی بدعات کا ارتکاب کیوں کرتے ہو، جسے ہر کوئی فحش تصور کرتا ہے، بلکہ ایسا فحش تصور کرتا ہے جس کا نام زبان پر لانا بھی برا معلوم ہوتا ہے، اس کا نام ذہن میں آتے ہی براہ راست اسی کا تصور ہوتا ہے، کوئی اور تصور ذہن میں نہیں آتا اور تعبیر کا یہی وہ انداز ہے، جس کا نمونہ ہمیں اس آیت میں ملتا ہے، جس میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا تھا۔

﴿ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ ﴾ ❸

''اور تو وہ کام بھی کیا ہوا ہے، جسے تو جانتا ہے۔''

---

❶ ١٧/ الاسرآء:٣٢۔ ❷ ٧/ الاعراف: ٨٠۔ ❸ ٢٦/ الشعرآء:١٩۔

یعنی ایسا برا کام کیا جسے سبھی جانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی فحش کاری کو پوری شدت کے ساتھ نمایاں کرنے کیلئے انہیں آگاہ فرمایا کہ تم سے پہلے دنیا میں کسی نے ایسی حرکت کبھی نہیں کی۔

﴿ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ❶

''جو تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے نہیں کی۔''

مزید تاکید اور شدت پیدا کرنے کیلئے ان کے سامنے اس بدعادت کا نام بھی ظاہر کر دیا حالانکہ پاکیزہ نفوس کو اس کے نام سے بھی گھن آتی ہے، کانوں کو سن کر اس سے نفرت ہوتی اور ذوق سلیم کو اس کے تصور سے گھن آتی ہے۔ یہ عادت بد اغلام بازی ہے، جیسے عورتوں سے کی جانے والی حرکت زنا کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ ﴾ ❷

''تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔''

انہوں نے عورتوں سے جو بے اعتنائی برتی اس پر انہیں سخت ڈانٹ پلائی۔ حالانکہ لواطت بھی شہوت کا نتیجہ ہے، لیکن اس شہوت میں وہ میلان نہیں ہوتا جو کسی عورت کی طرف ہوتا ہے اور لذت کا حصول فطری حاجت بر آری، الفت و محبت کا پایا جانا، باہم انس و ہمدردی اور توالد و تناسل کا تحفظ، یہ سب انہی عورتوں کی طرف میلان کا نتیجہ ہے اور یہی چیزیں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا طرہ امتیاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اغلام بازی کو حدود سے تجاوز اور انحراف قرار دیتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ ﴾ ❸

''بلکہ تم بڑے بے ہودہ ہو''

غور کرنا چاہیے کہ آیا زنا کاری کی بھی اتنی یا اس کے قریب قریب مذمت کی گئی ہے جتنی مذمت اغلام بازی کی کی گئی ہے۔ نیز مزید تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ ﴾ ❹

---

❶ ۷/ الاعراف: ۸۰۔ ❷ ۷/ الاعراف: ۸۱۔
❸ ۷/ الاعراف: ۸۱۔ ❹ ۲۱/ الانبیآء: ۷۴۔

''اور اس بستی سے جہاں کے رہنے والے خباثت کرتے تھے، ہم نے اس کو بچایا۔''

پھر اس سے بھی زیادہ مذمت کرتے ہوئے انہیں دو خطاب دیے جن میں سے ہر ایک حد درجہ برائی کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴾ ❶

'' وہ لوگ بہت بڑے بدکار تھے۔''

خود ان کے پیغمبر کی زبان سے انہیں فسادی قرار دیا گیا۔

﴿ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ ❷

''اے پروردگار فساد برپا کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد فرما۔''

فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب کیا تو انہیں ظالم کہا:

﴿ اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ ❸

'' ہم اس کی بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔''

اس قوم کے برے انجام پر غور کرنا چاہیے، جنہیں ایسی عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔ خود پروردگار عالم نے ان کی شدید مذمت فرمائی اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرشتوں سے بحث کی اور فرشتوں نے انہیں بتایا کہ عنقریب یہ قوم ہلاک ہونے والی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی یہ کہہ دیا گیا:

﴿ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾ ❹

''اے ابراہیم! اس خیال کو چھوڑ دے، تیرے رب کا قطعی حکم آ چکا ہے۔ یعنی ان پر اٹل عذاب آنے والا ہے۔ (الجواب الکافی)

---

❶ ۲۱/ الانبیآء: ۷٤۔ ❷ ۲۹/ العنکبوت: ۳۰۔
❸ ۲۹/ العنکبوت: ۳۱۔ ❹ ۱۱/ ھود: ۷٦۔

اغلام بازی کی ممانعت بہت سی احادیث سے بھی ثابت ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں اغلام بازی کیلئے شدید عذاب کی وعید آئی ہے۔ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور اس میں لوطی کے لیے بار بار لعنت آئی ہے۔ 1 اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعَةٌ يُصْبِحُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللّٰهِ وَيُمْشُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ)) قُلْتُ مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ ((اَلْمُتَشَبِّهُوْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالَّذِيْ يَاْتِي الْبَهِيْمَةَ وَالَّذِيْ يَاْتِي الرِّجَالَ)) 2

''چار آدمیوں کی صبح غضب الٰہی کے سائے میں ہوتی ہے اور ان کی شامیں بھی اس کی ناراضگی میں گزرتی ہیں۔'' میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وہ مرد ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ 3 اور وہ عورتیں ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی

---

1 مسند احمد: ۱/ ۳۰۹، ۲۱۷؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۱۷٤ حدیث: ۱۱٥٤٦؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۰/ ۲٦٥، حدیث: ٤٤١۷؛ موارد الظمآن حدیث: ٥۳؛ مستدرك حاکم: ٤/ ۳٥٦، طبع قدیم وطبع جدید: ۸/ ۲۸٦۳، حدیث: ۸۰٥۲؛ السنن الکبری للبیهقی: ۸/ ۲۳۱، طبع قدیم وطبع جدید، ۸/ ٤۰۳، ٤۰۲، حدیث: ۱۷۰۱۷۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

2 المعجم الاوسط للطبرانی: ٥/ ۱٤۳، حدیث: ٦۸٥۸؛ شعب الایمان للبیهقی: ۷/ ۲۷۹، ۲۷۸، حدیث: ٥۰۰۱؛ الکامل فی ضعفاء الرجال: ٦/ ۲۲۳۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب: ۲/ ۱۲۹، حدیث: ۱٤٤۹؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱۱/ ٦۱٥ حدیث: ٥۳۷۰۔

3 مسلمانوں کی کافروں سے مشابہت کی وبا ان دنوں عام ہو چکی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کا یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے اس کی پیشین گوئی فرمائی۔ ((لتتبعن سنن من کان قبلکم......)) ''اپنے سے پہلی قوموں کی تم ضرور بالضرور پیروی کرو گے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم، حدیث: ۷۳۲۰؛ صحیح =

ہیں اور وہ آدمی ہے جو چوپائے سے جفتی کرتا ہے اور وہ اغلام باز ہے جو مردوں سے لواطت کرتا ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مِنْ عَمَلِ قَوْمِ لُوطٍ)) [1]

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ لواطت کی عادت کا ڈر ہے۔''

ابن ماجہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۲۹۵: ((مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ إِلَّا حَبَسَ

= مسلم، كتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى، حديث:٢٦٦٩۔)اسی طرح کثرت کے ساتھ مردوں نے بھی عورتوں کی مشابہت بڑی تیزی سے اختیار کر رکھی ہے اور جن فلموں کے ذریعے عورتوں سے مردوں کی مشابہت کی ہر شہر میں تشہیر ہوتی ہے۔ آج ان کی بڑی بڑی قیمت لگائی جاتی ہے اور ان عریاں اور حرام فلموں کا رواج بڑی تیزی سے ہوتا جا رہا ہے۔ حیرت ہے کہ لوگ نہایت خوشی سے ان فلموں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن مشابہت اختیار کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ممانعت فرمائی ہے، اس کی پروا نہیں کرتے، نہ اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کو بے ضرر مباح اور جائز تفریح تصور کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتنے نوجوان دوشیزاؤں کے لباس میں نکلتے ہیں۔ دوشیزائیں مردوں کا لباس زیب تن کرتی ہیں اور اب تو یہ عادت عام ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد و عورت کی تمیز اٹھتی جا رہی ہے۔ بالخصوص اگر لڑکا امرد ہو تو امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی شکل وصورت اور پوشاک عام لڑکیوں جیسی ہوتی ہے۔

[1] سنن ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی، حديث:١٤٥٧؛ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، حديث:٢٥٦٣؛ مسند احمد: ٣/ ٣٨٢؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٣٥٧ وطبع جديد: ٨/ ٢٨٦٤، حديث:٨٠٥٧۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۳/۵۹۷ حدیث:۲۵۶۳ اور انوار الصحیفة صفحه: ٤٧١ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

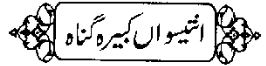
عَنْهُمُ الْمَطَرَ)) [1]

''جو قوم عہد کا پاس نہیں کرتی، ان کے درمیان قتل وخون ریزی کے واقعات رونما ہو جاتے ہیں اور جس قوم میں فحش کاری آ جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر موت مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے محروم کر دیتا ہے۔''

اس روایت کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق بتایا ہے۔

---

[1] مستدرك حاكم: ۲/ ۱۲٦ طبع قديم وطبع جديد: ۳/ ۹٦۷ حديث:۲۵۷۷؛ مسند البزار (كشف الاستار) ٤/ ۱۰٤، حديث:۳۲۹۹؛ سنن الكبرى للبيهقي: ۳/ ۳٤٦ وطبع جديد: ۳/ ٤۸۳ حديث:٦۳۹۷۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب، ۲/ ٦۲۱، حديث:۲٤۱۸؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۱/ ۲۱۹، حديث: ۱۰۷۔



نشہ آور چیزوں کا استعمال

جیسے شراب، گانجہ، افیون، کوکین، ہیروئن اور بھنگ یہ سب بدترین اور مہلک نشہ آور چیزیں ہیں، ان کے علاوہ تمام نشہ آور چیزیں اس میں داخل ہیں، جن کے استعمال سے انسان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔

''خمر'' ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں، اسی لیے اس کے تحت مذکورہ بالا چیزیں شامل ہیں اور وہ تمام چیزیں بھی جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا، اس کے ضمن میں وہ نشہ بھی آتا ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں پایا جاتا تھا اور وہ چیزیں بھی انہی میں داخل ہیں جن کی ایجاد بعد میں ہوئی، جیسے املی، گیہوں، سیب اور پیاز کے عرق کی شراب اور وہسکی، شیمپس اور بیئر وغیرہ جو عہد جدید کی ایجاد ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج عالم اسلام میں بھی شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ وبا تمام تر یورپین قوموں اور مشرقی ملکوں کے باہم اختلاط کا نتیجہ ہے۔ مزید افسوس یہ کہ نام نہاد مسلم حکام بھی انہیں شہ دیتے ہیں۔ یہ حکام بندگان الٰہی پر اس کے احکام نافذ نہیں کرتے، شرعی حدود، زنا کی سزائیں اور کتاب وسنت کے قوانین کے اجرا اور ان کے نفاذ کی طرف ان کی ہرگز توجہ نہیں۔ اس کے بجائے مغربی ملکوں کے دستور کی تائید کرتے ہیں، جن سے نشہ آور چیزوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور فحش کاری جوئے بازی، سٹہ، سود خوری اور ہر قسم کی بے حیائی کو بڑھاوا ملتا ہے، بلاشبہ حکومت اور اقتدار کا دبدبہ انسان کے لیے برائی سے رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ اگر ایمان اور حکومت کی رکاوٹ انسان کے سامنے نہ رہے تو وہ لامحالہ بے خوف ہو جائے گا اور ہلاکتوں میں جا پڑے گا، فحش اور بے حیائی کا ارتکاب کرے گا، چنانچہ شراب اور نشے کو حرام سمجھنا تو درکنار رہا وہ الٹا ان کے استعمال کے درپے ہوگا، جب کہ یہ تمام چیزیں انسانی صحت، عقل وخرد، دھن ودولت، عزت و آبرو اور تمام انسانی قدروں اور پورے سماج کیلئے ہلاکت کا سبب بنتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ

کتاب وسنت نے پوری شدت سے ان کو حرام قرار دیا اور مختلف مسلکی اور گروہی اختلاف کے باوجود تمام مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ اس حقیقت کو جان بوجھ کر جو کوئی استعمال کرے گا، اس کے کافر ہونے کا فتویٰ اور اس پر حد جاری کیے جانے کا اعلان کیا جائے گا۔

ذیل میں ہم کتاب وسنت سے ایسی چند دلیلیں پیش کریں گے جن کی روشنی میں اس کی مضرت واضح ہوگی۔ ممکن ہے یہ دلیلیں ان لوگوں کیلئے رکاوٹ کا باعث ہوں جو فریب نفس کا شکار ہو کر شراب کی نجاست میں غرق ہیں، اس کے نشے کے عادی ہو کر جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں اور شیطان بھی انہیں اس بدتر زندگی گزارنے کے لیے اکساتا ہے۔

کتاب وسنت اور اجماع سے شراب کی حرمت پر دلیلیں

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۞ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۞ ﴾ [1]

’’مسلمانو! شراب خوری اور جوئے بازی، بت پرستی اور تیروں (سے تقسیم کا طریقہ) پلیدی اور شیطانی کام ہیں، لہٰذا تم ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یاد الٰہی اور نماز سے تمہیں غافل کر دے، تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پا کر بھی) تم باز نہ آؤ گے؟‘‘

سورت مائدہ کی یہ آیتیں شراب اور جوئے کی حرمت کا صاف صاف اعلان کرتی ہیں اور کم وبیش چودہ طریقے سے حرمت کی تاکید کرتی ہیں۔ چند ایک کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

---

[1] ٥/ المآئدة: ٩١۔

اوّل:

شراب اور جوئے کو اللہ نے ''رجس'' قرار دیا ہے اور لفظ ''رجس'' انتہا درجے کی خباثت اور قباحت کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بتوں کو ''رجس'' کہا جاتا ہے اور خباثت کے یہ بدترین معنی ہیں اور بیشتر آیات سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

دوم:

ان دونوں کا ذکر آیت کی ابتدا میں ''حصر اور استثنا'' کے اسلوب کے مطابق کیا گیا ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ یہ مبالغہ کا انتہائی طریقہ ہے، جس سے ان کی مذمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ گویا آیت مبارکہ کا مفہوم ہے کہ شراب اور جوا اس درجے کی رجس اور پلیدی ہے، جس میں کسی خیر اور خوبی کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا۔

سوم:

شراب اور جوئے کا ذکر بت پرستی اور تیروں سے تقسیم کاری کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جب کہ آخر الذکر دونوں کام کھلم کھلا بت پرستی اور شرک کے دائرہ میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے:

((مُدْمِنُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ)) [1]

''عادی شرابی، بت پرست کے حکم میں ہے۔''

چہارم:

قرآن پاک نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے، اس لیے کہ شراب سے شر اور سرکشی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ شیطانی عمل کوئی بھی ہو، غضب الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب مدمن الخمر، حديث: ٣٣٧٥۔ شیخ البانی ؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحيح سنن ابن ماجه ٣/ ١٤٣، حديث: ٢٧٣٦؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة : ٢/ ٢٨٧ حديث: ٦٧٧۔ حافظ زبیر علی زئی ﷾ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۴/۵۴۹ حدیث: ۳۳۷۵ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

پنجم:

ترک کے حکم کو اجتناب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ممانعت کا یہ بلیغ انداز استعمال کیا ہے کیونکہ یہ لفظ بتاتا ہے کہ ترک کے ساتھ بالکلیہ دوری اور پرہیز بھی اختیار کیا جائے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک نے اجتناب کے لفظ کا استعمال شرک اور طاغوت پرستی سے بچنے کے مواقع پر کیا ہے، جو شرک، بت پرستی، سرکشی کی تمام صورتوں، جملہ کبائر اور جھوٹی باتوں سے گریز کو شامل ہے اور یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴾ 1

''لہٰذا تم شرک کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل ہٹے رہو اور غیر اللہ کی (پوجا) سے بچو۔''

﴿ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ 2

''اور غیر اللہ (کی پرستش) سے بچو۔''

﴿ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا ﴾ 3

''اور جو لوگ غیر اللہ کے پوجنے سے پرہیز کرتے ہیں۔''

﴿ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ﴾ 4

''جو لوگ بڑے بڑے گناہ کے کاموں سے اور فحش امور سے بچے رہتے ہیں، مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں ان سے ہو جاتی ہیں۔''

ششم:

شرابیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نفرت، عداوت اور بغض وحسد پیدا ہوتا ہے، کبھی معمولی چھیڑ چھاڑ اور جھگڑے سے بڑی لڑائی، مار کٹائی اور قتل و غارت گری کی نوبت

---

1 ۲۲/ الحج: ۳۰۔ 2 ۱۶/ النحل: ۳۶۔

3 ۳۹/ الزمر: ۱۷۔ 4 ۵۳/ النجم: ۳۲۔

آ جاتی ہے۔

ہفتم:

شراب ذکر الٰہی اور نماز سے روکتی ہے، کیونکہ شراب پی کر آدمی مدہوش ہو جاتا ہے۔ نماز کا وقت آ کر گزر بھی جاتا ہے، لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا اور اگر کچھ سدھ بدھ بھی ہوتی ہے تو نماز ادا کرنے کی اس کے اندر سکت نہیں ہوتی اور کبھی مے خوروں کی مجلس میں مے نوشی کا شغل اس طرح جاری ہوتا ہے کہ نماز کا ذرہ بھر احساس بھی انہیں نہیں ہوتا۔

سنت نبوی:

اس مضمون کی روایتیں کثرت سے منقول ہیں اور تواتر کو پہنچی ہیں، ان روایتوں کی دو قسمیں ہیں۔

① ایک قسم کی روایتیں وہ ہیں جو شراب کے سکر اور حرام ہونے کی صراحت کرتی ہیں۔

② دوسری وہ ہیں جن میں شراب پینے والے پر وعید اور سخت ڈانٹ ڈپٹ آئی ہے، مثلاً ایسا شخص ملعون ہوگا، اس کا ایمان سلب یا معدوم ہوگا۔

ذیل میں اس قسم کی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

قسم اول کی حدیثیں:

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ)) [1]

''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور شراب حرام ہے۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وان كل خمر حرام، حديث: ٧٥/ ٢٠٠٣؛ مسند احمد: ٢/ ٢٩؛ سنن ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب كل مسكر حرام، حديث: ٣٣٩٠؛ سنن ترمذي، ابواب الاشربة، باب ما جاء في شارب الخمر، حديث: ١٨٦١؛ سنن ابوداود، كتاب الاشربة، باب النهي عن المسكر، حديث: ٣٦٧٩؛ سنن نسائي، كتاب الاشربة باب اثبات اسم الخمر لكل مسكر من الاشربة، حديث: ٥٥٨٩، ٥٥٨٨، ٥٥٨٧، ٥٥٨٦، ٥٥٨٥۔

اس روایت کو احمد، ابوداؤد، طیالسی، مسلم اور اہل سنن رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِيرَ وَثَمَنَهُ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے، مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔''

اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

قسم دوم کی حدیثیں:

اس قبیل کی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) [2]

''کوئی شخص بحالت ایمان زنا میں مشغول نہیں ہوتا، کوئی شخص بحالت ایمان شراب خوری میں مشغول نہیں ہوتا۔''

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔''

④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَبَائِعَهَا وَعَاصِرَهَا

---

[1] سنن ابو داود، كتاب الاجارة، باب فی ثمن الخمر والميتة، حديث:٣٤٨٥؛ سنن الدارقطني، كتاب البيوع: ٣/ ٧ طبع قديم وطبع جديد: ٣/ ٧ حديث: ٢٧٩٢۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحيح بخاری، كتاب المظالم، باب النهبى بغير اذن صاحبه، حديث:٢٤٧٥؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان نقصان الايمان، بالمعاصى ونفيه عن المتلبس بالمعصية على ارادة نفى كماله، حديث: ٥٧۔

وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے اور پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اس کو نچوڑنے والے، نچوڑ کر (برتنوں وغیرہ میں) رکھنے والے، اسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔''

اس روایت کو ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا، الفاظ انہی کے ہیں۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اضافہ کیا۔ ''وَآكِلُ ثَمَنِهَا'' (اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی)

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ زَنَى أَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْإِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَأْسِهِ)) ❷

''جو کوئی زنا کرتا ہے، یا شراب پیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے، جس طرح آدمی قمیص کو اپنے سر سے اتار لیتا ہے۔''

اس روایت کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔''

⑥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسُ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ)) ❸

---

❶ سنن ابوداود، كتاب الاشربة، باب في العصير للخمر، حديث:٣٦٧٤؛ سنن ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه، حديث:٣٣٨٠۔ مسند احمد: ٢/ ٢٥۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❷ مستدرك حاكم: ١/ ٢٢ وطبع جديد: ١/ ٢٩، حديث: ٥٧، شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ١١١، حديث: ١٤٠٨؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٣/ ٤٣٤، حديث: ١٢٧٤۔ ❸ المعجم الكبير للطبراني: ١١/ ١٥٣ حديث: ١١٤٦٢، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ١٨٣، حديث: ١٧٢ و٢/ ٥٩٨ بعد حديث: ٢٣٦٠۔

''جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ شراب نہ پیئے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔''

اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا ہے۔

⑦ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ)) [1]

''تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کو سچ ماننے والا۔''

اور جو کوئی عادی شرابی رہا اور اسی حال میں مرا اللہ تعالیٰ اسے ''نہر غوطہ'' سے پلائے گا، کسی نے عرض کیا، ''نہر غوطہ'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زانی عورتوں کی شرم گاہوں سے یہ نہر نکلی ہوگی، جس کی بدبو سے دوزخیوں کو بھی نفرت ہوگی اور انہیں سخت اذیت پہنچے گی۔''

اس روایت کو احمد، ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیثیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، جنہیں اللہ نے سارے جہان والوں کیلئے پیکر رأفت ورحمت اور شفقت کا نمونہ بنا کر بھیجا، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [2]

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٣٩٩؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٢/ ١٦٥ حدیث: ٥٣٤٦؛ موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان، حدیث: ١٣٨٠؛ مسند ابی یعلی الموصلی ١٣/ ٢٢٤۔٢٢٣ حدیث: ٧٢٤٨؛ مستدرك حاکم: ٤/ ١٤٦ وطبع جدید: ٧/ ٢٥٨٢، حدیث: ٧٢٣٤، شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب: ٢/ ٤٥٢ حدیث: ٢١٥٧؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٣/ ٦٥٨ حدیث: ١٤٦٣۔

[2] ٩/ التوبة: ١٢٨۔

''تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں، ان پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کے وہ حریص ہیں اور ایمان داروں کے حال پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔''

ان احادیث مقدسہ میں پوری صراحت کے ساتھ بغیر کسی شک وشبہ کے وارد ہے کہ شراب خواہ کسی قسم کی ہو، حرام ہے، خواہ وہ انگور کی ہو یا کھجور کی، جو، جوار، شہد، کشمش، پیاز یا کسی بھی چیز کی ہو، اس کا پینا اس کا استعمال کرنا، اسے نچوڑنا، نچوڑ کر رکھنا، یہاں تک کہ شرابیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا بھی حرام ہے اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے جو سخت ہلاکت خیز ہے، کیونکہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم آئے، کسی قسم کی لعنت ملامت یا زبردست وعید آئے اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں شراب میں بہ یک وقت پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک حد کا تعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے شراب پینے والے پر حد جاری کی۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی ان پر حد جاری فرمائی ہے۔ رہی لعنت تو نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا)) [1]

''شراب اور اس کے پینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔''

وعید کے متعلق بھی ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) [2]

''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الاشربة، باب فی العصیر للخمر، حدیث: ٣٦٧٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه، حدیث: ٣٣٨٠۔ مسند احمد: ٢/ ٢٥۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب النهبی بغیر اذن صاحبه، حدیث: ٢٤٧٥؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان، بالمعاصی ونفیه عن المتلبس بالمعصیة علی ارادة نفی کماله، حدیث: ٥٧۔

ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ ......)) [1]

''تین آدمی وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے، (ان میں ایک) عادی شرابی ہے۔......''

اس پر اجماع کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

شراب اور جملہ مسکرات کے حرام ہونے کی حکمت:

شراب انسانی جسم اور عقل و شعور کیلئے حد درجہ مضر ہے، اسی طرح دین ہو یا دنیا ہر جگہ اس کا نقصان عام ہے۔ ذیل میں ایسی چند مضرتیں پیش خدمت ہیں۔

وہ مضر اثرات جو جسمانی صحت پر پڑتے ہیں، جس سے انسانی تندرستی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

معدہ اور اس کے زیر اثر اشتہا برباد ہو جاتی ہے، جسمانی ساخت بگڑ جاتی ہے، زبان سے چکھنے کا احساس جاتا رہتا ہے اور حلق میں جلن اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر بڑھ کر پھیل جاتا ہے اور جسم میں فاضل چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ جس سے کارکردگی متاثر ہوتی ہے، خون میں آمیزش ہونے کی وجہ سے اس کا دوران مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی اچانک دوران گردش خون رک جاتا ہے، شریان میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے اور شرابی ناگہانی موت سے دوچار ہو جاتا ہے۔

☆...... عمل تنفس کا پورا نظام شراب سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ نرخرہ سخت اور بھدہ ہو جاتا اور سانس کی نالی پھول جاتی ہے، جس کے نتیجے میں ہچکی اور کھانسی کا بدترین عارضہ لاحق ہو جاتا ہے اس پر مستزاد یہ کہ پھیپھڑوں کی سوجن یعنی سل جیسا مہلک عارضہ جوانی ہی میں لاحق ہو جاتا

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۲۸، ۶۹ (الفاظ اسی کے ہیں) سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما أعطی، حدیث: ۲۵۶۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ۲/ ۶۰۰ حدیث: ۲۳۶۶؛ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲/ ۲۸۴ حدیث: ۶۷۴۔

ہے اور انسان بیخ دین سے اکھڑ جاتا ہے۔

☆......اعصابی نظام پر اس کے اثرات کے نتیجے میں جنون (پاگل پن) کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور نسل برباد ہو جاتی ہے۔

☆......انسانی عقل پر شراب کے اثرات کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے شراب کا نشہ باقی رہنے کی حالت تک ہی شعور اور ادراک متاثر نہیں ہوتا، بلکہ نشہ اتر جانے کے بعد بھی دماغ کی فکری صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور بالآخر آدمی پاگل بھی ہو جاتا ہے۔

☆......دھن دولت پر شراب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس بری لت کی وجہ سے روپیہ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے اور شرابی آگے چل کر پائی پائی کو ترس جاتا ہے۔

☆......سماجی زندگی پر شراب کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپس میں لڑائی جھگڑا ہوتا ہے، نشہ باز آپس میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، اس کے معمولی اکسانے پر وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے درمیان اس زور کی ٹھن جاتی ہے کہ آپس میں دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا اسباب شراب کے حرام ہونے کی اصل بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ مائدہ میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ ﴾ [1]

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قماری بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈال دے۔''

شراب کے نتیجے میں راز فاش ہوتا ہے اور انسان عام انسانوں کی نگاہوں میں کمینہ اور ذلیل ثابت ہوتا ہے، نیز شراب نوشی کے ایک جرم سے ان گنت جرائم جڑ پکڑ جاتے ہیں جو شرابی کے اندر جاتے ہیں اور شرابی ڈھیٹ ہو کر ان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، خصوصاً زنا کاری اور خون ریزی اس کیلئے معمولی کھیل ہوتا ہے۔

شراب، اس کی اقسام اور جملہ نشہ آور اشیا کی بابت کتاب وسنت، اجماع امت اور اطبا

---

[1] ٥/ المآئدۃ:٩١۔

کے اقوال ذکر کیے جانے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو اور سگریٹ نوشی کا بھی ذکر ہو جائے، یہ وبا بھی مشرق ومغرب میں پوری شدت سے پھیل چکی ہے۔

علم طب کے ماہرین اور اس سے واقف افراد نے گزشتہ کئی برسوں سے اس مہلک وبا کی بابت بکثرت مواد تیار کیا ہے اور اس موضوع پر وہ مسلسل لکھتے آرہے ہیں۔ شراب اور جملہ مسکرات پر لکھی گئی کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔

تمباکو نوشی کا مرض جس نے شہروں اور دیہاتوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ہر چھوٹا بڑا اس کا گرویدہ اور شیدائی ہے، ہجرت نبوی کے ٹھیک ایک ہزار سال کے بعد رونما ہوا۔ ابتدا میں جب اس کا ظہور ہوا تو بہت سے اہل علم بھی اس کی حقیقت سے ناآشنا تھے کہ آیا وہ مسکر ہے یا اس سے فتور پیدا ہوتا ہے؟ صحت اس سے بنتی ہے یا بگڑتی ہے؟

یہی وجہ ہے کہ علما کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو حرام ٹھہراتا ہے، کوئی مکروہ بتاتا ہے اور کوئی صرف مضر قرار دیتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ جسے اس کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو، اس کیلئے حرام ہے اور جسے کوئی ضرر نہ پہنچے اس پر حرام نہیں۔

لیکن جو شخص فکر وبصیرت سے کام لے گا، شرابیوں کے حالات پر گہری نظر رکھے گا، اسلاف اور معاصر علما کے اقوال کو مدنظر رکھے گا اور عہد جدید کے اطبا اور معالجین کی تحقیقات اس کے پیش نظر ہوں گی اس خطرناک ترین چیز کی حقیقت عیاں ہو جائے گی اور وہ بخوبی جان لے گا کہ اس کا استعمال اگرچہ کسی طرح ہو، حرام ہے، خواہ اسے حقے کی صورت میں استعمال کیا جائے، خواہ سگریٹ میں پیا جائے، رگڑ کر اسے استعمال کیا جائے، یا منہ میں رکھ کر اسے چبایا اور تھوک دیا جائے اور یہ اس لیے کہ کبھی اس کے اندر نشہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ سے فتور اور اعضا شکنی کا عارضہ لاحق ہوتا ہے جس سے بدن کو مسرت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کی مضرتوں سے اس لت میں پڑنے والا دوچار ہوتا ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آئے گی، یہاں چند ایسی وجوہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی رو سے تمباکو اور سگریٹ نوشی کی حرمت کا حکم اخذ کیا جا سکتا ہے۔

① ...... طبع سلیم کے نزدیک اس کا شمار خبیث چیزوں میں ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ

کے وصف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [1]

''اور پیغمبر پاکیزہ چیزیں ان کیلئے حلال قرار دیں گے اور خبیث ترین چیزوں کو حرام ٹھہرائیں گے۔''

تمبا کو: اس کے کڑوے، کسیلے اور بدبودار ہونے کی وجہ سے خبیث قرار پاتا ہے۔

② ......اس خبیث چیز کو خریدنے کیلئے روپیہ صرف کرنا، تبذیر اور فضول خرچی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ ﴾ [2]

''اور فضول خرچی مت کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے ساتھی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بالکل ناشکرا ہے۔''

بے جا خرچ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے علاوہ دیگر امور میں خرچ ہو، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، غور کرنا چاہیے کہ آیا تمباکو پر خرچ کرنے کی صورت میں کوئی اطاعت یا منفعت پائی جاتی ہے اور اگر بالفرض اس میں کوئی نفع ہو تو اس کے نقصانات اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہیں اور جس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو وہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف متعدد اوصاف کے تحت کی ہے، جن میں ایک وصف فضول خرچی نہ کرنا بھی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ ﴾ [3]

''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں، بلکہ ان کی روش اس کے بین بین ہوتی ہے۔''

③ ......جو شخص پہلی مرتبہ تمباکو استعمال کرتا ہے، یا ایک مدت تک استعمال کرنے کے بعد چھوڑ دیتا ہے اور اس کو پیتا ہے، تو اسے نشہ طاری ہوتا ہے، اس کی حرمت کا یہی ثبوت کافی ہے،

---

[1] ۷/ الاعراف: ۱۵۷۔ [2] ۱۷/ الاسراء: ۲۶، ۲۷۔ [3] ۲۵/ الفرقان: ۶۷۔

حرمت کیلئے یہ قطعی ضروری نہیں کہ ہر کسی کو اس سے نشہ آئے، خصوصاً عادی افراد کو اس سے نشہ ہو، پھر بطریق تواتر شہرت سے اس کا نشہ آور ہونا ثابت ہے، کیونکہ اس کے عادی اکثر لوگ ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں، کوئی آگ میں گر کر جل جاتا ہے، کوئی دریا برد ہو کر ہلاک ہوتا ہے، کوئی کنویں میں گر کر موت کے گھاٹ اترتا ہے، یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار کوئی ناواقف ہی کرے گا۔

④ ......علاوہ ازیں اس کی وجہ سے جسم میں فتور اور مستی آتی ہے، پہلے ایسی حدیثیں گزر چکی ہیں جن سے ہر مسکر کے حرام ہونے کی صراحت وارد ہے، نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے:

((اَلنَّهْيُ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِرٍ)) [1]

''ہر نشہ لانے اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت کی۔''

⑤ ......اس کی بدبو سے ان لوگوں کو بے حد اذیت ہوتی ہے جو اس کو استعمال نہیں کرتے، مسجدوں اور عام محفلوں میں بالخصوص اس اذیت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں کراماً کاتبین اور برگزیدہ فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے، چنانچہ حضرات شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے: ''جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے اور ہماری مسجد سے بھی دور ہو جائے۔'' [2] یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ تمباکو کی بدبو پیاز کی بدبو سے کم نہیں ہوتی۔

⑥ ......مستند اطبا اور ماہر معالجین کی تحقیق کی رو سے تمباکو نوشی صحت کیلئے بے حد مضر ہے اور جو

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الاشربة، باب النهي عن المسكر، حديث:٣٦٨٦؛ مسند احمد: ٦/ ٣٠٩، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف سنن ابوداود، حديث: ٣٦٨٦؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١٠/ ٢٧٨، حديث: ٤٧٣٢۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابوداود کی تحقیق ٣/ ٨٧٥ حدیث: ٣٦٨٦ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الاذان، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث، حديث:٨٥٥؛ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها، حديث: ٥٦٤۔

چیز بھی اس قبیل کی ہوگی وہ بالاتفاق حرام ہوگی۔ تمباکو سے جسم کو لاحق ہونے والے بعض مضر اثرات حسب ذیل ہیں:

☆......اس کی وجہ سے فساد قلب کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

☆......اعضا میں ضعف اور اضمحلال طاری ہوتا ہے۔

☆......جلد کی رنگت بدل کر پیلی پڑ جاتی ہے، بالخصوص دانتوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

☆......یہ بلغم اور کھانسی لاتا ہے۔

☆......سینے کی بیماریاں پیدا کرتا ہے، جن سے شفا پانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

☆......قوت باہ میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

☆......پھیپھڑے کی سل، دل کے امراض اور مرض قلب کی وجہ سے اکثر موت کے حادثے پیش آتے ہیں۔

☆......زبان کی قوت ذائقہ متاثر ہوتی ہے۔ ہضم مشکل اور اشتہا کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔

☆......خون میں پائے جانے والے ذرے ختم ہو جاتے ہیں، دل متاثر ہوتا ہے اور اس کی دھڑکن کا نظام روز بروز سست ہوتا جاتا ہے۔

قارئین کی مزید معلومات کیلئے اس کی مضرت کا اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ طب جدید سے واقف لوگوں نے لکھا ہے کہ پھیپھڑوں کا کینسر بھی تمباکو نوشی کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔

رسالہ ''سائنس کی دنیا'' جلد نمبر ا شارہ نمبر ۹ میں ہے:

اب وہ وقت آ چکا ہے جب عوام کو تمباکو نوشی اور اس کے مضر اثرات سے واقفیت حاصل کرنا از حد ضروری ہے، عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ردی مادے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور بڑے پیمانے پر دوسری تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں، نیز اس بری لت کی مضرتوں کو زیادہ بڑے پیمانے پر عوام کے اندر مشتہر کرانے کی بھی سخت ضرورت ہے، تا کہ بڑے مہذب اور ہوشیار بننے والے نوجوان اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکیں۔

اس سلسلے کی تمام اطلاعات بہر حال حیرت انگیز ہیں، لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز وہ

حصہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بے حد مہلک اور اذیت ناک امراض کا سبب تمباکو یا سگریٹ نوشی ہے۔

یہ قاتل امراض وہ ہیں جو سگریٹ نوشی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بعض چوٹی کے امراض کی شکل میں رونما ہوتے ہیں، جیسے دل کے امراض جو فقر الدم کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں اور کچھ وہ بیماریاں جو اسی لت کی وجہ سے خون کی شریانوں میں پیدا ہوتی ہیں اور پھیپھڑے کا کینسر خاص طور پر سگریٹ نوشی کا لازمی نتیجہ ہے۔ پہلے تو یہ بیماری شاذ و نادر پائی جاتی تھی لیکن اس صدی کی آخری دہائی میں بڑی شدت سے یہ مرض پھیلا ہے۔ پہلے مرد اور بعد میں عورتیں اس میں مبتلا ہوئیں، اس صدی کے ابتدائی ساٹھ سالوں میں پھیپھڑے کے کینسر کے نتیجے میں بکثرت اموات واقع ہوئیں، جتنی اس سے پہلے کی دہائیوں میں نہیں ہوئیں۔

قات:

شراب اور جوئے کے نقصانات کی طرح اس کے مضر اثرات بھی جسم پر قریب قریب یکساں ہوتے ہیں۔

(۱) مال ضائع ہوتا ہے (۲) وقت برباد ہوتا ہے (۳) اس کا استعمال صحت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ (۴) نماز اور دیگر اہم فرائض سے غفلت رونما ہوتی ہے۔ (۵) اس کا عادی اولاد کو بھوکا چھوڑ کا قات کی خرید کو ترجیح دیتا ہے (۶) نماز اور جماعتوں میں حاضری میں سستی کرتا ہے (۷) دانت اور ڈاڑیں کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہیں۔ (۸) بواسیر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے (۹) اشتہا کم ہو جاتی ہے۔ (۱۰) ودی خارج ہوتی ہے (۱۱) ریڑھ کی ہڈی تباہ ہو جاتی ہے۔ (۱۲) مادہ منویہ کمزور ہو جاتا ہے۔ (۱۳) دبلا پن اور لاغری آ جاتی ہے (۱۴) دائمی قبض پیدا ہوتا ہے (۱۵) گردے کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

جو لوگ قات کا استعمال کرتے ہیں ان کی اولاد عموماً لاغر منحنی، پست قد، مختصر قامت، خون کی کمی اور مختلف امراض خبیثہ کا شکار رہا کرتی ہیں۔ (تلخیص اصلاح المجتمع) اور اگر اس کے نتیجے میں اسراف فضول خرچی اور صحت کی تباہی عمل میں آئے، تب بھی قات کی مذمت اور اس کی حرمت کیلئے اتنا ہی بہت ہے۔ جب کہ عموماً ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ اس کے

استعمال سے اعضا شکنی ہوتی ہے اور اعصاب میں فتور آتا ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پہلے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں بعض علما سے یہ بھی سنا جاتا ہے کہ بھنگ کے نتیجے میں جو مضرتیں لاحق ہوتی ہیں بعینہٖ وہی سب مضرتیں قات سے بھی پیدا ہوتی ہیں...... (واللہ اعلم)

مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ مناسب ہوگا کہ قات کے سلسلے میں ہم ڈاکٹر احمد حجر کی تحقیق اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کریں ان کی تحقیق کا مکمل متن ذیل میں درج ہے۔

قات کا شمار ان پودوں میں ہوتا ہے جس کا اثر اس کے چبانے والے کے بدن میں اور اس کی عقل پر پوری شدت سے پڑتا ہے اور بہت برا اثر پڑتا ہے۔ خوش قسمتی سے قات چبانے کا رواج دنیا میں اتنا نہیں جتنا تمباکو اور سگریٹ نوشی کا ہے۔ پھر بھی تمباکو نوشی کے نقصانات سے قات کا نقصان کسی صورت کم نہیں ہے۔ البتہ قات پر مکمل تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مضر اثرات پوری طرح واضح نہیں ہو سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی بدن پر اس کی مضرتوں سے کم لوگ آگاہ ہیں۔ لیکن اتنا تو مشہور ہے کہ قات کے نتیجے میں۔

☆......معدے میں سوزش ہو جاتی ہے۔

☆......السر یعنی معدے میں زخم پیدا ہو جاتا ہے۔

☆......شدید قبض ہو جاتی ہے۔

☆......جگر میں جلن ہونے لگتی ہے۔

☆......دل کی دھڑکن کا نظام درست نہیں رہتا۔

☆......خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

☆......اشتہا کم ہو جاتی ہے، یعنی بھوک ختم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔

☆......ذیابیطس یعنی پیشاب میں شکر آنے لگتی ہے یا اس کی مناسب مقدار میں خلل آ جاتا ہے۔

☆......پیشاب رک جاتا ہے۔

☆......دودھ پلانے والی کا دودھ کم ہو جاتا ہے۔

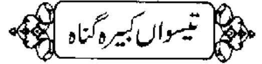
☆......بے خوابی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆......جنون اور دیوانگی کا سا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

(ڈاکٹر حجر احمد حجر)

صدر شعبہ امراض قلب رمیلہ ہاسپٹل دوحہ

شراب، نشہ آور اشیا اور تمباکو نوشی کے نقصانات کی اس تفصیل میں ممکن ہے ان لوگوں کیلئے بڑی حد تک عبرت کا سامان ہو جو کچھ عقل وفہم رکھتے ہیں اور کسی بات کو بگوش ہوش سنتے ہیں، انہیں ان کا سرکش نفس ان غلط چیزوں کے استعمال پر اکساتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ ساری چیزیں انسانی جسم، اس کی تندرستی اس کی دولت اس کے دین و مذہب، حسب ونسب اور عقل وشعور غرضیکہ سب کیلئے زہر قاتل اور سخت ہلاکت کا باعث ہیں۔



قمار یعنی جوابازی

خواہ جوا مستقل کھیلا جائے یا کسی کھیل، جیسے نرد یا شطرنج میں شرط لگا کر کھیلا جائے، قمار (میسر) ہے، یعنی جوا بازی جس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر شراب کے ساتھ کیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [1]

"مسلمانو! شراب خوری، جوئے بازی بت پرستی اور (تیروں سے) تقسیم کا طریقہ پلیدی اور شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔"

نیز آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانے کا شمار بھی اسی میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ [2]

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ۔"

جوئے بازی کا معاملہ اس حدیث کے ضمن میں بھی آتا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ)) [3]

"کچھ لوگ ناحق دوسرے کا مال ہڑپ کرتے ہیں، ان کے لئے دوزخ ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ٥/ المآئدة: ٩٠۔ [2] ٢/ البقرة: ١٨٨۔ [3] صحيح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قوله تعالى: ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ (الانفال: ٤١) يعني للرسول قسم ذلك، حديث: ٣١١٨۔

((مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ! أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ)) [1]

''جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے آؤ! ہم جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔''

جب محض اتنا کہہ دینے سے کفارہ لازم آتا ہے اور صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو کر گزرنے کی سزا آخر کیا ہوگی۔ الغرض جوا کھیلنا بہت سے نقصانات کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی چند مضرتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) جوا شیطانی حرکت ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت میں پہلے گزرا ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے دور رہے، کیونکہ شیطان معصیت کو سجا کر پیش کرتا ہے۔

(۲) جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض وعداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

(۳) جوئے میں جیتنے والے کی طرف سے ہارنے والے کے دل میں نفرت بیٹھ جاتی ہے۔ کیونکہ ہارنے والے کا کل یا کچھ مال بالکل چھن جاتا ہے اور متعدد مرتبہ جوا کھیلنے سے یا ایک بار کھیلنے سے اس کا ہاتھ خالی ہو جاتا ہے اور یہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ جس کا مال چھن جائے وہ اپنے دل میں پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے اور اس کو نقصان پہنچانے کیلئے خفیہ طریقوں سے منصوبے بناتا اور اس سے مال چھیننے کی سازش کرتا ہے۔

(۴) جوا غربت کا باعث بنتا ہے، اس بری حرکت کی بدولت کتنے گھر ویران ہوئے کتنے دولت مندنان جویں کے محتاج ہوئے اور معاشرے میں ان کی حیثیت ختم ہوگئی اور کوئی قیمت ان کی نہ رہی۔

(۵) اس کا وبال ہارے ہوئے جواری پر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کی بیوی بچے اور اس کا پورا کنبہ اس سے متاثر ہوتا ہے، کیونکہ جواری ان کیلئے اخراجات اور نگاہ داشت وغیرہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(۶) یہ لعنت ذکر الٰہی کی راہ میں بالعموم رکاوٹ بنتی ہے، کیونکہ جواری کا قیمتی وقت جوئے کی نذر ہو جاتا ہے، اس کے ذہن میں اس کا شیطانی چکر چلتا رہتا ہے اور وہ اس ادھیڑ بن میں لگا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یر إکفار من قال ذلک متأولا أو جاھلا، حدیث: ٦١٠٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزی فلیقل: لااله الا الله، حدیث:١٦٤٧۔

رہتا ہے کہ اب کون سا داؤ کھیلا جائے، مال کہاں سے آئے گا، اسے کون سی چال چلنی ہوگی تاکہ اسے مات نہ کھانی پڑے...... بھلا اس گورکھ دھندے میں اسے اللہ کی یاد کا موقعہ کہاں ہاتھ آئے گا؟

(۷) جوابازی ذکر الٰہی کی طرح بالخصوص نماز سے بھی روکتی ہے، کیونکہ جس وقت وہ بازی جیتنے کی دھن میں ہوتا ہے نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ محمد رشید رضا مصری کی تفسیر المنار میں ہے کہ شراب اور جوا اللہ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں تو ان کی ہی سب سے بڑی سماجی خرابی ہے، کیونکہ شراب کا ہر نشہ اور جوئے کی ایک ایک بازی شرابی اور کھلاڑی کے لئے راستے کا پتھر ثابت ہوتی ہے اور یہ رکاوٹ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتی ہے، حالانکہ اس کی یاد دین کی روح ہے۔

اسی طرح یہ دونوں چیزیں نماز سے روک دیتی ہیں۔ جو دین کا ستون ہے۔[1] بھلا نشے میں بدمست اس مدہوش کو اتنی عقل کہاں ہوگی کہ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں پر غور کرے، اس کے ناموں اور صفتوں سے اسے یاد رکھے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور اسکی پابندی کرے، وہی نماز جو اللہ کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی مزید پابند ہو کر کچھ اور نیک کام انجام دے اور اگر بدمست اسی حالت میں اپنے رب کو یاد کرے اور نماز بھی پڑھنے کی کوشش کرے تو بھی درست نہیں ہوگا۔

رہا جوئے باز تو اپنے پورے تن و توش اور ہوش کے ساتھ اس کا ذہن جوئے کی بازیوں میں محو ہوگا کہ بازی کیسے جیتے اور ہار سے کیسے بچے، اس لیے اس کے دل کے کسی گوشے میں ایسی کوئی جگہ کہاں ہوگی جہاں سے وہ اللہ کو یاد کرے گا، نماز کے اوقات کی فکر کرے گا اور اسکی پابندی کی کوشش کرے گا۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ جوا جتنا دل و دماغ پر چھایا ہوتا ہے اور ماسوا سے اس کو غافل رکھتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز غافل نہیں رکھتی ہوگی۔ بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جواری کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اس کے گھر والوں پر آفتیں آئیں، اس کی

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، حدیث:۲۶۱۶۔ مسند احمد: ۵/ ۲۳۱۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

بیوی بچے چیختے چلاتے اور فریاد کرتے رہے، لیکن یہ ان کی مدد اور فریاد کو نہیں پہنچا، الٹا بازی میں لگا رہا، آگ سے فائر بریگیڈ کا عملہ نمٹتا رہا، مصیبت زدگان کی خبر گیری رفاہی اداروں اور ڈاکٹروں نے سنبھال لی اور ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، گزشتہ زمانے اور دورِ حاضر کے جوئے بازوں کے ایسے قصے ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔

(۸) جوا کمائی کی تمام راہوں کو مسدود کر کے ایک جوئے کا راستہ کھلا رکھتا ہے، اگر جیتا تو کسی مشقت اور تھکن کے بغیر دھن دولت پا کر ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کاشت کاری یا دکان داری کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر ہار گیا تو وہ مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے، اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی نہیں ہوتی اور رنج والم سے اس کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے، ایسے میں بھلا کمانے اور کچھ کرنے کی اسے کہاں سے فکر لاحق ہوگی۔

(۹) جوئے باز بالعموم قرض لینے اور اپنی جان جلانے پر مجبور ہوتا ہے اور قرض خواہ اس سے نفع کا طالب ہوتا ہے، خواہ یہ نفع سود جیسے حرام طریقے سے کیوں نہ ہو، پھر جوئے باز سود کی لعنت میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔ چوری چکاری میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اور چوری کر کے اپنی کمی پوری کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوتا ہے۔

(۱۰) جوا نہ گھانی غربت کا باعث ہے اور جواری کبھی مالدار بھی ہو جاتا ہے، کبھی اس لت میں مبتلا آدمی خودکشی بھی کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے، کبھی جوئے باز اپنے سے جیتنے والے کو قتل کر بیٹھتا ہے اور کبھی خود پاگل اور دیوانہ بن جاتا ہے۔

غرض عقل سلیم بھی شاہد ہے کہ شراب اور جوا حرام ہے، کیونکہ دونوں کی مضرت بے پایاں ہے اور اگر شریعت سے ان کی حرمت ثابت نہ ہوتی تب بھی عقل کی رو سے ان کا حرام ہونا یقینی ہوتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

لِكُلِّ نَقِيْصَةٍ فِي النَّارِ عَارٌ وَشَرُّ مَعَائِبِ الْمَرْءِ الْقِمَارُ

ہر بری کوتاہی دوزخ میں شرم کا باعث ہوگی اور انسان کا بدترین عیب جوئے بازی ہے۔

هُوَ الدَّاءُ الَّذِي لَا بُرْءَ مِنْهُ وَلَيْسَ لِذَنْبِ صَاحِبِهِ اغْتِفَارُ

یہ ایسی بیماری ہے جس سے گلوخلاصی نہیں اور نہ اس جرم کے مجرم کو معافی حاصل ہوگی۔

تُشَادُ لَهُ الْمَنَازِلُ شَاهِقَاتٌ وَفِيْ تَشْيِيدِ سَاحَتِهَا الدَّمَارُ

اس کے جلو میں اونچی حویلیاں بنتی ہیں، جن کی جڑ میں ویرانی کا راج ہوتا ہے۔

فَصِيْبُ النَّازِلِيْنَ بِهَا سُهَادٌ وَإِفْلَاسٌ فَيَأْسٌ فَانْتِحَارُ

جو اس گھاٹ پر اترتا ہے اول بے خوابی کا شکار ہوتا ہے، پھر افلاس، مایوسی اور آخر میں خودکشی اس کا انجام ہوتا ہے۔



چوری

چور دوسروں پر ہی نہیں، سب سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور وہ اسطرح کہ اس مصیبت میں وہ خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے، اس لیے کہ دوسرے کا مال ناحق لے لیتا ہے، دوسرا ظلم اپنے آپ پر یہ کرتا ہے کہ چوری کا عادی ہو کر وہ حلال روزی دینے والے کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا، دست کاری، کاشت کاری یا کسی قسم کے اور کام سے وابستہ نہیں ہوتا، جب کہ دین اسلام کسب حلال کا حکم دیتا ہے، حرکت وعمل اور روزی کے حصول کیلئے تگ ودو کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ہاتھ پاؤں ہلانے والا شخص بے کار بیٹھ رہے، دوسروں پر بوجھ بنا رہے اور اسی کی آس لگائے رکھے کہ کہیں سے کچھ ملتا رہے۔

چور دوسروں پر زیادتی یہ کرتا ہے کہ ان کا مال چھین لیتا ہے۔ جس کے حصول میں انہوں نے مشقت اٹھائی، خشکی، تری میں بھاگے دوڑے اور رات دن ایک کیا، محض اس لیے اتنی ساری مشقت اٹھائی کہ ان کی اور ان کے اہل وعیال کی گزر اوقات ہوتی رہے۔

لوگوں کے دلوں میں چور کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔ صبح شام دھن دولت کی حفاظت کی فکر انہیں لگی رہتی ہے اور اپنی جان کا کھٹکا الگ لاحق رہتا ہے۔ کیونکہ چور کبھی طاقت استعمال کرتا ہے اور کبھی ہتھیار اٹھا لیتا ہے، کبھی یہ دیکھ کر کہ مزاحمت ہوگی سختی اور درشتی سے کام لیتا ہے، جس کے نتیجے میں انارکی، بدامنی اور فتنہ وفساد کا دور دورہ ہوتا ہے، رعیت اور حکومت کا الگ ناک میں دم ہوتا ہے اور انہیں چوکیداری اور پہریداری پر ساری توانائی صرف کرنی پڑتی ہے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اس سلسلے میں کتنی جان کا ہی، جگر سوزی اور مال دولت کی بربادی لازم آتی ہے۔

چور سماج کا عضو معطل بن جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عضو ناکارہ ہوتا ہے تو معالج اس کے آپریشن کا مشورہ دیتا ہے تاکہ زہر باقی حصہ بدن میں سرایت نہ کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ صادر فرمایا تاکہ سماج کے اندر یہ زہر جڑ نہ پکڑ لے اور فتنہ پرور، دغا باز چوری اور اٹھائی گیری کو پیشہ بنا کر غارت گری کا بازار نہ گرم

کردیں، خلق الٰہی خوف و دہشت اور گھبراہٹ میں نہ مبتلا رہے اور ان کا مال لوٹ مار اور ڈکیتی کی نذر نہ ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ اس جرم کی اللہ تعالیٰ نے جو سزا دی وہ اس مجرم کیلئے رہتی دنیا تک ایک داغ اور تا حیات اس کے گناہ کا چلتا پھرتا اشتہار ہوتا ہے۔ ہاتھ کاٹے جانے کی یہ سزا سونے کے پاؤ دینار یا اس کے مساوی مالیت چرانے پر عائد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [1]

"چور مرد ہو یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کے اعمال کے بدلے میں کاٹ دیا کرو، یہ سزا اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔"

ابن شہاب کہتے ہیں کہ لوگوں کا مال چرانے پر اللہ تعالیٰ نے قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا نافذ فرمائی اور چور سے بدلہ لینے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور یہ اس کی بڑی حکمت ہے کہ اس نے ایسی سزا جاری فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹ دینے کی سزا سنائی، جس کی قیمت تین درہم تھی۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤ دینار یا اس سے زیادہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ٥/ المآئدة:٣٨۔ [2] صحيح بخاری، كتاب الحدود، باب قول الله تعالى ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ (المائدة:٣٨) وفی كم يقطع؟ حديث: ٦٧٩٨؛ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حديث: ١٦٨٦۔

[3] صحيح بخاری، كتاب الحدود، باب قول الله تعالى: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما﴾ (المائده: ٣٨) وفی كم يقطع؟ حديث:٦٧٨٩؛ صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حديث:١٦٨٤۔

((لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيمَا دُوْنَ ثَمَنِ الْمِجَنِّ)) قِيلَ لِعَائِشَةَ رضي الله عنها وَمَا ثَمَنُ الْمِجَنِّ؟ قَالَتْ رُبُعُ الدِّيْنَارِ. [1]

''ڈھال سے کم مالیت کی چیز چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ ڈھال کی قیمت کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: پاؤ دینار۔

صحیح مسلم کے الفاظ ایسے ہی بلوغ المرام میں درج ہیں۔

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِقْطَعُوْا فِيْ رُبُعِ دِيْنَارٍ وَلَا تَقْطَعُوْا فِيمَا دُوْنَ ذَالِكَ)) كَانَ رُبُعُ الدِّيْنَارِ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ وَالدِّيْنَارُ اِثْنَا عَشَرَ دِرْهَمًا. [2]

''پاؤ دینار پر ہاتھ کاٹو، اس سے کم پر مت کاٹو''...... ان دنوں پاؤ دینار تین درہم کا اور دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ)) [3]

''چور پر اللہ کی لعنت ہو، ''بیضہ'' چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، رسی

---

[1] سنن نسائی، کتاب قطع السارق، باب ذکر اختلاف ابی بکر بن محمد وعبداللہ بن ابی بکر علی عمرۃ فی ھذا الحدیث، حدیث:٤٩٣٩؛ السنن الکبری للنسائی: ٧/ ٢٧ حدیث:٧٣٨٢ طبع جدید۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح سنن نسائی، ٣/ ٣٢٩ حدیث:٤٩٥٠۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١١٧/٢ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2] مسند احمد: ٦/ ٨١، ٨٠؛ السنن الکبری للبیھقی: ٨/ ٢٥٥؛ طبع قدیم وطبع جدید: ٨/ ٤٤٥، حدیث: ١٧١٦٤۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے: التعلیقات الرضیۃ علی الروضۃ الندیۃ، ٣/ ٢٩٥؛ ارواء الغلیل، ٨/ ٦١۔ [3] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ ﴿والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما﴾ (المائدۃ:٣٨) وفی کم یقطع؟ حدیث:٦٧٩٩؛ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ ونصابھا، حدیث:١٦٨٧۔

چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔"

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "بیضة" سے مراد لوہے کا خود ہوتا تھا اور رسی کی مالیت ان کی نظر میں تین درہم ہوتی تھی۔

علاوہ ازیں اس کے معصیت ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ پوری شدومد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کو قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ یہ وہی ہاتھ کاٹے جانے کی سزا تھی، جیسا کہ پہلے گزرا۔ اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کرنے والے پر لعنت فرمائی اور لعنت، اللہ رب العزت کی رحمت سے دوری اور مہجوری کو کہتے ہیں۔

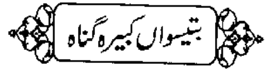
غور کرنا چاہیے کہ جو شخص چوری کا عادی ہے، لوگوں کا مال ناحق چھین لینے کے درپے ہے۔ اس کی صلاح وفلاح کی کیا امید ہوسکتی ہے؟ یہی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کوئی شخص بحالت ایمان زنا میں مشغول نہیں ہوتا، کوئی شخص بحالت ایمان چوری میں مشغول نہیں ہوتا اور بعد میں توبہ کرنے کا حق باقی رہتا ہے۔" [1]

اس فاجر کو چاہیے کہ اگر وہ اللہ کی رحمت اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہو تو جن لوگوں کا مال اس نے چوری کیا ہے، انہیں پورا پورا مال لوٹا دے اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ایسی ظالمانہ حرکت نہیں کرے گا، ورنہ اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا...... اور اگر (دوزخ) اس کا مقدر ہے تو اس میں شک نہیں کہ دوزخ بدترین ٹھکانا ہے اور نیک توفیق بھی صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اثم الزناة، حدیث:٦٨١٠؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نقصان الایمان بالمعاصی ونفیه عن المتلبس بالمعصیة علی ارادة نفی کماله، حدیث:١٠٤/ ٥٧۔



ایمان دار اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ ﴾ [1]

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں تو دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی خبر دیں گے، اس روز اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بدلہ ان کو پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی کسی خفا کے بغیر حق تھا۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ ﴾ [2]

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان مفسدوں کو اَسّی اَسّی (۸۰،۸۰) درے رسید کرو اور آیندہ کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرنا، کیونکہ یہ لوگ بدکار ہیں، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں

---

[1] ٢٤/ النور: ٢٣، ٢٥۔ [2] ٢٤/ النور: ٤، ٥۔

اور نیکوکاری اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

علما کا اس پر اجماع ہے کہ مذکورہ آیت میں ''رمی'' سے مراد زنا کی تہمت ہے اور یہ لواطت کی تہمت بھی ہو سکتی ہے، جیسے کسی خاتون کو یوں کہا جائے، اے زنا کارہ! (زانیہ) یا کسی مرد کو اے زانی! یا مفعول (نیچے والا) کہا جائے اور جو یہ قرآن پاک میں محصنات کا لفظ وارد ہے، اس کے معنی "اِلَّا نَفْس المحصنات" (پاک دامن نفوس) کے ہیں جو مردوں عورتوں سب کو شامل ہے اور احصان سے مراد آزاد، بالغ، عاقل اور ایسا عفت شعار ہے جس پر کسی الزام کے تحت کوئی حد نہ لاگو ہوئی ہو۔"

اور اگر کسی نے کسی مسلمان آزاد، عاقل، بالغ اور لواطت، زنا سے محفوظ آدمی پر تہمت لگائی اور اپنے دعوے پر چار گواہ پیش نہیں کیے تو اس جھوٹے دعوے دار کو اسی (۸۰) دُرّے مارے جائیں گے، اس دنیا کی مادی سزا اس کے لیے یہی ہے۔ رہی معنوی سزا تو وہ یہ ہوگی کہ اس کی گواہی مردود ہوگی اور ریکارڈ میں اس کا نام فاسق درج ہوگا۔ اب اگر کوئی باشعور آدمی تہمت کی بابت مذکورہ دونوں سزاؤں پر غور کرے گا تو اسے بخوبی معلوم ہوگا کہ کسی مسلمان پر تہمت دھرنا، مہلک گناہ کبیرہ ہے، نیز اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے گزری اور مذکورہ آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ مزید وضاحت درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تہمت دھرنے والے پر اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا حکم فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے:

① زنا کی تہمت دھرنے والا قریب قریب زنا کی حرکت کرنے والا ہے، کیونکہ زنا کاری کی سزا سو کوڑے ہیں، جب کہ تہمت دھرنے والے کو اسی کوڑے مارے جاتے ہیں۔

② اس کی گواہی کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

③ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام فاسقوں کی فہرست میں درج ہوگا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے یہاں فاسق شمار ہوگا، وہ کامیابی اور سعادت نہیں پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴾ ❶

''کیا پھر پکے ایمان دار بدکاروں کی طرح ہو جائیں گے یہ کبھی برابر نہ ہوں گے۔''

④ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ ﴾ ❷

''دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی''

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دور اور مہجور ہونے کے ہیں اور بعینہ یہی حالت ابلیس کی ہے، جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ ❸

''اور میری طرف سے قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔''

⑤ تہمت دھرنے والا زبردست عذاب کا مستحق ہوگا۔

⑥ قیامت کے دن جملہ خلائق کے سامنے اللہ تعالیٰ کی اس پر ڈانٹ پھٹکار ہوگی، جس کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی زبان اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ دنیا میں رہ کر وہ ہلاکت اور معصیت کا کون سا کام کیا کرتا تھا۔ تا آنکہ وہ پاک دامن سادہ لوح مسلم خواتین پر تہمت دھرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔

⑦ اعضا کی اس دوٹوک گواہی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر کرے گا اور حکم ہوگا کہ اس شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے، تب کہیں اس نانہجار کو پتا چلے گا کہ کسی شک وشبہ کے بغیر اللہ ہی حق اور انصاف پر ہے اور وہ ہر ایک کے عمل کی اس کے لحاظ سے سزائیں دیتا ہے، جس نے اچھا کیا اسے اچھا بدلہ ملا، جس نے برا کیا، اسے برا بدلہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ ❹

---

❶ ۳۲/ السجدۃ:۱۸۔ ❷ ۲۴/ النور:۳۲۔
❸ ۳۸/ ص:۷۸۔ ❹ ۹۹/ الزلزال:۸۔

''تو جس شخص نے ذرہ برابر بھی اچھا کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برا کام کیا ہوگا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔''

تہمت دھرنے اور الزام لگانے کا انجام کتنا برا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں بڑی شدت سے اس سے بچنے کی تلقین آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) قِيلَ مَاهُنَّ؟ قَالَ ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ)) [1]

''سات ہلاکت انگیز چیزوں سے پرہیز کرو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سی ہیں؟ فرمایا شرک کرنا، جادو کرنا، جس کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

نیز صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزِّنَا اُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ)) [2]

''جس نے اپنے زرخرید غلام پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے دن حد جاری ہوگی (اگر الزام درست نکلا تو) وگرنہ نہیں۔''

افسوس! اکثر جاہل آج بھی ایسی فحش باتوں میں پڑے ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں سزائیں مقرر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلمًا انما یأکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرًا﴾ (٤/ النساء:١٠) حدیث:٢٧٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرھا حدیث:٨٩۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قذف العبید، حدیث:٦٨٥٨؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب التغلیظ علی من قذف مملوکه بالزنی، حدیث:١٦٦٠۔

((اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مَا یَتَبَیَّنُ فِیْهَا یَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) ❶

''بندہ کبھی کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے اور سوچتا نہیں جس سے دوزخ کے اندر اتنی دور تک گرتا چلا جاتا ہے جتنی مسافت مشرق سے مغرب تک ہے۔''

فَقَالَ لَهُ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَّا لَمُوَاخِذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهِ فَقَالَ ((ثَکِلَتْكَ اُمُّكَ یَامَعَاذُ وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ)) ❷

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم جو منہ سے کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''تمہاری ماں تم پر روئے معاذ! جو لوگ جہنم میں منہ کے بل گرائے جائیں گے، کیا وہ اپنی زبان کی کٹی ہوئی کھیتی نہیں ہوں گے۔''

نیز ایک اور حدیث میں ہے:

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَصْمُتْ)) ❸

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ کوئی اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث:٦٤٧٧؛ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب حفظ اللسان، حدیث:٢٩٨٨۔

❷ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، حدیث:٢٦١٦؛ سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، حدیث:٣٩٧٣۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٣/ ٨٩، ٨٨، حدیث: ٢٨٦٦؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ٣/ ١١٤ حدیث: ١١٢٢۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۵/ ۲۹۰ حدیث: ۳۹۷۳ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث:٦٤٧٥؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف والزوم الصمت الاعن الخیر وکون ذلك کله من الایمان، حدیث:٤٧۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ❶

''ہر انسان جو لفظ بولتا ہے، اس کے پاس نگران حال مستعد ہوتا ہے۔''

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاالنَّجَاةُ قَالَ ((اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ)) ❷

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی زبان روک کر رکھو، اپنی سرگرمی اپنے گھر تک محدود رکھو، اپنی غلطیوں پر رویا کرو۔''

((وَإِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي)) ❸

''اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ ہوگا جس کا دل سخت ہوگا۔''

نیز فرمایا:

((إِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ الْفَاحِشُ الْبَذِيُّ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ

---

❶ ۵۰/ ق:۱۸۔

❷ سنن ترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء في حفظ اللسان، حديث:٢٤٠٦؛ مسند احمد: ٥/ ٢٥٩؛ شعب الايمان للبيهقي : ٢/ ٢٣٩، حديث:٧٨٤ و ٧/ ١٤، ١٣، حديث:٤٥٨٢؛ كتاب الزهدللامام عبدالله بن مبارك: ١/ ١٩١، حديث:١٢٣۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب : ٣/ ٨٤، حديث: ٢٨٥٤۔

❸ یہ الفاظ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کے آخر میں ہیں یہ حدیث سنن ترمذی، ابواب الزهد، باب منه النهي عن كثرة الكلام إلا بذكر الله، حديث:٢٤١١؛ شعب الايمان للبيهقي: ٧/ ٢٩، ٢٨ حديث ٤٦٠١، ٤٦٠٠ میں موجود ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف سنن ترمذي، حديث: ٢٤١١؛ ضعيف الترغيب والترهيب : ٢/ ٢٤٢، ٢٤١، حديث:١٧١٨؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة : ٢/ ٣٢١ حديث: ٩٢٠۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے سنن ترمذی کی تحقیق ۴/۳۱۳ حدیث:۲۵۷۵ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

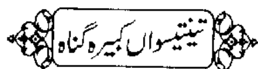
وَرَدِيُّ الْكَلَامِ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین آدمی وہ ہوگا جو فحش اور بے ہودہ بکنے والا ہے، فحش کلامی اور لغویات نکالتا ہے۔''

ہم سب کو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری اپنی زبان کے شر اور کلام کے بد انجام سے محفوظ رکھے۔ بلاشبہ وہ بڑی بخششوں اور بزرگی والا ہے۔

---

[1] یہ حدیث سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی حسن الخلق، حدیث: ۲۰۰۲ میں سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے ((ان الله يبغض الفاحش البذيء)) ''اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔'' شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔



جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْکَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسِ)) [1]

''(گناہ) کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔''

ایک روایت میں ہے:

اِنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاالْكَبَائِرُ؟ قَالَ ((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ)) قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ((اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسِ)) قُلْتُ وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسِ؟ قَالَ ((اَلَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَعْنِي بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ)) [2]

ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! گناہ کبیرہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔'' اس نے کہا اور کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔'' انہوں نے عرض کیا جھوٹی قسم کون سی ہے؟ فرمایا جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا جائے یعنی جھوٹی قسم کھا کر مال ہڑپ کر لیا جائے۔''

مذکورہ حدیث تین کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، حدیث:٦٦٧٥؛ غَمُوْسِ: غین پر زبر (غوطہ دینے والی) اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کہ ایسی قسم کھانے والا دنیا میں گناہوں میں اور آخرت میں جہنم کے عذاب میں غوطے کھائے گا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب اثم من اشرك بالله وعقوبته فی الدنیا والآخرة، حدیث:٦٩٢٠۔

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

② ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

③ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔

شرک کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یمین غموس جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے۔اس کو غموس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم اپنے کھانے والے کو جہنم میں غوطے کھلاتی ہے اور کیوں نہ ہوایسا شخص اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے مجرمانہ جسارت کرتا ہے جس کے حضور میں اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو جاتی ہیں۔ پوری کائنات جس کے در پر سجدہ ریز ہوتی ہے، جہاں سرکش اپنی سرکشی فراموش کر جاتے ہیں، لیکن اس جھوٹے کا برا ہو جو جھوٹ کی قسم کھا کر نوع انسانی کے ایک فرد یا اپنے اسلامی بھائی کی رقم اینٹھ لیتا ہے، اس کا یہی قصور کیا کم ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی کی کوئی پروا نہیں کی۔ دوسرے کا مال ناحق چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا تیسرا جس کا مال چھینا اس پر بھی ظلم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کو یمین غموس قرار دیا۔

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی بابت بہت سی احادیث وارد ہیں۔ احادیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح قسم کھا کر مرد مومن کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے۔

ذیل میں ایسی چند حدیثیں درج ہیں:

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ...... ﴾)) [1]

---

[1] ٣/ آل عمران: ٧٧؛ صحيح بخاري، كتاب الايمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ﴾ الآية حديث: ٦٦٧٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث: ١٣٨۔

''کسی مسلمان کا مال ناحق ہڑپ کرنے کیلئے جس کسی نے جھوٹی قسم کھائی اللہ سے اس کا سامنا اس حال میں ہوگا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اسی کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی، ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول واقرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی چیز خریدتے ہیں......''

اسی کے ہم معنی ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ پھر اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور کہا: ابوعبدالرحمٰن نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے عرض کیا: فلاں فلاں حدیث، انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن نے سچ کہا۔ دراصل میرے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان ایک کنویں کی بابت جھگڑا تھا۔ ہم نے اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟'' (میں نے عرض کیا جی نہیں) آپ نے یہودی سے فرمایا: ''تو قسم کھالے۔'' میں نے عرض کیا: آپ اسے قسم کھانے کیلئے فرمائیں گے تو یہ قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہیں کرے گا۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی الزامی قسم کھائی اور جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا وہ گنہگار ہوگا اور اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔''

اس پر آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب الخصومۃ فی البئر والقضاء فیھا، حدیث: ۲۳۵۷، ۲۳۵۶؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم، بیمین فاجرۃ بالنار، حدیث: ۱۳۸؛ سنن ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب فیمن حلف لیقتطع بھا مالاً لأحد، حدیث: ۳۲۴۳؛ سنن ترمذی، ابواب البیوع، باب ما جاء فی الیمین الفاجرۃ یقتطع بھا مال المسلم، حدیث: ۱۲۶۹؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب البینۃ علی المدّعی والیمین علی المدّعی علیہ حدیث: ۲۳۲۳۔ [2] ۳/ آل عمران: ۷۷۔

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ ﷭ نے بہ اختصار نقل کیا ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [1]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیری قیمت خریدتے ہیں ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر کرے گا۔ نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی حقیری رقم اور معمولی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر وہی حقیری قیمت وصول کرتے ہیں، آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے خوشنودی کے ساتھ ہم کلام ہوگا، نہ قیامت کے دن ان پر شفقت کی نظر ڈالے گا، نہ ان کے دلوں کو پاک وصاف رکھے گا، نہ ان پر خیر و برکت نازل فرمائے گا اور نہ ہی ان کی تعریف اور ستائش کرے گا، بلکہ انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

② حضرت حارث بن برصاء ﷛ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے حج کے موقع پر دونوں جمروں کے درمیان ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ أَخِيهِ بِيَمِينٍ فَاجِرَةٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ)) مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [2]

---

[1] ۳/ آل عمران: ۷۷۔ [2] مستدرك حاكم: ٤/ ٢٩٥ وطبع جديد: ٨/ ٢٧٨٢، حديث: ٧٨٠٣؛ المعجم الكبير للطبراني: ٣/ ٢٥٦، حديث: ٣٣٣٠؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١١/ ٥٧٠ حديث: ٥١٦٥؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١١٨٩۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب الترهيب، ٢/ ٣٦٨، حديث: ١٨٣٤۔

''جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی (مومن) بھائی کا مال ہڑپ کر لیا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے، تم میں جو موجود ہیں وہ ان لوگوں کو بتا دیں جو موجود نہیں۔''

یہ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔

اس روایت کو امام احمد اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا اور آخر الذکر نے اس کی تصحیح کی۔ الفاظ انہی کے ہیں اور یہ روایت مکمل ہے۔

③ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) قَالُوا وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ ((وَاِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ اَرَاكٍ)) [1]

''جس نے اپنی قسم کے ذریعے مسلمان کا حق مار لیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ واجب فرمائے گا اور جنت اس پر حرام کر دے گا۔'' لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر چہ وہ کوئی معمولی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''(ہاں) اگر چہ وہ پیلو کی کوئی شاخ کیوں نہ ہو۔''

اس روایت کو مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

ان لوگوں کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے جن کے ایمان میں کمزوری آ گئی جن کی دین داری میں فرق آ گیا، جنہوں نے اپنی دنیا کی معمولی پونجی کے عوض آخرت کو بیچ ڈالا اور حلال و حرام کی کسی تمیز کے بغیر دنیا کے ٹکڑوں پر پل پڑے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حق کا کوئی پاس و لحاظ نہیں کیا۔ نہ مسلمانوں کے مال و دولت کا کوئی خیال کیا اور اس دن کو فراموش کر گئے اور اس کے عذاب پر بھی غور و فکر نہیں کیا۔ جس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم، بیمین فاجرة بالنار، حدیث: ۱۳۷؛ سنن نسائی، کتاب آداب القضاة، باب القضاء فی قلیل المال وکثیره، حدیث: ۵۴۲۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب من حلف علی یمین فاجرة لیقتطع بها مالا: حدیث: ۲۳۲۴۔

﴿ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ ﴾ [1]

''اس روز تم سب پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی حرکت چھپی نہیں رہے گی۔ پھر جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا میرے ساتھیو! آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی اپنے حق میں اچھا گمان کرتا تھا کہ مجھے میرا حساب میرے کاموں کا ملے گا، چنانچہ یہ پسندیدہ عیش میں رہے گا، وہ بڑی عالی شان بہشت میں رہے گا۔ جس کے پھل نیچے کو جھکے ہوئے ہوں گے، ان کو اجازت ہوگی خوب خوش گوار کھاؤ پیو بعوض اس کے جو تم نے پہلے زمانے میں اچھے اعمال یہاں بھیجے (ان کی بہ نسبت) جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ کہے گا ہائے افسوس! مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملا ہوتا اور میں اپنا حساب نہ جانتا۔ اے کاش! پہلے موت میرا فیصلہ کر دیتی۔ میرے مال نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا، میرا زور بھی سب جاتا رہا (فرشتوں کو) حکم ہوگا اس کو پکڑ و اور گلے میں طوق ڈالو، پھر اس کو جہنم میں داخل کرو، پھر ستر ہاتھ کی زنجیر میں اس کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالو، کیونکہ یہ اللہ عظیم پر یقین نہیں رکھتا تھا۔''

ان غافل انسانوں کی خدمت میں ہم مذکورہ آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پہاڑوں کا دل دہل جائے اور لوہے کا جگر پانی ہو جائے۔ پھر بھلا ان لوگوں کا دل کیوں نہ پگھلے گا جو صاحب ایمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور جنہیں اللہ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں

---

[1] ٦٩/ الحاقة: ١٨، ٣٢۔

پر کامل یقین ہے۔ کاش ہمارے یہ بھائی اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں اور معمولی ٹکڑوں کی خاطر جھوٹی قسمیں نہ کھائیں، جن سے چند روزہ دنیا کی اس زندگی میں فائدہ اٹھائیں گے۔ پھر اسے چھوڑ کر دوسری دنیا کو سدھاریں گے اور ان کے بعد ان کے وارث عیش کریں گے، لیکن اللہ کے سامنے جواب دہی خود انہیں کرنی ہوگی اور یہ وہ دن ہوگا جب مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے، ہاں اسی شخص کو نفع ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حضور سلامتی والا دل لائے گا، اس روز ظالم سے کہا جائے گا، کھڑا رہ، تجھ پر فیصلے کا نفاذ ہوگا اور مظلوم سے کہا جائے گا، ٹھہر جا اور اپنا حصہ وصول کر۔

اے شوخ چشم! تو اللہ تعالیٰ کے سامنے دیدہ دلیری کرتا ہے۔ جانتا بھی ہے کہ کس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، تو اسی اللہ کے نام کی قسمیں کھاتا ہے، جس نے ناپاک قطرے سے تجھے پیدا کیا۔ پھر ایک محفوظ مقام پر اسے رکھا۔ کیا اس کے نام کو تو جھوٹ استعمال کرتا ہے جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا، تجھے کان، آنکھ اور دل دیا۔ صحت، دولت، علم، مرتبہ اور اولاد سے نوازا، کیا تو اس کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو ایک طرف ڈالے اور اس کے بجائے اس کے عظیم نام کی جھوٹی قسمیں کھائے اور گناہ مول لے۔

ان آیتوں اور حدیثوں پر غور کر، شاید تیری آنکھیں کھل جائیں اور تو باز آ جائے اور عدالت میں اپنے حریف کے سامنے کنبہ اور خاندان کے اندھے مفاد کی خاطر جھوٹی قسمیں نہ کھانے لگے۔

بہرکیف پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایک کبیرہ گناہ ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھائی اللہ کے سامنے وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے اور چوتھی حدیث اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ اللہ نے اس شخص کے لیے دوزخ واجب فرمائی اور جنت کو اس پر حرام قرار دیا ہے۔

آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ ﴾ 1

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول وقرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی قیمت خرید تے ہیں ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“

جنت کی کوئی راحت انہیں نصیب نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم نہیں فرمائے گا، شفقت اور مہربانی سے ان پر توجہ نہیں کرے گا اور انہیں پاک نہیں کرے گا۔ نہ ان کی تعریف کرے گا بلکہ انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

زبردست وعید اور سخت پھٹکار پر مبنی یہ آیتیں اور حدیثیں جن کی رو سے قسم کھانے والے پر جنت حرام ہوتی ہے اور جہنم ناگزیر ہوتی ہے، انہیں سن کر کیا کسی اسلام کا دم بھرنے والے کو یہ جسارت ہوگی کہ کسی قسم کا حیلہ بہانہ تراش کر کے جھوٹی قسمیں کھانے کی کوشش کرے اور عدالتوں میں قاضیوں کے سامنے جھوٹ کہہ کر اور غلط دعوی کر کے اپنے مسلمان بھائی کا مال حرام طریقے سے ہڑپ کرنے کی کوشش کرے، ہرگز نہیں! بلکہ مذکورہ آیات اور روایات پڑھ کر اور انہیں سن کر ہر مومن کا دل کانپ اٹھتا اور نرم پڑ جاتا ہے۔

تنبیہ:

جھوٹی قسم کھا کر جس طرح کسی مومن مسلمان بھائی ہی نہیں بلکہ ذمی یا معاہد کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے، اسی طرح اس کے تحت وہ قسم بھی آئے گی، جس کے ذریعے قسم کھانے والا اپنی بات، اپنی اطلاع یا اپنے وعدے کو سچا ثابت کرنے کے درپے ہو، لیکن مال ہڑپ کرنا نہ چاہتا ہو۔ یہ اسی لیے کہ زیادہ قسمیں کھانا بھی گنہگار اور نا قابل اعتبار ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ﴾ 2

”قسمیں کھانے والے ذلیل کی بات مت مانو۔“

کیونکہ زیادہ قسمیں وہی کھاتا ہے جس کی نظروں میں دین اور ایمان کی کوئی قیمت

---

1 ۳/ آل عمران:۷۷۔ 2 ۶۸/ القلم:۱۰۔

نہیں، جسے اللہ رب العزت کی عظمت اور اس کی کبریائی کا کوئی احساس نہیں ہوتا، وہ زیادہ سے زیادہ قسمیں کھا کر مخاطب کو قائل کرنے کی فکر میں رہتا ہے، حالانکہ قسم اسی حالت میں مشروع ہے جب کسی بات کے ثبوت کی ضرورت ہو اور بات بھی سچ ہو، جھوٹ نہ ہو، پھر تصدیق کیلئے بھی ایک بار قسم کھانا کافی ہے۔ یہ نہیں کہ بار بار قسمیں کھائی جائیں، ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر دروغ گو اور جھوٹا آدمی ہی زیادہ قسمیں کھاتا ہے، کیونکہ وہ خود کو تو جھوٹا سمجھتا ہی ہے، اس لیے چاہتا ہے کہ جتنی جھوٹی قسمیں کھائے گا لوگ اسے سچا سمجھیں گے، لیکن جھوٹی قسموں کا انجام نہیں دیکھتا کہ اس کا عذاب کتنا دردناک ہے۔

قسم میں تین قسمیں ہیں۔

① یمین لغو:

اس قسم پر گناہ یا کفارہ کچھ نہیں ہے، گفتگو کے دوران کسی قصد وارادے کے بغیر بے ساختہ قسم کھانا یمین لغو کہلاتا ہے، جیسے اللہ کی قسم! میں نے ایسا کہا، اللہ کی قسم! تم اسے پی لو۔ واللہ! ایسا نہیں ہوا وغیرہ۔

یہ قسم غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اس پر کوئی گرفت نہ ہونے کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [1]

”بلا مقصد قسمیں کھانے پر اللہ تم کو نہیں پکڑے گا۔ ہاں دل سے جو قسمیں تم نے کھائیں ہیں ان پر مواخذہ کرے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

② یمین غموس:

(جھوٹی قسم) اس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

③ یمین معلقہ:

یہ وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل میں کسی کام سے ہو، جیسے: اللہ کی قسم! میں زید سے بات

---

[1] ۲/ البقرہ:۲۲۵۔

چیت نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم! فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا، یا اپنی بیوی سے کہے واللہ! تو زید یا عمر کے گھر مت جانا، وغیرہ ایسی قسمیں جن کا تعلق آیندہ آنے والے زمانے سے ہو۔

مذکورہ بالا قسمیں کھانے والے کو چاہیے کہ وہ غور کرے، اگر قسم برقرار رہنے کے بجائے اسے توڑ دینا بہتر محسوس ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے، مثلاً اگر یہ قسم کھائی تھی کہ فلاں بھائی یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا۔ یا فلاں دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان مصالحت نہیں کرائے گا، وغیرہ تو اس کو چاہیے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے اور اس حالت کو برقرار نہ رکھے، کیونکہ صحیح حدیث شریف میں وارد ہے۔

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهُ فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ)) [1]

”جس نے کوئی قسم کھائی، پھر اس سے بہتر کوئی چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ اس بہتر کام کو کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔“

اور بعض روایتوں میں وارد ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دے، بنا بریں ہر دو صورتیں جائز ہوں گی۔ خواہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دے یا بعد میں کفارہ دے، قسم کا کفارہ باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

﴿ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوْٓا أَيْمَانَكُمْ ۚ ﴾ [2]

”تو اس کے کفارے میں دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا عموماً جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو کھلا دو، یا ان کو لباس پہناؤ یا غلام آزاد کرو اور جس کو یہ کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا کر اس کے خلاف کرو اور اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو۔“

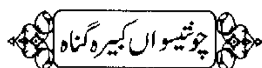
---

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى غيرها خيرًا منها ان يأتي الذي هو خير ويكفر عن يمينه، حديث: ١٦٥٠۔ [2] ٥/ المآئدة:٨٩۔

اطعام: یعنی ہر مسکین کو دو پہر اور شام پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ ہر فقیر کو ایک مد غلہ دیا جائے۔ لیکن ان دنوں ایک ''مد'' غلہ کافی نہیں، اس لیے دو ''مد'' دینا چاہیے۔ رہی پوشاک تو بطور پوشاک ایک قمیص یا کپڑا دیا جائے۔ اس میں ٹوپی شامل نہیں ہوگی۔

نیز اس بات پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ بعض شوہر اپنی بیوی کے بارے میں بات بات پر طلاق کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ قسم کھانا اسلام کی نگاہ میں بدعت ہے، کیونکہ شریعت کی رو سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانی چاہیے یا اس کے کسی اسم، کسی صفت یا قرآن پاک کی قسم کھانی چاہیے، ان کے علاوہ کسی اور نام کی قسم نہیں کھانی چاہیے، نہ ایسی کوئی قسم منعقد ہوگی۔

علما اور ماہرین کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ طلاق کی قسم کی صورت میں اگر اس کی قسم ٹوٹ گئی تو طلاق واقع ہوگی، جیسے اگر کہا تھا کہ اگر تو نکل کر اپنے میکے والوں کے گھر گئی تو تجھے طلاق۔ اس صورت میں اگر وہ گھر سے نکلے گی تو ان کے نزدیک اس پر طلاق واقع ہوگی۔ البتہ سہو یا جبر و اکراہ کی صورت میں طلاق نہیں ہوگی...... بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ پھر ایک مسلمان کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے، جو حرمت اور اباحت کے بین بین ہو، جب کہ اکثر تحریم کے قائل ہیں، کیونکہ ان کی رائے میں اس قسم کا اقدام وہی کرے گا۔ جسے اپنے دین کی کوئی پروا نہیں ہو گی، ورنہ آخر اللہ کی قسم چھوڑ کر طلاق کی قسم کھانے کی کون سی مجبوری اسے درپیش تھی۔



حرام مال کھانا

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حرام مال کھانا مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے، حرام کھانے کا مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کیا جائے، خواہ اس حرام خوری کی شکل کوئی بھی ہو۔ حرام کھایا جائے، پہنا جائے یا کسی کو دیا جائے، بہر صورت کتاب وسنت، اجماع امت اور عقل کی رو سے یہ فعل حرام ہوگا۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ ﴾ [1]

”اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔“

یعنی کوئی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ہڑپ نہ کرے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کسی انسان سے بلاعوض کوئی چیز لینا باطل کہلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کوئی روایت ہو اور جو قول ہم نے پیش کیا وہ زیادہ وسعت والا اور عام ہے کیونکہ ناحق کسی چیز کا لینا بھی باطل کھانے میں داخل ہے۔ نیز اکل بالباطل بھی دو قسم کا ہے۔

پہلی صورت یہ کہ ظلم وتشدد کر کے کھایا جائے، جیسے غصب کرے، امانت کے مال میں خیانت کرے، ساجھے دار کو دھوکا دے، خرید وفروخت میں فریب کاری، دغا بازی اور دسیسہ کاری سے کام لے عاریتاً لی ہوئی چیز کا انکار کر دے، رشوت، سود، زانیہ کی کمائی، چوری، نوحہ گری، سحر، جیوتش، تصویر سازی، چنگی یا کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے۔ جھوٹی گواہی دے اور اس کا معاوضہ لے کر اسے چٹ کر جائے یا یتیم کا مال وغیرہ کھا لے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کھیل یا مذاق میں کسی کا مال ہتھیا لے، چنانچہ جوئے بازی یا لہو ولعب میں رقمیں ہتھیانا اسی قبیل سے ہے۔

---

[1] ٢/ البقرة:١٨٨۔

رہا سنت سے اس کا ثبوت، تو اس میں شک نہیں کہ غصب، ظلم، خیانت، رشوت اور سود وغیرہ کے بارے میں جس قدر آیتیں اور روایتیں ان کی حرمت میں وارد ہیں، ان سے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیروں کا مال کھانا یا اسے ہتھیا لینا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی خوشی سے دے تو مضائقہ نہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ رِجَالاً یَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَیْرِ حَقٍّ فَلَھُمُ النَّارُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) [1]

''کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کرتے ہیں، ایسے لوگ قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کے بارے میں فرمایا:

((اَلرَّجُلُ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَهُ اِلَی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَھَا؟)) [2]

''ایک شخص طویل سفر کر کے آتا ہے، پراگندہ بال اور غبار آلود ہو کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام، اس کی ساری غذا حرام، پھر بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟''

ایک صحیح حدیث میں ہے:

((اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قوله تعالی: ﴿فان لله خمسه وللرسول﴾ (۸/ الانفال: ٤١) یعنی للرسول قسم ذلك حدیث: ۳۱۱۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، حدیث: ۱۰۱۵۔

يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا)) [1]

"تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، تم پر حرام ہے، جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے اور تمہاری اس بستی میں حرام ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

أُدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم ((يَا أَنَسُ! أَطِبْ كَسْبَكَ تُجِبْ دَعْوَتُكَ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْفَعُ اللُّقْمَةَ مِنَ الْحَرَامِ إِلَى فِيهِ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُ دَعْوَةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا)) [2]

اللہ سے دعا کیجئے کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انس! اپنی کمائی حلال رکھو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔ جب کوئی آدمی حرام کا لقمہ اٹھاتا ہے تو اس کی چالیس دن کی دعائیں قبول نہیں کی جاتی ہیں۔"

اس روایت کو منذری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ذکر کیا ہے، البتہ مستجاب الدعوات ہونے کی درخواست کرنے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں، نیز طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے۔

اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ: ((الْفَمُ وَالْفَرْجُ)) وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب العلم، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ((رب مبلغ أوعى من سامع)) حديث:٦٧؛ صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث:١٦٧٩۔

[2] المعجم الاوسط للطبراني: ٥/ ٣٤ حديث:٦٤٩٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٣٠ حديث:١٠٧١؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٤/ ٢٩٢ حديث:١٨١٢۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/۴۸۴ میں اس کی سند کو حسن بن عبدالرحمٰن الاحتیاطی کی وجہ سے سخت ضعیف ومردود قرار دیا ہے۔

((تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ)) 1

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منہ اور شرم گاہ'' اور سب سے زیادہ جنت میں کون سی چیز داخل کرے گی؟ اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا: ''اللہ کا خوف اور نیک اخلاق۔''

نیز ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کے راوی ہیں اور انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے:

((لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ)) 2

''قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ چار باتوں کا وہ جواب نہ دے لے۔ اپنی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو برباد کیا؟ اپنی جوانی کی بابت کہ کہاں اس کو صرف کیا؟ اپنے مال سے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟''

ترمذی نے اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

1 سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث: ٢٠٠٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، حدیث: ٤٢٤٦؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٢/ ٢٢٤ حدیث: ٤٧٦؛ مستدرك حاکم: ٤/ ٣٢٤ وطبع جدید: ٨/ ٢٨٢١ حدیث: ٧٩١٩، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ٣/ ٨ حدیث: ٢٦٤٢؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة، ٢/ ٦٦٩، حدیث: ٩٧٧۔ 2 سنن ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فی القیامة، حدیث: ٢٤١٧؛ شعب الایمان للبیهقی: ٣/ ٢٧٩، ٢٧٨، حدیث: ١٦٤٨۔ شیخ البانیؒ نے سنن ترمذی کی حدیث کو قرار دیا ہے۔

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَدَمٌ نَبَتَا عَلَى سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلَى بِهِ)) [1]

''وہ گوشت اور خون دونوں جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام طور پر پروان پائے، ان کا قرار واقعی ٹھکانا دوزخ ہے۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو اپنا زر کتابت ادا کرتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے عقد کتابت کی تھی۔ یہ غلام اپنے خراج کی رقم روزانہ ادا کرنے کیلئے آتا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روزانہ ہی اس سے پوچھتے کہ یہ رقم اس نے کہاں سے حاصل کی؟ اگر مناسب طریقے سے حاصل کی ہوتی تو آپ اسے کھا لیتے ورنہ نہیں کھاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات وہی غلام کچھ کھانا لے کر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دن روزہ سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس سے پوچھنا بھول گئے اور ایک لقمہ لے کر کھا لیا۔ جب یاد آیا تو اس سے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے لایا؟ اس نے کہا زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کو میں نے یوں ہی غیب کی اوٹ پٹانگ باتیں بتا دی تھیں۔ کیونکہ مجھے ٹھیک سے ایسا کوئی پتا نہیں تھا دراصل میں نے انہیں دھوکا دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا افوہ! تو نے مجھے مار ڈالا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور قے کرنے کی پوری کوشش کی لیکن کچھ نہیں نکلا۔ کسی نے کہا پانی پی لیں تو شاید نکل جائے۔ آپ نے پانی طلب کیا: اور پانی پی پی کر قے کرنے لگے، یہاں تک کہ جتنا پیٹ میں تھا سارا قے کر دیا۔ [2] ایک شخص نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، ایک لقمے کی خاطر آپ نے اتنی تکلیف اٹھائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ لقمہ میری آخری سانس کے ساتھ باہر نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر ہی دم لیتا، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الجمعة، باب ما ذكر فی فضل الصلاة، حدیث:٦١٤؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ١٢/ ٣٧٨، حدیث: ٥٥٦٧؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ٢٥٥٣؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ١٩/ ١٦٢ حدیث: ٣٦١۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

[2] اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ لیکن اس میں یہ اضافہ نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی پی کر قے کی۔

((کُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ)) [1]

''جو بدن (کا حصہ) حرام پر پرورش پایا ہوگا دوزخ کی آگ اس کیلئے کہیں زیادہ مناسب ہوگی۔''

میں ڈرا کہ کہیں اس ایک لقمے سے میرے جسم کا کوئی حصہ پروان پائے (اوراس کی وجہ سے مجھے دوزخ میں جانا پڑے)

اس میں شک نہیں کہ تقویٰ، دین داری اور اللہ کا خوف ایسا ہی ہوتا ہے۔ انسان کے تقویٰ کی معراج یہی ہے کہ شبے کی وجہ سے ایسے مال سے بھی پرہیز کرے جس میں شبہ نہ ہواور اگر ہم اصحاب رسول رضی اللہ عنہم، تابعین کرام اور ائمہ عظام رحمہم اللہ کی سیرت کے جستہ جستہ واقعات ہی پڑھیں تو ہمیں ان کے تقوے اور پرہیز گاری کے عجیب وغریب واقعات ملیں گے اور پتا چلے گا کہ یہ نفوس قدسیہ کتاب وسنت کے احکام کو خود پر اور اپنے گھر والوں پر کتنی سختی سے نافذ کرتے تھے، تب کہیں دوسروں پر ان کا نفاذ کرتے تھے، خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے، عام الرمادہ کے دنوں میں (جب شدت کا قحط تھا۔) آپ گوشت اور چربی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیة، حدیث:۳۸٤۲ میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کو کما کر لا کر دیتا تھا چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے تناول کیا۔ غلام نے ان سے کہا: آپ کو معلوم ہے یہ کیا تھا؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یہ کیا تھا؟ اس نے بتایا میں نے جاہلیت میں کسی انسان کے لیے کہانت کی تھی اور میں کہانت میں ماہر نہ تھا۔ بس میں نے اس سے دھوکہ کیا تھا وہ شخص مجھ سے ملا اس نے مجھے یہ مال دیا چنانچہ اس مال سے آپ نے تناول کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ (منہ میں) داخل کیا اور پیٹ میں موجود شے کی قے کر دی۔ مؤلف نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ حلیة الاولیاء: ۱/ ٦٥ حدیث: ٦٧ میں موجود ہے۔ شیخ البانی نے اس کی سند کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: هداية الرواة: ۳/ ۱۳٥ اس واقعہ کے آخر میں حدیث کے یہ الفاظ ((کل جسد نبت من سحت فالنار اولی به)) جو بدن حرام پرورش پایا ہوگا دوزخ کی آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگی۔'' کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے: صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ٤٥١٩۔ یہ الفاظ حلیة الاولیاء، ۱/ ٦٥ حدیث: ٦٧؛ شعب الایمان للبیهقی: ۷/ ٥٠٥ حدیث: ٥۳۷٥ میں موجود ہیں۔

کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے اور رعایا اور اپنے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حال عام رعایا کا ہوگا وہی عمر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی جلد اور چہرے پر سیاہی آ گئی تھی۔

ذیل میں اسی قسم کا ایک واقعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا درج کیا جاتا ہے۔ اہل مناقب نے آپ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ کپڑے فروخت کرتے تھے۔ اتفاق سے کپڑے کے ایک تھان میں کہیں کہیں چھید پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شریک کار سے کہا: ان کپڑوں کو فروخت کرتے وقت خریدار کو بتا دینا کہ اس میں فلاں فلاں عیب ہے۔ اس کے بعد اتفاق سے امام صاحب کہیں چلے گئے اور دکان پر کوئی گاہک آیا۔ دکان پر بیٹھنے والے نے اس کو دس ہزار درہم کا کپڑا فروخت کیا۔ لیکن اس تھان کا عیب گاہک کو نہیں بتا سکا۔ جب امام صاحب آئے اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اتنی مالیت کا کپڑا فروخت کیا۔ گاہک نے کپڑوں کو دیکھا، لیکن میں نے اس عیب کے بارے میں اس سے کچھ نہیں کہا۔ امام صاحب نے یہ سنا تو محض اس ڈر سے کہ حرام ان کے استعمال میں نہ آ جائے، انہوں نے وہ سارا روپیہ اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ شام کے میوے آپ کبھی نہیں کھاتے تھے اور یہ آپ کے زہد اور پرہیز گاری کی معراج کہنا چاہیے، کیونکہ اس خطے کی بکثرت زمینیں اور املاک اوقاف میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھیں اور ان کے مالک یا منتظمین نے ان کی بابت کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ پرہیز گاری اور تقویٰ اور خشیت اسی کا نام ہے اور یہی وجہ تھی کہ یہ اسلاف صالحین سر آمد روزگار ہوئے، انہیں عظمت و رفعت اور عزت وسعادت نصیب ہوئی۔ ایک آج کا زمانہ دیکھئے کہ اب حلال اور حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے۔ عام ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ کسی طرح مال ان کی مٹھی میں آ جائے، خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے۔

بعض لوگوں نے تو دولت کی حرص اور مال جمع کرنے کی خاطر ''اس بازار'' کا رخ بھی کر لیا ہے، وہ گانے بجانے اور ناچنے والیوں اور بازاری عورت کو بلا کر شہر شہر اسٹیج سجاتے ہیں اور اس طرح دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے کی ناپاک اور شرمناک حرکت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ سودی لین دین اور زکوٰۃ چوری ان کے یہاں عام ہے، ایک طرف ان کی نلمی حرکتوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف باری تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر رکھی جائے۔ جس میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

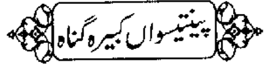
﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴾ 1

''اور اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا (افسوس سے) کہے گا کہ کاش میں رسول ﷺ کے ساتھ (دین کا راستہ) اختیار کرتا۔''

ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ نہیں اپنایا، اس کے بجائے ذلیل شیطان کا راستہ اختیار کیا اور ہوا وہوس کے پیچھے اندھے ہو کر چل پڑے۔ فَإِلَى اللَّهِ الْمُشْتَكِي۔

---

1 ۲۵/ الفرقان:۲۷۔



پینتیسواں کبیرہ گناہ

سود خوری

سود کھانا اور سود کا لین دین کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قبروں سے) ایسے اٹھیں گے جیسے بھوت نے چھو کر انہیں مخبوط الحواس بنا رکھا ہو۔ ان کی یہ حالت اس لیے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں، حالانکہ اللہ نے تجارت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام، چنانچہ جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی اور وہ اس سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا، اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو لوگ پھر کریں گے تو یہی لوگ آگ کے لائق ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے۔“

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے سود خور کو دوزخ کی وعید سنائی ہے اور اگر انہوں نے اس پر اصرار کیا اور توبہ نہ کی تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ

[1] ٢/ البقرۃ:٢٧٦۔

فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾ 1

''مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بقایا سود کو چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو، پھر اگر ایسا کرو گے (اور سود لیتے رہو گے) تو اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ اور اگر باز آؤ تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے، نہ ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔''

سود کھانے والا، کھلانے والا، اس کا لکھنے والا اور اس کی گواہی دینے والا، اگر جان بوجھ کر یہ سب کر رہے ہوں تو ان پر پیغمبر اسلام ﷺ کی زبان سے قیامت کے دن لعنت ہوگی اور جس بستی میں سود خوری اور زنا کاری کے جرائم نمودار ہوں گے، اس بستی والوں میں غربت ناداری اور وباؤں کا زور ہوگا، حکام ان پر ظلم وستم ڈھائیں گے، مال ودولت برباد ہوں گے، برکتیں اُٹھ جائیں گی اور یہ تمام اثرات مادی آنکھوں سے دیکھے اور محسوس کیے جائیں گے اور کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے:

﴿ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴾ 2

''اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کو ناشکرے گناہگار کسی طرح نہیں بھاتے۔''

نیز اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے محتاجوں کو خیرات دینے کا حکم دیا ہے، ان کی طرف دست تعاون دراز کرنے، مصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنے اور تنگ دستوں کو قرض دینے کا حکم دیا ہے۔ جب کہ سود خوری، صدقہ اور خیرات کے یکسر برعکس ہے، صدقہ دینا نیکی اور بھلائی ہے، اس کے اندر عفوو درگزر، پاکی، صفائی، ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ضمانت کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں، جب کہ سود خوری سے حرص وہوس، بخل، خود غرضی، انانیت اور لالچ کے جراثیم پروان پاتے ہیں، انسانی شرافت اور اسلامی اخلاق پامال ہوتے ہیں، انسان اللہ کے غیظ وغضب، اس کے جوش انتقام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کی زد میں آتا ہے، اس کے علاوہ اس بدترین لعنت میں وہ

1 ۲/ البقرۃ: ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ 2 ۲/ البقرۃ: ۲۷۶۔

مفاسد، معاشی اور اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں جو باشعور انسانوں اور دنیا کی کسی بھی قوم پر مخفی نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مذاہب اور آسمانی دستوروں میں اس کو ابتداہی سے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ‌ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَ لِيۡمًا‏ ﴾ [1]

"اور بہت سے لوگوں کو سود لینے کی وجہ سے حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال (حرام طریقے سے) کھانے کی وجہ سے ہم (نے ان پر بہت سی پاک چیزیں جو حلال تھیں حرام کردیں) اور ان میں سے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

سود کی بابت ان آیات کی تفسیر میں سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوبصورت گفتگو کی ہے اور نہایت دل پذیر بحث فرمائی ہے، لہٰذا اس عنوان کے تحت ہم ان کی عبارت کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں اور بطور خاص ہمارا روئے سخن اللہ کے ان بندوں کی طرف ہے جو اسلام کا دم بھرتے ہیں، اسلام کے ان بنیادی حقائق اور نقوش سے انہیں معلوم ہوگا کہ اسلام سودی نظام اور اس قسم کے کاروبار کا کتنی شدت سے مخالفت کرتا ہے۔

پہلی حقیقت:

سودی کاروبار انسانی سماج کیلئے زبردست خطرہ اور کٹھن آزمائش ہے، اس کے مضر اثرات ایمان واخلاق اور زندگی کے نہ صرف تصور پر مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ناسور سماج کی پوری زندگی اور اقتصادی اور عملی سرگرمیوں میں فاسد مواد پیدا کرتا ہے، سودخوری وہ بدترین عمل ہے جس سے آدمیت، انسانی شرافت اور اس کے اخلاق سب کچھ پامال ہو جاتے ہیں، اور پر ملمع ساچڑھا ہوا ضرور نظر آتا ہے، لیکن اندر سے انسانی قدریں اور ان کی ساخت پرداخت سب کچھ سوخت ہو جاتی ہے اور انہیں کہا جا سکتا کہ ریت کے تودوں پر قائم ہونے والا اور ظاہر چمک دمک رکھنے والا یہ نظام کب اور کہاں جا کر زمین بوس ہو جائے۔

[1] ٤/ النسآء:١٦١۔

دوسری حقیقت:

سودی لین دین سے فرد اور جماعت کا ضمیر اور اس کی روش سب کچھ مردہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق الگ بگڑتے ہیں اور معاشرے میں بھائی بھائی سے کٹ کر رہ جاتا ہے باہمی تعاون اور حمایت کا جذبہ پامال ہو جاتا ہے۔ حرص و آز، لالچ اور خود غرضی سی اس پر غالب آ جاتی ہے جس سے معاشرے کی دیواریں ہل جاتی ہیں، موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں سرمایہ کاری کا پہلا زوردار داعیہ نشو ونما اور افزائش کے بدترین روپ میں سامنے آتا ہے، کیونکہ سود کی شرح پر لیے گئے قرض سے ترقی اور بڑھوتری کی امیدیں باندھی جاتی ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ قرض لینے والے کو کچھ معمولی سا نفع حاصل ہوتا ہے، پھر سود کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس قسم کے قرضوں اور ان سے منفعت کے حصول کی راہیں گندی فلموں، عریاں صحافت، رقص گاہوں، لہو ولعب کے اڈوں بھانت بھانت کے پیشوں اور ان راہوں سے ہو کر گزرتی ہیں، جہاں حاصل کچھ نہیں ہوتا، لیکن اعلیٰ قدریں اور عظیم اخلاق سب کچھ پاش پاش ہو کر رہ جاتے ہیں۔

سودی شرح پر حاصل کیے گئے قرضوں سے بنیادی مقصود انسانی فلاح اور بہبود کے منصوبوں کی بحالی یا ان کی بجا آوری ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی۔ ان قرضوں کا مقصد صرف ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خواہ کسی طرح ہو نفع ملتا رہے، چاہے اس کی خاطر کوئی گھٹیا یا ناجائز پیشہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔ آپ کہیں بھی چل پھر کر دیکھیں اس کا مشاہدہ آپ کو ہر جگہ ہوگا اور اس کی وجہ بھی کوئی اور نہیں، یہی سودی لین دین اور اس کا طریق کار ہوگی۔

تیسری حقیقت:

جو بالخصوص اسلامی عقیدت پر یقین رکھنے والے شخص کیلئے نہایت اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں ایک امکانی تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز حرام قرار دی ہے، جس سے انسانی زندگی کو نہ کوئی سہارا ملتا ہے، نہ وہ کوئی پیش قدمی کرتی ہے، جیسے تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بری چیز ہو، لیکن زندگی کی استواری اور اس کی ترقی کیلئے سردست اس کی ضرورت ہے، پھر باری تعالیٰ اس پوری کائنات کا پروردگار ہے اور انسان کو اس نے اپنا نائب بنا کر دنیا

میں بھیجا اوراس کی نشو ونما اور ترقی کا اس کو حکم دیا ہے، وہی اس کا فیصلہ کرتا ہے اور وہی اس کی توفیق دیتا ہے، لٰہذا ممکن ہے ایک مسلمان کے خیال میں یہ ہو کہ اللہ نے جس کو حرام قرار دیا ہے اس سے انسانی زندگی کو کوئی سہارا نہیں ملتا، نہ اس سے کوئی ترقی حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بری چیز ہو، لیکن زندگی کی بقا اور اس کی ترقی کیلیے وہ ناگزیر ہو تو اگر ایسا کوئی تصور ذہنوں میں پیدا ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ وہ بدترین تصور ہوگا اور نہایت مذموم گمراہ کن اور غلط تصور ہوگا جس نے کئی نسلوں کو تباہ کیا اور وہ بدترین تصور یہی ہے کہ سود خوری سے معاشی اور آبادی ترقیاتی منصوبوں میں مدد ملتی ہے اور سودی لین دین ایک فطری نظام ہے، ستم ظریفی یہ ہے کہ اس فاسد اور پر فریب تصور کو عام رہن سہن اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑی چالاکی سے پھیلایا گیا ہے۔

اور مغرب سے مشرق تک اس کی ہوا باندھنے کی کوشش کی گئی اور جدید دنیا اور نئی انسانی زندگی کو اسی کاروباری بنیادوں پر استوار کیا گیا اور سرمایہ کاری کے مراکز اور سودی لین دین کرنے والوں کو اس کیلیے اچھی طرح استعمال کیا گیا۔ اور دوسری اساس جس پر یہ فاسد تصور قائم ہوا وہ ایسی سنگین صورت حال ہے جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی جب کہ اس کی دوسری بنیاد ذہنی کجروی اور اس وہم کا شکار ہونے سے پیدا ہوئی، لیکن اس کا تدارک نہ کرنے کا نتیجہ ہے، جس کو سودی کاروبار کرنے والے مختلف حیلوں بہانوں اور توجیہ وتاویل کے ذریعے کم سمجھنے والوں میں پھیلاتے رہتے ہیں، چونکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اور اس کے ذرائع ابلاغ پردہ چھائے ہوئے ہیں، اس لیے اپنے ان نظریات کا خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

چوتھی حقیقت:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ آج کل کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ سودی کاروباری نظام کے علاوہ کسی اور نظام پر عالمی معیشت کا ڈھانچا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ یہ بدترین جھوٹ اور محض خرافات ہیں، کیونکہ محکمہ جاتی طور پر سودی کاروبار کی بقا کیلیے جن ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے ان کو خاص طور سے اہمیت دی گئی ہے، حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر نیت درست رہی اور انسانوں خصوصاً ملت اسلامیہ نے تہیہ کر لیا کہ وہ سودی کاروبار کرنے والی دنیا کی بڑی بڑی پارٹیوں اور ان کے

سرغنوں سے آزادی حاصل کریں گے، اپنے لیے نیکی، بھلائی، خیر و برکت کے حصول اور اخلاقی صفائی اور سماجی پاکیزگی کا ارادہ اور اس کیلئے کوشش کریں گے تو ان کے سامنے صحت مند اور صالح معاشرے کی راہیں کھلیں گی اور یہ وہی شاہراہ ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کیلئے پسند فرمایا، جس کا قرار واقعی نفاذ ہوسکتا ہے، اس کے سائے میں تمام زندگی پروان چڑھ سکتی ہے اور اس نظام کی زیر سرپرستی اور اس کے زیر سایہ ترقی کے مدارج پر تیزی سے گامزن ہوسکتی ہے۔ کاش انسان اس کو سمجھتا۔

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب ہوگا کہ وہ سود جس کا کھانے والا گنہگار ہے، جس کا لین دین کرنے والا فاسق ہے، اس کی شہادت مردود ہے اور آخرت میں اس کیلئے سخت وعید آئی ہے، جیسا کہ آیات و روایات میں وارد ہے، یہ سود ''ربا الفضل'' اور ''ربا النسیہ'' دونوں کو شامل ہے۔

ربا الفضل کی صورت یہ ہے، مثلاً سو روپے دیے جائیں اور لینے کے وقت ایک سو بیس روپے لیے جائیں۔ اسی طرح سونا اور ان تمام اجناس میں کیا جائے جن میں سود جاری کیا جاتا ہے، اس طرح سونے کی سونے کے ساتھ، چاندی کی چاندی کے ساتھ گیہوں کی گیہوں کے اور چاول کی چاول کے ساتھ خرید و فروخت میں ایسا ہی کیا جائے، نیز یہ بھی سود ہے کہ مذکورہ اشیا میں سے کسی چیز کی ادائیگی فوری کی جائے لیکن اس کا عوض ایک مدت کے بعد وصول کیا جائے یہ اس لیے سود ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک جنس کی سودی چیزوں کی خرید و فروخت برابر برابر اس طرح کی جائے کہ دونوں کا تناسب برابر ہو کوئی کم یا زیادہ نہ ہو اور دونوں پر قبضہ بھی فوری طور پر ہو، ان میں سے کوئی شرط اگر نہیں پائی گئی تو سود ہوگا۔

''ربا النسیہ'' کی صورت یہ ہے کہ قرض خواہ یا ادھار سودا کرنے والا معینہ مدت کے لیے ادھار لے، پھر جب مقررہ وقت آئے اور مقروض ادائیگی سے قاصر رہے تو دونوں باہم رضامند ہو کر یہ طے کرلیں کہ قرض دار کچھ بڑھا کر قرض ادا کرے گا اور جتنی مدت زیادہ ہوگی اس قدر ادائیگی کی رقم بڑھتی جائے گی۔

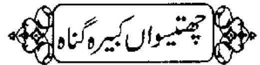
یہی وہ سود ہے جس کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا۔ قرآن پاک نے نہایت سختی کے

ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اس کے خلاف جنگ کا اعلان قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سود کی دونوں قسموں کا مرتکب یکساں طور پر فاسق، گنہگار اور سابقہ جرائم کا مرتکب ہوگا، البتہ ''ربا النسیہ'' کا گناہ بھاری ہوگا اور اس کا جرم بھی زیادہ سخت ہوگا اور سود کا یہی طریقہ آج دنیا بھر کے بینکوں میں رائج ہے۔

اب مسلمان موجودہ زمانے کے بنکنگ کاروبار سے بڑی حد تک آگاہ ہو چکے ہیں اور یہ جان گئے ہیں کہ اس سسٹم کو یہودیوں نے سب سے پہلے شروع کیا اور اس کے نتیجے میں از اول آ واخر سود کا رواج ہوا۔ یہودیوں اور صیہونیوں کی سازش یہ ہے کہ عام لوگوں کے ہاتھوں سے سرمایہ کی گردش کو روک کر چند ہاتھوں میں اس کو سمیٹ دیا جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی بڑی کمپنیوں کے شیئر ہولڈر اور بڑے بڑے بنکوں کے مالک ہیں۔ ان کے مالک بھی زیادہ تر یہودی ہیں جو غیر اسرائیلوں سے سود کھانا مباح سمجھتے ہیں۔ علمائے کرام کی کوششوں سے عام مسلمانوں میں بھی اس بیداری اور آگاہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف ملکوں اور شہروں میں ایسے اسلامی بنک قائم کئے جا رہے ہیں، جہاں سود کا لین دین مطلق نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا لین دین، تمام تر خرید و فروخت شرکت، قرض اور دیگر ایسے ذرائع سے ہوتا ہے جو شریعت میں جائز ہیں اور جن سے ہر قسم کی منفعت اور فائدہ ہوتا ہے۔

ان اصلاح پسند علما اور عام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ مزید توفیق دے اور انہیں ایسی بیداری سے نوازے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے دین و ایمان، اپنی آزادی اور اپنے مال و اسباب کے غاصبوں اور ان کی دست و برد سے محفوظ رہ سکیں اور ان جاہلوں کے جھوٹ کا پردہ فاش ہو جائے، جو شریعت اسلامیہ سے نابلد ہیں اور اس کے سہل اور آسان دستور اور اصولوں کو نہیں جانتے اس کے برعکس یہ سمجھ رہے ہیں کہ موجودہ زمانے میں سودی نظام کے بغیر کوئی اقتصادی نظام پنپ نہیں سکتا۔ خواہ یہ اقتصادی نظام آسمانی دستور ہی کیوں نہ ہو۔ (نعوذ باللہ)



چھتیسواں کبیرہ گناہ

یتیم کا مال کھانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ 1

”جو لوگ یتیموں کا مال بیجا طور پر کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔“

اور صحیح حدیث میں ہے:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قِيْلَ مَاهُنَّ؟ قَالَ ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ)) 2

---

1 ٤/ النسآء: ١٠؛ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت بنوغطفان کے ایک شخص کی بابت نازل ہوئی، جب اسے اپنے ایک یتیم بھتیجے کے مال کی سرپرستی حاصل ہوئی تو وہ اسے ہڑپ کر گیا، جس پر مذکور شدید وعید نازل ہوئی۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ: ١٤٨ حدیث: ٢٩٦ اور تفسیر البغوی: ١/ ٥٧٣ میں بغیر کسی سند کے مروی ہے۔ ابن حجر الہیتمی نے "الزواجر عن اقتراف الكبائر: ١/ ٥٤١ (طبع دار المعرفة) میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اس سے دل لرز جاتے ہیں اور قلب مومن تڑپ اٹھتا ہے اور کیوں نہ ہو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ ﴾ (٤/ النسآء: ١٠) ”وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔“

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لوگ یا تو سچ مچ آگ کھائیں گے اور اللہ تعالیٰ یتیموں کے مال و دولت کو آگ کی شکل میں بدل دے گا، یا یہ معنی ہوں گے یہ یتیموں کی دولت کھانے کے سبب دوزخ کی آگ کھائیں گے، جیسا کہ قاعدہ ہے کہ سبب کہہ کر مسبب مراد لیا جاتا ہے، کیونکہ یتیم کا مال کھانا دوزخ کی آگ کھانے کا سبب ہے۔

2 صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ (٤/ النساء: ١٠) حدیث: ٢٧٦٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الكبائر وأكبرها حدیث: ٨٩۔

''سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو'' عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، جس شخص کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا۔''

مذکورہ بالا مضمون کی آیت اور حدیث سے کسی شک وشبہ کے بغیر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یتیم کا مال کھانا یا اس کو برباد کرنا نہایت سخت کبیرہ گناہ ہے، جس کا مرتکب جہنم رسید ہوگا اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے۔ یہ اس لیے کہ ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان پر شفقت اور مہربانی کرے، ان کے ساتھ کلام کرنے اور بات چیت میں نرم رویہ اختیار کرے، بالخصوص اگر ان کے مال کی سرپرستی اور نگہداشت کیلئے مقرر ہو تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، قاضی کی طرف سے ان کا ولی یا وصی مقرر ہو تو ان کی دولت کی افزائش اور ان میں اضافے کی کوشش کرے، نہ یہ کہ کھا پی کر اسے تلف کر دے۔ پھر یتیموں کے ساتھ احسان اور مہربانی کا کس شدت سے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی کہ حسن نیت اور اچھے طریقے کے ساتھ ان کے مال کے قریب جایا جائے، ورنہ ان کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔ چنانچہ حسن سلوک کی بابت ارشاد ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴾ [1]

''اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو، اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں، نزدیک والے اور دور والے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے اور مسافروں سے احسان کیا کرو۔''

اور حسن تصرف کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ ﴾ [2]

---

[1] ٤/ النسآء:٣٦۔ [2] ١٧/ الاسرآء:٣٦۔

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، لیکن جو طریقہ یتیم کے حق میں بہتر اور مفید ہو وہ اختیار کرو تا آنکہ وہ اپنی جوانی کی حد کو پہنچ جائے۔''

وہ لوگ کتنے ظالم ہیں اور دوزخ کی آگ میں کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ گھسنے کے درپے ہیں جو یتیم کا مال کھاتے ہیں۔

افسوس ہے یہ ظالم ایمان سے کورے ہو کر غضب الٰہی کی زد میں ہیں اور ان کم سن یتیموں کا مال کھاتے ہیں جن کا اللہ کے سوا کوئی حامی نہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ یتیم کے مال میں اضافہ کرتے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے، اپنا مال ان پر خرچ کرتے، ان کا مال کھانے سے گریز کرتے، لیکن اس کے بجائے وہ خود ان کا مال ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ماں باپ کے ترکے سے انہیں محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تا آنکہ جب وہ سن رسیدہ ہو جاتے ہیں تو ان کے پاس والدین کا چھوڑا ہوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کا ہاتھ خالی ہوتا ہے، نیز عقل کی رو سے بھی اس قماش قسم کے لوگ مردانگی، دلیری اور شرافت سے یکسر تہی تصور کیے جائیں گے، کیونکہ وہ ایسی ذلیل حرکت کرتے ہیں اور ان کا مال ہڑپ کرنے کیلئے کوشاں ہوتے ہیں جو اپنا اور اپنے مال کا دفاع نہیں کر سکتے۔

یتیموں کا مال ہڑپ کرنے پر بطور وعید بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

① معراج کی حدیث میں وارد ہے، جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَإِذَا أَنَا بِرِجَالٍ قَدْ وُكِّلَ بِهِمْ رِجَالٌ يَفُكُّونَ لِحَاهُمْ وَآخَرُونَ يَجِيئُونَ بِالصُّخُورِ مِنَ النَّارِ فَيَقْذِفُونَهَا فِي أَفْوَاهِهِمْ فَتَخْرُجُ مِنْ أَدْبَارِهِمْ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا)) ❶

''اچانک میرے سامنے ایسے کچھ آدمی تھے جن کے اوپر کچھ لوگ مسلط تھے،

❶ تفسير الطبري: ٦/ ٣٥٤۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١١/ ٨٠٩ حديث: ٥٤٥٩۔ تنبیہ: یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وہ ان لوگوں کے جبڑے پکڑ کر چیرتے تھے اور دوسرے آگ کی چٹانیں ان کے جبڑوں میں ٹھونسی جاتی تھیں۔ پتھر کی یہ چٹانیں ان کے پاخانے کے مقام سے باہر نکل جاتی تھیں، میں نے پوچھا، جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔ اب وہ اپنے پیٹ میں آگ بھریں گے۔"

② حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور اس کی تصحیح بھی کی ہے:

((اَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَآكِلُ الرِّبَا وَاٰكِلُ مَالَ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ)) [1]

"چار آدمیوں کی بابت اللہ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہرگز ہرگز انہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا، نہ وہاں کی راحتوں کا انہیں مزہ چکھائے گا، عادی شرابی، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا، اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔"

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ)) [2]

"مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا

---

[1] مستدرك حاكم: ۲/ ۳۷ وطبع جديد: ۳/ ۸۵٤ حديث: ۲۲٦۰؛ شعب الايمان للبيهقى: ۷/ ۳۷۰، ۳٦۹ حديث: ٥١٤٢: شیخ البانی نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ۱/ ٥۷۰ حديث: ۱۱٥۸۔

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب حق اليتيم، حديث: ۳٦۷۹۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف سنن ابن ماجه، حديث: ۷۳۹؛ ضعيف الترغيب والترهيب: ۲/ ۱٥۳ حديث: ۱٥۱۰۔

جائے اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جہاں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔''

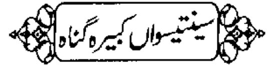
④ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا)) [1]

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان اشارہ فرمایا اور دونوں کو کشادہ فرمایا۔'' (اس روایت کو بخاری، ابوداود اور ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، وقول اللہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ الی قولہ: ﴿إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِينَ﴾ (۲۴/ النور ٦) حدیث: ۵۳۰۴؛ سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی ضم الیتیم، حدیث: ۵۱۵۰؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الیتیم وکفالته، حدیث: ۱۹۱۸۔



مزدور کو مزدوری نہ دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمَهُ خَصَمْتُهُ رَجُلٌ أُعْطِيَ بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ اَجْرَهُ)) [1]

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا اور جس کا میں دشمن ہوں گا۔ میں اس پر غالب آؤں گا، وہ شخص جس نے مجھ سے عہد کیا پھر بے وفائی کی اور وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کھا جائے اور ایک وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر لگائے پھر اس سے پورا کام لے کر مزدوری نہ دے۔''

اس روایت کو بخاری، ابن ماجہ رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ بعض نے نقل کیا ہے۔

مختلف کاموں کو اجرت پر کروانے کا عام رواج ہے، جیسے عمارت تعمیر کرانا، کپڑے سلوانا، کھیتی باڑی کرانا وغیرہ۔ لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ کام پورا ہونے کے بعد جب مزدوری دینے کا وقت آتا ہے اور مزدور مالک سے مزدوری طلب کرتا ہے تو بعض مالک ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں اور آج نہیں کل یا اس ماہ نہیں اگلے ماہ کے وعدے پر مزدوروں کو ٹرخاتے رہتے ہیں، حالانکہ وہ چاہیں تو وقت پر مزدوری دے سکتے ہیں۔

کبھی بعض مالکان ایسے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں کہ مزدوری سرے سے دینی نہ پڑے یا کچھ حصہ ہڑپ کر لیا جائے، ایسے موقع پر طرح طرح کا دعویٰ کیا جاتا ہے، جیسے یہ بہانہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرًا، حدیث:۲۲۲۷؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون باب أجر الأجراء، حدیث:۲٤٤۲ (الفاظ اسی کے ہیں)۔

کیا جاتا ہے کہ مزدور نے کام پورا نہیں کیا، یا ٹھیک طرح سے نہیں کیا، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ مزدور پورا کام کر لیتا ہے اور مالک کی خواہش کے عین مطابق کرتا ہے۔ لیکن ایسی غلط حرکت اسی لیے کی جاتی ہے تاکہ مزدور کا حق مار لیا جائے، یا کچھ مزدوری ہڑپ کر لی جائے اور وہ دل برداشتہ ہو کر عدالت میں درخواست کرے اور جب کوئی ایسا معاملہ عدالت میں جاتا ہے تو مزدور کو وکیل مقرر کرنا پڑے اور اس کی فیس دینی پڑتی ہے۔ پھر عدالت میں مسلسل تاریخیں پڑتی ہیں اور ایک عرصے تک مقدمہ چلتا ہے۔ مقدمہ کی طوالت اور انصاف کے گراں ہونے کی وجہ سے یوں بھی ہوتا ہے کہ مزدور اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ یا کچھ حصہ چھوڑ کر قدرے قلیل پر راضی ہو جاتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے واقعات میں مالک کا اجرت نہ دینا یا اس کیلئے ٹال مٹول کرنا سخت ظالمانہ فعل ہے اور ایک حدیث قدسی میں خود اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنے آپ حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

((يَاعِبَادِيْ اِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا)) [1]

"اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے، اس لیے ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔"

ظلم کی حرمت سے متعلق بہت سی آیات و روایات پہلے بھی گزری ہیں۔ نیز جن کبیرہ گناہوں کی تفصیل پہلے مذکور ہوئی، ان میں بھی اس مفہوم کی آیتیں اور روایتیں گزر چکی ہیں اور ابھی اوپر گزرا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن میں ایک وہ آدمی جو کسی مزدور کو اجرت پر لگائے اور اسے مزدوری نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے اور جس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہوگا وہ شخص بھلا کیونکر نجات پائے گا۔ الغرض قدرت کے باوجود مزدور کو مزدوری نہ دینا زبردست گناہ کبیرہ ہے اور یہی وعید کیا کم ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہوگا اور جس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہوگا وہ دردناک عذاب سے کیونکر رہائی پائے گا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث:٢٥٧٧۔

اور جس طرح مزدور کو مزدوری نہ دینا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے، جیسا کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ اور دیگر چار محدثین (ابوداود، نسائی ترمذی، ابن ماجہ رحمہم اللہ) نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۳۵۰: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ [1] ظُلْمٌ وَإِذَا اتُّبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ)) [2]

''دولت مند آدمی کا ٹال مٹول کرنا بے جا ہے، اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار شخص پر منتقل کیا جائے تو قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس (تحویل قرض) کو مان لے۔''

اور ایسا بارہا ہوتا ہے..... کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے قرض لیتا ہے یا رقم ادھار لیتا ہے اور ادائیگی کا وقت آتا ہے تو ٹال مٹول کرتا ہے، کبھی مکر جاتا ہے کبھی قرض کے ایک حصے کا انکار کرتا ہے اور کبھی آج کل پر ٹالتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ بے چارہ قرض خواہ

---

[1] "مَطْلُ الْغَنِي" میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف کی گئی ہے، یعنی قرض خواہ کی طلب پر مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ فعل کی نسبت مفعول کی طرف یعنی مالدار قرض خواہ کی طلب پر قرض دار کا ادائے حق میں دیر کرنا ظلم ہے، لہٰذا غریب قرض خواہ کی طلب پر تاخیر کرنا بدرجہ اولی ظلم ہوگا۔ اذا اتبع فعل مجہول ہے 'ملی'' یہ لفظ 'ملی'' سے ماخوذ ہے، چنانچہ کہتے ہیں 'ملؤ الرجل'' آدمی ملول ہوا فلیتبع یہ بھی پہلے فعل کی طرح مجہول ہے۔ یعنی جب قرض کو حوالے کیا جائے تو وہ اس کے ذمہ ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ مال دار کا مزدوری ادا کرنے میں دیر کرنا حرام ہے۔ دیر کرنا، ٹال مٹول کرنا اور جس قدر جلد ادائیگی ہو سکے کسی عذر کے بغیر اس میں زیادہ دیر کرنا زیادتی ہوگی اور مصدر کو فاعل کی جانب مضاف کیے جانے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مال دار پر جب قرض کی ادائیگی ثابت ہو جائے اور وہ عاجز نہ ہو تو اس کا دیر کرنا حرام ہوگا۔ دوسری عبارت کی تقدیر کی صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرض کی ادائیگی واجب ہوگی خواہ قرض خواہ مالدار کیوں نہ ہو یعنی مالدار ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ حق کی ادائیگی میں تاخیر کی جائے اور جب مالدار قرض خواہ کے بارے میں یہ حکم ہے تو تنگ دست قرض خواہ کا یہ حق بدرجہ اولی جلد ادا کرنا ہوگا۔ نیز مذکورہ حکم سے حوالہ وجوب ثابت ہوتا ہے، جب کہ جمہور نے اس کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الحوالات، باب الحوالة وهل يرجع في الحوالة؟ حديث: ٢٢٨٧؛ صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم مطل الغني وصحة الحوالة واستحباب قبولها اذا أحيل على ملىء، حديث: ١٥٦٤؛ سنن ابوداود، كتاب البيوع، باب في المطل، حديث: ٣٣٤٥؛ سنن ترمذي، ابواب البيوع، باب ما جاء في مطل الغني أنه ظلم، حديث: ١٣٠٨؛ سنن نسائي، كتاب البيوع، باب الحوالة، حديث: ٤٦٩٥؛ سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب الحوالة، حديث: ٢٤٠٣۔

اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے یا کچھ حصہ اسے چھوڑنا پڑتا ہے، یا وصولی کیلئے معاملہ عدالت میں قاضی کے سامنے پیش ہوتا ہے اس قسم کی ٹال مٹول اور تاخیر قرض خواہ کو اذیت پہنچانے کیلئے ہوتی ہے۔ حالانکہ بسا اوقات قرض خواہ کی کل جمع پونجی وہی رقم ہوتی ہے جسے اس نے مقروض کے حوالے کیا تھا یا یہ ہوتا ہے کہ مزدور اپنا پچھلا قرض بے باق کرنا چاہتا ہے غلہ یا اپنے اہل وعیال کی ضروریات کا بندوبست کرنا چاہتا ہے۔

اور دام بڑھا کر مزدوری سے کچھ زیادہ روپیہ قرض لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ کبھی قرض خواہ (یا مزدور) پردیسی ہوتا ہے اور مقروض یا مالک کے شہر میں زیادہ دنوں ٹھہر نہیں سکتا۔ لہٰذا ان صورتوں میں بیجا ٹال مٹول ظلم وزیادتی ہوگی اور ظالموں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے زبردست وعید نازل کی ہیں، جیسا کہ آیات شریفہ اور احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے اس کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

نیز ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے:

۳۵۱: ((لَيُّ [1] الْوَاجِدِ يَحِلُّ [2] عِرْضُهُ وَعَقُوبَتُهُ)) [3]

''قدرت والے کی ٹال مٹول سے اس کی آبرو حلال ہوتی ہے اور اس کی سزا جائز ہوتی ہے۔''

---

[1] "لي الواجد" یعنی وہ شخص جو ادائیگی کی قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرتا ہو، ایسے شخص کی عزت وآبرو حلال ہوتی ہے۔ [2] ''اس کی آبرو حلال اور اسے سزا دینا جائز ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹال مٹول کرنے والے کے نام سے مشہور ہوگا، لوگوں میں بدمعاملہ کہلائے گا۔ مظلوم کو اس ظالم کے خلاف اس کے مظالم بیان کرنے کی اجازت ہے۔ ٹال مٹول کی وجہ سے ضرب شدید یا قید وبند کی سزا اس کیلئے لازمی ہے۔

[3] صحيح بخاري، كتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، قبل حديث:۲٤٠١ تعليقًا؛ سنن نسائي، كتاب البيوع، باب مطل الغني، حديث:٤٦٩٣؛ سنن ابوداود، كتاب القضاء، باب في الدين هل يحبس به، حديث: ٣٦٢٨؛ سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب الحبس في الدين والملازمة، حديث:٢٤٢٧؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ١١/ ٤٨٦ حديث:٥٠٨٩؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١١٦٤؛ مستدرك حاكم، ٤/ ١٠٢ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٥٢٥ حديث: ٧٠٦٥۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔



اڑتیسواں کبیرہ گناہ

میت کے ورثا کو ستانا

وارثین کا ترکہ ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ [1]

''بعد وصیت کی ہوئی کے اور بعد ادائے قرض کے جس نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو اللہ کا یہی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، بڑے علم والا ہے، یہ حدود الٰہی ہیں، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلیں گے اللہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ کیلئے ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور حدود الٰہی سے آگے بڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ جہاں اس کو ہمیشہ رہنا ہوگا اور اسے ذلت کا عذاب ہوگا۔''

یہ حقیقت ہے جس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ اللہ نے مورث کی پائی پائی سے وارث کا حق ٹھہرایا ہے اور اس کا مقررہ حصہ بیان کر دیا ہے، اصحاب فروض اور عصبات کا ترکہ خود تقسیم کیا، پیغمبر یا کسی اور کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی، اس سے وراثت کے مسائل اور اس کی تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور نگہداشت کا پتا چلتا ہے۔ نیز اس میں جو حکم پوشیدہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ان میں سے چند حکمتیں ذیل میں درج ہیں۔

---

[1] ٤/ النساء:١٢، ١٤۔

① قرابت داری اور فطری تعلقات کی استواری اور مضبوطی۔
② وارثین کی ضروریات کی بحالی بالخصوص کم سن اور معذور ورثا کی کفالت۔
③ دولت کی تقسیم اور اس کی گردش جواب تک مرنے والوں کی ملکیت تک محدود تھی۔
④ غربت کا ازالہ یا کم از کم اس میں تخفیف اور سوشلزم اور کمیونزم کی کمین گاہوں کا سد باب۔

ان حکمتوں اور وجوہات کی بنا پر ہر مسلمان بالخصوص ارباب اقتدار کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان فیصلوں کو من وعن نافذ کریں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [1]

"جو کچھ ماں باپ اور قریبی چھوڑ جاتے ہیں اس میں لڑکوں کا حصہ ہوتا ہے اور ماں باپ اور قرابت داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں لڑکیوں کا بھی حصہ ہے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [2]

"اللہ تم کو اولاد کے حصوں کی بابت حکم فرماتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، پھر اگر اس (میت) کی لڑکیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان سب کیلئے دو تہائی چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے اور اگر ایک ہے تو اس کا نصف ترکہ

---

[1] ٤/ النسآء:٧۔ [2] ٤/ النسآء:١١۔

ملے گا اور اس میت کے ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ترکے میں سے دیا جائے گا بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو اور اگر اس کی اولاد نہیں ہے اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو ماں کا ثلث ہے اور اگر میت کے چند بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ سب حصے) بعد ادائے وصیت کے ہیں جو میت کر کے مرے اور بعد ادائے قرض کے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے کون تم کو زیادہ نفع پہنچا سکتا ہے، یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔ بے شک اللہ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیٹوں، بیٹیوں، ماں باپ اور بھائیوں کا ترکہ بیان فرمایا، جیسے اس کے بعد کی آیت نمبر ۱۲ میں میاں بیوی کا ترکہ ذکر کیا ہے، ساتھ ہی یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی کے اصول (یعنی باپ، دادا وغیرہ) فروع (یعنی اولاد پوتیاں، پوتے وغیرہ) نہ ہوں، لیکن ماں شریک بھائی ہوں تو یہ بھائی ثلث (یعنی مال کے تہائی حصہ کے حق دار) ہوں گے کیونکہ یہ شخص اصطلاحاً کلالہ کہلاتا ہے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے کہ کلالہ وہ شخص ہوتا ہے جس کی اولاد اور والد نہ ہو۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۷۶ میں ایک بہن، دو بہنوں اور سگے بھائی اور ان کی بہنوں کا ترکہ ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۗ ﴾ [1]

"اور اگر (اس کلالہ کی کئی) بہنیں، بھائی، مرد اور عورت وارث ہوں تو مرد کو عورت سے دگنا حصہ ملے گا۔"

نیز سنت مقدسہ کی رو سے پوتیوں، دادیوں اور بھائیوں کے علاوہ تمام عصبات کا ترکہ مذکور ہے۔ رہا دادا اور بھائیوں کا ترکہ تو اس کا ثبوت اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے ملتا ہے، جیسا کہ اس فن کی کتابوں میں اس کی تفصیل درج ہے۔ آیت نمبر ۱۱ کے ختم پر ﴿ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ﴾ وارد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وراثت کی مذکورہ تفصیل محکم فریضہ اور اللہ کا اٹل

---

[1] ٤/ النسآء: ١٧٦۔

فیصلہ ہے۔﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا﴾ اس کی حکمت کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حسب موقع جگہ دیتا ہے۔ جو جیسا مستحق ہوتا ہے اسے اس کو پورا پورا حق عطا فرماتا ہے۔آیت نمبر۱۲ کے اختتام پر یہ الفاظ ہیں:﴿بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ وَّصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ﴾ اسی طرح آیت نمبر۱۷۶ کے ختم پر یہ فرمایا ﴿یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا﴾ یعنی مذکورہ احکام کو اللہ نے تم پر فرض فرمایا۔اس کی حدود تمہارے لیے مقرر فرمائیں اور دستور کی اس طرح وضاحت کردی جس کے بعد تمہیں گمراہ نہیں ہونا چاہیے۔

اوپر جن آیات کی تفصیل اور تشریح گزری اور جن میں جملہ وارثین کا ترکہ بیان ہوا، ان آیات اور ان کے اختتامی کلمات پر غور کیجئے جیسے ارشاد ﴿فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ۔ غَیْرَ مُضَآرٍّ۔ وَّصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ﴾ ﴿یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا﴾ ان احکامات سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وراثت کی تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی کس درجہ خصوصی نظر ہے اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ بندے اس اہم فریضہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتیں اور طاقت ور وارث کمزور وارث کا کل یا کچھ حصہ ہڑپ کرنے کی شرمناک کوشش نہ کر بیٹھے۔نیز ہمارے مسلم قارئین کو ان سطروں کے ذریعے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جو کوئی وراثت کے مسائل میں کمی بیشی کرے یا کسی قسم کے حیلے یا تدبیر سے حکم الٰہی کو اس ہوشیاری سے مسخ کرنا چاہیے کہ بظاہر ان حیلوں سے حکم الٰہی نافذ کیا جائے،لیکن اندر سے اس کے ذریعے اس حکم میں تبدیلی کی سازش کی جائے اور جملہ وارثین یا کسی ایک وارث پر کھلم کھلا زیادتی کی جائے تو اس کی یہ حرکت کبیرہ گناہ تصور کی جائے گی۔

بنابریں ذیل میں ایسے چند حیلے بیان کیے جاتے ہیں۔ان مثالوں کے ذریعے ہمارا مدعا واضح ہوگا اور قارئین بخوبی جان لیں گے کہ ان ہتھکنڈوں کے ذریعے ورثا کو کل یا کچھ ترکے سے کیونکر محروم کیا جاتا ہے۔

① ......اس قسم کا ایک حیلہ یہ ہے کہ حیلہ باز جھوٹ موٹ اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مال کی اتنی مقدار فلاں اجنبی یا فلاں وارث کی ہے،فلاں جائیداد،فلاں زمین...... گھر یا کھجور کا فلاں درخت فلاں شخص کا ہے، وغیرہ اور دعوے دار اپنے اس دعوے پر گواہ لے آتا ہے یا دستاویز پیش کر دیتا ہے حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہوتا ہے اور وہ یہ ڈھونگ محض اس لیے

رچاتا ہے تاکہ ورثا تھوڑے یا زیادہ حصے سے محروم رہیں اور سارا بھلا اس اجنبی کا ہو جائے یا کسی ایک وارث کا نفع ہو اور دوسرے ورثا محروم رہیں یا ان کا حصہ کم ہو جائے۔

② ...... اپنا مال کسی غیر وارث پر وقف کر دے اور وارثین کو محروم کر دے یا کسی وارث پر وقف کر دے اور باقی ماندہ وارثین کو محروم کر دے۔

③ ...... اپنا مال کسی ایک وارث کی نذر کر دے، یا کسی اجنبی کو دے دے، یا اولاد میں سے کسی کو دوسروں سے زائد حصہ دے دے، یا اس کے گھر کھجور کا درخت یا دکان کی بابت اس کے کسی وارث جیسے اولاد، اہلیہ، یا اجنبی سے خرید وفروخت کا اعتراف کرے یا تہائی سے زیادہ تہائی کی وصیت کرے، لیکن اللہ کیلئے نہیں بلکہ محض ورثا کو تکلیف پہنچانے کیلئے۔

④ ...... یا اس قسم کا جھوٹا اقرار کرے کہ اس کا جس قدر قرض فلاں پر تھا وہ وصول ہو یا اپنی مرضی کے کسی شخص کے ہاتھ کوئی چیز اونے پونے فروخت کر دے، مثلاً سو روپے کی قیمت کی چیزیں چالیس میں دے ڈالے یا سو روپے کا مال دو سو میں خرید لے اور یہ تمام حرکتیں ورثا کو محروم کرنے یا ان کا حصہ کم کرنے کی خاطر کرے، اس میں شک نہیں کہ یہ تمام اقدام حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ورثا کا جو حق مقرر کیا ہے، ان صورتوں میں ان کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی ہے اور ورثا پر ظلم کیا جاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے نہ احکام الٰہی اور حدود الٰہی کی رعایت کی جاتی ہے، نہ وارثین کی، نہ اپنی اولاد اور نہ قرابت داروں کا کوئی خیال کیا جاتا ہے۔ پھر جو کوئی اس قسم کی حرکت کرتا ہے اسے اس کارروائی سے کوئی نفع بھی حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ سب کاموں کا دار و مدار نیت پر ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَانَوٰی)) [1]

''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کو وہی کچھ ملے گا جس کی وہ نیت کرتا ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ حدیث: ۱؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ: انما الأعمال بالنیّۃ وانہ یدخل فیہ الغزو وغیرہ من الأعمال، حدیث: ۱۹۰۷۔

پھر ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کمزور ایمان والے اور غیر متشرع افراد اس قسم کی حرکت کرتے ہیں، کبھی چہیتی بیوی کے دباؤ میں آ کر اسے کچھ دے دیتے ہیں یا ہبہ کر دیتے ہیں یا کچھ دھن دولت اس کے نام کر دیتے ہیں، کبھی بعض بیٹوں یا بعض رشتہ داروں کے اکسانے پر انہیں دیتے دلاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کے اس الٹے سیدھے اقدام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہوں گے اور جملہ وارثین یا کسی ایک وارث کے حق میں یہ حرکت صریح ظلم ہوگی۔

دین ومذہب کے خلاف اسی قسم کی غلط حرکتوں کا نتیجہ ہے کہ آج امت کے اندر ورثا اور قرابت داروں میں بغض وعداوت کا بازار گرم ہے اور ہر شخص ایک دوسرے کو کاٹنے کے لیے دوڑتا ہے، کیونکہ ایک وارث اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اس کے مورث نے اسے محروم رکھا یا ظلم وزیادتی کر کے اس کے حق کو کم کر دیا، پھر کینہ کپٹ اور بغض وحسد کی یہ آگ برسوں بھڑکتی ہے اور نفرت کے یہ جراثیم ایک نسل سے دوسری نسل میں سرایت کرتے جاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام حرکتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہیں جب کہ اللہ اور رسول ایک دوسرے کے ساتھ میل جول، محبت والفت، رحم دلی اور اتحاد واتفاق سے پیش آنے کا حکم دیتے ہیں اور جھگڑے اور منافقت سے پرہیز کی تلقین کرتے ہیں اور جو مورث اس قسم کا اقدام کرتا ہے، جس کا خود اسے خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کیلئے دعائے مغفرت اور عفو ودرگزر کے بجائے ورثا کے منہ سے اس کیلئے لعنت ملامت اور بد دعائیں نکلتی ہیں۔

مندرجہ بالا حرکتیں کس درجہ ظالمانہ اور شرم ناک ہیں، اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شریعت نے ہر شخص کو تہائی مال میں وصیت کی اجازت دی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ مرنے والا اپنے تہائی مال میں ایسا تصرف کرے جس کا نفع اسے مرنے کے بعد حاصل ہوتا رہے۔ یہ اجازت تہائی مال تک برقرار رہے، اس سے زیادہ کی نہیں تاکہ ورثا کے حقوق کی رعایت ہو سکے اور اگر ورثا ازخود زیادہ کی اجازت دیں تو تہائی سے زیادہ میں وصیت بھی درست ہوگی، لہٰذا جب شریعت نے یہ رخصت دے رکھی ہے تو سوچنا چاہیے کہ اس

شخص کا انجام کیا ہوگا جو اپنے وارث کو کل ترکہ سے محروم کرنے کیلئے کوشاں ہو یا کچھ مال سے محروم کرنا چاہے اور اس کیلئے شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرے۔

مزید حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس قسم کی حرکت وہ لوگ کر رہے ہیں جو اسلام کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف یہ فعل ایسی نازک گھڑی میں انجام دیتے ہیں جب ان کی زندگی کی شام ڈھل رہی ہوتی ہے، ان پر کوئی سخت مرض کا حملہ ہوتا ہے اور وہ دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنے اور اللہ کے حضور پیش ہونے کیلئے پابہ رکاب ہوتے ہیں، ہم نہیں سمجھتے کہ یہ ظالم کس طرح اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، جب کہ ان مظالم کی دلدل میں وہ ناک تک ڈوبے ہوں گے اور یہ ظلم وزیادتی ان کی بے ایمانی کا ڈھنڈورہ پیٹتی ہوگی، ان کی شفقت پدری ،قرابت داری، ہمدردی اور ان کی انسانیت نوازی کا ماتم کرتی ہوگی۔ کیا انہیں یہ نہیں معلوم کہ ابتدا میں جو آیت ہم نے پیش کی ہے۔ اس کے اندر کس قدر وعید اور تنبیہ موجود ہے اس آیت کے بعض اجزا یہ ہیں۔

﴿ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرّٖۚ وَصِيَّةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٞ ۝ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَٰلِدٗا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٞ مُّهِينٞ ۝ ﴾ [1]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْإِضْرَارُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنَ الْكَبَائِرِ)) [2]

---

[1] ٤/ النسآء: ١٢، ١٤۔ [2] یہ حدیث سنن الدارقطنی، کتاب الوصایا: ٤/ ١٥٠ وطبع جدید: ٤/ ٨٦، حدیث: ٤٢٤٩؛ السنن الکبری للبیھقی: ٦/ ٢٧١ وطبع جدید: ٦/ ٤٤٤ حدیث: ٢٥٨٦؛ تفسیر ابن ابی حاتم: ٣/ ٨٨٨ حدیث: ٤٩٣٩؛ تفسیر الطبری: ٦/ ٤٨٧ میں مرفوعًا اور السنن الکبری للنسائی: ١٠/ ٦٠ حدیث: ١١٠٢٦ (طبع جدید)؛ مصنف عبدالرزاق: ٩/ ٨٨ طبع قدیم وطبع جدید: ٩/ ٢٨ حدیث: ١٦٧٦٧؛ تفسیر الطبری: ٦/ ٤٨٦ اور تفسیر ابن ابی حاتم: ٣/ ٨٨٨ حدیث: ٤٩٤٠ میں موقوفًا مروی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے مرفوعًا اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ١٢/ ٨٣٦ حدیث: ٥٩٠٧۔ البتہ شیخ البانی نے السنن الکبری للنسائی کی موقوف روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

''وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''
اس روایت کو دار قطنی نے نقل کیا اور ابن حاتم نے اس کے موقوف ہونے پر صاد کیا ہے
نیز امام احمد اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں۔

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ الْخَيْرِ سَبْعِيْنَ سَنَةً وَإِذَا اَوْصٰى جَارَ فِي وَصِيَّةٍ فَيُخْتِمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِيْنَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِيْ وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ)) ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ـــــ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [1]

''کوئی آدمی ستر سال تک نیک عمل پر کار بند رہتا ہے، لیکن (آخری دم) وصیت کرتے ہوئے وہ ناانصافی سے کام لیتا ہے اور انجام کار اس کا برے اعمال پر ہوتا ہے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے اور کوئی آدمی ستر سال تک بداعمالی میں مبتلا رہتا ہے، لیکن ناگاہ وصیت (کے موقع پر) انصاف سے کام لیتا ہے اور اسکا انجام نیک عمل پر ہوتا ہے اور اسکو جنت میں بھیج دیا جاتا ہے۔'' ...... سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چاہو تو یہ آیت مبارکہ پڑھ لو ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ...... عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

---

[1] سنن ابوداود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في كراهية الاضرار في الوصية، حديث: ٢٨٦٧؛ سنن ترمذي، ابواب الوصايا، باب ما جاء في الضرار في الوصية، حديث: ٢١١٧؛ مسند احمد: ٢/ ٢٧٨؛ سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، حديث: ٢٧٠٤۔ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے (كما حققته في كتابي: تخريج النهاية في الفتن والملاحم صفحه: ١٢٠، ١١٩) حافظ ابن کثیر اس کی ایک حدیث کو حسن کہتے ہیں (مسند الفاروق جلد ١، صفحة: ٢٢٨) میری تحقیق میں یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ ماهنامه "الحديث" شماره: ١٧ صفحة: ٢٥ شماره: ٢٢ صفحه: ٥۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود کی تحقیق ۳/۳۱۳ حدیث: ۲۸۶۷؛ سنن ابن ماجہ ۴/۹۴ حدیث: ۲۷۰۴؛ تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/۶۴۲ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

آخر مذکورہ شخص کا انجام برائی پر کیوں ہوا؟ اور کیوں اسے جہنم میں جانا پڑا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے وصیت میں جو زیادتی کی اس کا اثر ورثا کے ساتھ ظلم کی شکل میں برآمد ہوا اور ظلم کی یہی فرد جرم خود اس کے خلاف بھی پڑی، کیونکہ تہائی مال کے علاوہ جتنی زیادہ کی وصیت کرے گا ورثا کو اس سے تکلیف پہنچے گی اور اس کا یہ فعل شرعاً ممنوع ہوگا۔ اس لیے کہ یہ حرام ہے اور اس کو باطل قرار دیا جائے گا، خواہ یہ وصیت خرید وفروخت کی صورت میں ہو یا وقف، وہبہ اور نذر وغیرہ کی صورت میں ہو۔

تنبیہ:

پہلے گزرا کہ بعض ورثا کو بعض پر فوقیت دینا حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں جس کو ہیچ سمجھا جائے گا اس کا دل جلے گا اور اس کے نتیجے میں عداوت، دشمنی اور ورثا میں ایک دوسرے کے درمیان بغض وحسد پھیلے گا، یا بعض قرابت دار دوسرے سے خار کھائیں گے اور دشمنی مول لیں گے، البتہ ایک صورت مستثنیٰ کی جا سکتی ہے، وہ یہ کہ کسی کے بیٹے یا بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا یا بیٹی اعانت کی محتاج ہو، مثلاً وہ عیال دار ہو اور اس کی آمدنی ناکافی ہو، یا کسی مرض کی وجہ سے وہ کمائی نہ کر سکتا ہو یا طالب علم ہو اور پڑھنے لکھنے کی مشغولیت اسے کمانے کی مہلت نہ دیتی ہو، یا وہ چھوٹا ہو اور عمر میں بڑے کو پڑھنے اور ازدواجی زندگی بسر کرنے کا موقع نصیب ہو اور اس کا باپ اس کی مدد کرنا چاہتا ہے جب کہ چھوٹے کو آیندہ اعانت کی ضرورت لاحق ہوگی تو ایسی صورت میں اس بیٹے یا بیٹی کو ترجیح دی جا سکتی ہے اور باقی ماندہ ورثا کی بہ نسبت انہیں فوقیت دی جا سکتی ہے لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ جملہ وارثین کو اکٹھا کیا جائے اور ترجیح یا فوقیت کی علت انہیں سمجھا دی جائے، تاکہ انہیں غلط فہمی نہ ہو اور وہ بخوشی اس کی اجازت دے دیں۔

اختتامیہ:

جیسا کہ شیخین اور دیگر محدثین نے فرمایا کہ وصیت کی فکر کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے چنانچہ وارد ہے: [1]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الوصايا، باب الوصايا، حديث: ٢٧٣٨؛ صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده، حديث:١٦٢٧۔

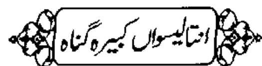
((مَاحَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ ثَلَاثَ لَيَالِي إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ)) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما مَامَضَتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّةٌ مَكْتُوبَةٌ . [1]

''جس آدمی کے پاس کوئی چیز ہواور وہ اسکی وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوتو جب تک وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس نہ رکھ لے دوراتیں بھی اس پر نہ گزریں۔ایک اورروایت میں ہے کہ تین راتیں نہ گزریں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے کہ ایک رات بھی گزرنے نہ پائی کہ میں نے اپنا وصیت نامہ اپنے پاس رکھا۔''

نیک توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب وصیة الرجل مکتوبة عنده، حدیث: ٤/١٦٢٧۔



لین دین میں دھوکا دہی

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کو استوار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [1]

''بلاشبہ سب ایمان دار بھائی ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنے بھائیوں میں اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و اتفاق، تعاون، ہمدردی اور میل ملاقات پائی جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں مروی ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ)) [2]

''ایمان والوں کا آپس میں میل، محبت، شفقت اور ہمدردی کے ساتھ رہنا ایسا ہے جیسے ایک جسم ہوتا ہے، اگر اس جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورے جسم کیلئے بخار اور شب بیداری کا باعث ہو جاتا ہے۔''

غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سابقہ آیت میں جس اسلامی بھائی اور اخوت کا ذکر ہے، یہ حدیث اس کی بہترین تفسیر ہے اور اس کی روشنی میں ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی پر یہ فرض ہوتا ہے کہ اگر وہ خلاف شرع کوئی اقدام کرے یا اس کے اخلاق شریعت کے خلاف

---

[1] ٤٩/ الحجرات: ١٠۔ [2] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: ٦٠١١؛ صحيح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، حديث: ٢٥٨٦۔

ہوں تو وہ اپنے بھائی کو ٹوکے اور مناسب طریقے سے اس کی تنبیہ کرے، کیونکہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں وارد ہے:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) وَكَرَّرَهُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ ((لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) [1]

"دین غم خواری اور ہمدردی کا نام ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔ ہم نے عرض کیا غم خواری کس کیلئے؟ فرمایا اللہ کیلئے، اس کے رسول کیلئے، اس کی کتاب کیلئے، ائمہ مسلمین کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے"

جب ایمانی اخوت کا لازمی تقاضا ہے کہ دلوں میں میل ومحبت اور ہمدردی کے جذبات ہوں تو اب یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ لین دین، سودا سلف، شادی بیاہ یا کسی کام میں دھوکہ دہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لیے کہ

① کتاب وسنت سے اسلامی بھائی چارگی اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ثابت ہوتا ہے اور دھوکہ باز اس گناہ کا مرتکب ہو کر کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

② مسلمان کو دھوکا دینا اور اس کا مال ناحق کھانا حرام ہے اور غیروں کا مال کسی شرعی جواز کے بغیر ہتھیا لینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کا مال حلال سمجھا یا ذمی یا معاہدہ کیے ہوئے شخص کا مال لینا درست سمجھا۔ حالانکہ شرعاً اس کا کوئی جواز نہیں تو ایسا کرنا کفر ہوگا۔

③ دھوکا دہی ایک قسم کا ظلم ہے اور جملہ مذاہب میں ظلم کرنا حرام ہے۔ نیز تمام دانشور اس کی قباحت کے قائل ہیں اور دنیا کا ہر قانون اسے حرام اور معیوب سمجھتا ہے اور اگر اس سلسلے میں کوئی صریح نص وارد نہ ہو تب بھی مذکورہ سطور سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ دھوکا دہی مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود بکثرت صحیح، حسن، مرسل اور ضعیف روایتیں اس کی حرمت میں وارد ہیں، چنانچہ ذیل میں ہم چند احادیث اس لیے پیش کرتے ہیں، تاکہ قارئین کے دلوں میں مزید علم اور یقین پیدا ہو، انہیں ایمانی طاقت نصیب ہو، اس

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انّ الدین النصیحة، حدیث: ۵۵۔

گندی خصلت سے وہ اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کیلئے مینارہ نور ثابت ہوں بالخصوص تاجر، کاریگر، ملازم پیشہ اور دوسرے اہل حرفت کو بھی بیدار رہنا چاہیے اور کاروباری بددیانتی سے احتراز کرتے ہوئے خرید وفروخت اور لین دین میں صفائی اختیار کرنی چاہیے۔اس مضمون کی حدیثیں ذیل میں درج ہیں۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ ❶فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا ❷فَلَيْسَ مِنَّا)) ❸

’’جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا، وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ (بھی) ہم میں سے نہیں۔‘‘

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا۔ جب آپ نے ڈھیر کے اندر دست مبارک داخل کیا تو انگلیاں گیلی ہوگئیں۔

آپ نے اناج والے سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! رات بارش ہوئی، جس سے یہ گیلا ہوگیا۔آپ نے فرمایا:’’تم نے اندر کے اناج

---

❶ ((مَنْ حَارَبَنَا وَمَشَى عِنْدَنَا فَلَيْسَ عَلَى طَرِيقَتِنَا وَمِلَّتِنَا))’’جس نے ہم سے جنگ کی اور ہمارے خلاف سرگرمی کی وہ نہ ہمارے طریقے پر رہا نہ ہماری ملت میں اس کا شمار ہوگا۔‘‘

یہ حدیث مجھے نہیں ملی واللہ اعلم بالصواب۔

ہتھیار اٹھانے سے مراد جنگ کرنا ہے، کیونکہ یہ مرعوب کرنے کی ایک صورت ہے۔ پہریداری کیلئے ہاتھ اٹھانا چنداں مقصود نہیں۔

❷ ((غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) ’’نصح‘‘ کی ضد ہے، یہ لفظ’’غشش‘‘ سے ماخوذ ہے، یعنی گدلا پانی اس لیے کامل مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں سے محفوظ رہیں اور وہ دھوکا دہی اور فریب کاری سے محترز رہیں۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: من غشنا فلیس منا، حدیث: ۱۰۱ من حمل علینا السلاح فلیس منا)) کے الفاظ صحیح بخاری، کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ: ((من حمل علینا السلاح فلیس منا)) حدیث: ۷۰۷۰ میں بھی موجود ہیں۔

کو اوپر کیوں نہ کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیتے۔ جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔'' ❶
اس روایت کو مسلم، ابن ماجہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا، ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) جب کہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيْعُ طَعَامًا فَسَاَلَهُ كَيْفَ يَبِيْعُ؟)) فَاَخْبَرَهُ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ فَاِذَا هُوَ مَبْلُوْلٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ)) ❷

رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا، وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت ''کہ تم کیسے فروخت کرتے ہو؟'' دکان دار نے آپ کو بتایا۔ اسی دوران آپ پر من جانب اللہ وحی آئی۔ آپ اپنا ہاتھ اندر داخل کریں۔ (جب آپ نے اندر ہاتھ ڈالا) تو معلوم ہوا کہ اندر سے اناج گیلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دھوکا دیا۔''

③ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰى طَعَامًا مُصبِرًا فَاَدْخَلَ يَدَهُ فَاَخْرَجَ طَعَامًا رَطْبًا قَدْ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ فَقَالَ لِصَاحِبِهَا مَا حَمَلَكَ عَلَى هٰذَا؟)) قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّهُ لَطَعَامٌ وَاحِدٌ قَالَ: ((اَفَلَا عَزَلْتَ الرَّطْبَ عَلَى حِدَتِهِ وَالْيَابِسَ عَلَى حِدَتِهِ، فَتَتَبَايَعُوْنَ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب قول النبى ﷺ: ((من غشنا فليس منا)) حديث: ١٠٢؛ سنن ترمذى، ابواب البيوع، باب ما جاء فى كراهيه الغش فى البيوع، حديث: ١٣١٥۔

❷ سنن ابوداود، كتاب الاجارة، باب فى النهى عن الغش، حديث: ٣٤٥٢؛ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهى عن الغش، حديث: ٢٢٢٤؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٩-٨ وطبع جديد ٣/ ٨١٦ حديث: ٢١٥٣۔ امام حاکم نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مَا تَعْرِفُوْنَ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) ❶

رسول اللہ ﷺ کا ہم پر گزر ہوا۔ آپ نے خشک اناج کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا۔ جب اس کے اندر ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اندر سے بارش کے سبب اناج گیلا نکلا۔ آپ نے غلہ والے سے فرمایا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ یہ سارا غلہ ایک ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم نے گیلا اناج الگ اور خشک اناج الگ کیوں نہ کر لیا تاکہ دیکھ بھال کر، لین دین ہو سکے (یاد رکھو) جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

اس حدیث کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاوسط میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

④ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ ❷ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ)) ❸

''جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں مکاری اور دھوکا دہی کرنے والا

---

❶ المعجم الاوسط للطبرانی، ۳/ ۲۹ حدیث: ۳۷۷۳۔ امام منذری نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے: الترغیب والترھیب، ۲/ ۵۵۹ حدیث: ۲۶۲۸۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

❷ مکر: کسی کو اس کے مقصد سے کسی تدبیر کے ذریعے باز رکھنا ''مکر'' کہلاتا ہے، مکر کی دو اقسام ہیں، قابل تعریف مکر (تدبیر) یعنی کسی کے لیے حسن تدبیر کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ قابل مذمت ''مکر'' یعنی کسی کیلئے بری تدبیر کرنا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ مکاری اور فریب دہی وغیرہ کرنے والے کو جہنم رسید کیا جائے گا، کیونکہ اس مکاری میں مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو، کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔

❸ المعجم الكبير للطبرانی: ۱۰/ ۱۳۸ حدیث: ۱۰۲۳٤؛ المعجم الصغير للطبرانی (مع الروض الدانی): ۲/ ۳۸، ۳۷ حدیث: ۷۳۸؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان: ۲/ ۳۲٦ حدیث: ٥٦٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حدیث: ۱۱۰۷؛ مسند الشهاب: ۱/ ۱۷٥ حدیث: ۲٥٤، ۲٥۳؛ امام منذری نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ الترغیب والترھیب: ۲/ ۵۵۹، حدیث: ۲۶۲۹۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

دوزخ میں جائے گا۔“

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر اور صغیر میں جید سند کے ساتھ نقل کیا۔ نیز ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی مراسیل میں حسن سند سے باختصار مرسل نقل کیا ہے اور کہا:

((اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ وَالْخِيَانَةُ فِي النَّارِ)) [1]

”مکاری، دھوکہ دہی اور خیانت (کرنے والا) دوزخی ہے۔“

⑤ حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَقَالَ: ((يَاصَاحِبَ الطَّعَامِ اَسْفَلُ هَذَا اَعْلَاهُ؟)) فَقَالَ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: ((مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ)) [2]

رسول اللہ ﷺ کا ایک شخص پر گزر ہوا۔ وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: ”غلہ والے! کیا اندر اور باہر کا اناج ایک جیسا ہے؟“ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا، وہ ان میں سے نہیں۔“

اس حدیث کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں روایت کیا۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] كتاب المراسيل، باب فى التجارة، حديث:١٥٥ (طبع دار الصميعى الرياض) اس کتاب کے محقق شیخ عبداللہ بن مساعد بن حضران الزہرانی نے اس مرسل کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٣٦، حديث: ١٧٦٩؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٣/ ٤٦ حديث:١٠٥٧۔

[2] المعجم الكبير للطبراني: ١٨/ ٣٥٩ حديث:٩٢١؛ مسند ابى يعلى الموصلى: ٢/ ٢٣٣ حديث:٩٣٣۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٣٩ حديث:١٠٩١۔ شیخ حسین سلیم اسد نے مسند ابی یعلی کی تحقیق ٢/٢٣٣ حدیث:٩٣٣ میں منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) [1]

''جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

اس روایت کو بزار رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا۔

علامہ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حدیث کا مذکورہ متن صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے، جن کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت براء بن عازب، حضرت حذیفہ یمانی، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوبردہ بن تیار اور دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم۔ نیز اس سے پہلے حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہم کی روایتیں گزر چکی ہیں۔

⑦ حضرت ابوسباع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی۔ جب میں اونٹنی کو لے کر نکلا تو وہ تہبند گھسیٹتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے نکلا اور کہا اونٹنی کو تم نے خریدا ہے، میں نے عرض کیا ہاں، انہوں نے پوچھا کیا تمہیں بتایا گیا کہ یہ کیسی ہے۔ میں نے کہا کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ موٹی تازی ہے اور بظاہر صحت مند ہے، انہوں نے کہا: تم اس پر سفر کرو گے، یا گوشت کی نیت سے خریدتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے حج کیلئے اس کو خریدا ہے، انہوں نے کہا: تو اس کو واپس کر دو، اونٹنی والے نے کہا میں نے اس ارادے سے اس کو فروخت نہیں کیا، اللہ تمہارا بھلا کرے تم تو میرا معاملہ بگاڑ دو گے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَبِيعُ شَيْئًا اِلَّا بَيَّنَ مَا فِيهِ وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ عَلِمَ ذٰلِكَ

---

[1] مسند البزار (کشف الاستار) ۲/ ۸۳ حدیث:۱۲۵٦۔ امام منذری فرماتے ہیں: رواہ البزار باسناد جید اس کو بزار نے جید سند سے روایت کیا ہے الترغیب والترھیب: ۲/ ٥٦۱ حدیث: ۲٦۳۳۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ۲/ ۳۳۷ حدیث: ۱۷۷۳۔

اِلَّا بَيَّنَهُ)) ❶

''جو کوئی کچھ فروخت کرے، اسے بتا دینا چاہیے کہ وہ کیسی ہے اور جسے علم ہو اس کے لیے (چھپانا) حلال نہیں۔ اس کو صراحت کر دینی چاہیے۔''

اس روایت کو حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، اور ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا اور قصے کو ذکر کیا، البتہ انہوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا کہ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ)) ❷

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''جس نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کو واضح نہیں کیا وہ مسلسل غضب الٰہی کی زد میں رہے گا، اور فرشتے برابر اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔''

یہی متن حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی منقول ہے۔ ❸

⑧ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اِذَا بَاعَ مِنْ اَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ

---

❶ مستدرك حاكم: ٢/ ١٠، ٩ وطبع جديد: ٣/ ٨١٨، حديث ٢١٥٧؛ شعب الايمان للبيهقي: ٧/ ٢٢٥ حديث: ٤٩١٢؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٥/ ٣٢٠ وطبع جديد: ٥/ ٥٢٣ حديث: ١٠٧٣٥؛ مسند احمد: ٣/ ٤٩١۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد اور امام ذہبی نے تلخیص میں صحیح کہا ہے، شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

❷ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب من باع عيبًا فليبينه، حديث: ٢٢٤٧۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

❸ مؤلف نے سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جو ذکر کیا ہے اس کے بارے میں شیخ البانی ضعیف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٤٠ حديث: ١٠٩٥ حاشیہ نمبر: ٤ میں فرماتے ہیں لم أعرفه ہم اس کو نہیں جانتے۔

عَيْبٌ لَا يُبَيِّنُهُ)) [1]

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب والی چیز فروخت کرے اور اس کی وضاحت نہ کرے۔''

اس روایت کو احمد، ابن ماجہ نے روایت کیا اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے بیان کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے، نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، انہوں نے اس کو مرفوع بیان نہیں کیا۔

اس مضمون کی روایتیں سن لینے کے بعد اب دھوکہ دہی کی بعض شکلوں کو بھی دیکھتے چلیں تاکہ ان سے بچا جا سکے۔ دھوکہ باز طرح طرح کے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم سب سے پہلے تاجر پیشہ لوگوں کی دسیسہ کاری ذکر کریں گے۔

بعض تاجر اچھے مال کے ساتھ ردی مال مخلوط کر کے فروخت کرتے ہیں، جیسے اچھے غلے کے ساتھ گھن لگا ہوا غلہ ملا دیتے ہیں، یا اچھے برے مال کو گڈمڈ کر دیتے ہیں، چنانچہ زعفران کے ساتھ ایسی بالیاں ملا دی جاتی ہیں۔ جو زعفران کی طرح نظر آتی ہیں۔ خوشبودار گلاب پانی کے ساتھ نقلی گلاب ملا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عطار دھوکا دہی کرتے ہیں اور عود کے خالص روغن کے ساتھ ملاوٹی روغن ڈال دیتے ہیں یا کوئی سادہ تیل اس کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں۔ جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ تاجروں کی طرح صراف بھی اسی قسم کی حرکت کرتے ہیں اور سونے کے ساتھ تانبہ آمیز کر کے اس کا کوئی زیور ڈھال لیتے ہیں، یا چاندی کے ساتھ سلور یا

---

[1] مسند احمد: ٤/ ١٥٨؛ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب من باع عيبًا فليبينه، حديث: ٢٢٤٦؛ المعجم الكبير للطبراني : ١٧/ ٣١٧ حديث:٨٧٧؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٨ وطبع جديد: ٣/ ٨١٦، حديث: ٢١٥٢؛ صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب اذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، قبل حديث:٢٠٧٩ تعليقًا۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری: ١/ ١١٣٧، حدیث:٢٠٧٩ طبع بیت الافکار میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٣٨، حدیث:١٧٧٥۔

کوئی اور دھات وغیرہ ملا دیتے ہیں۔

قصہ کوتاہ بہت سے تاجر، صراف، عطر فروش، کھالیں تیار کرنے والے، بڑھئی اور مختلف صنعت وحرفت سے وابستہ لوگوں میں ملاوٹ اور جعل سازی کا مرض ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے ظلم وفریب کا ارتکاب کرنے والوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ وہ مکر وفریب کے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کب تک غریب مسلمان بھائیوں کے خون پسینے کی کمائی کھاتے رہیں گے۔ انہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ گناہ کبیرہ اور حد درجہ گھناؤنی حرکت ہے۔ اس طرح وہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور مطلق احساس نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایک ایک حال کی خبر ہے، وہ ان کی گھات میں ہے، لیکن یہ ظالم اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ جب اللہ تعالیٰ آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے، ڈھکی چھپی کوئی چیز اس کے سامنے اوجھل نہیں جو پیدا کرنے والا ہے وہ سب جانتا ہے اور اگر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے دھوکا باز اور فریبی جان لیں کہ اس فعل بد کی سزا کتاب وسنت میں کیا وارد ہے، تو ممکن ہے وہ اپنی اس عادت سے باز آ جائیں اور یہی ایک سزا ان کیلئے کافی ہو جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بندہ حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے، تو اس کی بدولت چالیس سال کی مقبول عبادت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ [1] اور جس کسی کے بدن میں حرام مال کی وجہ سے جتنا گوشت بنے گا، دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔'' [2] اور اس مضمون کی ایک

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ٥/ ٣٤ حدیث: ٦٤٩٥۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب: ١/ ٥٣٠ حدیث: ١٠٧١؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٤/ ٢٩٢ حدیث: ١٨١٢۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١/٢٨٤ میں اس کی سند کو حسن بن عبدالرحمٰن الاحتیاطی کی وجہ سے سخت ضعیف ومردود قرار دیا ہے۔

[2] ((کل جسد نبت من سحت فالنار اولی به)) جو بدن حرام پرورش پایا ہوگا دوزخ کی آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگی۔'' کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے: صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ٤٥١٩۔ یہ الفاظ حلیة الاولیاء، ١/ ٦٥ حدیث: ٦٧؛ شعب الایمان للبیهقی: ٧/ ٥٠٥ حدیث: ٥٣٧٥ میں موجود ہیں۔

روایت نہیں بلکہ بکثرت احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر دین نہیں۔'' 1 ''اللہ تعالیٰ اس چیز سے اعلیٰ وارفع ہے کہ کسی ایسے شخص کا کوئی عمل یا اس کی نماز قبول کرے جس کے تن کا کپڑا احرام کا ہو، جس نے کوئی کپڑا دس درہم کا خریدا اور اس میں سے ایک درہم حرام تھا تو تاحیات اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔'' 2 ''اللہ تعالیٰ جسے چاہے دنیا اس کے حوالے کر دیتا ہے، لیکن دین صرف اس کو عطا کرتا ہے، جس کو وہ پسند کرتا ہے، چنانچہ اس نے جس کو دین سے نوازا وہ اس کو محبوب ہوتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی ایذا رسانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دھوکہ دینا اور ظلم وزیادتی کرنا۔'' 3 قیامت کے دن بندے کے دونوں پیر اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، جب تک کہ ان چار امور کی بابت اس سے جواب طلب نہ کرلیا

---

1 مسند البزار (كشف الاستار)، ٤/ ٢١٥، حديث: ٣٥٦١۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٣١ حديث: ١٠٧٢۔

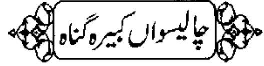
2 مسند احمد: ٢/ ٩٨؛ شعب الايمان للبيهقي: ٨/ ٢١٠، حديث ٥٧٠٧؛ مسند عبد بن حميد، حديث: ٨٤٩۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ هداية الرواة: ٣/ ١٤١ حديث: ٢٧٢١؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٢/ ٢٤٠ حديث ٨٤٤۔ 3 مسند البزار (كشف الاستار)، ٤/ ٢١٦، حديث: ٣٥٦٢؛ مسند احمد: ١/ ٣٨٧؛ شعب الايمان للبيهقي: ٧/ ٣٦٧ حديث ٥١٣٦۔ اس حدیث کی سند میں الصباح بن محمد راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ٥٣٢ حديث ١٠٦٧۔ البتہ الأدب المفرد للبخاري، باب حسن الخلق، حديث: ٢٧٥ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی مال دیتے ہیں جس سے محبت نہ ہو ایمان صرف اسی کو دیتے ہیں جس سے محبت ہو۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح موقوف فی حکم المرفوع۔ یہ صحیح موقوف مرفوع کے حکم میں ہے۔ صحيح الأدب المفرد، حديث: ٢٠٩؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ٦/ ٤٨٢، حديث: ٢٧١٤؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٢٤٢، حديث: ١٥٧١۔

جائے۔ [1]

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو استعمال کیا؟ (۲) اس کی جوانی کی بابت کہ کن چیزوں میں اس کو بوسیدہ کیا؟ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں اس کو خرچ کیا؟ (۴) اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا؟

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

[1] سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب في القيامة، حديث: ۲٤۱۷؛ شعب الايمان للبيهقي: ۳/ ۲۷۹، ۲۷۸، حديث: ۱٦٤۸۔ صحيح الترغيب والترهيب: ۱/ ۱٦۲، حديث: ۱۲٦؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲/ ٦۲۹، حديث: ۹٤٦۔



ماپ، تول اور پیمائش میں کمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاَوْفُوا ❶ الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ ❷ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ ❸

''اور جب تم ماپ تول کرنے لگو تو پورا دیا کرو اور جب وزن کر کے دینے لگو تو سیدھے ترازو وزن کیا کرو۔ یہ بہت خوب ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ﴾ ❹

''(اسی طرح) اللہ نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (قانون انصاف) بنایا تاکہ انصاف کرنے میں بے اعتدالی نہ کرو تم انصاف کے ساتھ وزن اور ماپ پورا کیا کرو اور (ماپ) تول کم نہ کیا کرو۔''

یہ حقیقت ہے کہ ایک دوسرے پر رحم دلی اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ اور اس کا اہم تقاضا ہے اور اسلامی بھائی چارگی ہی نہیں، انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا، ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا، لین دین کرنا اور حسن سلوک کرنا ان کیلئے ضروری قرار دیا۔ ایک مومن ہی نہیں بلکہ ہر شریف انسان کو چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مخلص رہے، ان کے ساتھ دھوکا فریب اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے اور ماپ تول اور پیمائش میں کمی نہ کرے، اس لیے کہ یہ مہلک گناہ کبیرہ ہے،

---

❶ کمی مت کرو اور نہ لوگوں کو کم تول کر دو۔ ❷ قسطاس بروزن قرطاس۔ نیز قاف پر پیش بھی مذکور ہے، مستقیم یعنی کسی انحراف کے بغیر کے سیدھا راستہ، یہ روش تمہاری دینوی اور اخروی زندگی کیلئے بہتر ہوگی، اسی لیے ارشاد ہے ﴿وَاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ یعنی آخرت کے انجام سے بہتر ہوگا۔

❸ ۱۷/ الاسرآء:۳۵۔ ❹ ۵۵/ الرحمٰن:۷، ۹۔

چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی مشرک قوم اپنے شرک کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ماپ تول میں کمی کی مرتکب بھی تھی، جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تیز آواز میں مبتلا کیا اور انہیں زمین میں دھنسا دینے کی سزا دی۔ یہ اس لیے کہ یہ جرم تمام آسمانی مذاہب میں بدترین گناہ ہے اور انسانی قوانین بھی اس کے شدید مخالف ہیں، خود عقل سلیم اور طبع مستقیم اس کو پسند نہیں کرتی جس طرح توحید کا عقیدہ انسانوں کا فطری عقیدہ ہے، اسی طرح ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے گریز کرنا اور اس کو عیب جاننا بھی فطرت کا منشا اور اس کا تقاضا ہے، چنانچہ ذیل میں چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے میں سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں وارد ہیں۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ ﴾ [1]

''اور شہر مدین والوں کی طرف ہم نے انہی میں سے شعیب علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آ چکی ہے، لہٰذا تم ماپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور انتظام درست ہونے کے بعد ملک میں فساد نہ پھیلاؤ، اگر تم کو اللہ پر ایمان ہے تو یہ کام تمہارے لیے اچھا ہے اور سڑکوں پر ڈرانے دھمکانے کو اور ایمان داروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کو اور اس میں بے ہودہ کجی نکالنے کو نہ بیٹھا کرو اور اس

---

[1] ۷/ الاعراف:۸۵، ۸۶۔

وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو بڑھا دیا اور اس پر غور کرو کہ مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ۝ ﴾ [1]

"اور اس کی قوم میں سے سرداروں نے جو کافر تھے، کہا کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہوئے تو تم ایک سخت زیاں کار ہو گے اور وہ انہیں باتوں میں تھے کہ ایک سخت زلزلہ ان پر آیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، جنہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا (ایسے ہو گئے) گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہیں تھے۔ حقیقت میں جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی وہی زیاں کار ہوئے۔"

سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۝ ﴾ [2]

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا، بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو اچھی آسودگی میں دیکھتا ہوں اور تمہارے حال پر مجھے عام عذاب کے دن کا خوف ہے اور اے میرے بھائیو! ماپ تول انصاف سے پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں

[1] ۷/ الاعراف: ۹۰، ۹۲۔ [2] ۱۱/ ہود: ۸۴، ۸۶۔

فساد نہ پھیلاتے پھرو، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مانو اور (اگر تم نہ مانو تو) میں تم پر نگہبان نہیں ہوں'' 1

اور جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی سرکشی بڑھتی گئی انہوں نے اپنے نبی کے حکموں کی تعمیل نہیں کی اور اپنے نبی کی اس تنبیہ کو جھٹلا دیا کہ ان پر عذاب آئے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صاف صاف کہہ دیا تھا۔

﴿ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ ﴾

''یعنی مجھ سے تمہارا بغض وحسد تمہیں میری دشمنی پر مجبور نہ کر دے۔''

﴿ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴾ 2

غرض جب قوم نے کفر اور بگاڑ پر اصرار کیا، ماپ تول میں کمی کی اور قتل وخون ریزی اور ڈکیتی جیسے مزید جرم کیے تو اللہ نے ان کو ایسی سخت سزائیں دیں جن کا ذکر متعدد آیات میں اللہ نے پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود میں ہے:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝ ﴾ 3

''اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے، محض اپنی مہربانی سے ان کو نجات دی اور ظالموں کو سخت آواز نے آ پکڑا۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ (لوگو!) سن لو کہ مدین والوں کو ہلاکت ہوئی جیسی ثمودیوں کو ہلاکت ہوئی تھی۔''

---

1 ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی ماپ تول پورا پورا دینے کے بعد جو نفع تمہیں بچ رہے، وہ تمہارے لیے لوگوں کا مال ناحق لینے سے بہتر ہے، نیز انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بھی یہی کہتا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے ﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ خبیث اور طیب ہر دو برابر نہیں ہو سکتے، خواہ تمہیں خبیث کی کثرت حیرت میں کیوں نہ ڈال دے۔ 2 ۱۱/ ھود:۸۹۔ 3 ۱۱/ ھود:۹۴، ۹۶۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا، صالحین اور ان لوگوں کے واقعات بیان فرمائے جن کا اللہ نے اکرام کیا اور کچھ واقعات ان قوموں کے بھی بیان فرمائے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، لیکن انہیں میں بعض وہ قومیں بھی تھیں جنہوں نے شرک کے علاوہ دوسرے بھیانک جرائم کا بھی ارتکاب کیا، جیسے حضرت شعیب اور حضرت لوط علیہما السلام کی قومیں، جنہوں نے ماپ تول میں کمی کی اور رہزنی کا سنگین جرم کیا، ان کے بالمقابل جن قوموں کا اللہ تعالیٰ نے اکرام کیا اور جن کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان میں اصحاب کہف، ذوالقرنین، حضرت مریم، حضرت خضر علیہم السلام اور ان کے علاوہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں منصب رسالت حاصل ہوا۔ جیسے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ایوب اور حضرت یونس علیہم السلام وغیرہ۔

یہ واقعات ہمارے سامنے صرف اسی لیے پیش کیے گئے کہ ہم عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور جنہیں اللہ نے حکم عدولی پر سزائیں دیں ان کی زندگی سے سبق سیکھیں، اس کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کو ہم سب سے پہلے شرک سے ڈرائیں اور ان بدترین جرائم سے پرہیز کی انہیں تلقین کریں جو مختلف مذاہب اور انسانی عقلوں کے سراسر خلاف ہیں اور جو شرم و حیا اور عدل و مساوات کے منافی ہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کیا کچھ ان سے بھی پہلی قوموں نے کیا، اس لیے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، خاص اسباب کا نہیں، بنابریں ملت اسلامیہ میں سے جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا یا حرام فعل کا ارتکاب کیا، اگر انہوں نے توبہ نہیں کی تو انہیں اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور اگر تم یہ جاننا چاہو کہ گزشتہ قوموں کو اللہ نے کیسی دردناک سزائیں دیں اور حضرت نوح، حضرت شعیب علیہما السلام کی قوموں کے اور فرعون کے ماننے والوں پر کیسے عذاب نازل ہوئے تو اس کیلئے قرآن پاک کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ ماپ تول میں کمی پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کس قدر وعید سے آگاہ کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ

﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [1]

''ان کم دینے والوں کے لیے افسوس ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا لیتے ہیں اور جب ماپ یا وزن سے دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے، جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں ابوجہیمہ نامی ایک ایسا شخص تھا جس کے پاس دو پیمانے تھے، ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ ان پر افسوس ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا بلکہ (داؤ چلے تو) زیادہ بھی وصول کرتے ہیں اور ماپ و تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ آیت میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ﴾ یعنی اپنا حق پورا یا کچھ زیادہ وصول کرتے ہیں ﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ لیکن جب اپنا مال ماپ یا وزن سے دیتے ہیں کم کر دیتے ہیں ﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ﴾ کیا یہ لوگ جو اس حرکت کا ارتکاب کرتے ہیں، جانتے ہیں ﴿اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے، یہ دن نہایت عظیم اور ہولناک ہوگا۔ ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ جس دن یہ لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ ان کے تن پر کپڑا نہیں ہوگا۔ ان کا ختنہ نہیں ہوا ہوگا اور اسی حال میں ان کا حشر ہوگا۔ ان میں سے بعض اشراف ہوں گے جو بجلی جیسی تیزی سے (پل صراط سے) گزر جائیں گے، بعض پیدل گزریں گے، کچھ منہ کے بل گرتے پڑتے جائیں گے، بعض اٹھتے لرزتے، کانپتے اور لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے اور کچھ منہ کے بل گھسٹ کر چلیں گے اور ان کی یہ حالت کذائی ان کے اعمال کی بدولت ہوگی، یہاں تک کہ وہ رب کے حضور حساب کتاب کیلئے کھڑے ہوں گے اور جیسا ان کا عمل ہوگا اس کے مطابق انہیں نیکی اور بدی کی جزا ملے گی، نیکی کا بدلہ نیک

[1] ۸۳/ المطففین: ۱، ۶۔

ملے گا اور جس قدر برائی انہوں نے کی ہوگی اس کا بدلہ انہیں بعینہٖ برا ملے گا۔ [1]

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے راوی ہیں الفاظ انہی کے ہیں اور بزار، بیہقی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اسی کے مطابق روایت نقل کی اور کہا کہ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں پڑ گئے (تو تمہارا حشر بھی اس کے مطابق ہوگا) اس بات سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم اس میں پڑو۔ وہ خصلتیں یہ ہیں:

(۱) جس قوم میں فحش کاری عام ہوگی، وہ کھلم کھلا بے حیائی کرے گی، ان کے اندر طاعون

---

[1] تفسیر البغوی، ٥/ ٢٢١؛ تفسیر الکشاف، ٤/ ٧١٨؛ اسباب النزول للواحدی، ٨٥٠ میں بغیر کسی سند سے مروی ہے۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ماپ تول کے معاملے میں انتہائی خبیث تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ویل للمطففین﴾ ''ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے'' تو اس کے بعد لوگوں نے ماپ تول کو انتہائی اچھا کرلیا؛ سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب التوقی فی الکیل والوزن، حدیث: ٢٢٢٣؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ١١/ ٢٨٦ حدیث: ٤٩١٩؛ موارد الظمآن، حدیث: ١٧٧٠؛ السنن الکبری للنسائی، ١٠/ ٣٢٧ حدیث: ١١٥٩٠؛ مستدرك حاکم، ٢/ ٣٣ طبع قدیم وجدید ٣/ ٨٤٩، حدیث: ٢٢٤٠۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجه، ٣/ ٣٥٢ حدیث: ٢٢٢٣؛ تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٥/ ٥٢٧ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

[2] سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث ٤٠١٩؛ حلیة الاولیاء، ٨/ ٣٧٥۔ ٣٧٤، حدیث ١٢٥٥٢؛ مستدرك حاکم، ٤/ ٥٤٠ وجدید ٨/ ٣٠٧٩ حدیث: ٨٦٢٣؛ شعب الایمان للبیهقی، ٥/ ٢٣۔ ٢٢ حدیث ٣٠٤٢؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب، ٢/ ٣٣٢ حدیث ١٧٦١؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة، ١/ ٢١٦ حدیث ١٠٦۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٥/ ٣٢٥ حدیث: ٤٠١٩ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور ایسی وبائیں پھیلیں گی جو ان سے پہلے کبھی لوگوں میں نہیں پھیلی ہوں گی۔
(۲) اور جو قوم ماپ تول میں کمی کرے گی وہ قحط سالی اور سخت مشقت میں مبتلا ہوں گی اور حکام اس پر ستم کا پہاڑ توڑیں گے۔
(۳) اور جو قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دے گی، وہ بارش کے قطروں سے محروم رہے گی اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو ان پر آسمان سے ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔
(۴) اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد توڑ دے گی، اللہ تعالیٰ ان پر غیروں میں سے ایسے دشمن مسلط فرمائے گا جو ان کا سب کچھ چھین لیں گے۔
(۵) اور جس قوم کے ائمہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے اور اسکے نازل کردہ احکام کی تعمیل نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اندر شدید باہمی جھگڑے اور لڑائیاں پیدا کر دے گا۔"

میرے عزیز مسلمان بھائیو! تم نے کلام پاک میں سورۂ اعراف اور سورۂ ہود کی آیتیں پڑھیں اور یہ جان لیا کہ پچھلی قوموں پر کیا گزری۔ تم نے ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ ﴾ کی تلاوت کی، یا دوسروں سے اس کو سنا اور ان کے شان نزول کو سمجھا اور یہ جان لیا کہ "ویــــل" شدید عذاب کو کہتے ہیں، یا یہ جہنم کی کسی وادی کا نام ہے، جس کی خاصیت یہ ہے کہ دنیا کے پہاڑ اس کے اندر دھکیل دیے جائیں تو تپش کی وجہ سے وہ پگھل جائیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس وادی سے مشرکین کو خوف دلاتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ [1]

"ان مشرکین کیلئے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔"

اسی طرح دوسری جگہ نماز پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ﴾ [2]

"ان نمازیوں کیلئے افسوس (ہلاکت) ہے جو اپنی نماز (کی شان اور حیثیت)

---

[1] ٤١/ حمٓ السجدة:٦، ٧۔ [2] ١٠٧/ الماعون:٤، ٥۔

سے کوتاہی کرتے ہیں۔"

جب علمائے یہود نے تورات میں تحریف کی اور نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف کو چھپا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت ارشاد فرمایا:

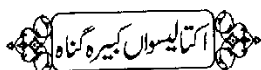
﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ [1]

"افسوس (ہلاکت) ہے ان کو جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض میں کسی قدر ردی مال حاصل کریں، تو افسوس ہے ان کے حال پر، ان کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے ان پر ان کی کمائی سے۔"

ان آیات مبارکہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات میں لفظ "ویل" کافروں اور مشرکوں کیلئے ہے اور ان لوگوں کیلئے استعمال کیا گیا جو مہلک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے بھی "ویل" کے لفظ سے وعید سنائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴾ کم کرنے والوں کیلئے افسوس ہے، یہ اسی لیے کہ کم دینے والا خریدار کو کم ماپ دے کر اس کے اوپر ظلم کرتا ہے یا بیچنے والا کم ماپ کرا کے اوپر ظلم کرتا ہے۔ لہٰذا ماپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا جہاں حرام ہے اور اس کا شمار لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والوں میں ہوتا ہے، اسی طرح یہ عمل حد درجہ گھٹیا، ذلیل، بددیانتی، بے مروتی، ناشکری اور اسلامی اور انسانی بھائی چارگی کے یکسر منافی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا کوئی ایک بد خصلت بندۂ مومن کی اصلاح اور تنبیہ کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ ان میں سے ہر خرابی سے اس کو احتراز کی تلقین کی جائے، پھر قرآن کریم کا نزول انبیا بالخصوص نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت، سنت کی تدوین اور اس کی اشاعت کا مقصد ہی انسانوں کی

[1] ۲/ البقرہ:۷۹۔

راہنمائی اوران کی سعادت کی ضمانت کیلئے ہے، لہٰذا جب قرآن کریم افسوس، ہلاکت اور عذاب سے آگاہ کرتا ہے اور ماپ تول میں کمی کرنے والوں کو اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈراتا ہے، جس کی بابت انہیں شک ہے ﴿ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰٓئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ ﴾ اس لیے ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن پاک اور احادیث مقدسہ سے عبرت اور نصیحت سیکھے اور ایسی بدعادتوں سے گریز اور پرہیز کرے جو ایمان اور اسلام کے شدید منافی ہیں۔ نیک توفیق بس اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔



ظلم وستم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ اس کو اپنے پروردگار سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((يَاعِبَادِي اِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالِمُوْا)) [1]

''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا اور تم میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کو حرام کر رکھا ہے، اس لیے (دیکھو) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم مت کرنا۔''

عدل وانصاف، کسی چیز کو اس کی جگہ رکھنے کا نام ہے، جب کہ اس کے برعکس کسی چیز کو اس کی جگہ نہ رکھنا ظلم ہے، اس لیے سب سے زیادہ اور بنیادی عدل اللہ کو ایک ماننا اور قصد و ارادے کے ساتھ صرف اسی کی بندگی کرنا ہے، اس کے بالمقابل بدترین ظلم رب کریم کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے، سات ہلاکت خیز چیزوں پر گفتگو کے دوران ہم نے شرک پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

ظلم وزیادتی ہر کسی سے سرزد ہوسکتی ہے، اس کا انحصار حاکم، بادشاہ، یا امیری پر موقوف نہیں، نہ اس کا دارومدار کسی صاحب ولایت پر ہے جیسے قاضی اور منصف وغیرہ۔ رہا امیر اور سلطان کا ظلم تو وہ یہ ہے کہ یہ افراد حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کریں۔ زمین پر دنیا والوں کا قانون نافذ کریں، دنیا پیدا کرنے والے کے قانون کو ایک طرف ڈال دیں، کمزور کو طاقت ور سے انصاف نہ دلا سکیں، الٹے کمزوروں کو دبانے والوں سے رشتہ جوڑیں، ان کی مدد کریں اور ان کی اولاد، ان کے ہم نشینوں اور ان کے ندیموں سے قریب رہیں۔

وزیر کا ظلم وستم یہ ہے کہ رعایا پر کیے ہوئے مظالم کی شکایت سلطان تک نہ پہنچائے اور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث:۲۵۷۷۔

جو امور اس کے سپرد کئے گئے ہیں حق اور انصاف کے ساتھ ان کو ادا نہ کرے۔

قاضی کا ظلم یہ ہے کہ حق کے مطابق فیصلے نہ کرے، یا حق داروں یا حق کے دوستوں کے بجائے غیروں کی امداد اور اعانت کرے یا فیصلے کیلئے رشوت طلب کرے، یا کمزوروں کے بجائے طاقت والوں کی مدد کرے۔

شوہر کا اپنی بیوی پر ظلم یہ ہے کہ دستور کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ نہ کرے، اللہ نے جن حقوق کو اس پر واجب کیا ہے، ان کی رعایت نہ کرے، مثلاً نان ونفقہ اور پوشش نہ دے۔ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان انصاف نہ کرے، وغیرہ۔

بیوی کا شوہر پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے حقوق ادا نہ کرے، اس کے احکام سے سرتابی کرے۔

اولاد کا ماں باپ پر ظلم یہ ہے کہ وہ ان کی نافرمانی کرے، ان کا حق ادا نہ کرے، انہیں جھڑک دے ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور اس وقت بھی ان کے ساتھ زیادتی کرے جب کہ وہ دونوں ان کے حقوق پورے کریں۔

پڑوسی کا پڑوسی پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے، بلکہ گفتار یا کردار سے اس کو اذیت پہنچائے.......... صحیح حدیث مبارکہ میں ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ)) [1]

''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔''

اس کے بالمقابل ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کی شکلیں یہ ہیں:

ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو گالیاں دے، اسے اذیت اور تکلیف پہنچائے، اس کی زمین چھین لے، اس کا مال چوری کر لے، اس کے بقایا روپے دینے سے انکار کرے، اس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، حدیث: ٦٠١٩؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت الا عن الخیر وکون ذلک کلہ من الایمان، حدیث: ٤٧۔

کے خلاف جھوٹی گواہی دے، اس کی غیبت کرے، چغلی کھائے، اس کا حق ادا نہ کرے، یا اس میں ٹال مٹول سے کام لے اور اگر ہم ہر ہر فرد کا ظلم الگ الگ گنوائیں تو ممکن ہے دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں، بنا بریں ان چند مظالم پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، یہ مظالم وہ ہیں جو حکام، قاضی صاحبان، میاں بیوی، اولاد اور دوسرے لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ظلم وزیادتی تمام آسمانی اور انسانی قوانین کی رو سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے جس قدر پیغمبر علیہم السلام مبعوث فرمائے اور جتنی کتابیں نازل کیں، ان سب کا مقصد لوگوں کے درمیان عدل و مساوات کا قیام ہے اور اس سے بھی بلند ترین مقصد توحید باری تعالیٰ کا اثبات ہے اور ان لوگوں کی بیخ کنی ہے جو بندوں کے درمیان ظلم کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں اور قرآن کریم میں متعدد ایسی آیتیں ہیں جو ظلم سے روکتی ہیں اور ظلم کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سناتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُۙ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌؕ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍؕ۝ ﴾ [1]

”اور تو ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جان، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں انکی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی، سر کو اوپر کی طرف اٹھائے ہوئے بھاگے چلے جائیں گے، ان کی نظر ان کی طرف نہ پھرے گی

[1] ۱۴/ ابراهیم: ۴۲، ۴۸۔

اوران کے دل ہر طرف سے خالی ہوں گے، لہٰذا تم لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن عذاب الٰہی ان پر آئے گا تو ظالم کہیں گے، اے ہمارے مولا! تو ہم کو تھوڑی سی مہلت دے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں، کیا تم پہلے قسمیں نہ کھا چکے تھے کہ تم کو دنیا چھوڑنا ہی نہیں اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے تھے، تم ان کے مکانوں میں رہ چکے تھے اور جو کچھ ہم نے ان سے کیا تھا وہ بھی تمہیں معلوم ہو چکا تھا اور ہم نے تمہارے سمجھانے کو کئی تمثیلات بھی بیان کی تھیں اور وہ سب قسم کی چالیں چل چکے تھے اور ان کی سب چالیں اللہ کی نظر میں تھیں۔ ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ پہاڑ ان سے ہل جاتے، لہٰذا تم اللہ کو، اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا مت سمجھو، اللہ تو بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے۔''

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾ 1

''جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں ان سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے، یہ لوگ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔ تو سنو ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

﴿ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۝ إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۝ ﴾ 2

''بری بات کا اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں، ہاں جس پر ظلم ہوا ہو (کیونکہ) اللہ تو سنتا اور جانتا ہے، اگر ظاہر طور پر یا چھپ کر نیکی کرو یا برائی معاف کرو تو (اللہ بھی تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اس لیے کہ) اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے۔''

﴿ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

---

1 ۱۱/ هود:۱۸۔ 2 ٤/ النسآء:۱٤۸، ۱٤۹۔

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ [1]

’’اور برائی کا بدلہ برائی جتنا ہے، جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا، جو اپنی مظلومی کے بعد بدلہ لیں تو ان لوگوں پر الزام نہیں ہوگا، البتہ الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ جو کوئی صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔‘‘

﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ ﴾ [2]

’’اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی بھی مددگار نہیں اور ظالم جب عذاب کو دیکھیں گے تو تُو ان کو دیکھے گا کہ وہ کہتے ہوں گے کیا (اس عذاب سے نکل کر دنیا کی طرف) لوٹنے کی کوئی راہ ہے؟ اور جب دوزخ کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ان کو ذلت میں خوف زدہ دیکھے گا وہ نیچی نگاہ سے دیکھیں گے (ان کے مقابلے میں) جو لوگ ایمان دار ہوں گے وہ زور سے کہیں گے کہ خسارے والے بدنصیب وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

---

[1] ٤٢/ الشوری: ٤٠، ٤٣۔ [2] ٤٢/ الشوری: ٤٤، ٤٧۔

آپ کو اور اپنے متعلقین کو آج قیامت کے دن خسارہ میں ڈالا۔ تو سنو یہ ظالم لوگ ضرور دائمی عذاب میں پھنسیں گے۔ (اسی روز) اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ ہوگا جو ان کی مدد کرے اور جس کو اللہ ہی گمراہ کر دے اس کے لیے بہتری کی کوئی صورت نہیں، اپنے رب کی تعلیم کو مانو، اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آئے جو اللہ کی طرف سے ہٹنے والا نہیں، اس روز تمہارے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی اور نہ تمہاری حالت کو کوئی برا سمجھنے والا ہوگا۔"

علاوہ ازیں ظلم و ستم پر تنبیہ کیلئے بکثرت احادیث بھی وارد ہیں۔ ان میں سے چند احادیث یہ ہیں۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَائَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ)) [1]

"ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم ظلمات اور اندھیر ہوگا۔ اور "شح" [2] سے بچو کیونکہ "شح" نے ان کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے گزرے۔ یہ وہی چیز تھی جس نے انہیں خوں ریزی اور ہتک حرمت پر آمادہ کیا۔"

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَظْلِمُوا فَتَدَاعُوا فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ وَتَسْتَسْقُوا فَلَا تُسْقَوْا وَتَسْتَنْصِرُوا فَلَا تُنْصَرُوا)) [3]

"ظلم مت کرو ورنہ (تمہارا یہ حال ہوگا) کہ دعائیں کرو گے لیکن تمہاری

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم حديث ٢٥٧٨۔

[2] "شح" یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی کرنا زکوۃ نہ دینا قرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتنا اور خیرات نہ دینا۔

[3] المعجم الاوسط للطبراني، بحواله مجمع الزوائد، ٥/ ٣٠٤ حديث ٩١٩١۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب، ٢/ ٨١ حديث ١٣٤٨۔

دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش کی دعائیں مانگو گے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی مدد مانگو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔''

③ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالَهُمَا شَفَاعَتِي إِمَامٌ ظَلُومٌ غَشُومٌ وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ)) [1]

''میری امت کے دو قسم (کے لوگوں) کو میری سفارش نہیں پہنچے گی، ظالم غاصب امام کو اور اس شخص کو جو غلو کرنے والا ہے اور ملحد ہے۔''

اس روایت کو طبرانی رحمہ اللہ نے کبیر میں نقل کیا۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

④ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُمْلِي لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ)) ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ [2]

''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، لیکن جب اسے گرفت میں لیتا ہے، تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''تیرے رب کی گرفت کا حال یہی ہے، جب وہ بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ ظالم ہوتے ہیں تو اس کی گرفت نہایت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔''

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضٍ أَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ مِنْ قَبْلِ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ٨/ ٢٨١ حديث ٨٠٧٩؛ المعجم الاوسط للطبراني: ١/ ١٩٢ حديث ٦٤٠۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٥٣٢ حديث ٢٢١٨؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ١/ ٨٤٠ حديث ٤٧٠۔ [2] صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة هود باب قوله: ﴿وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة ان اخذه اليم شديد﴾ (١٠٢) حديث ٤٦٨٦؛ صحيح مسلم كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: ٢٥٨٣۔

صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) 1

''جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرو یا اور کسی چیز کے متعلق ظلم کیا ہو اس کو چاہیے کہ آج اس سے معاف کرالے، قبل اس کے کہ دینار اور درہم (کچھ کام) نہ دیں گے۔ کیونکہ (قیامت کے دن) اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے بقدر اس کے ظلم کے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لادی جائیں گی۔''

نیز اس کی ابتدا میں یہ بھی وارد ہے:

((رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لَهُ عِنْدَ اَخِيهِ مَظْلَمَةٌ فِي عِرْضٍ اَوْ مَالٍ......)) 2

''اس بندے پر اللہ تعالیٰ رحم کرے جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا مال کے متعلق ظلم کیا ہو۔......''

⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟)) قَالُوا، الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ ((اِنَّ الْمُفْلِسَ مَنْ يَاْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَاْتِي وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطِي هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَ مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) 3

---

1 صحيح بخاری، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحللها له هل يبين مظلمته؟ حديث: ٢٤٤٩؛ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، حديث: ٢٤١٩۔

2 یہ الفاظ سنن ترمذی کی روایت میں ہیں دیکھیے حوالہ سابقہ۔ 3 صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: ٢٥٨١؛ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، حديث: ٢٤١٨۔

”تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟“ انہوں نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے۔ جس کے پاس درہم اور کوئی پونجی نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کا مفلس وہ ہوگا۔ جو قیامت کے دن (بہت ساری) نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ لیکن وہ اس حال میں (بھی) آئے گا کہ اس کو گالی دی ہو گی، اس کا مال کھایا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا، اسے مارا پیٹا ہوگا، جس کے نتیجے میں اس کی کچھ نیکیاں فلاں کو اور کچھ نیکیاں فلاں کو دی جائیں گی۔ پھر بھی اگر اس کے ذمے کچھ دینا باقی رہ جائے گا اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کا گناہ لے کر اس کے سر تھوپ دیا جائے گا اور اس شخص کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔“

اس روایت کو امام مسلم اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا۔

⑦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ)) [1]

”تین (افراد) کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔ روزے دار کی دعا جب تک وہ افطار نہ کرے، امام عادل کی، مظلوم کی (بد) دعا۔ اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے، اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور

---

[1] مسند احمد، ۲/ ٤٤٥؛ سنن ترمذی، ابواب الدعوات باب سبق المفردون...... حدیث: ۳۵۹۸؛ سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في الصائم لا ترد دعوته حديث: ۱۷۵۲؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ۱۹۰۱؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ۸/ ۲۱٤ حديث ۳٤۲۸؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ۲٤۰۸-۲٤۰۷؛ مسند ابي داود الطيالسي: ٤/ ۳۱۰، حديث: ۲۷۰۷؛ كتاب الدعآء للطبراني: حديث: ۱۳۱۵۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجه، ۲/ ٦۳۷ حدیث: ۱۷۵۲ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/ ۳۱۰ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

پروردگار عالم فرماتا ہے: میری عزت کی قسم چاہے ایک عرصے کے بعد سہی لیکن میں تیری مدد ضرور کروں گا۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث میں اس کو نقل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور اس کو حسن کہا ہے۔ نیز امام ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

⑧ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ اِشْتَدَّ غَضَبِيْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَا يَجِدُ لَهُ نَاصِرًا غَيْرِيْ)) [1]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس شخص پر میرا غصہ بے حد تیز ہو جاتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے، جو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا حامی اور مددگار نہیں قرار دیتا۔"

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے صغیر اور اوسط میں نقل کیا ہے۔

⑨ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوٰى هٰهُنَا التَّقْوٰى هٰهُنَا، وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهِ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ)) [2]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کو ذلیل نہ کرے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے، تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے، آدمی کیلئے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کی ہر چیز خون، آبرو اور مال دوسرے مسلمان

---

[1] المعجم الصغير للطبراني: ١/ ٦١ حديث ٧١؛ المعجم الاوسط للطبراني: ١/ ٦٠٠ حديث ٢٢٠٧۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٥/ ٤١٣ حديث: ٢٣٩٢۔ [2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حديث: ٢٥٦٤۔

پر حرام ہے۔“

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا: میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا: میرے بھائی! تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: بھائی! میرا قصہ عجیب وغریب ہے، دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا، ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی، مجھے پسند آئی میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ مچھلی دے دو، اس نے جواب دیا میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا کیونکہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے مجھے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ میں نے اسے مارا پیٹا اور اس سے زبردستی مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔ جس وقت میں مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا، میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا، پھر میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد اٹھا اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی، پھر میرا پورا ہاتھ سوج گیا، جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس آیا اور اس سے درد کی شکایت کی طبیب نے کہا یہ انگوٹھا خراب ہونا شروع ہو گیا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوا دو، ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا۔ میں نے انگوٹھا کاٹ کر نکلوا دیا، لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہوئی اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سو نہ سکا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: ہتھیلی کاٹ کر نکلوا دو، میں نے ایسا ہی کیا، اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گئی۔ میرا چین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد مونڈھے تک پہنچ گیا اور سڑاند وہاں تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے کہا: اب تو پورا ہاتھ مونڈھے سے کٹوا دینا ہو گا، ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔ اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں کیونکر شروع ہوئی؟ میں نے مچھلی کا قصہ انہیں سنایا۔ انہوں نے کہا: اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی

مانگتے، اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا، اس لیے اب بھی جاؤ اور اس کو ڈھونڈ کر اسے خوش کرو، ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی اس شخص نے کہا: میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا، آخر ایک جگہ اس کو پا لیا۔ میں اس کے پیروں پر گر پڑا اور انہیں چوم کر رو رو کر کہا: کہ میرے آقا تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ اس نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے بتایا: میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھین لی تھی۔ پھر میں نے اس سے اپنی کہانی بیان کی اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا، وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لیے حلال کیا، کیوں کہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا۔ میں نے اس سے کہا: میرے آقا اللہ کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمہاری مچھلی چھینی تو تم نے مجھے کوئی بد دعا دی تھی۔ اس شخص نے کہا، ہاں میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق مجھے دیا اس نے مجھ سے چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا اس لیے تو میرے سامنے اس پر اپنے زور کا کرشمہ دکھا۔ میں نے اس سے کہا: میرے مالک! اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھا دیا۔ اب میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی ظالم کی مدد ہرگز نہیں کروں گا نہ کبھی خود ظلم کروں گا۔ نہ ان کے دروازے پر کبھی جاؤں گا اور ان شاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔

الزواجر، ۲/ ۲۴۸-۲۴۷؛ طبع دارالمعرفة بیروت۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

لَا تَظْلِمَنَّ إِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا　　فَالظُّلْمُ تَرْجِعُ عُقْبَاهُ إِلَى النَّدَمِ

جب تمہیں اقتدار حاصل ہے، کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو، کیونکہ ظلم کا انجام ندامت اور شرمندگی ہے۔

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُومُ مُنْتَبِهٌ　　يَدْعُوا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمِ

تیری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور مظلوم جاگتا ہے اور تجھے بد دعائیں دیتا ہے اور اللہ کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔

إِذَا مَا الظَّلُومُ اسْتَوْطَأَ الْأَرْضَ مَرْكَبًا　　وَلَجَّ غُلُوًّا فِي قَبِيحِ اكْتِسَابِهِ

جب ظالم سوار ہو کر دھرتی کا سینہ روندتا ہے اور بری کرتوت میں حد سے گزر جاتا ہے۔

فَكِلْهُ إِلَى صَرْفِ الزَّمَانِ فَإِنَّهُ سَيُبْدِي لَهُ مَالَمْ يَكُنْ فِي حِسَابِهِ

تب تم اسے زمانے کی گردش کے حوالے کردو، کیونکہ زمانہ اس کے سامنے وہ چیز کھول کر رکھ دے گا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی۔

میرے مسلمان بھائی اور عزیز قاری! ہم نے اوپر ایسی آیات وروایات درج کی ہیں جو ہر قسم کی ظلم وزیادتی کے خلاف آگاہ کرتی ہیں۔ نیز ہم ظالم اور سخت گیر حکام سے کہیں گے کہ وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ انہیں اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، انہیں اس دن کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے، جب اگلے اور پچھلے تمام انسان ایک سرزمین پر کھڑے ہوں گے، پھر ہر ایک کا نام لے کر انہیں پکارا جائے گا اور ان کا حساب کتاب ہوگا۔

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ الدَّارِ﴾ [1]

''جس روز ظالموں کو ان کا عذر کچھ نفع نہیں دے گا اور ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔''

نیز باری تعالیٰ کے ان ارشادات پر غور کرنا چاہیے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّٰلِمُونَ﴾ [2]

''اور تو ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جان (اللہ کو ان سب کی خبر ہے''

﴿مَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ [3]

''اور وہ غم وغصے میں بھرے ہوں گے، اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کی تکلیف کو درست کردے۔''

اس دن کو بھی یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا۔

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْـُٔولُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ

---

[1] ٤٠/ المومن:٥٢۔ [2] ١٤/ ابراهيم:٤٢۔ [3] ٤٠/ المومن:١٨۔

مُّسْتَسْلِمُوْنَ۝﴾ ❶

’’اور انہیں کھڑا کرو، ان سے پوچھا جائے گا تمہیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، بلکہ وہ اس وقت اللہ کی فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔‘‘

خوب یاد رکھو! اس روز تمہیں ایسے احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے جو بڑا زبردست اور زور آور ہے۔ تمام فرشتے اس کے تابع فرمان اور حکم کے غلام ہوں گے اور انسانی اعضا خود اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ ❷

’’جس روز ان کی زبانیں اور انکے ہاتھ ان کے پاؤں اور ان کے کاموں کی خبر دیں گے۔‘‘

جہنم ان کا قید خانہ ہوگی، ظالم سوچ! اس سے گلوخلاصی کیلئے کون سی دلیل تیرے کام آئے گی اور بندوں پر مظالم کے خلاف تیرا ساتھ دے گی، آخر یہ وہی لوگ تھے جن کا مال تو نے لوٹا، ان کا خون بہایا، ان کے بچوں کو یتیم کیا، بے گناہ انسانوں کو ناحق قتل کیا، مال داروں کو نادار کیا اور غریبوں کو نان جویں کا محتاج بنایا، دوستوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا، باپ بیٹیوں کو نظروں سے الگ کیا، ماؤں کو ان کے لخت جگر سے علیحدہ کیا، خویش واقارب کو سلاخوں کے پیچھے ڈالا اور انتہا یہ کہ خون ریزی، غارت گری اور یورش کا بازار گرم کیا، ان تمام الزامات کا جواب اپنی زبان سے کہاں تک دے سکے گا۔ روز حشر اور محشر کے سامنے کیونکر کوئی تدبیر کرے گا اور اس کی عظمت وشکوہ کے سامنے کس کی پناہ ڈھونڈے گا؟ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۝ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝﴾ ❸

’’اس روز حکومت کس کی ہوگی؟ اکیلے زبردست اللہ کی ہوگی، اس روز ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، اس دن ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘

---

❶ ۳۷/ الصفت:۲٦۔ ❷ ۲٤/ النور:۲٤۔ ❸ ٤۰/ المومن:۱۷۔

نادان حاکم! کیا تو سمجھتا ہے کہ اپنے جاہ و حشم اور جھوٹی حکومت کے بل پر اس کی بارگاہ میں سوال جواب کر لے گا؟ اپنی دولت اور ثروت کے زعم میں آ کر دنیا کی طرح وہاں بھی کوئی وکیل کھڑا کر لے گا؟ اپنا مقدمہ جیت لے گا؟ یا اپنی زور آوری اور خویش و اقارب کی قوت پر وہاں سے بھی بچ کر نکل جائے گا؟ کیا اپنی دانست میں تو یہ سمجھتا ہے کہ دعوی باطل اور مقدمہ خارج کرنے کیلئے وہاں بھی کوئی ہتھکنڈا اختیار کر لے گا؟ یا کسی قسم کے لین دین اور رشوت کے ذریعے کام چل جائے گا؟ نہیں اللہ کی قسم تیری حیثیت وہاں ذرۂ بے مقدار سے کم ہوگی اور تیرا حال ابلیس سے بدتر ہوگا، اس لیے دنیا والوں کے مظالم کی تیرے سامنے پیشی سے پہلے تو اپنے آپ پر خود غور کر لے اور یقین رکھ کہ اللہ کی قوت تیری قوت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی قدرت تیری قدرت سے بے اندازہ بڑھی ہوئی ہے اور وہ دن تجھ پر آ کر رہے گا جب تجھے اپنے چھوٹے بڑے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ تیرا نامۂ اعمال تیرے سامنے کھلے گا اور کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں ہوگی جس کا حساب کتاب تجھ سے نہیں لیا جائے گا۔

﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [1]

''اور جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا، سب اس میں موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

اس عنوان پر ہم اپنی گفتگو اس ارشاد باری پر ختم کرتے ہیں،

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [2]

''اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے، پھر ہر ایک جان کو اس کی پوری مزدوری ملے گی اور ان کا کسی طرح سے نقصان نہ ہوگا۔''

---

[1] ۱۸/ الکھف:۴۹۔ [2] ۲/ البقرہ:۲۸۱۔

بیالیسواں اور تینتالیسواں کبیرہ گناہ

حق کے حصول یا کسی باطل کے دفعیہ کے لیے رشوت کا لین دین کرنا

رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان دوڑ دھوپ کرنا

حق کے حصول یا کسی باطل کے دفعیہ کیلئے یا کسی محکمہ سے منسلک ذمہ دار آفیسر سے اس کے شعبے سے تعلق رکھنے والا کوئی کام کرانے کیلئے رشوت کا لین دین کرنا بھی منجملہ کبیرہ گناہوں کے ہے۔

مزید افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان دنوں اکثر شہروں میں رشوت عام ہو چکی ہے، بالخصوص حکومت کے ملازمین، وکلا اور جج صاحبان میں بیماری کی طرح رشوت پھیل چکی ہے اور نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ دفتر کے بابو اور میز کے پیچھے بیٹھنے والے صاحب معمولی سے معمولی کام کیلئے رشوت لیتے ہیں، جیسے راہ داری کا پروانہ دینے، لائسنس نکالنے، پرمٹ دینے یا کسی بھی دفتری کام کیلئے چائے پانی اور تحفہ تحائف کے نام پر رشوت لی اور دی جاتی ہے۔

بعض بد باطن قاضی زکوۃ وغیرہ کے ناموں سے رشوت لیتے ہیں۔ جن ناموں کو شیطانوں نے رکھ چھوڑا ہے اور یہ محض احکام خداوندی اور شریعت الٰہیہ سے بے پروائی برتنے اور ابلیس اور نفس امارہ کی تابع داری کا نتیجہ ہے، ورنہ جس طرح سود خوری، زنا کاری اور شراب نوشی حرام ہے، ہر خاص و عام جانتا ہے کہ رشوت کا لین دین بھی اسی طرح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [1]

”اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھانا اور اس کو حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھاؤ۔“

علامہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حاکم کو رشوت دینا ہے۔ بعض

---

[1] ۲/ البقرۃ:۱۸۸۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ مفہوم ظاہراً آیت کی مراد سے قریب تر ہے، کیونکہ آیت کا بظاہر مفہوم یہی ہے کہ روپیہ دے کر حکام کی خاطر مدارت مت کرو نہ انہیں رشوت اس لیے دو کہ وہ غیروں کا حق انہیں نہ دیں، بلکہ تمہیں دے دیں، نیز حسب ذیل صورتیں رشوت میں داخل ہیں۔

یتیموں کے مال کا نگران حاکم وقت کو اس لیے روپیہ دیتا ہے تاکہ اس کی نگرانی تادیر برقرار رہے۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہی دینے کے لیے روپیہ لیتا ہے، کچھ لوگ ان حکام کو تحفہ تحائف بھیجتے ہیں جن کی عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہو، اس جج کے یہاں ڈالی بھیجی جاتی ہے، کسی منصب پر فائز ہونے سے پہلے جن حکام کو کوئی تحفہ نہیں دیا جاتا منصب پر فائز ہونے کے بعد ان کے یہاں تحفوں کا تانتا بندھا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی ماتحت کا اپنے سربراہ کو تحفہ دینا حرام ہے، نیز ایسی احادیث وارد ہیں جن میں رشوت کا لین دین کرنے والے اور ان کے درمیان بھاگ دوڑ کرنے والے پر لعنت وارد ہے۔...... ذیل میں ہم ایسی چند روایتیں پیش کرتے ہیں۔ جنہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الکبائر'' میں ذکر کیا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لُعِنَ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ)) [2]

''فیصلہ دینے میں رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت ہے۔''

---

[1] اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ البتہ انہوں نے اتنا اضافہ کیا ہے وَالرَّاشِ یَعْنِي الَّذِي يَسْعَى بَيْنَهُمَا اوران کے درمیان بھاگ دوڑ کرنے والے پر (جسے عربی میں رائش کہا جاتا ہے)۔ مسند احمد: ٥/ ٢٧٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٠٣؛ المعجم الكبير لـلطبراني حديث: ١٤١٥؛ مسند البزار (كشف الاستار) حديث: ١٣٥٣۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٧٩ و حديث: ١٣٤٤؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٣/ ٣٨١ حديث: ١٢٣٥، حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی مشکوۃ المصابیح کی تحقیق: ۲/ ۲۸۸ حدیث: ۳۷۵۵ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[2] سنن ترمذي، ابواب الاحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم حديث ١٣٣٦؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ١١/ ٤٦٧ حديث ٥٠٧٦، موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١١٩٦؛ مسند احمد، ٢/ ٣٨٧؛

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ)) [1]

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

رَاشِيْ رشوت دینے والے کو کہتے ہیں اور رشوت لینے والے کو مُرْتَشِيْ کہتے ہیں اور حدیث کی رو سے رشوت دینے والا اس وقت ملعون ہوگا جب وہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا چاہے گا، یا ایسا مال ہتھیا لینا چاہے گا جس کا وہ حق دار نہیں، لیکن اگر اپنا حق حاصل کرنے یا ظلم کو دفع کرنے کیلئے رشوت دی تو ایسا شخص لعنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رہا حاکم تو اسے ہر حال میں رشوت لینا حرام ہے، خواہ رشوت لے کر کسی کا حق باطل کرے یا ظلم کا وفعیہ کرے۔

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ رائش یعنی درمیان میں جو بھاگ دوڑ کرتا ہے، اس پر بھی لعنت ہے۔ البتہ یہ شخص اپنے قصد وارادے میں راشی کے تابع ہوگا۔ اگر اس کی نیت درست ہوگی تو اس پر لعنت نہیں پڑے گی، ورنہ وہ اس کا مستحق ہوگا۔ اسی کے مطابق وہ روایت بھی ہے۔ جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَفَعَ لِرَجُلٍ شَفَاعَةً فَاَهْدَى لَهُ عَلَيْهَا هَدِيَّةً فَقَدْ اَتَى بَابًا

= مستدرك حاكم، ٤/ ١٠٣ وطبع جديد: ٧/ ٢٠٢٥ حديث ٧٠٦٧؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے، صحيح موارد الظمآن: ١/ ٤٨٥ حديث: ١٠٠٩۔

[1] سنن ابوداود، كتاب القضاء، باب فى كراهيه الرشوة، حديث: ٣٥٨٠؛ سنن ترمذى، ابواب الاحكام، باب ما جاء فى الراشى والمرتشى فى الحكم، حديث: ١٣٣٧؛ مسند احمد، ٢/ ١٦٤؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان، ١١/ ٤٦٨ حديث: ٥٠٧٧؛ مستدرك حاكم، ٤/ ١٠٣-١٠٢ وطبع جديد ٧/ ٢٠٢٥ حديث ٧٠٦٦۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود کی تحقیق ۳/ ۸۰۲ حدیث: ۳۵۸۰ میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

كَبِيرًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا)) 1

"جس نے کسی شخص کیلئے کوئی سفارش کی اور اس سفارش (کے صلے) میں اسے کوئی تحفہ دیا گیا (اور لینے والے نے تحفہ قبول کر لیا) تو اس نے سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے (میں گھسنے) کا ارتکاب کیا۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔انہوں نے فرمایا:

((اَلسُّحْتُ اَنْ تَطْلُبَ لِاَخِيكَ الْحَاجَةَ فَتَقْتَضِي فَيَهْدِي اِلَيْكَ هَدِيَّةً فَتَقْبَلُهَا مِنْهُ)) 2

"سحت (حرام کمائی میں سے ایک) یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کیلئے کوئی حاجت طلب کرو، پھر وہ ضرورت پوری کر دی جائے، اس کے صلے میں تمہارا وہ بھائی کوئی تحفہ پیش کرے اور تم اسے قبول کر لو۔"

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک ظلم کی بابت ابن زیاد سے بات چیت کی جس کے نتیجے میں ابن زیاد نے جو کچھ ظلماً لیا تھا اس کو واپس کر دیا۔ جب حق دار کو اس کی چیز مل گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں ایک غلام بھیجا جو آپ کی خدمت کر سکے۔ آپ نے اس کے تحفے کو رد کر دیا اور قبول نہیں کیا اور فرمایا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے:

مَنْ رَدَّ عَنْ مُسْلِمٍ مَظْلَمَةً فَاَعْطَاهُ عَلَى ذَالِكَ قَلِيلًا اَوْ كَثِيرًا فَهُوَ سُحْتٌ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ مَا كُنَّا نَظُنُّ اِنَّ السُّحْتَ اِلَّا الرِّشْوَةَ فِي الْحُكْمِ فَقَالَ ذَالِكَ كُفْرٌ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَنَسْاَلُ

---

1 سنن ابوداود، كتاب الاجارة، باب في الهدية لقضاء الحاجة، حديث: ٣٥٤١؛ مسند احمد، ٥/ ٢٦١؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب، ٢/ ٧١٠، حديث: ٢٦٢٤؛ هداية الرواة، ٣/ ٤٨٦، حديث: ٣٦٣٨؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ٧/ ١٣٧١، حديث: ٣٤٦٥۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود کی تحقیق ۳/۷۷۸ حدیث: ۳۵۴۱ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے

2 الزواجر، ٢/ ٣٨٢ طبع دارالمعرفة بيروت۔ السياسة الشرعية، صفحه: ٦٦۔

اللَّهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَمَكْرٍ [1]

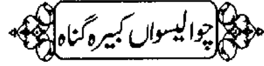
”جس شخص نے کسی مسلمان پر کیے گئے ظلم کو دفع کیا اور اس (کا حق اس کو لوٹا دیا، پھر مظلوم نے اس کے صلے میں کم یا زیادہ کچھ بھی اسے دیا تو وہ سحت (حرام کمائی) ہو گا۔ اس شخص نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! ہم تو سمجھتے تھے فیصلہ کرانے میں رشوت دینا ہی سحت (حرام کمائی) ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں وہ تو کفر ہے، نعوذ باللہ اور ہم اللہ سے ہر بلا اور مصیبت کے مقابلے میں خیر اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔“

امام ابوعمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت منقول ہے کہ جن دنوں وہ بیروت میں رہائش پذیر تھے، آپ کے پاس ایک نصرانی آیا اور شکایت کی کہ بعلبک کے والی نے مجھ پر فلاں فلاں ظلم کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو اس سلسلے میں کوئی خط لکھ دیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی خدمت میں شہد کا ایک مٹکا پیش کیا۔ امام صاحب موصوف نے جواب میں اس سے کہا: تم مٹکا واپس لے جاؤ اور تم جو چاہتے ہو خط میں لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے والی کے نام ایک خط لکھا اور اس کے خراج میں تخفیف کیلئے کہا، نصرانی نے مٹکا اٹھا لیا اور خط لے کر والی کے پاس پہنچا اور اس کے حوالے کیا۔ امام صاحب موصوف کی اس سفارش پر حاکم نے اس سے تیس درہم کی تخفیف کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے زمرے میں ہمارا بھی حشر فرمائے۔ [2]

---

[1] الزواجر، ١/ ٣٨٢ طبع دارالمعرفة بيروت۔

[2] الزواجر، ٢/ ٣٨٢ طبع دارالمعرفة بيروت۔



جھوٹی گواہی دینا

یعنی شرعی یا غیر شرعی حاکم کے سامنے کسی ایسی چیز کی گواہی دینا جس کو وہ خود نہ جانتا ہو، یا جس کی اسے تحقیق نہ ہو اور یوں بے تحقیق باطل اور جھوٹی باتیں منہ سے نکالتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جھوٹی گواہی دینا مہلک گناہ کبیرہ ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عظیم ترین کبیرہ گناہ شمار کیا۔ چنانچہ شرک اور والدین کی نافرمانی والی روایت کے آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) [1]

''جھوٹی گواہی دینا اور سنو! جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔''

آج مسلم سماج میں جھوٹی گواہی دینے کا بازار گرم ہے۔ جھوٹی گواہی یا تو رشوت لے کر دی جاتی ہے اور جو کچھ کہلوایا جاتا ہے پورے دھڑلے سے کہہ دیا جاتا ہے۔ یا قرابت داری اور باہمی تعلقات کی وجہ سے اس قسم کی گواہی دی جاتی ہے، جیسے اپنے بھائی، چچا زاد بھائی یا خاندان والے کی حمایت میں وہی کچھ کہہ دیا جاتا ہے جو ان کے موافق ہو، یا ان کی حمایت میں ان لوگوں کے خلاف جھوٹی گواہی دی جاتی ہے جن سے ان کا جھگڑا چل رہا ہو، یا جن کے خلاف گواہی دینا اس کے اپنے عزیزوں کے مفاد میں ہو، اور کبھی محض اس لیے کسی کی حمایت میں گواہی دی جاتی ہے کہ وہ کوئی مال دار اور اونچے مرتبے والا ہوتا ہے، یا اس کا تعلق والیان ریاست یا حکام سے ہے، یہ اور ان کے علاوہ ایسے تمام بدترین مقاصد کے لیے گواہی دینا اسی زمرے میں شامل ہے جن کا مال آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا یا حق کے خلاف باطل کی حمایت کرنا ہوتا ہے۔

اور جیسا کہ قارئین نے مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی گواہی کو اللہ تعالی

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حديث: ٢٦٥٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر وأكبرها حديث: ٨٧۔

کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے ہم پلہ قرار دیا ہے چنانچہ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ ﴿مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ (نماز سے)

---

[1] سنن ابوداود، کتاب القضاء، باب فی شهادة الزور، حدیث: ۳۵۹۹؛ سنن ترمذی، ابواب الشهادات، باب ما جاء فی شهادة الزور، حدیث: ۲۳۰۰؛ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، حدیث: ۲۳۷۲؛ مسند احمد: ٤/ ۱۷۸؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: هداية الرواة: ۳/ ٤٩٤ حدیث ۳۷۰۵؛ ضعیف الترغیب والترهیب، ۲/ ۹۹ حدیث ۱۳۸۲؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۳/ ۲۳٥ حدیث ۱۱۱۰، شیخ شعیب الارناؤوط اور ان کے رفقاء نے سنن ابو داود: ٥/ ٤٥١، حدیث: ۳۵۹۹؛ سنن ترمذی: ٤/ ۳٤۱، حدیث ۲٤٥۳؛ سنن ابن ماجه: ۳/ ٤٥٦ حدیث ۲۳۷۲؛ الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد: ۲۹/ ۱٤٥ حدیث ۱۷٦۰۳ کی تحقیق میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود: ۳/ ۸۱٤ حدیث ۳۵۹۹؛ سنن ابن ماجه: ۳/ ٤٥٤ حدیث: ۲۳۷۲ اور تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۲۰ کی تحقیق میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ یہ روایت المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/ ۱۰۹، حدیث: ۸۵٦۹؛ شعب الایمان للبیهقی: ٦/ ٤٩٤، حدیث: ٤٥۲۱؛ مصنف عبدالرزاق: ۸/ ۳۲٦ حدیث ۱۵۳۹۵ وطبع جدید ۸/ ۲٥۳ حدیث: ۱٥٤۷٤ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مروی ہے۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد، ٤/ ۲٦۰، حدیث ۷۰۳۹، امام منذری نے بھی اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ الترغیب والترهیب، کتاب القضاء، باب الترهیب من الشهادة الزور: ۳/ ۱۷٤۔۱۷۳، حدیث: ۳۳۹۳۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن موقوف قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۵۷۱ حدیث ۲۳۰۱؛ تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق صفحه ٥٤۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن سلمان نے اس موقوف حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ تخریج الکبائر للذهبی، صفحه: ۱۹۸۔

فارغ ہوئے تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا جھوٹی گواہی اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا برابر سرابر کردیا گیا۔ یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: پس تم شرک کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی گواہی کہنے سے بالکل ہٹے رہو، صرف اللہ کے بندے ہوکر ایک طرف رہو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔''

اس روایت ❶ کو ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

اور جب یہ ظالمانہ شہادت اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف اور اس کے ہم پلہ ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ شرک نہایت درجہ ظالمانہ حرکت ہے، جیسا کہ حضرت لقمان کی اپنی بیٹے کو وصیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ ﴾ ❷

''اور (ایک وقت وہ بھی تھا) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ بیٹا تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس لیے کہ (اللہ کے ساتھ) شرک کرنا بڑا ظلم ہے۔''

اور شرک کرنے والے کا انجام بھی معلوم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝ ﴾ ❸

''بے شک جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک بنائے گا، اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔''

---

❶ اس روایت کو طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ موقوفاً نقل کیا، نیز یہ دونوں طریق سے صحیح ہے، خواہ اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوعاً نقل کیا جائے، خواہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اس کو موقوف کیا جائے، بہر دو صورت اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ جھوٹی گواہی کا گناہ اس حدیث کی روشنی میں کتنا شدید ہے اور یہ فعل کس درجہ قبیح ہے۔

❷ ۳۱/ لقمان:۱۳۔ ❸ ۵/ المآئدۃ:۷۲۔

تو ظلم پر مبنی یہ شہادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف ہوگی اور شرک حد درجہ ظالمانہ فعل ہے، مشرک خالص طریقے سے اپنے اس رب کی بندگی نہیں کرتا، جس نے اس کو عدم سے وجود بخشا اس کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا، اس کے بجائے وہ اس کی بندگی کرتا ہے جو خود اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اور جو کسی عبادت اور بندگی کے مستحق نہیں ہیں، اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والا بجائے حق کی گواہی دینے کے باطل کی گواہی دیتا ہے اور فریق مخالف کے خلاف جزوی یا کلی طور پر ناحق کی شہادت دیتا ہے، علیٰ ہذا القیاس جھوٹی گواہی دینے والا بھی بھاری ظلم کرنے والا متصور ہوگا۔ اس لیے کہ اول اس نے اپنے اوپر گناہ کیا اور عظیم گناہ کا مستوجب ہوا، پھر جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی اس پر ظلم کیا کیونکہ اس کیلئے حق کے ساتھ گواہی نہیں دی اور جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی اس پر بھی اس نے ظلم کیا، اس لیے کہ کسی حق کے بغیر اس چیز کو لینا اس کیلئے ہرگز درست نہیں تھا، اس پر مستزاد قاضی اور حاکم کا ظلم یہ ہوگا کہ انہوں نے اس کی ناحق گواہی کی بنا پر باطل فیصلہ دیا اور یہ معلوم ہے کہ خود ظلم وستم اور ظلم وستم کرنے والے کیلئے کس حد تک وعید وارد ہے؟

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ)) [1]

"ظلم سے پرہیز کرو کیونکہ قیامت کے دن ظلم تاریکیاں بن جائے گا اور کنجوسی سے بھی اجتناب کرو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا، اسی کنجوسی نے انہیں خون ریزی کرنے اور محرمات کو حلال بنانے پر آمادہ کیا۔"

اس روایت امام مسلم اور ان کے علاوہ محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم حدیث ٢٥٧٨۔

هٰهُنَا التَّقْوٰى هٰهُنَا)) وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهِ ((بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ)) [1]

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے مدد چھوڑے، نہ اسے حقیر جانے۔'' (یہ کہہ کر) اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، کسی شخص کا یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، اس کی عزت و آبرو اور اس کا مال، سب (ایک دوسرے پر) حرام ہے۔''

اس روایت کو بھی مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

غرض جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے، کیونکہ ایک جھوٹی گواہی کے اندر بہت سے مفاسد اور ان گنت مظالم پنہاں ہیں:

① پہلے عرض کیا گیا ہے کہ جس نے جھوٹی گواہی دی اس نے خود اپنے حق میں ظلم کیا اور جس کے حق میں غلط سلط گواہی دی اور یہ گواہی جس کے خلاف پڑی ان سب پر ظلم کیا۔

② اس نے بہت بڑا گناہ کیا۔

③ اور اس طرح گویا اس نے اللہ کے سامنے مبارزت کی، کیونکہ آخر اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں ان کا مقصد اور نصب العین یہی تھا کہ انصاف کا بول بالا ہو۔

لہٰذا اس مجرم کو اگر گواہی ہی دینی تھی تو حق اور انصاف کی گواہی دیتا اور اگر جانتا ہی نہ تھا تو سرے سے شہادت ہی نہ دیتا، لیکن اس کے بجائے اس نے ظلم و عناد پر مبنی گواہی دی اور اس کا سبب بنا کہ جس کے خلاف اس کی گواہی پڑی، اسے جرمانے کے طور پر اپنا مال، اپنا گھر، اپنی زمین یا اپنی اہلیہ سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اہلیہ سے اس لیے کہ اس کے خلاف طلاق کی جھوٹی گواہی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حدیث: ٢٥٦٤۔

دی گئی، یا ناحق خون بہانے کی گواہی گزاری گئی۔

④ اس کی بدولت حقوق کا ضیاع لازم آیا۔

⑤ عقلیں ماری گئیں۔

⑥ ظلم وجور پھیلانے والوں کے ہاتھ مضبوط ہوئے۔

⑦ امن و آشتی کی بنیادیں ڈھادی گئیں، اس لیے کہ گناہوں کے ارتکاب پر لوگ نڈر ہوئے اور انہیں سہارا ملا کہ سماج میں ایسا طبقہ موجود ہے جو سرکش اور مجرم ہے اور فسق و فجور میں غرق ہے۔ اور جس نے دین ایمان کا جوا اپنے کاندھے سے اتار پھینکا اور جھوٹی گواہی کے درپے ہوا یہی وجہ تھی کہ اس کی بدولت ان کا مال ناحق چھینا گیا، ناحق خون بہایا گیا اور اس گواہی کی پاداش میں ایسے فتنوں نے سر اٹھایا جن کی بنا پر جان و مال و عزت و آبرو کو سر بازار رسوا کیا گیا اور جن کے خلاف گواہی دی گئی انہیں ہلاکت آفرینی اور کڑی دشواریوں سے گزرنا پڑا، ان کے گھر کھنڈر ہو کر ویران ہوئے، ان کا مال و متاع چھینا گیا اور سیم و زر کے اندر باوجود وہ پائی پائی کو ترس گئے اور ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔

بے شمار عورتیں طلاق پا کر اپنے خاوندوں سے علیحدہ ہوئیں اور انہیں دوسرے مردوں کے عقد میں جانا پڑا، ان کے بچوں کو ان سے ناحق چھین لیا گیا اور یہ سب اسی جھوٹی گواہی کا نتیجہ تھا اور یہی وہ مفاسد تھے جن کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس گناہ کو شرک کے برابر قرار دیا اور آپ ﷺ نے جتنی بار اس کو دہرایا اور جتنا غیظ و غضب کا اظہار اس گناہ کے ذکر پر کیا، کسی اور گناہ جیسے قتل و خونریزی اور زناکاری کے ذکر پر نہیں کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی اور اس کا گناہ کتنا عظیم ہے، اس جرم اور اس کی سزا کی ہولناکی کے لیے وہ بیان بھی کافی ہے، جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَنْ تَزُوْلَ قَوْمُ شَاهِدِ الزُّوْرِ حَتّٰى يُوْجِبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ)) [1]

''جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب شهادة الزور، حديث: ٢٣٧٣؛ مسند ابی يعلى الموصلى: ٣٩١٠، حديث: ٥٦٧٢؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٩٨ طبع قديم وجديد: ٧/ ٢٥١٨، حديث: ٧٠٤٢، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

گے۔ جب تک جہنم اس کے لیے واجب نہیں کر دی جائے گی۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، نیز طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اوسط میں نقل کیا اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنَّ الطَّيْرَ لَتَضْرِبُ بِمَنَاقِيْرِهَا وَتُحَرِّكُ اَذْنَابَهَا مِنْ هَوْلِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا يَتَكَلَّمُ بِهِ شَاهِدُ الزُّوْرِ وَلَا تَفَارَقَ قَدَمَاهُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى يُقْذَفَ بِهِ فِي النَّارِ)) [1]

"قیامت کی ہولناکی اور جھوٹی گواہی دینے والے کی گواہی سے پرندوں کو بھی اتنی دہشت ہوتی ہے کہ مارے ڈر کے وہ اپنی چونچ زمین پر مارنے لگتے ہیں اور دموں کو ہلاتے ہیں۔ اور جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم زمین سے الگ نہیں ہوتے کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔"

اے جھوٹی گواہی دینے والے! کیا تو نے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو نہیں سنا:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [2]

"پس تم شرک کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل ہٹے رہو۔"

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی تو نے نہیں سنا کہ:

٤٠٦: ((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا شَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) [3]

"سنو کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: (پھر فرمایا) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ٥/ ٣٦٢، حدیث: ٧٦١٦، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترھیب: ٢/ ١٠٠، حدیث: ١٣٨٤؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٣/ ٤١٧، حدیث ١٢٦٠؛ المعجم الاوسط للطبرانی کے محقق شیخ محمد حسن اسماعیل نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2] ٢٢/ الحج: ٣٠۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور، حدیث: ٢٦٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها حدیث: ٨٧۔

جھوٹی گواہی دینا۔ ہاں جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بات بولنا۔"

کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((جَعَلَ شَهَادَةَ الزُّوْرِ الْإِشْرَاكَ بِاللَّهِ)) [1]

"جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر قرار دیا گیا۔"

غور کرو! تم مسلمان ہوتے ہوئے آخر کیسے جھوٹی گواہی دیتے ہو اور دونوں پر ظلم کرتے ہو، اس پر بھی جس کے خلاف تم نے گواہی دی اور اس پر بھی جس کے حق میں تمہاری گواہی پڑی، تمہیں باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّلِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ

---

[1] سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب فی شهادة الزور، حدیث: ۳۵۹۹؛ سنن ترمذی، ابواب الشهادات، باب ما جاء فی شهادة الزور، حدیث: ۲۳۰۰؛ سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، حدیث: ۲۳۷۲؛ مسند احمد: ٤/ ۱۷۸؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: هداية الرواة: ۳/ ٤۹٤ حدیث ۳۷۰۵؛ ضعیف الترغیب والترهیب، ۲/ ۹۹ حدیث ۱۳۸۲؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۳/ ۲۳۵ حدیث ۱۱۱۰، شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے سنن ابو داود: ٥/ ٤٥۱، حدیث: ۳۵۹۹؛ سنن ترمذی: ٤/ ۳٤۱، حدیث ۲٤٥۳؛ سنن ابن ماجه: ۳/ ٤٥٦ حدیث ۲۳۷۲؛ الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد: ۲۹/ ۱٤٥ حدیث ۱۷٦۰۳ کی تحقیق میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود: ۳/ ۸۱٤ حدیث ۳۵۹۹؛ سنن ابن ماجه: ۳/ ٤٥٤ حدیث: ۲۳۷۲ اور تفسیر ابن کثیر ۵۲۰/۳ کی تحقیق میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ یہ روایت المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/ ۱۰۹، حدیث: ۸۵٦۹؛ شعب الایمان للبیهقی: ٦/ ٤۹٤، حدیث: ٤٥۲۱؛ مصنف عبدالرزاق: ۸/ ۳۲٦ حدیث ۱۵۳۹۵ وطبع جدید ۸/ ۲۵۳ حدیث: ۱۵٤۷٤ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد، ٤/ ۲٦۰، حدیث ۷۰۳۹، امام منذری نے بھی اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ الترغیب والترهیب، کتاب القضاء، باب الترهیب من الشهادة الزور: ۳/ ۱۷٤-۱۷۳، حدیث: ۳۳۹۳۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن موقوف قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۵۷۱ حدیث ۲۳۰۱؛ تخریج احادیث فضائل الشام ودمشق صفحه ٥٤۔ شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن سلمان نے اس موقوف حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ تخریج الکبائر للذهبی، صفحه: ۱۹۸۔

فِیْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ❶

"اور تو ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جان، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے، جس دن ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

جب تم اللہ کے سامنے کھڑے ہوگے اور اس ظالمانہ گواہی کی بابت تم سے پوچھا جائے گا تو تم کیا کہہ سکو گے؟ سوچو! اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے:

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۝ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ۝ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ۝ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىِٕقٌ وَّشَهِیْدٌ۝﴾ ❷

"انسان جو بھی لفظ بولتا ہے، اس کے پاس نگران حال مستعد ہوتا ہے اور موت کی سختی واقعی شکل میں آئے گی۔ یہ موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا اور صور میں پھونکا جائے گا، وہی دن ڈرانے کا ہوگا۔ اس روز ہر شخص آئے گا اور اس کے ساتھ ایک چلانے والا اور ایک گواہ ہوگا۔"

نیز فرمایا:

﴿یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ۝ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۝﴾ ❸

"جس روز ہر آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے، اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ہر آدمی کو اپنی فکر ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے خبر کر دے گی۔"

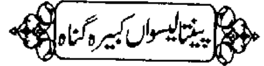
نیز فرمایا:

﴿مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ۝﴾ ❹

"اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا، جو ان کی تکلیف کو رفع کرائے۔"

---

❶ ١٤/ ابراهيم:٤٢۔ ❷ ٥٠/ ق:١٨، ٢١۔ ❸ ٨٠/ عبس:٣٤، ٣٧۔
❹ ٤٠/ المومن:١٨۔



والدین کی نافرمانی کرنا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ . [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور سنو جھوٹ بولنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، اس فرمان کے ساتھ ہی سیدھے بیٹھ گئے اور دیر تک مکرر سہ کرر یہی فرماتے رہے، ہم نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اگر خاموش ہو جاتے تو اچھا ہوتا۔

اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

یہ حدیث تین کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے:

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

② ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

③ جھوٹی گواہی دینا۔

شرک کبیرہ گناہ ہے، اس کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اسی طرح جھوٹی گواہی کی بابت تفصیل ابھی گزری ہے..... زیر نظر سطروں میں ہم والدین کی نافرمانی کی بابت کچھ عرض کریں گے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور، حدیث: ٢٦٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرها حدیث:٨٧۔

''والدین کے حقوق'' کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کے واجبات اور فرائض کو حسن وخوبی سے ادا کیا جائے ، ان کے ساتھ نرمی برتی جائے اور ان کی تعظیم کی جائے ...... اور ان کی نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے اور ان دونوں کے ساتھ یا کسی ایک کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا جائے یا ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتی جائے۔

بہر حال ''عقوق'' یا نافرمانی میں ہر وہ سلوک شامل ہے، جس سے ماں باپ یا کسی ایک پر غصہ آ جائے ، کتاب وسنت کی رو سے اس قسم کی حرکت زبردست کبیرہ گناہ ہے، صحیح احادیث میں اس عمل کو گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے، جس کی پاداش میں آخرت کا عذاب تو ہو کر رہے گا، لیکن دنیا میں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ نیز ایسے شخص کی گواہی دنیا میں مردود ہوگی اور وہ فاسق کہلائے گا۔ اگر دنیا میں اس نے توبہ نہیں کی اور ماں باپ کو راضی نہیں کیا تو آخرت میں اسے آگ کا عذاب ہوگا اور اگر اس سلسلے میں وارد ہونے والی آیتیں اور روایتیں نہ بھی ہوتیں تب بھی عقل وشعور کا یہی فیصلہ ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا مروت نہیں ہے، ذوق سلیم اور وجدان بھی یہی کہتا ہے اور انسانیت کا بھی تقاضا ہے کہ جن پاک نفوس نے بچپن میں اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کیا، وہی اولاد ان کے بڑھاپے میں ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور انہیں اذیت پہنچائے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ ﴾ [1]

''نیکی کا بدلہ تو نیک ہی ہوتا ہے۔''

والدین کی شان میں فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [2]

''اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو، اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔''

پچھلی امتوں کو اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ

[1] ٥٥/ الرحمن: ٦٠۔ [2] ٤/ النساء: ٣٦۔

اِحْسَانًا﴾ ❶

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔''

نیز ایک سے زائد آیتوں میں وارد ہے، کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنی چاہیے ان کی حکم عدولی کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۝ؕ﴾ ❷

''تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت مت کرنا اور اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان کو عزت سے مخاطب کیا کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور ان کیلئے دعا کرتے ہوئے کہو کہ اے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے میرے لڑکپن میں میری پرورش کی۔''

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سنو! فرماتا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ ❸

''اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

غور کرو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے حقوق کو کس طرح اپنے حقوق کے ساتھ جوڑا ہے، فرمایا:

﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ۝﴾ ❹

---

❶ ٢/ البقرہ:٨٣۔ ❷ ١٧/ الاسراء: ٢٣، ٢٤۔
❸ ٤/ النساء:٣٦۔ ❹ ١٣/ لقمان:١٤۔

''میرے شکر گزار رہو اور اپنے والدین کے (شکر گزار رہو) میری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔''

نیز ان کی شکر گزاری کو اپنی شکر گزاری کے ساتھ جوڑا اور اسی کی طرح اکثر آیات میں والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اپنے حقوق کے ساتھ مربوط فرمایا اور اس تمام تر ربط اور تعلق سے اگر کسی چیز کا ثبوت ملتا ہے، تو وہ یہ ہے کہ کسی انسان پر اس کے خالق و مالک کے حق، یعنی اس کی بندگی کے بعد صرف والدین کا حق واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ سورہ اسراء کی ان آیات پر غور کریں جن میں ارشاد ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ ﴾ [1]

''تمہارے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو، نہ ان کو جھڑکو ان کو عزت سے مخاطب کیا کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور ان کیلئے دعا کرتے ہوئے کہو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے میرے لڑکپن میں میری پرورش کی۔''

آیات بالا میں ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ ﴾ کے بلیغ لفظ سے حقوق والدین کی تاکید فرمائی اور حکم صادر فرمایا۔ پہلے اپنی بندگی کا حکم دے کر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور بتایا کہ ماں باپ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ناطاقتی اور کمزوری کے سبب وہ تعاون اور اعانت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ ایسے وقت نادان اولاد کبھی اپنے بوڑھے ماں باپ کو اف کہہ دیتی ہے، کبھی ان کی باتیں سن کر ناک بھوں چڑھاتی ہے، اس بدسلوکی، بدتمیزی اور اف تک

[1] ۱۷/ بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴۔

کہنے سے منع کیا گیا...... اور اگر ''اف'' سے بھی معمولی لفظ ہوتا، جس سے ممانعت اللہ تعالیٰ کو مقصود ہوتی تو اس سے بھی اللہ منع فرما دیتا۔

پھر ''اف'' کہنے اور سخت سست کہنے سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید کی کہ ﴿ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴾ یعنی ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کہو، جیسے یوں کہو، جناب والد صاحب اور جب وہ پکاریں تو یوں کہو ''میں حاضر ہوں'' یوں ہی ان کا احترام کرو۔ وہ بات کریں تو بیچ میں دخل نہ دو، ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو...... آگے چل کر تواضع کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾

''اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو۔''

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ارشاد ہوا کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور کہو کہ۔

﴿ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾

''پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے لڑکپن میں میری پرورش کی۔''

مذکورہ آیات کے بعد چند احادیث درج کی جاتی ہے، جن میں ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت وارد ہے:

① حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی کرنا حرام کیا ہے اور بیٹیوں کو زندہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: ٥٩٧٥؛ صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، حدیث: ٥٩٣ وترقیم دارالسلام، حدیث: ٤٤٨٣۔

درگور کرنا اور جن کا تم پر حق ہے اس کو ادا نہ کرنا اور جو بات تمہیں ان سے طلب نہ کرنی چاہیے، اس کو طلب کرنا اور تمہیں نازیبا ہے کہ تم فضول قیل و قال کرو اور مسائل میں زیادہ سوال کرو اور مال کو ضائع کرو۔''

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَایَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ وَثَلَاثَةٌ لَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ الدَّيُّوْثُ وَالرَّجْلَةُ)) ❶

''تین آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر بھی نہیں ڈالے گا۔ اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، عادی شرابی اور احسان کرکے اس کو جتلانے والا اور تین آدمی جنت میں نہیں داخل ہوں گے، اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، دیوث (بھاڑ کھانے والا) اور (مردنما) عورت۔''

اس روایت کو نسائی اور بزار رحمہما اللہ نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ دونوں کی اسناد جید ہے۔ نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، نیز اس کے ابتدائی حصے کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُ

---

❶ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما اعطی، حدیث: ۲۵۶۳؛ مسند احمد: ۲/ ۱۳۴؛ مسند البزار (کشف الاستار)، ۲/ ۳۷۲ حدیث ۱۸۷۵ (الفاظ اسی کے ہیں)؛ مستدرک حاکم، ۴/ ۱۴۷ طبع جدید: ۷/ ۲۵۸۳، حدیث: ۷۲۳۵؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۶/ ۳۳۵، ۳۳۴، حدیث: ۷۳۴۰؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ۲۰۳۲-۵۶، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

وَالدَّيُّوْثُ الَّذِي يُقِرُّ الْخُبْثَ فِي أَهْلِهِ)) ❶

''تین آدمیوں پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ عادی شرابی پر، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے پر اور دیوث پر جو اپنی بیوی کی بدکاری کی خبر رکھتا ہے۔ (لیکن اس کو منع نہیں کرتا)''

اس روایت کو احمد نے ذکر کیا، الفاظ انہی کے ہیں، نیز امام نسائی، بزار اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

④ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ)) قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيهِ؟ قَالَ ((نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ)) ❷

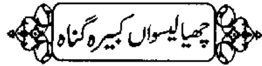
''منجملہ کبیرہ گناہوں کے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کوئی اپنی ماں اور باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔ آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔''

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۱۲۸۔۶۹ (الفاظ اسی کے ہیں)، شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۶۰۰ حدیث ۲۳۶۶۔۲/ ۶۶۲ حدیث ۲۵۱۲۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیه، حدیث: ۵۹۷۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرها، حدیث: ۹۰؛ سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، حدیث: ۵۱۴۱؛ سنن ترمذی ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی عقوق الوالدین، حدیث: ۱۹۰۲۔



والدین کو گالی دینا

والدین کی نافرمانی کی بدترین نوعیت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور اس طرح خود اپنے ماں باپ کو گالی دلائے، گالی کی طرح مار پیٹ، الزام تراشی اور غیبت کا بھی یہی حکم ہے، شیطان ان لوگوں کیلئے جال بچھاتا ہے۔ اسی لیے انہیں سوائے گالی گلوچ کے کسی چیز سے سکون اور چین نصیب نہیں ہوتا۔

اس قماش کی بدترین مخلوق آج ہمارے سماج میں دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ افسوس ہماری زبان پر ہر بگڑی ہوئی صورت حال کیلئے گالی چڑھی ہوئی ہے۔ کاش! سماج میں اس قسم کا جذبہ کارفرما ہوتا کہ کسی معمولی لغزش پر معذرت کی جاتی یا حقیر غلطی یا گناہ پر معقول عذر پیش کیا جاتا یا مناسب طریقے سے معافی مانگ لی جاتی۔ اور یہ کیونکر ہوگا جب کہ آج ہم اپنے بچوں کو ان کی کچی عمر سے مادر پدر کی گالی سکھاتے ہیں اور ان کی توتلی زبان سے گالی سن کر خوش ہوتے ہیں۔

نافرمانی اور سرکشی کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ کہ بیٹا خود کو اپنے باپ کے ہم پلہ قرار دے۔ چنانچہ عتبی نے اپنے ایک چھوٹے بچے سے کہا بیٹا! اللہ نے میری بابت تمہیں جس بات کی تاکید کی ہے، اس کو مدنظر رکھو، اس نے جواب دیا ابا جان! آپ بھی میری بابت اس بات کا خیال رکھیں، جس کی تاکید اللہ نے آپ کو کی ہے۔ آپ بھی اس ہاتھ دیں اس ہاتھ لیں۔

بعض لڑکوں میں نافرنی کے جراثیم اس حد تک سرایت کر جاتے ہیں کہ انہیں اپنے باپ کی طرف خود کو منسوب کرنے میں شرم آتی ہے، بالخصوص جب وہ کسی قابل ذکر سوسائٹی میں متعارف ہوتے ہیں اور انہیں مالی فراغت نصیب ہوتی ہے، دوسری طرف ان کے والدین نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں وافر دولت نصیب نہیں ہوئی۔

نافرمانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بیٹا نادار والدین پر اخراجات میں تنگی کرے اور

انہیں اس حد تک مجبور کرے کہ انہیں خرچ کی خاطر کورٹ میں فریاد درج کرنی پڑے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیہ بن ابوانے اپنے بیٹے پر ناراضی کا اظہار کیا، کیونکہ کبرسنی اور بڑھاپا آنے پر بیٹے نے باپ کے اخراجات میں بخل سے کام لیا تھا، انہوں نے کہا:

غذوتك مولودا وعلتك يا فعا ... تعد بما اجني عليها وتنهل

جب تو شیر خوار تھا، میں نے تیری خوردونوش کا اہتمام کیا، پھر جب تو جوان ہوا میں نے تیری کفالت کی، لیکن آج میری لغزش پر تو سیخ پا اور غضب ناک ہوتا ہے۔

اذا ليلة نابتك بالشجو لم ابت ... لشكواك الا ساهرا التملك

جب کوئی رات دلی غم کے ساتھ تجھ پر کوئی آفت لے کر آتی تو تیری تکلیف پر میں بیدار رہ کر بستر پر کروٹیں بدلتا تھا۔

كاني انا المطروق دونك بالذى ... طرقت به دوني فعيني تهمل

گویا جو مار تجھ پر پڑی، وہ تجھ پر نہیں بلکہ مجھ پر پڑی، اس لیے میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

تخاف الردى نفسي عليك وانني ... لاعلم ان الموت حتم موجل

میری جان تجھ پر ہلاکتوں سے ڈرتی ہے اور میں جانتا ہوں کہ موت یقینی اور آنے والی ہے۔

فلما بلغت السن والغاية التى ... اليها مدى ماكنت فيك اومل

جب میں اس عمر کو پہنچا اور ان کی حدوں تک میری رسائی ہوئی جس کی میں امید کرتا تھا۔

جعلت جزائى غلظة وفظاظة ... كانك انت المنعم المتفضل

تو تو نے اس کا بدلہ درشتی اور سختی کی شکل میں دیا، گویا تو ہی میرا محسن اور مجھ پر فضیلت رکھنے والا ہے۔

فليتك اذلم ترع حق ابوتى ... فعلت كما الجار للمجاور يفعل

کاش! جب تو نے پدرانہ حق ادا نہیں کیا تو کم از کم اتنا ہی کیا ہوتا، جتنا پڑوس کا رہنے والا کرتا ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی کی فصل کا تتمہ

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)) قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔“ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔“ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ اِلَّا اَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ)) [2]

”کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ چکا نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ بیٹا اپنے باپ کو بحالت غلامی پا کر اسے خرید لے اور آزاد کر دے۔“

اس روایت کو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها، حدیث: ٥٢٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الأعمال، حدیث: ٨٥۔ [2] صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد، حدیث: ١٥١٠؛ سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، حدیث: ٥١٣٧؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الوالدین، حدیث: ١٩٠٦؛ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالدین، حدیث: ٣٦٥٩۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: ((أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟)) فَقَالَ نَعَمْ قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) [1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہی میں تمہارا جہاد ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

④ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَيُزَادُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) [2]

''جسے اپنی عمر میں درازی اور رزق میں فراخی پسند ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔''

اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ نیز اس کے رواۃ صحاح ستہ میں قابل حجت ہیں، اور صحاح میں یہ روایت نیکیوں کے مختصر تذکرے کے تحت درج ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الجهاد باذن الابوین، حدیث: ٣٠٠٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب برالوالدین وايهما أحق به، حدیث: ٢٥٤٩؛ سنن ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان، حدیث: ٢٥٢٩؛ سنن ترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فیمن خرج الی الغزو وترك أبویه، حدیث: ١٦٧١؛ سنن نسائی، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له والدان، حدیث: ٣١٠٥۔ [2] مسند احمد: ٣/ ٢٦٦؛ حلية الاولياء: ٣/ ١٢٨، حدیث: ٣٤٢٢؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ٢/ ٦٥١، حدیث: ٢٤٨٨۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی جس حدیث کا امام منذری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے یہ حدیث صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، حدیث: ٥٩٨٥-٥٩٨٦؛ صحیح مسلم کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، حدیث: ٢٥٥٧، میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ ''جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور اس کی عمر میں تاخیر (یعنی اضافہ) کیا جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے''

⑤ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ)) [1]

''یہ حقیقت ہے کہ آدمی گناہ کا مرتکب ہو کر روزی تک سے محروم ہو جاتا ہے۔ دعائیں تقدیر میں ردوبدل کر دیتی ہیں اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔''

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا الفاظ ابن حبان کے ہیں، نیز حاکم نے بھی قدرے تقدیم وتاخیر کے ساتھ اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

⑥ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے:

((اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ اِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوا اِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِي اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا وَاَنَّهُ نَأَى بِي طَلَبُ شَجَرٍ يَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ اَنْتَظِرُ اِسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا

---

[1] مسند احمد ٥/ ٢٧٧؛ سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فى القدر حديث: ٩٠، وكتاب الفتن، باب العقوبات حديث: ٤٠٢٢؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان ٣/ ١٥٣ حديث: ٨٧٢؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان حديث: ١٠٩٠؛ مستدرك حاكم، ١/ ٤٩٣، طبع قديم وطبع جديد ٢/ ٦٩٣؛ حديث: ١٨١٤۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے ضعيف الترغيب والترهيب ٢/ ١٣٨ حديث: ١٤٧٣؛ هداية الرواة: ٤/ ٤١١ حديث: ٤٨٥٣، حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ١/ ١٤٩ حديث: ٩٠ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَايَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ)) ❶

''تم میں سے پہلے زمانے کے تین آدمی جا رہے تھے، اتنے میں رات آ گئی سب ایک غار کے اندر رات میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اتنے میں غار کے دہانے پر پتھر کی ایک چٹان آ کر گر گئی اور یہ لوگ غار میں بند ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے آپس میں کہا: دیکھو جو نیک عمل تم نے اللہ کے واسطے کیا ہو، اس کا واسطہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ دروازہ کھول دے گا، چنانچہ ایک شخص بولا الٰہی! میرے والدین بہت بوڑھے تھے، میں شام کو جانوروں کا دودھ دھو کر اپنے بال بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا۔ ایک روز جنگل چونکہ بہت دور تھا اس لیے مجھے دیر ہو گئی۔ رات کو آیا تو والدین سو چکے تھے۔ حسب معمول دودھ دھو کر دودھ کا پیالہ لے کر سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی ٹھیک نہ تھا۔ غرض اسی حال میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔ تب وہ بیدار ہوئے اور شام کا دودھ انہوں نے پیا۔ الٰہی! اگر تیرے علم میں میرا یہ فعل محض تیری رضا جوئی کیلئے تھا تو ہمارے لیے کشائش پیدا فرما کہ ہم اس چٹان کی تنگی سے نجات پا جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چٹان کو تھوڑا سا کھول دیا، لیکن اب بھی وہ نکل نہیں سکتے تھے۔''

اوپر بیان کی گئی پہلی حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سوال کے جواب میں کون سا عمل سب زیادہ پسندیدہ ہے؟ ❷

پہلے آپ ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا، کیونکہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے، یہی کفر اور

---

❶ صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار، حديث: ٣٤٦٥؛ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، حديث: ٢٧٤٣۔ ❷ صحيح بخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث: ٥٢٧؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون الايمان بالله تعالىٰ افضل الأعمال، حديث: ٨٥۔

اسلام کے درمیان علامت امتیاز ہے، اور حدیث مبارکہ میں یہ بھی وارد ہے، کہ دین میں نماز کو ٹھیک وہی مقام حاصل ہے جو جسم کے اندر سر کو حاصل ہے، [1] پھر آپ ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد سے پیشتر ذکر فرمایا، حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ جہاد کو کس قدر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔

بے شمار آیات و روایات میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ ایک فضیلت بھی اس کیلئے کافی ہے کہ اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہوتا ہے اور شہدا کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [2]

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، تم ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ دراصل زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔“

اس کے باوجود حدیث مبارکہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر مقدم کیا گیا ہے، اور تیسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر صراحت کی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک جہاد پر مقدم ہے، کیونکہ جب آپ ﷺ نے سائل سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا جہاد انہی کے ساتھ ہے۔“ [3]

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ١/ ٦٢٦، حدیث: ٢٢٩٢؛ المعجم الصغیر للطبرانی: (مع الروض الدانی) ١/ ١١٣، حدیث: ١٦٢؛ مسند الشھاب للقضاعی: ١/ ١٨٢ حدیث: ٢٦٨، شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الجامع الصغیر، ٦١٨٧۔

[2] ٣/ آل عمران: ١٦٩۔ [3] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الجهاد باذن الابوین، حدیث: ٣٠٠٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین وایهما أحق به، حدیث: ٢٥٤٩؛ سنن ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان، حدیث: ٢٥٢٩؛ سنن ترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فیمن خرج الی الغزو وترك أبویه، حدیث: ١٦٧١؛ سنن نسائی، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له والدان، حدیث: ٣١٠٥۔ علما کہتے ہیں کہ جس صورت میں جہاد=

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا کہ کوئی اولاد اپنے ماں باپ کے حقوق کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتی، خواہ ماں باپ کے ساتھ کیسی بھی نیکی یا بھلائی کا کام کیوں نہ انجام دے، سوائے اس کے کہ باپ غلام رہا ہو اور اس کا بیٹا اسے خرید کر آزاد کر دے، یہ صورت اس لیے مستثنیٰ ہے کہ بیٹے نے اپنے باپ کو غلامی کی تنگی سے آزادی کی کشادگی کی طرف نکلنے کا موقع دیا اور یہ بات معروف ہے کہ جس نے کسی غلام کو آزاد کیا اس کے ہر عضو کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے رہائی عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ کو رہائی نصیب ہوگی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ [1]

چوتھی حدیث میں عمر کی درازی اور رزق میں فراخی کے اسباب میں سے ان اسباب کا ذکر کیا۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا، صلہ رحمی کرنا وغیرہ اور عمر میں درازی کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوقات میں برکت عطا فرماتا ہے اور بندہ چھوٹی عمر میں بہت سارے ایسے اعمال کر لیتا ہے جو اچھے اچھے لوگ بڑی عمر میں نہیں کر پاتے۔ [2]

پانچویں حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدیر محض دعاؤں سے پلٹ جاتی ہے اور نیکیوں سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، یہی مفہوم چوتھی حدیث میں وارد ہے، نیز یہ امر ملحوظ رہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ تقدیر مبرم، اس تقدیر کا کوئی علاج نہیں، دوسری تقدیر معلق ہے، یہی وہ تقدیر ہے

= فرض کفایہ ہے، مثلاً جب مسلمان پہل کریں تو اس صورت میں جہاد پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کو فوقیت حاصل ہوگی، اسی طرح مقروض پر لازم ہوگا کہ قرض خواہ کا حق پہلے ادا کرے اور اس سے کہا جائے گا کہ قرض کی ادائیگی پہلے کرو یا اس کیلئے کام کاج کرو اور سر دست جہاد کیلئے مت جاؤ، کیونکہ اس حال میں قرض کی ادائیگی فرض عین ہے، جب کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر چہ فرض عین ہو جائے مثلاً دشمن ہمارے ملک میں گھس آئے، جیسے فلسطین میں آج ہم دیکھ رہے ہیں تو اس صورت میں جہاد میں جانا مقدم ہوگا اور ماں باپ اور قرض خواہ کے حقوق پر اس کو برتری حاصل ہوگی۔

[1] صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد، حدیث: ١٥١٠؛ سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی برالوالدین، حدیث: ٥١٣٧؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الوالدین، حدیث: ١٩٠٦؛ سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب برالوالدین، حدیث: ٣٦٥٩۔

[2] مسند احمد، ٣/ ٢٦٦؛ حلیة الاولیاء، ٣/ ١٢٨، حدیث: ٣٤٢٢؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب، ٢/ ٦٥١، حدیث: ٢٤٨٨۔

جو دعاؤں اور صدقات وخیرات وغیرہ سے بدل سکتی ہے۔ [1]

چھٹی حدیث میں تین آدمیوں کا ذکر ہے۔ بارش سے بچنے کیلئے جب انہوں نے غار میں پناہ لی اور چٹان دروازے پر آ پڑی اور کوئی صورت نکلنے کی نہ رہی، اس لیے کہ چٹان انتہائی بھاری تھی، نہ وہ خود سے اس کو ہٹا سکتے تھے، نہ چیخ و پکار اور فریاد کر کے کسی کو بلا سکتے تھے، کیونکہ وہاں ان کی کوئی سننے والا نہیں تھا اور وہ بستی سے کافی دور تھے تو ایسی صورت میں انہوں نے غور وفکر کیا۔ آخر انہیں یہ راستہ ملا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈیں، چنانچہ ان میں سے ہر شخص نے اپنے اس نیک عمل کے وسیلے سے اللہ سے دعا کی جسے پہلے اس نے کبھی کیا تھا۔ اتفاق سے ان میں سے ایک نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی۔ اس نے اسی کے وسیلے سے اللہ سے دعا کی اور چٹان تھوڑی سی سرک گئی، دوسرے شخص نے زنا کاری سے گریز کیا تھا اور عورت سے حد درجہ قریب جا کر بھی اس کی عصمت کو تار تار نہیں کیا تھا۔ اس نے اس کے وسیلے سے دعا مانگی۔ [2]

تیسرے شخص نے اپنے مزدور کی اجرت کو نفع بخش کاروبار میں لگا کر اس کو بڑھایا تھا۔ ان تینوں کی ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چٹان کو ہٹا دیا اور لوگ غار سے نکل گئے۔

اس حدیث کو بطور ثبوت اس لیے پیش کیا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی بلند ترین اعمال صالحہ میں سے ایک ہے، یہاں تک کہ جو شخص یہ نیکی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے گلوخلاصی اور رہائی

---

[1] مسند احمد ٥/ ٢٧٧؛ سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب في القدر حديث: ٩٠، وكتاب الفتن، باب العقوبات حديث: ٤٠٢٢؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان ٣/ ١٥٣ حديث: ٨٧٢؛ موارد الظمآن الٰى زوائد ابن حبان حديث: ١٠٩٠؛ مستدرك حاكم، ١/ ٤٩٣، طبع قديم وطبع جديد ٢/ ٦٩٣؛ حديث: ١٨١٤۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعيف الترغيب والترهيب ٢/ ١٣٨ حديث: ١٤٧٣؛ هداية الرواة: ٤/ ٤١١ حديث: ٤٨٥٣، حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجه کی تحقیق ١/ ١٤٩ حديث: ٩٠ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

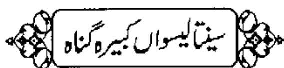
[2] صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار، حديث: ٣٤٦٥؛ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، حديث: ٢٧٤٣۔

عطا فرماتا ہے اور کرب والم سے نجات دیتا ہے۔

مذکورہ بالا روایتوں سے ہمیں والدین کے ساتھ نیکی کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کو ان کے ساتھ کس درجہ حسن سلوک اور شفقت کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ اعزاز و اکرام سے پیش آنا چاہیے اور دیگر فرائض کو بخوبی انجام دینا چاہیے، نیز ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنا چاہیے جن کا بوڑھے ماں باپ تقاضا کریں، یا ان میں سے کسی ایک کو اس کی ضرورت لاحق ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی روایتیں بہت سی ہیں، سر دست ہم نے جس قدر احادیث پیش کی ہیں، اشارے کے طور پر یہی کافی ہیں۔

نیک توفیق صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔



رسول اللہ ﷺ یا آپ کی آل واصحاب کی زندگی کی تصویر کشی کرنا (فلمانا)

اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودیوں اور بعض کینہ پرور عیسائیوں نے ان دنوں ایک چکر چلا رکھا ہے اور کچھ نام نہاد مسلمان محض دنیا کمانے کیلئے ان کے ساتھ ہو گئے ہیں، ان سب نے در پردہ سازش کر کے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو فلمانے کی شرم ناک حرکت ایک عرصے سے شروع کر رکھی ہے۔ اس طرح فلموں نے اس سرے سے اس سرے تک پوری اسلامی دنیا اور مسلم حلقوں میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے اور اس بد بختانہ حرکت پر اسلامی دینیات کے ماہرین اور مسلم علما نے سخت احتجاج کیا ہے، اس لیے کہ یہ نہایت اوچھی حرکت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مرتبے کے سراسر منافی اور منصب نبوت کے بالکل خلاف ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب اور آپ ﷺ کا مقام کسی پر مخفی نہیں۔ نیز یہ بھی ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی عظمت و توقیر اور آپ ﷺ کے اعزاز و اکرام کی کس قدر تاکید فرمائی ہے، نیز آپ ﷺ کی محبت والفت اور اس راہ میں جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دینے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ایک فریضہ ہے اور اس پر اکتفا کرنا ہمارے لیے کافی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر بھی ہم پر کچھ مزید ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ان کے دل، ان کی زبان اور ان کے اعضاء و جوارح پر رسول اللہ ﷺ کی بابت مزید کچھ حقوق واجب فرمائے ہیں، ان حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نبی مسلمانوں کے حقوق میں ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ

اِقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ❶

''تو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور کنبے برادری کے لوگ اور مال واسباب جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارے سے تمہیں ڈر لاحق ہے اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، یہ سب کچھ تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند ہوں تو صبر کرو جب تک اللہ (تمہاری ہلاکت کیلئے) اپنا حکم بھیجے۔''

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) ❷

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ نہ ہو۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو آپ ﷺ کی عظمت وتوقیر کا حکم فرمایا:

﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ‏ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا‏ ﴾ ❸

''ہم نے تم کو گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تا کہ تم لوگ اللہ پر ایمان اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو اور اس کو صبح وشام پاکی سے یاد کرو۔''

---

❶ ۹/ التوبة:۲٤۔ ❷ صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب حب الرسول من الايمان، حديث: ۱۵؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ اكثر من الأهل والولد والوالد والناس اجمعين واطلاق عدم الايمان على من لم يحبه هذه المحبة، حديث: ٤٤۔ ❸ ٤٨/ الفتح:٨، ٩۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعزیر ایک جامع لفظ ہے اور یہ آپ کی نصرت آپ کی تائید اور ان تمام چیزوں سے ممانعت کو شامل ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہو، اسی طرح توقیر بھی ایک جامع لفظ ہے۔ جو سکینت، طمانیت اور اعزاز واکرام کو شامل ہے اور جس کے تحت تکریم وتعظیم اور احترام کی وہ تمام صورتیں آ جاتی ہیں، جنہیں بروئے کار لانے پر عظمت ووقار کا کوئی پہلو مجروح نہیں ہونے پاتا۔

اعزاز وتوقیر کی انہی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ تاوقتیکہ اجازت نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گفتگو نہ کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کیا جائے اور جس طرح آدمی دوسرے آدمی سے زور سے بات چیت کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کی نازیبا حرکت نہ کی جائے، قرآن پاک بڑی صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ جو لوگ کاشانۂ نبوت تک پہنچ کر چیخ چیخ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں، وہ عقل سے کورے ہیں، کیونکہ وہ انتظار نہیں کرتے، بلکہ سمع خراشی کا گناہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک اس امر کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں عنقریب ان کے اعمال سوخت ہو جائیں گے اور اعمال کا سوخت ہونا اس کا متقاضی ہے کہ یہ فعل کفر قرار پائے اور کفر سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک خبردار کرتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نیچی آواز میں گفتگو کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ پاک نے تقویٰ اور پرہیز گاری کی سان پر کسا اور آزمایا ہے، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَٰتَهُمْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا۟ حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ [1]

---

[1] ٤٩/ الحجرات:٢، ٥۔

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کیا کرو، نہ ان کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے بولا کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، ان لوگوں کو اللہ نے تقویٰ اور پرہیز گاری میں جانچ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے، وہ لوگ جو (اے نبی ﷺ) تیرے مکان کے باہر سے تجھے بلاتے ہیں، ان میں سے بہت سے بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ تو خود ہی ان کے پاس آ نکلتا تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

نیز قرآن پاک یہ بھی بتاتا ہے کہ عام طور پر جن کاموں کی لوگوں میں اجازت ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ان معاملات کو بے محابا انجام دے سکتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے امتیاز اور آپ ﷺ کے خصوصی شرف کی بنا پر آپ ﷺ کے ساتھ ان معاملات کو ہرگز نہیں انجام دے سکتے، مثلاً آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کوئی امتی شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَآ أَنْ تَنْكِحُوٓا أَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ۝ ﴾ [1]

''(تو تم کو چاہیے کہ) اللہ کے رسول کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور نہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرنا، بے شک یہ کام اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔''

غور کرنا چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مقام یہ ہے کہ آپ کی عظمت و توقیر عام امت پر اس درجہ فرض ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو فلمانا کیا آپ ﷺ کے ساتھ کھلا ہوا استہزا اور آپ کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے، جب کہ دوسری طرف فلمانے والوں کی اکثریت لہو ولعب کی شیدائی، سنکی، جنونی، جھوٹی اور مکار ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ لوگ فلم بندی

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۵۳۔

کرتے ہوئے کسی منظر کو تمسخر اور ہنسی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ سب جو سراسر کفر اور زندیقی ہے اور اگر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کی سزا گردن زدنی اور قتل ہے، لہٰذا اس قسم کی فلم بندی کو صرف ناجائز اور حرام کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا، نہ اس کے مرتکب اور حامیوں کو لعنت ملامت کرنا اور جلاوطن کر دینا کافی ہوگا۔ بنابریں اس سے مقصود اگر تمسخر اور ٹھٹھول نہیں، تب بھی ایسی فلمیں بنانا کبیرہ گناہ ہے اور اس کا شمار کفر میں ہوگا اور جس طرح ان کو فلمانا گناہ ہے، اسی طرح ان فلموں میں شرکت کرنا اور ان کی تائید وحمایت کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ، مکہ معظمہ، رسول اللہ ﷺ کا روضہ مدینہ منورہ یا ایسے مقامات کی فلم بندی کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔ جس سے فلمانے والے کا مقصد مہبط وحی کو دکھلانا ہو، آپ ﷺ کی جائے ولادت، آپ ﷺ کے بچپن گزارنے کی جگہ، آپ ﷺ کی جائے ہجرت، آپ ﷺ کے مدفن کی نمائش ہو اور جو کوئی اس قسم کی فلم بندی کرے گا۔ یا ایسی فلمیں دیکھے گا، اس میں اعانت کرے گا، خواہ فتویٰ وغیرہ دے کر اس میں تعاون اور حمایت کرے گا، یا اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرے گا، از خود اس میں حصہ لے گا، یا زبانی ان کی ساتھ ہمدردی کرے گا، یا کسی قسم کی شرکت کرے گا، ایسا شخص رسالت مآب ﷺ کی زبان سے ملعون ومقہور ہو گا اور اس لائق ہوگا کہ اسے اس کی بستی اور خویش واقارب سے دور کہیں جلاوطن کر دیا جائے۔

فلم بندی کی حرمت کا ثبوت باری تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہوتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾ [1]

''اور اگر تو ان سے پوچھے (کہ تم واقعی ہنسی دل لگی کرتے تھے) تو وہ فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی باتیں اور مذاق کر رہے تھے، تو کہہ دو کہ کیا اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ تم لوگ ہنسی دل لگی کرتے تھے۔''

ابن عربی مغافری کہتے ہیں: اس فعل بد کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ جو کچھ کرے گا سنجیدگی سے کرے گا، یا ہنسی اور تمسخر کے ساتھ کرے گا، خواہ وہ جس طرح بھی کرے

---

[1] ۹/ التوبۃ:٦٥۔

گا اس کا یہ عمل کفر ہوگا، کیونکہ تمسخر کے ساتھ کفر کے کلمات بکنا بھی کفر ہے اور اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سنت سے اس کی دلیل حکم بن ابی العاص اموی کا واقعہ ہے، علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حکم رسول اللہ ﷺ کی حرکات وسکنات اور آپ ﷺ کے بعض خصائل کی نقالی کیا کرتا تھا، یعنی وہ آپ ﷺ کی نقلیں اتارا کرتا تھا، یہ شخص فتح مکہ کے وقت اسلام لایا اور اس کا شمار ان لوگوں میں سے تھا جن کی جانیں بخشی گئیں۔ [1]

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو مدینہ سے طائف جلاوطن فرما دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک یہ شخص اسی طرح جلاوطن رہا، لیکن چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس کو واپس بلا لیا۔ [2]

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی۔ [3] اس سلسلے میں ایک روایت ابن ابی خیثمہ وغیرہ کی ہے جو متعدد اسانید سے منقول ہے، وہ یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے مروان بن حکم سے فرمایا: ''تو گواہ رہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی تھی۔ اس وقت تو اس کی صلب میں تھا۔'' [4] اس روایت کو نسائی اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے نقل کیا۔ نیز اسماعیلی نے اس کو نقل کیا اور حافظ نے اس سے سکوت ظاہر کیا جو ان کے قاعدے کے مطابق صحیح ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی ہے، اس روایت کو بزار نے نقل کیا اور ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔ [5]

---

[1] الاستیعاب ابن عبدالبر: ۱/ ۳۱۷۔ [2] اسد الغابۃ: ۲/ ۳۸۔۳۷؛ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۰۸۔۱۰۷؛ تاریخ الاسلام، صفحہ: ۳۶۵؛ فتح الباری: ۳/ ۱۱۔۹۔

[3] الاستیعاب ابن عبدالبر: ۱/ ۳۱۸۔ حافظ زبیر علی زئی نے (راقم الحروف کے نام خط میں) اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [4] السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۴۹۱، یہ حدیث انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [5] مسند البزار (البحر الزخار): ۶/ ۲۴۱، حدیث: ۲۲۷۶؛ کشف الاستار=

حکم کی نقلیں اتارنے کا یہ قصہ ہو بہو اس مسئلے کے مشابہ ہے جواب ہمیں درپیش ہے، چنانچہ فقہا اور علمائے مناظرہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ حکم رسول اللہ ﷺ کی جس طرح نقلیں اتارتا تھا تو یہ رسالت مآب ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ کھلا ہوا مذاق اور تمسخر تھا اور اگر صورت حال یہ تھی۔ تو اس صورت میں حکم مرتد تھا اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کی رسالت کا مذاق اڑائے وہ بالا جماع قتل کا مستوجب ہوگا، خواہ مذاق اڑانے والا مسلمان رہا ہو یا کوئی ذمی، چنانچہ جملہ مذاہب کے علمانے اس کی صراحت کی ہے اور اس موضوع پر امام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم المرتبت کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" تصنیف کی ہے۔

اور یا وہ یہ سب محض کھیل تماشے کیلئے کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جو اس پر لعنت فرمائی اور محض جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے اس کی یہ حرکت کھلواڑ تھی، اسی لیے اس کو قتل نہیں کیا گیا اور اسی صورت پر انحصار کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کو فلمانا لہو ولعب کے قبیل سے ہے۔ استہزا میں اس کا شمار نہیں ہوگا۔

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی رسالت کو فلمانا لہو ہے، اس قبیل کا لہو نا جائز ہے اور لہو کرنے والا اس میں حاضری دینے والا اور اس کی تائید وحمایت کرنے والا ملعون ہے، لعنت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس شخص کو جلاوطن کر دیا جائے گا اور کسی ایسی بستی میں بھیجا جائے گا جہاں اس کا کوئی ہم دم اور دم ساز نہیں ہوگا، جیسے عہد نبوی ﷺ میں حکم کو مدینہ منورہ سے جہاں اس کے اہل وعیال اور خاندان کے لوگ آباد تھے، جلاوطن کر کے طائف بھیج دیا گیا تھا، طائف میں یہ شخص عہد نبوی ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم کی خلافت کے آخری زمانے اور خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی برسوں تک ملعون ومقہور اور عاجز واجنبی ہو کر پڑا رہا۔

= عن زوائد البزار: ۲/ ۲۴۷، حدیث: ۱۶۲۴؛ تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۰/ ۳۲۹۵ حدیث: ۱۸۵۷۲۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱۳/ ۱۹ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

آل رسول کی زندگی کو فلمانا یا اسٹیج کرنا:

ہمارے پیغمبر ﷺ کے خاندان والوں کی زندگی کو فلمانا یا اسٹیج کرنا بھی سخت بے ادبی اور گستاخی ہے اور اس کا مرتکب لہو ولعب کی آلودگی، جنون کی گندگی اور ان پر افترا پردازی سے مبرا نہیں ہو سکتا اور یہ حقیقت ہے کہ افترا پردازی خواہ زبانی ہو یا اشارے کنائے سے یا حرکات وسکنات سے ہو اور آپ ﷺ کے اہل بیت کے کسی فرد سے ہو ان کا حکم ایک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ [1]

"اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سب سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔"

اس آیت کی تفسیر میں تواتر کے ساتھ دسیوں صحابہ اور صحابیات (رضی اللہ عنہم) سے یہ صحیح روایت پہنچی اور سنت کی امہات الکتب میں انہیں درج کیا گیا ہے، ۴۳۲: چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، نیز حاکم نے مستدرک اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس کو نقل کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

فِي بَيْتِي نَزَلَتْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَفِي الْبَيْتِ فَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہم فَجَلَّلَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِكِسَاءٍ كَانَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا. [2]

"آنحضرت پر یہ آیت (اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے، کہ اہل بیت تم سب سے

---

[1] ٣٣/ الاحزاب:٣٣۔ [2] سنن ترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة الاحزاب، حديث: ٣٢٠٥ وابواب المناقب باب فى مناقب اهل بيت النبى ﷺ حديث: ٣٧٨٧؛ مسند احمد، ٤/ ١٠٧؛ السنن الكبرى للبيهقى، ٢/ ١٥٢ وطبع جديد، ٢/ ٢١٧، حديث: ٢٨٧٠؛ مستدرك حاكم، ٣/ ١٤٧ وطبع جديد، ٥/ ١٧٦٩ حديث: ٤٧٠٩ اسے امام حاکم وذہبی نے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے) ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کو کملی اوڑھادی اور فرمایا الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے نجاست کو دور کر دے اور ان کو خوب پاک و صاف کر دے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اہل بیت سے محبت کرنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ہے اور ان کا ادب اور احترام کرنا خود آپ ﷺ کا احترام کرنا ہے، لیکن جو لوگ نام نہاد سیرت کے نام سے فلمیں بناتے ہیں یا کسی اہل بیت کی سیرت کو اسٹیج کرتے ہیں وہ سراسر استہزا اور مذاق کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ ایسے لوگ سرکش اور ٹھٹھول کرنے والے ہیں اور جو گوشمالی اور زجر وتوبیخ سرکشوں اور مجرموں کی کی جانی چاہیے، یہ نادان بھی بجا طور پر اس کے مستحق ہیں۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو اسٹیج کرنا:

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو اسٹیج کرنا سراسر جہالت، دیوانگی اور ان کے ساتھ کھلواڑ کرنا اور ان کی محبت اور احترام سے اعراض کرنا ہے، جو لوگ ان کی زندگی کو فلماتے ہیں وہ ان کی طرف زبانی اور عملی طور پر جھوٹ کو منسوب کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی خلعت کو چاک کرنا چاہتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو مرحمت فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی کہ بعد والے ان کیلئے رضائے الٰہی کی دعا کریں۔ یہ نہیں کہ ان کی زندگی کے ساتھ کھیل کھیلیں یا ان کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی سے پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ﴾ [2]

---

[1] نوٹ: ان دنوں شیعہ اہل بیت کی جس طرح نقل کرتے ہیں اور یزید اور ابن زیاد کے مظالم اور اہل بیت کی مظلومیت کی جس طرح صورت گری کرتے ہیں، ان کی یہ حرکت بدعت، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

[2] ۹/ التوبة: ۱۰۰۔

’’سب سے اول سبقت کرنے والے (یعنی) مہاجرین اور انصار اور جوان کی نیک روش کے تابع ہوئے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی اور اللہ نے ان کیلئے باغات تیار کیے ہیں جن کے تلے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

نیز فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [1]

’’دیکھو ان فقرا و مہاجرین کو جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں اور وہ بھی جنہوں نے ان (مہاجرین کے) پہنچنے سے پہلے (مدینہ منورہ میں) دار الایمان بنایا، جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں، وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ کی طرف سے ملا ہے، اپنے دلوں میں اس مال کی حاجت نہیں پاتے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان کو سخت حاجت ہو، اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں، وہی نجات یافتہ ہوں گے اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں (جو دعا میں) کہتے ہوں گے، اے ہمارے پروردگار! ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان دار گزرے ہیں اور

[1] ٥٩/ الحشر: ٨، ١٠۔

ہمارے دلوں میں ایمان داروں کیلئے کسی طرح کا کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

ان کی بابت رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی اور حکم دیا کہ ان کو ملامت کا ہدف اور تمسخر کا نشانہ ہرگز نہ بنائیں اور آپ ﷺ نے ان کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ مربوط فرمایا، ان سے بغض وعداوت کو حرام بتایا اور ان کے ساتھ بغض و دشمنی کو اپنے ساتھ دشمنی اور انہیں اذیت پہنچانے کو خود اپنے آپ کو اذیت پہنچانا قرار دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اُوْصِيكُمْ بِاَصْحَابِي)) [1]

"میں اپنے اصحاب کی بابت تمہیں وصیت کرتا ہوں۔"

اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح میں درج کیا ہے، نیز حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي اَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ يُوْشَكُ اَنْ يَاْخُذَهُ)) [2]

"میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، ان کو میرے بعد طعن واعتراض کا نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی، اس نے میری محبت کی وجہ سے

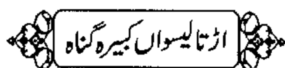
---

[1] سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، حديث: ٢١٦٥؛ مستدرك حاكم: ١/ ١١٤ طبع جديد: ١/ ١٦٦-١٦٥ حديث ٣٨٧ ، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ٤/ ٨٨؛ سنن ترمذی ابواب المناقب، باب في من سب اصحاب النبي ﷺ حديث: ٣٨٦٢؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٦/ ٢٤٤ حديث ٧٢٥٦؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ٢٢٨٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ایذا پہنچائی، اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی، اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا۔"

اس روایت کو امام احمد نے مسند میں اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔



کسی جاندار جیسے انسان، چرند، پرند وغیرہ کی تصویر بنانا اور انہیں گھروں یا دکانوں میں لٹکانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کیلئے ذلیل کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تصویر بناتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جانداروں کی تصویر بنانا کبیرہ اور مہلک گناہ ہے، کیونکہ تصویر بنانے والا اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق اور اس کی قوت خالقیت کا مقابلہ کرنے کے درپے ہوتا ہے، جب کہ کہاں ایک ذرہ بے مقدار، قطرہ ناپاک اور کہاں خالقِ پروردگار جو بڑی طاقت اور قوت والا ہے اور جو محض کن سے پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے...... اس کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ﴾ [2]

”اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کا کارساز ہے۔“

جو لوگ ادنیٰ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی قول یا فعل کے ذریعے پروردگار عالم کی مشابہت اختیار کریں یا بندوں کیلئے کسی دستور سازی کی کوشش کریں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں میں سرکشی عام ہو چکی ہے، اللہ کی ربوبیت، اس کی شان الوہیت اور اس کے حقوق سے عام طور پر ناواقفیت پائی جاتی ہے، اس لیے انہوں نے صراط مستقیم سے انحراف کیا، پھر کسی نے فی الفور اس کی ربوبیت سے انکار کیا اور کچھ نے ربوبیت کا

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۵۷۔ [2] ۴۲/ الشوریٰ: ۱۱۔

دعویٰ تو نہیں کیا لیکن از خود انہوں نے انسانوں کیلئے دستور ڈھالنا شروع کیا اور جنہوں نے ان کی مخالفت کی ان سے سنگین بدلہ لیا۔ کچھ نے صنعت وحرفت اور ساخت پر داخت میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری کرنی چاہی اور جس طرح اللہ نے چیزوں کو پیدا کیا، انہوں نے بھی اشیا کی تخلیق کا دعویٰ کیا۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورۃ الصدر پہلی دونوں چیزیں کفر ہیں اور جب کہ آخری گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا، ذیل میں بطور ثبوت چند صحیح احادیث پیش خدمت ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ كَخَلْقِیْ فَیَخْلُقُوْا ذَرَّةً وَلْیَخْلُقُوْا شَعِیْرَةً)) [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری طرح تخلیق کرنے چلے، اگر انہیں تخلیق کا دعویٰ ہے تو وہ ذرا جوار پیدا کرکے دکھائیں یا جو پیدا کرکے دکھائیں۔''

اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ)) [2]

''جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں، انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی: ﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (۳۷/ الصافات: ۹۶) ﴿اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (۵۴/ القمر: ۴۹) حدیث: ۷۵۵۹؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ۲۱۱۱۔ [2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، حدیث: ۵۹۵۱؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان: حدیث: ۲۱۰۸۔

گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جنہیں پیدا کیا انہیں زندہ تو کرو۔"

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

③ حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا:

اِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هَذِهِ الصُّوَرَ فَافْتِنِيْ فِيْهَا فَقَالَ لَهُ أُدْنُ مِنِّي ، فَدَنَا ثُمَّ قَالَ أُدْنُ مِنِّيْ فَدَنَا حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَقَالَ أُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((**كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسُهَا فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ**)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاعْلًا فَاصْنَعَ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ . [1]

میں ایک ایسا شخص ہوں جو یہ تصویریں بنایا کرتا ہوں۔ اس بارے میں مجھے شرعی راہ دکھائیے، آپ نے فرمایا: پاس آجاؤ۔ وہ شخص قریب آ گیا۔ پھر فرمایا: مجھ سے قریب آجاؤ، وہ اتنا قریب ہوا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا تمہیں بتاتا ہوں کہ "جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے، وہ زندہ کر کے قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائے گی اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کے اندر روح پھونکے، مگر وہ پھونک نہ سکے گا۔ اگر تم ایسا کرنے پر مجبور ہو تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویریں بناؤ۔"

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

④ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

((اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح وما یکره من ذلك، حدیث: ۲۲۲۵؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ۲۱۱۰۔ [2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، حدیث: ۵۹۵۰؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ۲۱۰۹۔

''قیامت کے دن سخت ترین عذاب والے مصور ہوں گے۔''

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

ان صحیح احادیث سے اور اوپر مذکورہ آیات شریفہ سے ہماری ہی طرح ہر مسلمان عاقل بالغ کو جس نے ذرا بھی علم کی بو سونگھی ہے، بخوبی اندازہ ہوگا کہ جان دار کی تصویر بنانا اور تصویریں رکھنا کسی شک کے بغیر حرام ہے اور مہلک گناہ کبیرہ ہے۔

مذکورہ آیت ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ 1 اس کی وضاحت کرتی ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے کہ آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو تصویریں بناتے ہیں۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے سے بھی بڑا کوئی گناہ ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں وعید سنائی ہے اور فرمایا: ﴿ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ یعنی اللہ اپنی رحمت سے انہیں دور اور مہجور کرے گا۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ رحم نہ کرے، اس پر کون رحم کرے گا؟ ہاں جو لوگ توبہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے، باری تعالیٰ انہیں بخش دے گا اور ان کے اعمال قبیحہ اور عقائد فاسدہ سے درگزر کرے گا۔

مذکورہ بالا احادیث میں پہلی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ جو لوگ صنعت اور تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں، ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ظالموں کا انجام اس آیت سے بخوبی واضح ہوتا ہے:

﴿ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾ 2

''اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کی تکلیف کو دور کرے۔''

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴾ 3

''اور تم ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جانو، وہ ان کو اس دن

---

1 ۳۳/ الاحزاب: ۵۷۔ 2 ۴۰/ حم المؤمن: ۱۸۔ 3 ۱۴/ ابراھیم: ۴۲۔

تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾ [1]

"ان لوگوں کی طرف مائل مت ہو، جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں آگ جھلس دے گی۔"

اس مضمون کی بہت سی احادیث گزر چکی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصویر بنانا ظلم ہے اور زبردست گناہ کبیرہ ہے اور کبھی ظلم کا لفظ کفر پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے انسان اپنی یا دوسروں کی ذات پر ظلم کرتا ہے، تو اسے عصیان کہتے ہیں اور تصویر بنانے میں اپنے اوپر ظلم کرنا تو ظاہر ہے، دوسروں پر ظلم اس معنی میں ہے کہ ان تصویروں سے ان کی پوجا کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

رہی دوسری حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تصویر بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشاد سے عاجز اور خاموش کر دے گا، جنہیں تم نے پیدا کیا ہے، انہیں زندہ تو کرو اور یہ ممکن نہیں ہوگا، لامحالہ انہیں عاجز اور درماندہ ہونا پڑے گا اور پھر انہیں دردناک عذاب ہو کر رہے گا، تیسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا اور اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک صورت ہوگی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی۔

چوتھی روایت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس امر کی ایسی وضاحت کرتی ہے جس کے بعد کسی تشریح کی ضرورت نہیں کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

گزشتہ ان روایتوں میں اتنی سخت وعید وارد ہے جس سے ایمان والوں کا دل لرز اٹھتا ہے۔ یہ تو مصور کا حکم تھا، رہا گھروں، نمائش گاہوں اور دکانوں میں تصویریں رکھنا، تو اس کے بارے میں حسب ذیل روایتیں پیش خدمت ہیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَـدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْسَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ

---

[1] ١١/ هود:١١٣۔

فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللّٰهِ)) قَالَتْ فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. ❶ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَ: ((إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ)) ❷

رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے، میں نے ایک منقش باریک پردہ طاقچہ پر لٹکایا تھا۔ آپ اندر آئے تو چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! قیامت کے دن سخت عذاب والے لوگوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق الٰہی کی (یعنی جاندار چیزوں کی) شکلیں بناتے ہیں۔'' یہ سن کر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر ایک دو تکیے بنا ڈالے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے میں نے اپنے طاقچہ پر باریک پردہ لٹکایا تھا، جس میں تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور اس کو دیکھا تو پردہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا آپ کا چہرۂ انور بدل گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! سب سے زیادہ سخت ترین عذاب والے قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ کی بناوٹ سے مشابہت کرتے ہیں، یعنی ان تصویروں کو بناتے ہیں۔''

اس حدیث سے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ذیل کی دو باتوں کا پتا چلتا ہے:

① قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو سخت ترین عذاب ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما وطیٔ من التصاویر، حدیث: ٥٩٥٤؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ٢١٠٧/٩٢۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من الغضب والشدة لأمر اللہ تعالیٰ، حدیث: ٦١٠٩؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ٢١٠٧/٩١۔

خلق وتکوین میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہتے ہیں۔

② تصویریں رکھنا اوران کا اہتمام کرنا حرام ہے، خواہ یہ تصویریں پردے، تکیے یا غلاف پر کیوں نہ ہوں، یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پردے، غلاف یا تکیے کی تصویروں کا سایہ نہیں ہوتا۔اس سے معلوم ہوا کہ تصویریں تمام ہی حرام ہیں، خواہ ان کا عکس یا سایہ پڑے یا نہ پڑے۔

③ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَصُورَةٌ)) [1]

"فرشتے کسی ایسے گھر کے اندر نہیں داخل ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔"

اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔اس سے زیادہ بلیغ اور واضح روایت وہ ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تصویروں کو مٹا دیں اور اونچی قبروں کو ہموار کر دیں۔ چنانچہ ہیاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: "کیا میں اس کام کے لیے تمہیں بھی نہ بھیجوں جس کام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا؟ (وہ یہ کہ) تم جس تصویر کو دیکھو، اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے ہموار کر دو......" [2] اس روایت کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

علامہ شیخ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الزواجر" میں چند احادیث ذکر کرنے کے بعد

---

[1] صحیح بخاری، كتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدكم: آمين والملائكة فى السمآء فوافقت احداهما الأخرىٰ غفرله ما تقدم من ذنبه، حديث: ٣٢٢٥؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حديث: ٢١٠٦؛ سنن ترمذى ابواب الادب، باب ما جاء أن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة ولا كلب، حديث: ٢٨٠٤؛ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب فى الصور، حديث: ٤١٥٣؛ سنن نسائى، كتاب الزينة، باب التصاوير، حديث: ٥٣٤٩؛ سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب الصور فى البيت، حديث: ٣٦٤٩۔

[2] صحیح مسلم، كتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، حديث: ٩٦٩؛ سنن ابوداود، كتاب الجنائز، باب فى تسوية القبر، حديث: ٣٢١٨؛ سنن ترمذى، ابواب الجنائز، باب ما جاء فى تسوية القبر، حديث: ١٠٤٩۔

فرماتے ہیں۔ [1]

تصویریں بنانا گناہ کبیرہ ہے، پھر شرح مسلم کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جان داروں کی تصویر بنانا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اس کی بابت سخت وعید آئی ہے اور یہ کہ تصویریں اہانت کے لیے بنائے یا کسی اور طرح سے بہر حال یہ حرام ہیں، کیونکہ تصویریں بنانے والے اللہ کی بناوٹ سے مشابہت کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ہر قسم کی تصویریں حرام ہوں گی، خواہ دری، کپڑے، درہم و دینار، روپیہ پیسہ، برتن، دیوار، تکیہ یا کسی چیز پر ہوں، لیکن شجر و حجر اور اس کے جیسی دیگر تصویریں حرام نہیں ہوں گی اور جانداروں کی وہ تصویریں جو دیوار پر لٹکی ہوں یا پہننے کی پوشاک اور کپڑے پر ہوں یا عمامہ وغیرہ پر ہوں، جن کی اہانت مقصود نہیں ہوتی، تو ایسی تصویریں حرام ہوں گی اور جن تصویروں کی اہانت کی جائے، جیسے فرش و فروش اور دریاں جنہیں روندا جاتا ہے، تکیہ اور گدی وغیرہ تو وہ حرام نہیں ہوں گی، لیکن آیا ان تصویروں کی وجہ سے رحمت کے فرشتے اندر نہیں آسکیں گے۔ اس کا زیادہ نمایاں جواب یہ ہے کہ فرشتوں کی عدم مداخلت ہر قسم کی تصویروں کی وجہ سے ہوگی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عام ہے اور فرشتے ایسے کسی گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کوئی کتا ہو، یا کوئی تصویر ہو، نیز یہ بھی یکسر ملحوظ نہیں کہ ان تصویروں کا سایہ ہو یا نہ ہو، یہی عام علما، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے، ان کے بعد کے ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں، جیسے امام شافعی، امام مالک، حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے، نیز علما کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو تصویریں سایہ دار ہوں انہیں بدل دیا جائے گا، قاضی اسی کے قائل ہیں، البتہ کمسن بچیوں کی گڑیوں کے لیے قدرے رعایت ہے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی اپنی لڑکیوں کے لیے ایسی گڑیاں خریدے۔ بعض علما نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ روایتوں سے گڑیوں کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے اور اب ان کی اجازت باقی نہیں رہی ہے۔ [2]

---

[1] الزواجر عن اقتراف الكبائر كتاب النكاح ، باب الوليمة: ٢/ ٦٢ طبع دارالمعرفة بيروت۔ [2] كتاب الزواجر۔

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تصویریں بنانے اور تصویریں رکھنے کی بابت ان روایتوں اور دوسری احادیث کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیمات کی اسی طرح خلاف ورزی کرتے ہیں، جیسے شریعت کے دیگر اوامر کی خلاف ورزی پہلے سے ان کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی ہے۔......اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، اس قسم کا تاثر بے دین اور یورپین اقوام اور مشرق کے ملحدین کی صحبت کا نتیجہ ہے، جس کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ آج تجارت گاہوں، منڈیوں اور دکانوں پر تصویروں کا سیلاب امڈ آیا ہے، عورتوں مردوں اور بچوں کے مجسموں کی ریل پیل دکھائی دیتی ہے، کوئی گھر تصویروں اور خاکوں سے خالی نہیں ہے، بلکہ اب جان داروں میں سے بندروں، شیروں اور کتوں کی تصویریں اور مجسمے بھی عام ہو چکے ہیں اور لوگ اس کے اس حد تک عادی ہو گئے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ تو کبھی انہیں حرام قرار دیا، نہ تصویر بنانے والے پر لعنت ملامت کی اور ایک مسلمان اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کو اس طرح پس پشت ڈال دے تو بھلا وہ کیونکر مسلمان کہلائے گا۔ نیز موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی یہ حرکت بھی نہایت مضحکہ خیز اور عجیب و غریب ہے کہ وہ کھلے بندوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، برملا اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر دشمنان اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

بنابریں مسلمانوں کا فرض منصبی یہ ہے کہ اگر وہ سچے اور پکے مسلمان ہیں تو انہیں کتاب و سنت کے سانچے میں خود کو ڈھالنا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے، ان سے باز آنا ہوگا، ورنہ ان کا اسلام ناقص اور ادھورا ہوگا، یہاں ایک بات یہ نوٹ کر لینی چاہیے جو بڑی اہم ہے کہ تصویر سے مراد خاص طور پر وہ تصویریں ہیں۔ جو مجسمے اور بت کی شکل میں ہوں، جنہیں ہاتھوں سے نقش و نگار کر کے بنایا جائے لوہے، کانسی، سونے، چاندی یا ربڑ وغیرہ سے ڈھالا جائے۔ اگر کسی شخص نے ان چیزوں یا ان جیسی تصویروں کو حرام سمجھنے کے باوجود انہیں برتا ہوگا یا استعمال کیا ہوگا تو وہ فاسق ہوگا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، لیکن اگر حلال سمجھا ہوگا تو وہ شخص کافر اور مرتد ہوگا۔ آج یہ نکتہ ہمارے ان بھائیوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا جا رہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی زبانی ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ ان چیزوں میں کوئی مضائقہ نہیں ان کی

خرید وفروخت یا ان کا استعمال محض آرائش وزیبائش کیلئے ہے۔ہم ان کی پرستش تھوڑی ہی کرتے ہیں وغیرہ۔

ظاہر ہے اس قسم کی لغو باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ نادان اسے جائز سمجھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کیلئے کمربستہ ہیں، حالانکہ یہ سراسر کفر اور ضلالت ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو خلاصہ درج کیا ہے، اسکی مذکورہ تفصیل سے مفہوم پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ قسم کی تصویر سازی اور اس کے برتنے کا کیا حکم ہے، ساتھ ہی ایک نکتہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جو بکثرت اہل نظر پر مخفی رہا ہے اور ان لوگوں سے بھی اوجھل رہا ہے جو اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جن تصویروں کو اہانت اور تذلیل کیلئے رکھ چھوڑا گیا ہے، جیسا فرش و فروش پر کوئی تصویر آ گئی، وہ حرام ہوگی، حالانکہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں ذلیل کرنے کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے اس لیے وہ حرام نہیں ہوں گی اور یہ وہی تصویریں ہوں گی جن کا کوئی عکس یا سایہ نہیں پڑتا ہوگا، جیسے کپڑے، درہم یا قالین پر بنی ہوئی تصویر۔

بہر حال تصویر کی دو قسمیں ہیں، وہ تصویریں جن کے اندر جان نہیں ہوتی، جیسے درخت وغیرہ کی تصویریں، ان کا حکم یہ ہے کہ وہ بالاتفاق حلال ہیں۔ان کے بالمقابل جان داروں کی تصویریں حرام ہیں۔لیکن اگر انہیں اہانت اور تذلیل کیلئے رکھا گیا تو وہ حرام نہیں ہوں گی۔ مذکورہ حکم ان تصویروں کا تھا جن کا عکس یا سایہ ہوا کرتا ہے۔رہی موجودہ زمانے کی کیمرہ کی تصویریں تو ان کی بابت علمائے زمانہ کا باہم اختلاف ہے۔بعض علما ان تصویروں کو بالعموم اور علی الاطلاق حرام سمجھتے ہیں، خواہ انہیں آلہ تصویر سے کیوں نہ کھینچا گیا ہو اور بعض علما مطلقاً اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض علما تفصیل کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی تصویریں اگر کسی مجبوری سے کھینچی جائیں، جیسے مجرموں اور چوروں کو پکڑنے کیلئے یا پاسپورٹ، اسناد اور ویزے وغیرہ پر چسپاں کرنے کے لیے تو ان صورتوں میں ان کا استعمال مباح اور جائز ہوگا اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں، علماء نے تصویر کے موضوع پر متعدد رسائل قلم بند کیے ہیں، ہم نے یہاں خلاصہ درج کیا ہے۔

اور نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

انچاسواں اور پچاسواں کبیرہ گناہ

امانت میں خیانت، بات چیت میں جھوٹ، نقض عہد، لڑائی جھگڑے میں فسق وفجور

امانت میں خیانت

اصل نفاق یہ ہے کہ آدمی ایک دروازے سے گھس کر دوسرے سے فوراً نکل جائے۔ شرعی اصطلاح میں نفاق یہ ہے کہ اندر سے کفر کو پوشیدہ رکھا جائے اور بظاہر اسلام کا اظہار کیا جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اوس وخزرج کے قبیلوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت مدینہ کے بعض باشندوں نے منافقت کی۔ انہوں نے اسلام کا اعلان کیا اور درپردہ وہ کافر رہے، اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اسی طرح بعض یہودیوں نے بھی منافقت کی روش اپنائی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین پر سخت لعنت ملامت فرمائی۔ ان کی مذمت کی اور انہیں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہونے والے درد ناک عذاب کی وعید سنائی۔

منافقین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ انکی خصلت یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے، لیکن زبان سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان کا دم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴾ [1]

''اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں۔''

---

[1] ۲/ البقرة:۱۴۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورت منافقین کا پردہ فاش کرنے کیلئے نازل فرمائی۔ ان کے درپردہ اسرار کو نمایاں کیا اور بتایا کہ ان کے ایمان کا دعویٰ نری ملمع سازی ہے۔

﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ ﴾ [1]

''منافق لوگ آپ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے، اللہ بھی خود گواہی دیتا ہے کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھالیں بنا رکھا ہے، اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ یہ لوگ بہت برا کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے، پھر منکر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی وہ سمجھتے نہیں۔''

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

1 اعتقادی نفاق:

اس نفاق کی تشریح ہم نے اوپر کی ہے، یہ نفاق بدترین کفر ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے حق میں منافقین زبردست خطرہ ہیں اور ان کے شر سے حفاظت ممکن نہیں۔ چنانچہ عالم اسلام میں قتل و خون ریزی اور خونی انقلاب انہی منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ اکثر باطل مذاہب اور گمراہ فرقے انہی کی دین ہیں۔ ان شرپسندوں نے بے شمار حدیثیں وضع کیں، نفس اور شیطان نے انہیں آراستہ کرکے پیش کیا اور اگر زندیقوں اور بے دینوں کی تاریخ ملاحظہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے نفاق کا طریقہ اپنایا اور ان کی لپیٹ میں آئے، انہوں نے اپنے کفر کو مخفی رکھا اور اسلام کا کلمہ پڑھا۔ ان کی ذات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبردست خطرہ بنی اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کیلئے ان

---

[1] ٦٣/ المنفقون: ١، ٣۔

بد باطنوں نے پورا حصہ لیا۔

2 عملی نفاق:

نفاق کی دوسری قسم کو عملی نفاق کہنا بجا ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی منافقین اور ان کی دکھتی رگوں سے واقف تھی، آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ گروہ کہاں جا کر ڈنگ مارے گا اور امت ان کی دیسسہ کاریوں اور شر انگیزوں سے کہاں تک نقصان اٹھائے گی، نیز ان منافقین نے بظاہر دین داری اور زبانی ہمدردی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخصوص علامتوں اور نمایاں خصوصیات کو طشت ازبام کر دیا تھا اور ان کی ایسی پہچان کر دی تھی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف نمایاں ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں جس کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نقل کیا، یہ وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) [1]

"چار خصلتیں ہیں جن میں یہ ہوں وہ پکا منافق ہوگا اور جس کے اندر کوئی ایک خصلت ہوگی، اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ضرور ہوگی، تاوقتیکہ وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے، جب اسے امانت دی جائے گی، اس میں خیانت کرے گا، جب گفتگو کرے گا جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا اس کے خلاف کرے گا اور جب جھگڑا کرے گا گالی گلوچ پر اتر آئے گا۔"

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الايمان، باب علامات المنافق، حديث: ٣٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب خصال المنافق، حديث: ٥٨۔

ائتُمِنَ خَانَ)) ❶

''منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں نفاق کی چار خصلتوں کی نشان دہی ملتی ہے۔ ان میں سے ہر خصلت گناہ کبیرہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا اخلاقی اعتبار سے تباہ کن جرائم میں شمار ہوتا ہے۔ کوئی ایمان والا ہوتے ہوئے ان حرکتوں کا مرتکب ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ان خصلتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

امانت میں خیانت:

یہ خیانت ہر اس چیز میں متصور ہوگی جسے ایک انسان دوسرے انسان کے پاس رکھے خواہ کوئی دھن دولت، عزت و آبرو، یا کسی کی بہن، بیٹی ہو، نیز جملہ شرعی فرائض اور واجبات بھی اس میں داخل ہیں، جیسے جنابت کا غسل، وضو، روزے، زکوۃ، حج، ماپ تول اور عاریۃً رکھی گئی چیزیں وغیرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ ❷

''مسلمانو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت اور آپس میں ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی مت کرو۔''

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے واحدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے کہا یہ آیت ابولبابہ کی بابت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، حدیث: ۳۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق، حدیث: ۵۹۔

❷ ۸/ الانفال: ۲۷۔

نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے انہیں کے محلے میں رہتے تھے۔ انہوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان سے مشورہ لیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو حکم کریں اس کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ تمہارے قتل کا حکم دیں گے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان کا فیصلہ منظور نہ کرنا۔ چونکہ ان کی یہ حرکت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت تھی۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ اس کے بعد میرے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے، جب تک میں نے اچھی طرح نہیں جان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے۔ ﴿ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَـٰنَـٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ 1 کا سابقہ نہی ہے یعنی ﴿ لَا تَخُونُوٓا۟ أَمَـٰنَـٰتِكُمْ ﴾ 2

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امانتوں سے مراد وہ اعمال ہیں۔ جنہیں اللہ نے بطور امانت کے بندوں کے ذمہ سونپا ہے، یعنی فرائض وغیرہ اور فرمایا کہ ان میں کمی اور کوتاہی مت کرو۔ 3 کلبی کہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت ان کی نافرمانی اور معصیت کرنا ہے اور امانت میں خیانت سے مراد ہر اس چیز کی خیانت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض فرمایا ہے، بندہ چاہے انہیں ذمہ داری سے ادا کرے یا ان میں خیانت کرے۔ اللہ کی ذات کے سوا کوئی اس سے باخبر نہیں ہو سکتا اور ارشاد باری ﴿ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ بلاشبہ وہ امانت ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ امانت خیانت حقوق اللہ، حقوق النفس اور حقوق العباد وغیرہ سب کو شامل ہے، اللہ کی خیانت کا مطلب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کی جائے، یا اللہ کی کسی ممانعت کا ارتکاب کر بیٹھے۔ فرائض میں کوتاہی یہ ہے کہ مثلاً غسل جنابت ہی نہ کرے،

---

1 ٨/ الانفال: ٢٧۔ 2 تفسیر الطبری: ١٢٢/١١؛ تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ الانفال آیت ٢٧، ٢/ ٤٨٤ (اردو طبع مکتبہ اسلامیہ) وعربی: ٣/ ٢٩٤، حدیث: ٣٣٢٧۔ حافظ زبیر علی زئی نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٢/ ٤٨٣ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

3 تفسیر الطبری: ١٢٥/١١؛ تفسیر ابن کثیر: ٣/ ٢٩٥ (عربی) و ٢/ ٤٨٣ (اردو)، الزواجر عن اقتراف الکبائر: ١/ ٥٧٥۔

غسل کرے لیکن پورے بدن کو ٹھیک طرح سے نہ دھوئے یا نمازیں نہ پڑھے، یا نماز پڑھے مگر پوری طرح سے نہ پڑھے، مثلاً رکوع، سجدہ سکون اور اطمینان سے نہ کرے، کسی رکن کو چھوڑ بیٹھے، یا نماز کی کسی شرط کو پوری طرح ادا نہ کرے، اسی پر باقی تمام شرعی فرائض اور ذمہ داریوں کو قیاس کرلیا جائے۔

حقوق النفس میں خیانت:

حقوق النفس کے اندر خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کے تعلق سے جس قدر اوامر ہیں ان سے روگردانی کر بیٹھے یا جس قدر ممانعتیں وارد ہیں ان کا ارتکاب کر بیٹھے۔ مثلاً انسان کے اپنے اعضا اللہ کی امانت ہیں، جیسے زبان، ایک امانت ہے، اب اگر اس نے کوئی بات جھوٹ کہہ دی، جھوٹی گواہی دے دی کسی فسق وفجور کی قسم کھالی یا کسی کی غیبت وغیرہ کر لی، زبان سے کوئی حرام یا بیہودہ بات کہہ دی......تو یہ زبان کی خیانت ہوگی، آنکھ کی خیانت ہوگی کہ حرام چیزیں دیکھتا پھرے جنہیں دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے، جیسے اجنبی عورتیں، یا کم سن امرد لڑکے وغیرہ ہاتھ کی خیانت انہیں چھونا اور تھام لینا ہے۔ دونوں پیروں کی خیانت ان کی طرف چلنا اور لپکنا ہے، جیسے زنا کاری کیلئے چلنا پھرنا، شراب پینے، چوری اور ڈکیتی کیلئے جانا وغیرہ۔ کان کی خیانت یہ ہے کہ حرام باتوں کی طرف کان لگائے اور زبان کی خیانت یہ ہے کہ غیبت کرے، چغلی کھائے اور بے حیائی کے گیت گائے، شرم گاہ کی خیانت زنا کاری اور لواطت ہے۔ بیوی کی خیانت یہ ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو داغ دار کرے، اس کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے، شوہر کی خیانت یہ ہے کہ بازاری عورتوں سے اختلاط رکھے، اہلیہ پر ظلم توڑے اور اس کے حقوق میں بخل اور کوتاہی سے کام لے۔

حقوق العباد میں خیانت:

حقوق العباد کے اندر کوتاہی یہ ہے کہ مالی امانتوں، رہن رکھی ہوئی چیزوں، یا اجرت پر لی گئی اشیا میں خیانت کا مرتکب ہو۔ خیانت مال میں بھی ہوسکتی ہے اور اعمال میں بھی۔ اعمال یعنی ڈیوٹی اور فرض منصبی کی خیانت یہ ہے کہ مثلاً ملازم اپنے فرائض کو کما حقہ ادا نہ کرے، خواہ یہ فرائض اس پر حکومت کی طرف سے عائد ہوں یا کسی تاجر یا کمپنی کی طرف سے اس کے ذمہ

ہوں، اگر اسی شخص نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی اور کما حقہ اس کو ادا نہیں کیا تو اس نے اپنی ذمہ داری میں خیانت کی۔

امانت کی بابت اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ پچھلی آیتیں قارئین نے پڑھیں۔ اب حسب ذیل آیات پڑھیے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ﴾ ❶

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مالکوں کے پاس پہنچا دیا کرو۔''

﴿ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴾ ❷

''یقیناً اللہ تعالیٰ خائنوں کی تدبیریں بار آور نہیں کرتا۔''

یعنی امانت میں خیانت کیلیے مکاری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا اور آخرت میں پوری دنیا کے انسانوں کے سامنے انہیں ذلیل وخوار کرے گا، بلاشبہ خیانت خواہ کسی چیز میں ہو بدترین خصلت ہے اور بعض خیانتیں بعض سے اور بھی زیادہ شرم ناک اور بری ہیں۔ روپے پیسے کی خیانت اور اہلیہ اور بال بچوں کے ساتھ خیانت کا فرق ہر کوئی بخوبی جانتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴾ ❸

''ہم نے امانت کو (یعنی اوامر اور نواہی کی شکل کے ان احکام کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر لاگو کیا) آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس میں سے کسی طرح خیانت نہیں کی اور اس سے ڈرتے رہے اور انسان نے اس میں خیانت کی وہ بڑا ظالم ہے (کیونکہ اس امانت کبریٰ کو اور سخت مشقت کو برداشت کرنے کی اس نے پیش کش کی) اور بڑا جاہل ہے۔ (کیونکہ اس

❶ ٤/ النساء:٥٨۔ ❷ ١٢/ یوسف:٥٢۔ ❸ ٣٣/ الاحزاب:٧٢۔

کی مشقت اور تکلیف لامتناہی ہے)۔''

ان دنوں مسلم سماج میں خیانت اپنی بے شمار قسموں کے ساتھ بری طرح پھیل چکی ہے ایک خیانت وہ ہے جو احکام خداوندی اور فرائض الٰہی میں نمایاں ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے اور یہ ایک طوفانی لہر ہے جس نے بھاری اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بندوں کے مالی اور عملی حقوق میں خیانت بھی کھلے بندوں ہوتی ہے۔ امانت رکھنے والے امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، ملازمین، کاریگر اور مزدور اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اپنے کاموں میں اخلاص اور سچائی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ مزدوری اپنی مرضی کے مطابق وصول کرتے ہیں۔ لیکن ان کاموں میں نہایت سستی کرتے ہیں۔ جو شرعی، اخلاقی اور سماجی طور پر ان کیلئے ضروری ہیں۔

اس قسم کی خیانت آج کھلے بندوں ہوتی ہے۔ بلکہ اسے چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جاتا ہے، حقوق الٰہی میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے فرائض اور احکام کو چھوڑ دیا جائے شرعی پابندیوں سے منہ موڑ لیا جائے اور اس کو روشن خیالی اور آزادی سمجھا جائے۔ دوسری طرف شریعت پر عمل درآمد کو رجعت پسندی اور زمانے سے بچھڑ جانا خیال کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

کاش کوئی آدمی ہماری طرف سے ان لوگوں کے سامنے مذکورہ آیتیں تلاوت کر دے اور رسول اللہ ﷺ کے ان فرمودات کو پڑھ دے جن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی خیانت کا ذکر ہے اور اگر اس سلسلے میں کوئی اور آیت نازل نہیں ہوتی تب بھی تنبیہ اور سرزنش کیلئے بھی ایک آیت کافی ہوتی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [1]

یا یہ ارشاد کہ:

﴿ أَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴾ [2]

---

[1] ۸/ الانفال:۲۷۔ [2] ۱۲/ یوسف:۵۲۔

رہیں احادیث تو ان میں سے دو کو ہم نے پہلے پیش کیا، ان میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ان دونوں روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خیانت نفاق کی خصلتوں میں سے ایک ہے اور یہ حقیقت ہے کہ خیانت کے نتیجے میں بندہ دنیا میں ننگ و عار اور ذلت و رسوائی اٹھاتا ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

خیانت سے تنبیہ جن روایتوں میں مذکور ہے، ان میں ایک روایت امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے۔ صحیح کی اس روایت میں ہے:

((اِضْمَنُوْا لِي سِتًّا أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا إِذَا وَاعَدْتُمْ وَاَدُّوا الْاَمَانَةَ إِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ)) [1]

”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو سچ کہو، وعدہ کرو تو پورا کرو، تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو پوری پوری ادا کرو، اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔“

امام احمد، بزار اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا قَالَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ)) [2]

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٣٢٣؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١/ ٥٠٦، حدیث ٢٧١؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٠٧؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٣٥٩۔ ٣٥٨ وجدید: ٨/ ٢٨٦٦ حدیث ٨٠٦٦؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ٢٨٨ طبع قدیم وجدید: ٦/ ٤٧١ حدیث: ١٢٦٩١؛ شعب الايمان للبيهقي: ٦/ ٤٥٠ حدیث: ٤٤٦٤؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٩٧ حدیث ١٩٠١۔ [2] مسند احمد: ٣/ ١٣٥؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ٢٨٨ طبع قدیم صحیح ابن خزیمة، حدیث: ٣٣٣٥، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

”رسول اللہ ﷺ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو فرماتے: ”اس شخص کے اندر ایمان نہیں جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر دین داری نہیں جس کے اندر عہد کا پاس نہیں۔“

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، البتہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: فِيْ خُطْبَتِهِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں فرمایا:” پھر پوری حدیث نقل کی۔“

امام ابوداؤد اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ)) [1]

”میں دونوں شرکت (کے ساتھ کاروبار کرنے) والوں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں۔“

امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ)) [2]

”تم میں سب سے بہتر زمانہ میرا (زمانہ) ہے، پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے

---

[1] سنن ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الشرکة، حدیث: ٣٣٨٣؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٥٢ طبع قديم وجديد: ٣/ ٨٧٥ حديث: ٢٣٢٢؛ سنن الدار قطنى، كتاب البيوع، ٣/ ٣٤۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود کی تحقیق ٣/٦٧٩ حدیث: ٣٣٨٣ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [2] صحيح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها حديث ٦٤٢٨؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، حديث: ٢٥٣٥۔

بعد ہوں گے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ رہ جائیں گے۔ جو بغیر طلب گواہی کے گواہی دیں گے۔ امانت داری نہیں کریں گے خیانت کریں گے، نذریں پوری نہیں کریں گے لیکن نذریں مانیں گے ان میں فربہی نمایاں ہوگی۔"

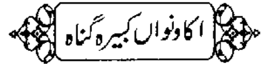
امام ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ)) [1]

"اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں، کیونکہ بھوک بدترین شور و ہنگامے (کا سبب) ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، کیونکہ وہ بدترین چھپا ہوا بھید ہے۔"

---

[1] سنن ابوداود، كتاب الوتر، باب فى الاستعاذة، حديث: ١٥٤٧؛ سنن نسائى، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الجوع، حديث: ٥٤٧٠؛ سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب التعوذ من الجوع، حديث: ٣٣٥٤؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٣/ ٣٠٤، حديث: ١٠٢٩؛ موارد الظمآن، حديث: ٢٤٤٤، شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔



بات چیت میں جھوٹ بولنا

جھوٹ سخت ہلاکت خیز گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹا آدمی بد باطن، پست ہمت اور بے وزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ عام آدمی بھی اسے منہ نہیں لگاتا۔ جھوٹا شخص ہمیشہ شر اور فساد کی طرف مائل ہوتا ہے، فتنہ جگاتا اور مصیبتیں کھڑی کرتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں ایسے آدمی کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

مشاہدہ شاہد ہے کہ جھوٹ کی بدولت کتنے ہی آدمی ابتلا اور آزمائش سے گزرے ہیں، بالخصوص جب حکام اور بڑے لوگوں کے یہاں جھوٹ بولا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے عام بے چینی، قلق واضطراب اور جنگ اور فساد پھوٹ پڑتا ہے۔ باطل اور حرام طریقے سے مال ہڑپ کیے جاتے ہیں، ناحق جھوٹ اور فسق وفریب کی بدولت خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں اور لوگوں پر شر اور فساد کی آندھیاں امنڈ آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی، ان کیلئے جہنم کو تیار کیا جو بدترین ٹھکانا ہے۔

دروغ گو اور جھوٹ بولنے والا آخرت میں بے نصیب ہوتا ہے۔ ہمیشہ غضب الٰہی کی زد میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سخت عذاب اور دردناک انجام سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ ﴾ [1]

”قیامت کے دن تم دیکھو گے جن لوگوں نے اللہ کی نسبت جھوٹ باندھا ہوگا ان کے منہ کالے ہوں گے کیا (انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبر کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا۔“

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ [2]

---

[1] ۳۹/ الزمر: ۶۰۔ [2] ۱۶/ النحل: ۱۰۵۔

''جھوٹ کا افترا تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کے حکموں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو اسراف کرنے والے اور جھوٹے ہیں۔''

اور چونکہ جھوٹ کے نتائج سخت مہلک اور خطرناک ہیں اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ ساتھ اغیار بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں ہوتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے ڈرایا اور خوف دلایا ہے۔

ایسی چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا)) [2]

''سچائی کو لازم پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچائی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے

---

[1] ٤٠/ المؤمن:٢٨۔ [2] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالىٰ ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (٩/ التوبه:١١٩) وما ينهى عن الكذب، حديث: ٦٠٩٤؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، حديث: ٢٦٠٧؛ سنن ابوداود، كتاب الادب، باب التشديد في الكذب، حديث: ٤٩٨٩؛ سنن ترمذي، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، حديث: ١٩٧١۔

بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا اور اس کی تصحیح کی، الفاظ مسلم کے ہیں۔

② حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ)) [1]

''سچائی کو تھامے رہو، کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں چیزیں دوزخ میں ہوں گی۔''

③ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى كُلِّ خُلَّةٍ غَيْرَ الْخِيَانَةِ وَالْكِذْبِ)) [2]

''مومن ہر عادت پر خود کو ڈھال سکتا ہے، لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادت پر

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، حديث: ٣٨٤٩؛ مسند احمد: ١/ ٣؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان: ٣/ ٢٣٣، حديث: ٩٥٢، ١٣/ ٤٣، حديث: ٥٧٣٤؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١٠٦۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۵/۱۹۱ حدیث: ۳۸۴۹ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند البزار (كشف الاستار): ١/ ٦٩، حديث: ١٠٢؛ مسند ابی یعلى الموصلى: ٢/ ٦٧، حديث: ٧١١؛ السنن الكبرٰى للبيهقي: ١٠/ ١٩٧، طبع قديم وجديد: ١٠/ ٣٣٢ حديث: ٢٠٨٢٨؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرفوعاً ضعیف اور موقوفاً صحیح قرار دیا ہے: سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٧/ ١٩٦، ١٩٧ حديث: ٣٢١٥۔

خود کو نہیں ڈال سکتا۔"

اس روایت کو بزار اور ابویعلی نے نقل کیا ہے۔ ❶

④ حضرت صفوان بن سلیم سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ: ((نَعَمْ؟)) قِيْلَ لَهُ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ: ((لَا)) ❷

اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
"ہاں۔" عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
"ہاں۔" عرض کیا گیا کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
"نہیں۔"

---

❶ اس کے رواۃ صحیح ہیں نیز اس روایت کو دارقطنی رحمہ اللہ نے علل میں دو طریق سے ذکر کیا ہے۔ مرفوع اور موقوف اور کہا ہے کہ اس روایت کا موقوفاً منقول ہونا زیادہ درست ہے۔ اور طبرانی نے اس کو کبیر میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ شعب الایمان للبیهقی: ٦/ ٤٥٦۔٤٥٥ حدیث: ٤٤٧١؛ مسند الشهاب للقضاعی: ١/ ٣٤٤، حدیث: ٥٩٠؛ کتاب السنة لابن ابی عاصم، حدیث: ١١٥؛ الكامل فی ضعفاء الرّجال لابن عدی: ٥/ ٥٢٠۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب: ٢/ ٢٥٥، حدیث: ١٧٥٠؛ ظلال الجنة فی تخریج کتاب السنة، حدیث: ١١٥؛ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ٧/ ١٩٦، حدیث: ٣٢١٥۔

موقوف یعنی حدیث کو صحابی کی طرف مرفوع کرنا جیسے راوی کہے: یوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

❷ مؤطا امام مالك کتاب الکلام، باب ما جاء فی الصدق والکذب: ٢/ ٩٩٠، حدیث: ١٩ وطبع جدید مع تحقیق شیخ ابو اسامه سلیم بن عید الهلالی: ٤/ ٥١٨، حدیث: ٢٠١٠؛ شعب الایمان للبیهقی: ٦/ ٤٥٦ حدیث ٤٤٧٢؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترهیب: ٢/ ٢٥٥، حدیث: ١٧٥٢۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مرسل نقل کیا ہے۔ [1]

⑤ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِيلًا مِنْ نَتَنِ مَا جَاءَ بِهِ)) [2]

''بندہ جب جھوٹ کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میلوں دور چلے جاتے ہیں۔''

اس روایت کو ترمذی اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے کتاب الصمت میں نقل کیا اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔

⑥ صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب ذکر ہے:

((فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ لِقَفَاهُ وَ إِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيْدٍ فَيُشَرْ شِرُشِدْقَهُ اِلٰى قَفَاهُ وَعَيْنَاهُ اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يَذْهَبُ اِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلُ مَا فَعَلَ فِي الْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَا يَرجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ مِثْلَ مَا كَانَ فَيَفْعَلُ بِهِ كَذَالِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لَهُمَا مَنْ هٰذَا فَقَالَا اِنَّهٗ كَانَ يَغْدُوْ مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ لْآفَاقَ)) [3]

---

[1] مرسل وہ روایت ہے جس کے رواۃ میں سے صحابی ساقط ہو جائیں جیسے تابعی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرے، جیسے عن نافع عن النبی، بیقونیتہ میں ہے۔ ومرسل منه الصحابی سقط وقل غریب ماروی راو فقط ''مرسل وہ روایت ہے جس میں سے صحابی سقط ہو جائیں۔ غریب وہ روایت ہے جسے فقط ایک راوی نے نقل کیا ہو۔''

[2] سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق والکذب، حدیث: ۱۹۷۲؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۵/ ۳۰۰، حدیث: ۷۳۹۸؛ "الصمت" لابن ابی الدنیا، حدیث: ۴۸۰، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، حدیث: ۷۰۴۷۔

''پھر ہم ایک شخص کے پاس پہنچے، وہ چت لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص لوہے کا آنکڑا لیے ہوئے کھڑا تھا اور اس آنکڑے سے اس کی ایک باچھ کو گدی تک (اور ایک نتھنے کو گدی تک) اور ایک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا تھا۔ پھر وہ ایک جانب سے چیر کر دوسری جانب کو چیرتا تھا اور ابھی وہ دوسری جانب کے چیرنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا۔ کہ پہلی جانب اچھی ہو جاتی تھی۔ پھر وہ اس کو چیرتا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح قیامت تک کرتا رہے گا۔ میں نے دونوں سے کہا: یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص تھا جو اپنے گھر سے صبح ہی کو نکل کر ایسے ایسے جھوٹ بولتا تھا جو ساری دنیا میں پھیل جاتے تھے۔''

⑦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) [1]

''قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر (شفقت) نہیں کرے گا۔ نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا (زانی) جھوٹا حکمران اور اکڑباز نادار۔''

اس روایت کو مسلم وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

⑧ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا أَيْ مَا يُفَكِّرُ فِيهَا بِأَنَّهَا حَرَامٌ يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) [2]

''آدمی کوئی بات کہتا ہے اور سرسری کہہ دیتا ہے غور نہیں کرتا کہ وہ حرام ہے، اس کی وجہ سے وہ لگاتار جہنم میں اتنی دور جا گرتا ہے، جتنا فاصلہ مشرق اور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة، حدیث: ۱۰۷۔ [2] صحیح بخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: ٦٤٧٧۔٦٤٧٨؛ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب حفظ اللسان، حدیث: ۲۹۸۸؛ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ای ما یفکر فیھا بانھا حرام کے الفاظ نہیں ہیں۔

مغرب کے درمیان ہے۔''

گزشتہ آیات اور مذکورہ روایات سے جھوٹ سے آگاہی ہوتی ہے اور بہت سی ان روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ان احادیث سے جھوٹ کی خطرناک مضرتوں کا پتہ چلتا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا مسلمان کے اخلاق کے منافی ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے تاکہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جھوٹ کہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بلا اور آزمائش میں مبتلا کر رکھے۔ جھوٹ منافقوں کی خصلت ہے۔ جھوٹا آدمی پروردگار عالم کی طرف سے لعنت کا مستحق ہے۔ جھوٹ اور سچ کبھی بھی مسلمان کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتے۔ جھوٹا روسیاہ ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اسکا منہ کالا ہوگا، اللہ کے سامنے جب اس کی پیشی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے بات نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ بندوں کے نزدیک جھوٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اسکی گواہی مردود ہوتی ہے۔ خلقت میں وہ رسوا اور ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ اس لیے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور جھوٹ ہی نہیں بلکہ ایسی کوئی بات نہ کہے جس کا دین یا دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو، کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے۔

صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ)) [1]

''جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔''

جاننا چاہیے کہ جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حدیث: ٦٠١٨؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث على اكرام الجار والضعيف ولزوم الصمت الا عن الخير وكون ذلك كله من الايمان، حدیث: ٤٧۔

پہلی قسم:

کا جھوٹ سراسر کفر ہے جو اللہ یا اس کے رسول پر باندھا جائے، جیسے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا، اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز فرض قرار دی، یا فلاں چیز کو حرام ٹھہرایا، حالانکہ حقیقت میں اللہ نے اس چیز کو نہ فرض قرار دیا، نہ حرام ٹھہرایا، نہ وہ بات کہی جو وہ جھوٹا کہتا ہے۔ یا یوں کہ کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کہا ہے جب کہ حقیقت میں آپ نے ایسا نہیں کہا البتہ وہ محض اپنی بات کا چرچا کرنے یا اپنے طریقے اور نظریے کو رواج دینے کیلئے اس طرح کہتا ہے۔ یا اپنی کھوٹی پونجی کو چلانا چاہتا ہے۔ یا اس قسم کی کسی کمینہ حرکت کے درپے ہے، اور اس کی یہ حرکت کفر کے علاوہ اور کیا ہوگی، اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر بہتان باندھا اور جھوٹی بات کہی۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کرے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس سے سوال کریں گے...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ﴾ [1]

”اور جو کوئی اللہ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی طرف سے آئی ہوئی حق بات جب اس کے پاس پہنچے تو اس کو جھٹلائے اس سے بھی بڑا ظالم کون ہوگا؟ کیا ایسے بے ایمان کا جہنم میں ٹھکانا نہیں......؟“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [2]

”جس نے جان بوجھ کر میرے خلاف جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

---

[1] ۲۹/ العنکبوت:۶۸۔

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ حدیث ۱۱۰؛ صحیح مسلم المقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول الله ﷺ، حدیث: ۳۔

اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے:۔

مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ)) [1]

''جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی، وہ اس کے خیال میں جھوٹ ہے تو وہ ایک جھوٹا ہوگا۔''

دوسری قسم کا جھوٹ:

گناہ کبیرہ ہے، اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں دوسرے کو ضرر اور اذیت پہنچے خواہ وہ کوئی مسلمان ہو یا ذمی ہو اور تکلیف خواہ اسے جسمانی ہو یا اس کی عزت وآبرو کو ٹھیس پہنچے، مثلاً اس کے خلاف حاکم کے سامنے جھوٹا بیان دے، کسی مقتدر شخص کے سامنے ایسی کوئی بات کہہ دے جس کی وجہ سے اسے قید، جرمانہ یا مار پیٹ وغیرہ کا سامنا کرنا پڑے، یا سامان کے بارے میں قسم کھائے کہ اس نے اتنے اتنے کا خریدا ہے، حالانکہ اس نے جھوٹ کہا ہے، کوئی خرید وفروخت نہیں ہوئی تھی، ہاں اس کا مقصد یہ تھا کہ خرید وفروخت ثابت ہو کر مہنگی قیمت اس کے گلے پڑ جائے، یا گھٹیا چیز اسے لینی پڑ جائے، یوں ہی قسم کھا کر یہ جتلائے کہ خریدی گئی چیز بے عیب ہے۔

تیسری قسم کا جھوٹ:

گناہ کبیرہ شمار ہوگا۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی بات بات میں عادت پڑ جائے، لیکن اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے اور اگر کوئی اس جھوٹ پر مصر رہا اور اسی طرح جھوٹ کہتا رہا تو اس کے اصرار کرنے اور لگاتار کہتے رہنے کی وجہ سے یہ جھوٹ گناہ کبیرہ شمار ہوگا اس کے بالمقابل جو شخص سچ کہتا ہے، متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين والتحذير من الكذب على رسول الله ﷺ صفحه ٧ طبع مكتبة دارالسلام؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی من روی حدیثا وهو یری أنه کذب، حدیث: ٢٦٦٢؛ سنن ابن ماجه، كتاب السنه، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حديثا وهو يرى انه كذب حديث: ٤١ـ٤٠ـ٣٩؛ مسند أحمد: ٤/ ٢٥٠ـ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ ❶

''مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا ساتھ دیا کرو۔''

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ ❷

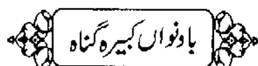
''انہی ایمان داروں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ کے ساتھ جو انہوں نے وعدے کیے تھے ان پر پورے اترے، ان میں سے اس (وعدے) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلے دے گا اور منافقوں کو چاہے گا تو عذاب دے گا یا ان پر رحم کرے گا، اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

ہم نے اس سے پہلے متعدد ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں جھوٹ کی مذمت کے ساتھ ساتھ سچ کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے، انہیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

---

❶ ۹/ التوبة:۱۱۹۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب:۲۳، ۲۴۔



غداری اور وعدہ خلافی کرنا

وعدہ خلافی اور بے وفائی منافقوں کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں عہد کو پورا کرنے اور بے وفائی کی حرمت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ﴾ [1]

''مسلمانو! احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہو۔''

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ عہد جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ ۖ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴾ [2]

''اور وعدہ پورا کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے (کی بابت) سوال ہوگا۔''

عہد میں دو چیزیں بھی داخل ہیں جنہیں اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا، جنہیں فرض ٹھہرایا اور قرآن پاک میں جن کے حدود مقرر کیے حکم دیا کہ غداری نہ کی جائے، نہ وعدہ خلافی کی جائے، پھر مزید اصرار کے ساتھ فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ﴾ [3]

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد اسکے خلاف کرتے ہیں اور جن تعلقات کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور انکا انجام بہت برا ہے۔''

اس عہد میں عقود اور معاملات بھی داخل ہیں جیسے اللہ کے عہد و میثاق، حلف کے وعدے، شرک کی بات چیت، لین دین، نکاح اور قسموں کے کلمات وغیرہ۔

---

[1] ٥/ المآئدۃ:١۔ [2] ١٧/ الاسرا:٣٤۔ [3] ١٣/ الرعد:٢٥۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ حکام آپس میں اور قبائل ایک دوسرے کے ساتھ نقض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک حاکم دوسرے حاکم سے کوئی معاہدہ کرتا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہے۔ لیکن کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے توڑ دیتا ہے، اس کے نتیجے میں فتنے اور خون ریز جھڑپیں رونما ہوتی ہیں۔ خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ بے گناہ مارے جاتے ہیں، مال و دولت لوٹا جاتا ہے، عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ دلوں میں دشمنی گھر کرتی ہے، مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے وحدت کلمہ کی بنیاد میں دراڑیں پڑتی ہیں اور یہ سب محض اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس سے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ کفر پر جمے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے وہ اللہ کے نزدیک حیوانات سے بدتر ہیں، جن کافروں سے تو نے عہد کیے ہیں اور وہ بار بار عہد شکنی کرتے ہیں اور پرہیز نہیں کرتے تو ان کو لڑائی میں پائے تو (ایسی کاری ضرب لگاؤ کہ) ان کے ساتھ ہی پیچھے والوں کو بھی متفرق کر دو، تاکہ نصیحت پائیں اور اگر تجھے ان سے خیانت معلوم ہو تو ان کو برابری کی صورت میں اطلاع دے دیا کرو، خائن اور دغا باز اللہ تعالیٰ کو نہیں بھاتے۔“

عہد شکنی کے واقعات جیسے ان لوگوں میں ہوتے ہیں، جن کا ذکر اوپر گزرا، اسی طرح یہ واقعات ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جو سودا سلف اور خرید و فروخت کرتے ہیں، پھر وہ جب دیکھتے ہیں فلاں خریدار زیادہ قیمت دیتا ہے یا خریدار دیکھتا ہے کہ فلاں بیوپاری کم قیمت

---

[1] ۸/ الانفال: ۵۵، ۵۸۔

میں بیچنے پر راضی ہے، تو ان میں سے ہر کوئی پچھلے سودے کو توڑ دیتا ہے اور نیا سودا کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتا ہے۔ مثلاً یہ عذر تراشا جاتا ہے کہ میں نے تو فلاں کیلئے اس کو خریدا تھا یا میں نے بغیر دیکھے اس کو لے لیا تھا۔ یا اس میں عیب تھا اور میں جانتا تھا۔ یا موکل (ایجنٹ) نے وہ چیز مجھے اس قیمت کی نہیں دی اور کبھی سودے میں کسی طرح سود کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ کمی اور خسارہ پورا کیا جا سکے اور کبھی جھوٹی باتیں کہہ کر نقصان کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس قسم کے واقعات کا شکار عام لوگ بھی ہوا کرتے ہیں، مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ تمہارا کام کر دوں گا۔ وہ بے چارہ اس وعدے پر خیالوں کے محل تیار کرتا ہے اور بڑی بڑی آرزوئیں باندھتا ہے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو وعدہ کرنے والا طرح طرح کا عذر تراشتا ہے اور تار عنکبوت جیسے بہانے پیش کرتا ہے اور وعدے کر کے صاف مکر جاتا ہے۔ حالانکہ اس وعدہ خلافی سے سب سے زیادہ نقصان اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، مثلاً وعدہ کرنے والے نے اسے روپیہ دینے کی امید دلائی تھی اور اس نے منگنی یا شادی کا منصوبہ بنایا تھا، جب وقت موعود آتا ہے اور وہ روپیہ مانگتا ہے تو وعدہ کرنے والا مکر جاتا ہے، جس سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے اس کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی نسبت ٹوٹ جاتی ہے یا منگنی کی طرح کسی چیز کی خرید و فروخت کی بات ٹوٹ جاتی ہے اور وعدہ خلافی یا عدم ادائیگی کی وجہ سے سودا اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور وہ جھوٹا، بے وفا یا دغا باز مشہور ہو جاتا ہے۔

ان تمام لوگوں کے سامنے جو وعدہ خلافی کے خوگر ہیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر قرآن پاک کی آیتیں اور بعض روایتیں پیش کریں گے۔ تاکہ انہیں عبرت اور نصیحت ہو اور جس نفس امارہ کے دباؤ میں آ کر وہ اس قسم کی حرکت کرتے ہیں، اس کا زور کم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [1]

”اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا تم اپنے سودے سے

---

[1] ۹/ التوبة: ۱۱۱۔

جو تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے، خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ [1]

"اور اللہ کے نام سے جب تم عہد و پیمان کرو تو پورے کیا کرو اور قسموں کو بعد تاکید مزید کر کے نہ توڑا کرو، حالانکہ تم اللہ کو ضامن ٹھہراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ ﴾ [2]

"اور وعدے پورا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ ﴾ [3]

"اور میرا وعدہ پورا کرو میں تم سے کیا وعدہ پورا کروں گا اور مجھ سے ڈرتے رہو۔"

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ ﴾ [4]

"اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو مال دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکو کاروں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے انکو دیا تو وہ بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر ہٹ گئے تو اللہ نے ان کی موت کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی بنیاد رکھ دی، کیونکہ اللہ سے انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے اور جھوٹ بولتے رہے ہیں۔"

---

[1] ١٦/ النحل:٩١۔ [2] ١٧/ الاسراء:٣٤۔
[3] ٢/ البقرہ:٤٠۔ [4] ٩/ التوبة:٧٥، ٧٧۔

﴿ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ 1

''اور سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ستائش کی ہے، جو وعدہ کر کے اس کو پورا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ 2

''نجات پا گئے وہ ایمان دار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں، ایسے کہ گویا اللہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، جو بے فائدہ باتوں سے گریز کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی عورتوں اور باندیوں کے سوا کسی سے نہیں ملتے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اسکے سوا اور طریق اختیار کرتے ہیں وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں اور وہ لوگ نجات یاب ہیں جو امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ

---

1 ٢/ البقرۃ:٢٦، ٢٧۔ 2 ٢٣/ المومنون:١، ١١۔

وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔''

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴾ 1

''اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدہ کا سچا رسول اور نبی تھا۔''

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ 2

''یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ۔ ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں اور اپنا مال باوجود اس کی خواہش کے عزیزوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے دیں اور غلاموں کی رہائی میں خرچ کریں اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب کبھی وعدہ کریں تو وعدہ پورا کریں اور سختیوں، بیماریوں اور جہاد کے وقت میں صابر رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (اپنے دعوے میں) سچے ہیں اور یہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

ان سعادت مند افراد کے اوصاف میں خصوصیت کے ساتھ ایمان داری، سچائی اور وفاداری کا ذکر فرمایا اور اسی کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو وعدہ کرتے ہیں اور اسے پورا کرتے ہیں۔

رہیں وہ حدیثیں جن میں غداری، دھوکا بازی اور بے وفائی سے ڈرایا گیا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

---

1 ١٩/ مریم:٥٤۔ 2 ٢/ البقرة:١٧٧۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ)) [1]

''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہوگا (اس کی بابت) کہا جائے گا کہ یہ فلاں دھوکے باز کا جھنڈا ہے۔''

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)) [2]

''تین آدمیوں کا قیامت کے دن میں مقابل رہوں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر عہد کیا پھر وعدہ خلافی کی اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھالی اور ایک وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے پوری پوری مزدوری لے لی، لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔''

اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا۔ (ترغیب)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً)) [3]

''جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، حديث: ٦١٧٨۔ ٦١٧٧؛ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب تحريم الغدر، حديث: ١٧٣٥۔١٧٣٦۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الاجارة، باب اثم من منع اجر الأجير، حديث: ٢٢٧٠۔

[3] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال و تحريم الخروج من الطاعة ومفارقة الجماعة، حديث: ١٨٥١۔

طرح ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ رہی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ضمن میں درج ہے، نیز اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

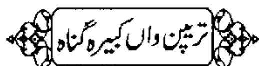
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ اَنْ يُؤْتَى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُعْطِهِ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ)) [1]

''جو چاہتا ہے کہ دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کا انتقال ایسی حالت میں ہو کہ اللہ اور روز قیامت پر اس کا ایمان ہو اور جو سلوک اپنے ساتھ ہونا پسند کرتا ہو وہی لوگوں کے ساتھ کرے۔ اگر کسی نے امام کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور اپنے دل کا ثمرہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بقدر امکان اس کی فرمانبرداری کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن ماردو۔''

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الأول فالأول، حدیث: ۱۸۴۴۔



خصومت میں جھوٹ بولنا

کسی کے حق کے سلسلے میں تکرار اور حجت کے موقع پر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے اور دوسرے بڑے بھاری گناہوں اور مفاسد کا باعث ہے۔ تکرار کے وقت جھوٹ بولنے والا اپنے فریق کے حق سے انکاری ہوتا ہے۔ اس کی عزت اور مال و آبرو کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے، ہر طریقے سے اسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے، اس کا مال برباد کرنے کا خواہاں ہوتا ہے اور اس راہ میں بسا اوقات وہ اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کر بیٹھتا ہے۔

عام طور پر مقدمات لڑانے والوں، ایک بستی کو دو ٹولیوں اور سیاسی پارٹیوں کا اختلاف کسی پر مخفی نہیں یہ حقیقت ہے کہ ان کا باہم نزاع اور لڑائی ایک مہلک بیماری ہے۔ جس سے رشتے اور رابطے ٹوٹتے ہیں، جرائم پروان چڑھتے ہیں، اخلاقی قدریں پامال ہوتی ہیں، محبت ٹوٹ جاتی ہے، اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے، حق کو روندا جاتا ہے اور باطل کو فروغ دیا جاتا ہے بالخصوص جو گروپ یا افراد زیادہ چرب زبان اور باتونی ہوتے ہیں انکا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور فریق مخالف مغلوب ہو جاتا ہے۔

اس کے دلائل اور اس کی باتیں جج مجسٹریٹ اور حاضرین کو متاثر کرتی ہیں اور فریق مخالف حق پر ہونے کے باوجود حیران اور ششدر رہ جاتا ہے، کیونکہ چرب زبانی اور باتونی ہونے میں وہ اس سے پیچھے رہ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خصم لاکھ جھوٹا ہونے کے باوجود اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور پہلا شخص مظلوم ہو کر بھی عدالت میں جھگڑالو اور اڑیل قرار پاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے وکلا اور مقدمہ باز بھی اس دروغ بے فروغ کی ہولی جی بھر کر کھیلتے ہیں اور ہر ہر قدم پر جھوٹ بولتے ہیں، کیونکہ انہیں قانون اور ضابطے اور دفاع کے طریقے اسی طرح پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ اپنے فریق کو کیسے مغلوب کریں اور عدالتی چارہ جوئی، شیطانی ہتھکنڈوں اور زبان کے زور سے حق دار کو کیسے اس کے حق سے محروم کریں اور جس کا کوئی حق نہ ہو اس کو اس کے حوالے کریں، قانون اور آئین کے اس سیاہ بازار

میں باطل پر حقوق کا خوشنما لیبل لگا ہوتا ہے، جھوٹ پر سچ کا رنگ وروغن ہوتا ہے اور جھوٹا دغا باز، مظلوم ومقہور سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ جو حقیقی مظلوم ہوتا ہے، رائے عامہ اس کے خلاف ہو جاتی ہے اور اس کو باغی کا خطاب ملتا ہے، جب کہ حقیقی بغاوت پر کمر بستہ اپنی زبان اور میٹھے بول کے جادو سے جھوٹے گواہوں کی فوج اور جھوٹ کے پلندوں سے جج کو متاثر کرتا ہے اور اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے، حالانکہ درپردہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ اس کی بحث اور تکرار جھوٹ تھی۔ فریق مخالف ظالم نہیں تھا، بلکہ اس نے خود اس کے اوپر ظلم کیا اور یہ سب جال محض جھوٹی مایا اور کالے دھندے کیلئے بچھایا جاتا ہے۔ افسوس اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ سارا کھڑاگ اس نے حرام کو کھانے کے لیے رچایا اور اسی طرح اس کے تحت جھوٹا دعویٰ قاضی اور جج پر غلط طریقہ سے اثر انداز ہونا اور اس کو ناحق دبانا سب کچھ شامل ہے۔ ایسا شخص اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے کتنی دیر اور خلق الٰہی پر کس قدر ظلم وستم کرنے والا ہے۔ آہ! وہ کتنا جھوٹا، مکار اور دغا باز ہے۔

مقدمہ بازی اور خصومت میں جھوٹ کے وہ اثرات ہیں جو یہاں مذکور ہوئے اور جن کی وجہ سے اس جھوٹ کو منافقت کی ایک نشانی قرار دیا گیا اور کوئی جھوٹا اور فریبی اپنی چرب زبانی اور یاوہ گوئی سے کتنا ہی پر فریب جھوٹ بولے اس کے جھوٹ کا پردہ جس طرح اس آیت میں فاش کیا گیا، کیا کوئی فاش کر سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ﴾ [1]

"اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں تجھ کو دنیا میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے مافی الضمیر اور اللہ کو گواہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ تمہارے سخت دشمن ہیں اور جب پھر جاتے ہیں تو زمین میں تگ و دو کرتے ہیں کہ اس میں فساد

[1] ٢/ البقرة: ٢٠٤، ٢٠٦۔

پھیلائیں اور کھیتوں کو برباد کریں اور چوپایوں کی نسل کو ماریں، اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب کوئی انہیں کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو عزت کی خاطر گناہ پر اڑ جاتے ہیں، لہٰذا جہنم ان کو کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ)) ❶

''اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كَفٰى بِكَ اِثْمًا اَنْ لَّاتَزَالَ مُخَاصِمًا)) ❷

''تمہارے لیے کافی بڑا گناہ یہ ہے کہ تم جھگڑالو بنے رہو۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

٤٧١ : ((مَنْ جَادَلَ فِيْ خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ)) ❸

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الاحكام، باب الا لدالخصم وهو الدائم فی الخصومة لدًّا عوجًا، حديث: ٧١٨٨؛ صحيح مسلم، كتاب العلم، باب فی الألد الخصم، حديث: ٢٦٦٨۔ ❷ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، حديث: ١٩٩٤؛ شعب الايمان للبيهقی: ١١/ ١٦، حديث: ٨٠٧٤؛ المعجم الكبير للطبرانی: ١١/ ٤٨ حديث: ١١٠٣٢، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

❸ اس کو طبرانی نے المعجم الاوسط: ٦/ ٢١٤ حديث ٨٥٥٢۔ ابن ابی الدنیا نے ''ذم الغيبة'' حدیث ۴ اور ''الصمت'' حدیث ۱۵۳ میں روایت کیا ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١٠/ ٨٧ حديث: ٤٥٨٠ البتہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ((من خاصم فی باطل وهو يعلمه لم يزل فی سخط الله حتى ينزع عنه)) ''جس نے جانتے بوجھتے باطل (کی حمایت) میں جھگڑا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں رہے ==

''جو کوئی کسی علم کے بغیر محض جھگڑتا رہے، وہ شخص اس وقت تک اللہ کی ناراضی میں رہے گا۔ جب تک اس کی سانس نہ اکھڑ جائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

((مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ)) ثُمَّ تَلَا:

﴿ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ [1]

''جو قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ ہو جاتی ہے ان میں لڑائی جھگڑا ڈال دیا جاتا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اور کہتے ہیں۔ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ (مسیح) اچھا ہے۔ یہ لوگ تیرے سامنے صرف جھگڑے کے طور پر کہتے ہیں، بلکہ یہ لوگ طبعاً جھگڑالو ہیں۔''

علاوہ ازیں ایک اور چیز جو لائق مذمت ہے اور جو عرصہ دراز تک مذموم اثرات اس کے مرتکب پر چھوڑ جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ من گھڑت مسلک کو درست بنانے کیلئے باطل طریقہ اپنایا جائے اور حق کے ستاروں پر کیچڑ اچھالا جائے۔

اور اگر کوئی حق کی حمایت کیلئے حجت اور تکرار کرے، جیسے کتاب و سنت اور صحیح عقیدے کی نشر و اشاعت کیلئے بحث کرے، ضلالت اور کفر کے پرستاروں کا رد کرے اور بدعت کے شیدائیوں سے ٹکرائے تو اس کے اس عمل کا شمار اللہ کے نزدیک جہاد میں ہوگا اور دعوت الی اللہ کی قبیل سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ

= گا حتی کہ اس سے باز آجائے۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابوداؤد کی تحقیق ۳/ ۸۱۳ حدیث: ۳۵۹۷ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[1] ٤٣/ الزخرف: ٥٨؛ سنن ترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة الزخرف، حديث: ٣٢٥٣؛ سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب اجتناب البدع والجدل، حديث: ٤٨؛ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٤٨ وجديد: ٤/ ١٣٧٦ حديث ٣٦٧٤؛ مسند احمد: ٥/ ٢٥٢؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ ۱/ ۱۰۹ حدیث: ۴۸ اور تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۳۱ کی تحقیق میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴾ [1]

''اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دانائی اور عمدہ عمدہ نصائح سے لوگوں کو بلاؤ اور (مباحثے کی نوبت آئے تو) نہایت عمدہ طریقے سے ان کے ساتھ مباحثہ کیا کر۔ تیرا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے، جو اسکی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہ ہدایت والوں سے بھی خوب واقف ہے۔''

البتہ بحث کرنے والے کو گفتگو کے آداب سے واقف ہونا چاہیے اور جارحانہ کلام سے گریز کرنا چاہیے تاکہ دوسرا فریق حجت اور دلیل کی روشنی میں اصل مدعا کو قبول کرے اور شدت اور تندخوئی سے بچے کہ اس میں کسی کا کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ ﴾ [2]

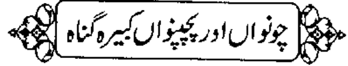
''کیونکہ تو اللہ کی رحمت سے ان کیلئے نرم دل پیدا ہوا ہے، اگر تو بدخو اور سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے فوراً یہ لوگ بھاگ جاتے۔ پس تو ان کو معاف کر اور ان کے لیے بخشش مانگ اور ان سے کام میں مشورہ لیا کر۔''

بقول علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص بھی مذمت کے لائق ہے۔ جو حجت اور بحث کرے اور حق کی جستجو کرے، لیکن بقدر حاجت بحث مباحثہ کے بجائے وہ شخص لڑائی جھگڑا، جھوٹ، فساد اور ایذا رسانی پر آمادہ ہو اور خصم پر اپنی بات محض لادنا چاہتا ہو، اسی طرح وہ شخص بھی لائق مذمت ہے جو کسی سچائی کے حصول کے بغیر محض غرض کا بندہ ہو اور اپنے فریق سے محض الجھتا ہو، اس کی تہہ میں عناد و دشمنی اور فریق کو مقہور اور مبہوت کرنا چاہتا ہو۔ ایسے شخص کی مذمت کی جائے گی اور وہ شخص کسی مذمت کا مستوجب نہیں ہوگا۔ جو مظلوم ہو، حق کی حمایت کرنا چاہتا ہو، جھگڑا اور سخت کلامی سے کوسوں دور ہو اور کسی قصد و ارادے کے بغیر کسی سے الجھتا نہ ہو۔ نہ کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے کے درپے ہو، ایسے شخص کی بحث اور تکرار حرام نہیں، البتہ جہاں تک

---

[1] ١٦/ النحل: ١٢٥۔ [2] ٣/ آل عمران: ١٥٩۔

ہو سکے حجت اور تکرار کو کم سے کم استعمال کرنا چاہیے۔ کیونکہ دوران مباحثہ زبان کو لگام دینا کٹھن کام ہے اور خصومت سے سینہ چھلنی ہوتا ہے اور غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ جب غصے کی آگ بھڑکتی ہے، تو آپس میں بغض وحسد پیدا ہوتا ہے، اس کی تکلیف کو دیکھ کر دوسرا خوش ہوتا ہے اور دوسرے کی مسرت سے پہلے کو جلن ہوتی ہے اور زبان کے زور سے عزت وآبرو کو پامال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا خصومت کرنے والا شخص آفتوں کی زد میں ہوتا ہے، دل اسی میں منہمک ہوتا ہے، یہاں تک کہ نماز میں بھی دل اسی میں لگا رہتا ہے اور ذہن حجت اور دلیل کے تانے بانے بنتا رہتا ہے۔ اس لیے ایسا شخص استقامت کے ساتھ ایک حال پر قائم نہیں رہتا اور حقیقت یہی ہے کہ خصومت کی بنیاد شر وفساد اور ریاکاری ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ جب تک ضرورت لاحق نہ ہو اور حد درجہ مجبوری پیش نہ آ جائے کسی سے خصومت، حجت وجدال اور تکرار نہ کرے۔ (الکبائر للذھبی)



مذاق اور ٹھٹھہ کرنا، عیب جوئی کرنا، طعنہ دینا اور غیبت کرنا

مزاح میں جسے مذاق کہا جاتا ہے کوئی ذلت آمیز اور ہلکی بات نہیں کرنی چاہیے۔ نہ کسی کی حرف گیری کرنی چاہیے، نہ کردار پر حملہ کرنا چاہیے اور نہ طنز و تشنیع کرنی چاہیے، نہ غیبت کرنی چاہیے، غیبت یہ ہے کہ کسی کی اس کے پیٹھ پیچھے برائی کی جائے، جب کہ وہ برائی اس کے اندر ہو، اگر اس کے اندر وہ برائی نہ ہو تو اس کو بہتان کہا جاتا ہے، قرآن پاک نے ان تینوں عیوب کی پوری صراحت کے ساتھ مذمت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾ [1]

''مسلمانو! تم بہت سارے مواقع پر بدگمانی کرنے سے پرہیز کیا کرو، کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور سنو! تم ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہا کرو کہ اس کا کوئی مخفی عیب ملے تو گرفت کرے اور نہ تم میں سے کوئی کسی کو اس کے پیچھے برائی سے یاد کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم یقیناً برا سمجھو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آپ کی نسل سے تمام انسانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں۔ ہاں جو پرہیز گار ہوں گے ان کا اکرام و اعزاز سب سے زیادہ ہوگا، البتہ دنیاوی احکام میں کنگھی کے دانتوں کی طرح سب کا حکم یکساں

---

[1] ٤٩/ الحجرات:١٢۔

ہوگا۔ جب تمام انسانوں کا حال یہ ہے تو سوچنا چاہیے کہ پھر ایک آدمی دوسرے کا مذاق کیوں اڑائے، جب کہ اسلامی رشتے کی رو سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کی محبت اور ایک دوسرے سے پیار کرنا ضروری ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [1]

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تم سب کو مختلف قوموں اور قبائل اس لیے بنایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، یقیناً اللہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔''

صحیح حدیث مبارکہ میں ہے:

((لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ التَّقْوَى هٰهُنَا)) وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ)) [2]

''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، کسی کے سودے پر سودا نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی طرف پشت پھیر کر نہ بیٹھو اور دوسرے کو رغبت دلانے کیلئے قیمت نہ بڑھاؤ، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو کر رہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کوئی اس پر ظلم نہ کرے، اس کو بے مدد نہ

---

[1] ٤٩/ الحجرات:١٣۔ [2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حدیث: ٢٥٦٤۔

چھوڑے، اس کو ذلیل نہ سمجھے (آپ نے سینے کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے۔ آدمی کیلئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان کی ہر چیز خون، مال، آبرو دوسرے پر حرام ہے۔''

ٹھٹھہ اور مذاق اڑانا کسی مسلمان کی بری طرح توہین کرنا جو بہت بڑی معصیت ہے اور اس معصیت کی معافی توبۂ نصوح (خالص توبہ) کے ذریعے ہوتی ہے اور جس سے مذاق کیا جاتا ہے، اس کی زندگی میں اس سے معافی مانگ لینا ضروری ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ کوئی بگاڑ نہ پیدا کیا جائے، ورنہ بصورت دیگر اللہ سے مغفرت کی دعا کرے اور اس کے سامنے توبہ کیلئے جھکے۔

''ھمز اور لمز'' حقارت اور استہزا کی صورتیں ہیں، سابقہ حدیث مبارکہ اور گزشتہ آیت کریمہ میں ان دونوں کی حرمت وارد ہے اور دونوں کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورہ نازل فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾ [1]

''ہر عیب جو طعنہ زن کیلئے افسوس ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو بڑے فخر کے ساتھ شمار کرتا ہے، سمجھتا ہے یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔ یہ خیال اس کا ہرگز (صحیح) نہیں۔ اسے بھسم کرنے والی آگ میں ڈالا جائے گا۔ تمہیں کیا معلوم کہ وہ بھسم کرنے والی آگ کیا چیز ہے؟ وہ اللہ کی طرف سے بطور سزا مقرر ہوئی ہے۔ تیز آگ ہے بدن سے گزر کر دلوں تک جا چڑھے گی۔ تحقیق وہ آگ بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں بدکاروں کیلئے مخصوص ہوگی۔''

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الزواجر میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] ١٠٤/ الهمزة:١، ٩۔

﴿وَيۡلٞ لِّكُلِّ هُمَزَةٖ لُّمَزَةٍ﴾ وہ لوگ جو طعنہ زنی کرتے ہیں۔ (لمزہ) وہ جو حرام طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ (نبز) ٹوہ میں رہنا، لقب جو کسی کی ذات کی رفعت اور بلندی کا احساس دلائے یا اس کی پستی کی غمازی کرے، یعنی کسی شخص کو ذلت یا حقارت کے ساتھ نہ پکارا جائے، مثلاً یوں نہ کہا جائے، اے منافق! اے فاسق! حالانکہ وہ شخص اپنے فسق سے تائب ہو چکا ہے۔

مذکورہ الفاظ کی مختلف لوگوں نے مختلف توجیہہ کی ہے۔ ان میں "سخریہ" مذاق کو اس لیے مقدم کیا گیا کہ ان تینوں میں سب سے زیادہ اذیت اسی سے پہنچتی اور بے حد تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ یہ انسانی عیب کی شکل میں ہوتا ہے، مذاق کی بہ نسبت یہ ہلکا ہوتا ہے، "نبذ" سے مراد لقب کے ساتھ پکارنا ہے۔ یہ عیب جوئی سے کمتر ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اس کا مفہوم اس کے لقب کے مطابق ہو، اس لیے کہ کبھی اچھے کا لقب برا یا اس کے برعکس ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر مت کرو، اپنے بھائیوں کو حقیر مت جانو اور یہ بھی مت کرو کہ ان کی طرف مطلق التفات ہی نہ کرو۔ نیز فرق مراتب کا خیال کرتے ہوئے کسی کو عیب مت لگاؤ اور ان کا ایسا نام نہ رکھو جو انہیں پسند نہ ہو اور اس ارشاد (انفسکم) سے اللہ تعالیٰ نے ایک خفیف اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ مسلمانوں کو جسد واحد کی طرح رہنا چاہیے کہ ایک حصہ متاثر ہو تو پورا جسم اس کی ٹیس محسوس کرے، لہٰذا سوچنا چاہیے کہ اگر کسی نے دوسرے کو عیب لگایا تو اس نے کسی اور کو نہیں، اپنے آپ کو ہی عیب لگایا ہے، کیونکہ مسلم سماج ایک جسم ہے، اس طرح وہ فرد اس جسم کا ایک عضو ہے اور کسی دوسرے پر عیب بھی نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ دوسرے پر عیب نہیں رکھتا خود اپنے آپ کو عیب دار کرتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے: ''کوئی تم میں سے اپنے باپ کو گالی نہ دے'' لوگوں نے عرض کیا، کوئی آدمی اپنے باپ کو گالی کیونکر دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہ کوئی کسی کے باپ کو گالی دے گا اور وہ اسکے باپ کو گالی دے گا۔'' [1] اسی طرح ارشاد ہے ﴿و لا تقتلوا انفسکم﴾ اور اپنے آپ کو مار مت ڈالو۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیه، حدیث: ۵۹۷۳؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرها، حدیث: ۹۰۔

علاوہ ازیں "تلمزوا" اور "تنابزوا" کے الفاظ میں مغایرت رکھی گئی اسی طرح کیونکہ جس کا عیب نکالا جاتا ہے، فی الفور وہ بھی دوسرے کی عیب جوئی کیلئے کمربستہ ہوتا ہے اور اس طرح یہ کسی دوسرے کے تجسس اور ٹوہ میں لگ جائیں گے۔ اور کوئی نہ کوئی عیب تلاش کر لیں گے۔ اس کی بہ نسبت لقب جوئی میں ایک نے اگر دوسرے کا کوئی نام رکھا تو وہ بھی اس کا کوئی نام رکھے گا اور یوں برابری ہو جائے گی۔

بئس الاثم کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ان تین میں سے کوئی ایک کام کیا وہ فسق کا مرتکب ہوگا۔ اور ایمان لے آنے کے بعد فاسق ہونا بڑی غلط بات ہے۔ اس زبردست تنبیہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کو بھی جوڑ دیا کہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝ ﴾ اس بات کا اشارہ ہے کہ مذکورہ تینوں خرابیوں میں سے ہر ایک خرابی کا گناہ نہایت سنگین ہے۔

غیبت

غیبت کی تعریف پہلے گزر چکی ہے، اس کی قباحت واضح ہے، اس کی اور پہلی دونوں کی خرابیاں فطرت سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مسلم ہیں اور ہر عقل مند کو یہ تسلیم ہے کہ غیبت سے ایک مسلمان کو اذیت پہنچتی ہے، چنانچہ آیت کریمہ میں بہ صراحت اس کی حرمت وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ ﴾ [1]

"تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔"

آیت مبارکہ میں "لا" نہی کے لیے ہے اور نہی سے مقصود تحریم ہے، نیز اس آیت میں محض نہی مقصود نہیں بلکہ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ ﴾ [2]

"کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم

---

[1] ٤٩/ الحجرات:١٢۔ [2] ٤٩/ الحجرات:١٢۔

یقیناً برا سمجھو گے۔“

”ا ء“ اس آیت میں انکار کیلئے ہے، یعنی طبعی طور پر کوئی کسی بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرے گا۔ چہ جائیکہ مردے کا گوشت کھائے، لہٰذا اس آیت میں سخت تاکید وارد ہے اور پوری شدت سے اس امر پر ابھارا گیا ہے کہ مسلمان کی آبرو ایسے ہی عزت اور حرمت والی ہے، جیسے اسکا خون اور اس کا گوشت اعزاز و احترام والا ہے اور بھائی کہہ کر اس میں مزید تاکید پیدا کی گئی اس کی تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی آبرو کے پامال ہونے پر بجا طور پر آزردہ ہوتا ہے جیسے اس کا بدن کٹنے یا خون بہنے پر اسے تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات خون اور گوشت کی تکلیف سے عزت اور آبرو کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ ہر عقل مند آدمی آبرو کو خون اور گوشت پر فوقیت دیتا ہے اور جس طرح ایک عقل مند یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کا گوشت کھاتا پھرے، اسی طرح کسی کی عزت اور آبرو کو پامال کرنا بدرجہ اولی ناپسندیدہ حرکت ہے، کیونکہ یہ زیادہ المناک ہے، غیبت سے خوف دلانے کیلئے بکثرت صحیح احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ)) [1]

”یہ حقیقت ہے کہ خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو، تم پر اسی طرح حرام ہے، جیسے تمہارے لیے یہ دن تمہارے اس ماہ میں تمہاری اس بستی کے اندر حرام ہے، سنو! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟“

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ)) [2]

”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال حرام ہے۔“

---

[1] صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب حجة الوداع، حديث: ٤٤٠٦؛ صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث: ١٦٧٩۔ [2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله احتقاره ودمه وعرضه وماله، حديث: ٢٥٦٤۔

امام بزار رحمہ اللہ نے قوی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

((مِنْ اَرْبَی الرِّبَا اسْتِطَالَةِ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ اَخِيْهِ)) [1]

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کے درپے ہو۔''

ابوداود کے بعض نسخوں میں اس طرح درج ہے:

((اِنَّ مِنَ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اِسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ)) [2]

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کو بدنام مشہور کیا جائے۔''

ابویعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ لکھا ہے:

((لَتَدْرُوْنَ اَرْبٰی عِنْدَاللّٰهِ اِسْتِحْلَالُ عِرْضِ امْرِئٍ)) [3]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟ کسی

---

[1] مسند البزار (کشف الاستار) : ٤/ ٢١٨، حدیث: ٣٥٧٠-٣٥٦٩؛ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الادب، باب ما جاء فی الغیبة والنمیمة: ٨/ ١١٥، حدیث: ١٣١٣٣؛ الترغیب والترھیب، کتاب الادب باب الترھیب من الغیبة: ٣/ ٤٨٧، حدیث: ٤١٦٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٣/ ٧٦، حدیث: ٢٨٣٢۔

[2] سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی الغیبة، حدیث: ٤٨٧٧؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٣/ ٧٧، حدیث: ٢٨٣٢۔ شیخ شعیب الارناؤط نے سنن ابوداود کی تحقیق ۷/۲۳۹ حدیث: ۴۸۷۷ میں اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

[3] مسند ابی یعلی الموصلی: ٨/ ١٤٥، حدیث: ٤٦٨٩؛ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی، حدیث: ١٩٩٠؛ شعب الایمان للبیھقی: ٩/ ٧٩، حدیث: ٦٢٨٥۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف الترغیب والترھیب: ٢/ ٢٢٥، حدیث: ١٦٧٩؛ غایة المرام، حدیث: ٤٣٨، حافظ زبیر علی زئی نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۴/۳۲۲ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مسلمان کی عزت وآبرو کو حلال سمجھنا۔"

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [1]

"اور جو لوگ مسلمان مردوں عورتوں کو (کسی قابل ملامت) کام کے بغیر ایذا دیتے ہیں، وہ بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں۔"

اس آیت شریفہ اور احادیث مقدسہ کو پڑھ کر ایک مسلمان کو جس حد تک ڈرنا چاہیے دونوں سے اس کا مقصود بخوبی حاصل ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو ان مذموم خصلتوں سے کلی پرہیز کرنا چاہیے، بالخصوص جب یہ وبائیں ہر کس و ناکس میں عام ہوتی جارہی ہیں اور کیا عالم اور کیا جاہل کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں، البتہ اللہ رب العزت جسے محفوظ رکھے وہی بچ سکتا ہے، افسوس تو یہ ہے کہ آج نمازی حضرات مسجدوں میں نماز پڑھنے آتے ہیں۔ لیکن جہاں انہیں کچھ وقفہ ملتا ہے اور فرصت کا موقع ہاتھ آتا ہے، وہ ایک دوسرے کے متعلق باتیں بنانا شروع کردیتے ہیں مسجد کا احترام ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔

بنا بریں جو لوگ غیبت کا جرم کریں، ان کا فرض ہے کہ جن کی انہوں نے غیبت کی ہو ممکن ہو تو ان سے عفو کے طالب ہوں، ورنہ بصورت دیگر استغفار اور توبہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

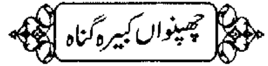
﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [2]

"اے ایمان والو! تم اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے متوجہ رہو، بہت جلد

---

[1] ٣٣/ الاحزاب:٥٨۔ [2] ٦٦/ التحریم:٨۔

تمہارا پروردگار تمہاری غلطیاں تم سے دور کر دے گا۔ اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ سب کچھ اس روز ہو گا جس روز اللہ اپنے نبی کو اور اس کے ساتھ والے ایمان داروں کو شرمندہ نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں بائیں چلتا رہے گا۔ وہ کہیں گے اے اللہ! ہمارا نور پورا کر اور ہمارے گناہ معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''



چغل خوری

چغل خوری یہ ہے کہ مثلاً زید کی باتیں عمر سے کہی جائیں اور مقصود اس سے دونوں کے درمیان جھگڑا اور لڑائی ہو، جاننا چاہیے کہ چغل خوری لفظ عام طور پر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ ایک کی بات دوسرے سے کہی جائے، جیسے کہا جائے کہ فلاں تمہارے بارے میں اس طرح کہتا تھا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ چغل خوری صرف اسی مفہوم تک محدود نہیں، بلکہ اس کی تعریف میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ کسی کی ناگوار باتوں کو دوسرے تک پہنچایا جائے، جس کو وہ خود فاش کرنا پسند نہیں کرتا یا اس کا افشا کرنا کسی تیسرے کو پسند نہیں۔ یہ پردہ دری زبانی، تحریری، اشارے کنائے اور کسی کے ایما سے بھی ہو سکتی ہے اور فاش کیے جانے والے راز، کسی کا کردار اور اس کی گفتار دونوں ہو سکتے ہیں اور وہ کوئی عیب کوتاہی یا اس کے علاوہ کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے، بلکہ یوں سمجھا جائے کہ چغل خوری کی حقیقت یہ ہے کہ راز فاش کیا جائے یا کسی ایسی چیز کی پردہ دری کی جائے جسے متعلقہ آدمی پسند نہ کرے۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ دوسروں کے اندر کوئی بھی ناگوار بات دیکھیں تو اس وقت تک اس کی بابت خاموشی اختیار کریں جب تک کہ اس کے اظہار سے مسلمانوں کا فائدہ نہ ہو یا اس معصیت کا دفعیہ مقصود نہ ہو۔ مثلاً: اگر کوئی کسی کا مال ناجائز طریقے سے لے رہا ہو تو متعلقہ آدمی سے کہہ دے تاکہ اس کے حق کی رعایت ہو اور اگر یہ دیکھا کہ کوئی اپنا مال تہہ کر کے رکھ رہا ہے اور اس نے کسی سے کہہ دیا تو یہ چغل خوری اور پردہ دری ہو گی اور اگر جو بات کہی گئی وہ متعلقہ آدمی کے اندر نقص اور عیب کی صورت میں موجود ہو تو یہ غیبت بھی ہو گی۔ یہ واضح رہے کہ چغل خوری کا محرک عام طور پر متعلقہ آدمی سے یا تو بدسلوکی اور دل کی کوئی خلش ہوتی ہے، یا جس سے وہ بات کہی جائے اس سے اظہار محبت مقصود ہوتا ہے۔ یا ذہنی عیاشی مقصود ہوتی ہے۔ یا پھر بے ہودگی اور باطل میں وقت گزاری مقصد ہوتا ہے۔

چغل خوری کبیرہ اور بھاری گناہ ہے، اس کا مرتکب دوزخی ہوگا، جیسے میاں بیوی میں

تفرقہ ڈالنے والا، باپ اور بیٹے اور دو دوستوں میں تفرقہ ڈالنے والا جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اگر کسی کے خلاف کسی حاکم کا کان بھرا گیا تا کہ حاکم کا غصہ اسکے خلاف تیز ہو اور مظلوم کے خلاف کسی تحقیق کے بغیر ظالم کی شنوائی ہو جائے تو بدترین چغل خوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو، پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔''

افسوس موجودہ زمانے میں مخبری اور اطلاعات کے نام پر حکومتوں نے بڑی بڑی رقموں سے چغل خوری کے اڈے کھول رکھے ہیں۔ جہاں بھاری تنخواہ پا کر مخبر ایک ایک بات ان حکام تک پہنچاتے ہیں اور اس پر سو سو اور ہزار ہزار جھوٹ ملا کر رعایا کی طرف سے حکام کا دل میلا کرتے ہیں، ان کے خلاف غیظ و غضب کی آگ بھڑکاتے ہیں اور پھر بیچاری رعیت سے زبردست انتقام لیا جاتا ہے۔ آج یہ حال ہے کہ یہ جاسوس ہر ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مسجدیں بھی ان سے خالی نہیں ہیں۔

کاش یہ حکام اپنی رعایا کی چغل خوری کے بجائے رعایا اور خود ان کے دشمنوں کی خبر گیری اور جاسوسی کیلئے قوم کا سرمایہ صرف کرتے اور ان قومی اور ملی دشمنوں سے محتاط رہتے تو ان کے حق میں زیادہ سودمند ہوتا۔ غریب رعایا بھلا ان کا کیا بگاڑے گی۔ رعیت کی حیثیت تو حکام کیلئے مثل اولاد کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے لوگوں کو پیدا فرمایا ابتدا سے ان کا سب سے بڑا عیب لایعنی کلام، غیبت اور چغل خوری رہی ہے۔

کبھی مظلوم، حکام یا قاضیوں کے بارے میں کچھ کہہ دیتا ہے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتا ہے۔ کبھی رعایا خلاف شرع احوال پر رائے زنی کرتی ہے۔ اس قسم کی باتیں خفیہ طور پر اگر حکام کے سامنے پہنچا دی جائیں تو چاہیے کہ ان قضیوں میں عجلت سے کام نہ لیں، فوراً غصے

---

[1] ٤٩/ الحجرات:٦۔

میں نہ آجائیں اور نہ انتقام کیلئے پیش قدمی کریں، بلکہ اس آیت کو پیش نظر رکھیں جو ابھی گزری اور اس آیت کو بھی مدنظر رکھیں۔

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ ﴾ [1]

”قسمیں کھانے والے ذلیل، اکسانے والے، ادھر ادھر لگانے والے، کار خیر کو روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے، بدکار اکھڑ اور بدخمیر کی باتیں مت مانو۔“

کہتے ہیں کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کہ ولد الزنا کبھی اپنے پیٹ میں کوئی بات رکھ نہیں سکتا۔ ابن وردی کے اس شعر کو بھی ملحوظ رکھیے۔

اترك النمام واهجره فما بلغ المكروه الا من نقد

”چغل خور کو چھوڑ دو اور اس سے صرف نظر کرو، کیونکہ لگانے بجھانے والا کریہہ بات سے پہلے متاثر ہوتا ہے۔“

بہر کیف حکام کا فرض تو یہ تھا کہ وہ چغل خوروں کے بارے میں غور وفکر اور رصاف بینی سے کام لیتے، لیکن خود انہیں نے جلد بازی کی اور اس کے نتیجے میں جن بے گناہوں سے متعلق انہیں خبریں پہنچائی گئیں انہی سلاخوں کے اندر دھکیل دیا گیا، اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ بعض خبریں درست ہوتی ہیں، تب بھی حکومت کو اور حکام کو غلط رخ نہیں اپنانا چاہیے ایسی ہی جھوٹی خبروں کی بنیاد پر بے گناہوں کا قتل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود انہیں اپنی کارکردگی سے کوئی عبرت نہیں ہوتی، نہ انتقامِ الٰہی سے ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ جہاں بھی حکام کی اٹھان غیر اسلامی طریقوں پر ہوگی عالم اسلام میں اس قسم کی معصیت ناگزیر ہوگی۔ اللہ مظلوموں کی مدد فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ

[1] ٦٨/ القلم: ١٠، ١٣۔

فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴾ ❶

''اور تو ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جان، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے، جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔''

چغل خوری گناہ کبیرہ نہیں ہوگی تو پھر کیا ہوگی؟ یہ اسی کی شاخسانہ ہے کہ لوگوں میں جھگڑا لڑائی، بغض وحسد اور آپس میں کینہ کپٹ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے قتل وخون ریزی کی نوبت آتی ہے۔ اس لیے گزشتہ آیت میں وارد ہے۔ ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴾ (طبیعت کے) اکھڑ، بدخمیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ ﴾ ❷

''جوش والے (ابی لہب) کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ٹوٹ چکے، نہ اس کا مال اس کے کام آئے گا نہ اس کی کمائی (بلکہ مرتے ہی) جوش والی آگ میں داخل ہوگا۔ اس کی عورت بھی ایندھن اٹھائے ہوئے داخل جہنم ہوگی۔''

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ عورت لکڑیاں لگاتی تھی اور لوگوں میں لڑائی لگانے کیلئے ادھر کی بات ادھر کیا کرتی تھی، نمیمۃ کو بھی ''حطب'' اسی لیے کہا جاتا ہے، کہ اسکی بدولت عداوت اور دشمنی بڑھتی ہے، جیسے لکڑی سے آگ بھڑک اٹھتی ہے، چغل خوری کی مذمت میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ جن کی بنا پر اس کی علت سے خوف پیدا ہوتا ہے۔

چند احادیث میں درج ہے:

① حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ)) وَفِي رِوَايَةٍ ((قَتَّاتٌ)) ❸

---

❶ ۱٤/ ابراھیم:٤٢۔ ❷ ۱۱۱/ لھب:۱، ٥۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمة، حدیث: ٦٠٥٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم النمیمة، حدیث: ۱۰٥؛ سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی القتات، حدیث: ٤٨٧١؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی النمام، حدیث: ٢٠٢٦؛ قتات اور نمام کے معنی ایک ہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ لوگ گروہ بنا کر بات چیت کرتے =

”چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک روایت میں نمام کی بجائے قتات ہے۔“

اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فتنہ انگیزی، دسیسہ کاری، کینہ کپٹ اور دو دوستوں میں لڑائی لگانے سے سختی سے روکا ہے، اس سخت وعید کے بعد کسی وعید کی حاجت نہیں رہ جاتی، رسول اللہ ﷺ اس شخص کو اس سے ڈراتے ہیں کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا اور اگر چغل خوری کی مذمت میں سورہ قلم کی یہی ایک آیت نازل ہوتی تو کافی ہوتی، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ...... الخ﴾ اور ایک مسلمان اس شرم ناک اور ذلیل حرکت سے کلی پرہیز کر سکتا ہے۔ ہاں جس کی سرشت میں خرابی ہوگی وہی اس کے قریب جائے گا، لیکن اس آیت کے ساتھ مذکورہ حدیث بھی اس کی مذمت میں وارد ہے اور ایسے شخص کو ڈرا کر کہا گیا کہ وہ جنت میں نہیں جا پائے گا۔

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((اَنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ بَلَى اِنَّهُ كَبِيرٌ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَاَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)) [1]

رسول اللہ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ تاہم وہ بڑی بھی ہے۔ ایک تو ان میں سے چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔“

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، الفاظ انہی کے ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو نقل کیا ہے، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی کے

= ہیں۔ تو یہ شخص ان کی سن کر اس کے خلاف چغلی کھاتا ہے، جب کہ قتات لوگوں میں اس طرح بیٹھتا ہے، گویا ان کی سنتا نہیں۔ لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اسے کوئی علم نہیں اور پھر یہ ان کی چغلی کھاتا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله، حدیث: ۲۱۸۔۲۱۶؛ صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، حدیث: ۲۹۲۔

مطابق نقل کیا ہے۔

③ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچاتے ہیں:

((خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ)) [1]

''اللہ کے بہتر بندے وہ ہیں جن پر نظر پڑ جائے تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے بد ترین بندے وہ ہیں، جو چغلی کھاتے ہیں۔ احباب کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔ بے گناہوں کو دشواری میں ڈال دینا چاہتے ہیں۔''

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور انہوں نے اس کو شہر سے نقل کیا، اسناد صحیح ہیں، اسے لائق حجت تسلیم کیا گیا ہے۔

④ امام ابوداؤد سے مروی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ)) قَالُوْا: بَلَى قَالَ: ((إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ)) [2]

''کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور خیرات سے افضل مرتبہ نہ بتاؤں؟'' لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا: ''آپس میں جھگڑے والوں میں صلح صفائی کرانا

---

[1] مسند احمد، ٤/ ٢٢٧؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب، ٣/ ٧٤، حدیث: ٢٨٢٤، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجه، ٥/ ٤١٨ حدیث: ٤١١٩ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٥/ ٣٩٥ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[2] سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، حدیث: ٤٩١٩؛ سنن ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فی فضل صلاح ذات البین، حدیث: ٢٥٠٩؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١١/ ٤٨٩، حدیث: ٥٠٩٢؛ موارد الظمآن، حدیث: ١٩٨٢، حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود: ٤/ ٧٠٨ حدیث: ٤٩١٩ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ١/ ٨٤٧ میں اس کی سند کو الاعمش راوی کے سماع کی تصریح ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

کیونکہ آپس میں جھگڑنا مونڈ دینے والا (ہلاکت وتباہی کا باعث) ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کو درج کیا اور اس کو صحیح کہا۔ پھر کہا:

وَيُرْوِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّهُ قَالَ:((هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الدِّيْنَ)) [1]

نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ مونڈ دیتی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ چغل خور کا زہر شیطان سے زیادہ کارگر ہوتا ہے، کیونکہ شیطان درپردہ اپنا کام کرتا ہے، جب کہ یہ کھلم کھلا سرگرم ہوتا ہے۔

مشہور ہے کہ ایک غلام یہ کہہ کر نیلام کیا جا رہا تھا کہ اس کے اندر اور تو کوئی عیب نہیں بس ایک چغلی کا مرض ہے، ایک شخص نے چغل خوری کو کوئی بڑا عیب نہیں سمجھا اور اس کو خرید لیا، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ غلام نے مالکہ سے چغلی کھاتے ہوئے کہا کہ تمہارا میاں دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، یا درپردہ دوسری عورتوں کی طرف مائل ہے اور اسے یہ پٹی پڑھائی کہ وہ استرا لے کر اس کے گلے کے پاس کے کچھ بال مونڈ لائے تاکہ اس پر وہ جادو کرا دے۔ عورت ذات نے اس کی بات کو سچ سمجھ لیا اور تہیہ کر لیا کہ آج رات وہ یہ کام ضرور کرے گی۔ ادھر یہ غلام مالک کے پاس آیا اور چغلی کھائی کہ تمہاری بیوی نے آشنا رکھ چھوڑا ہے اور اس سے اس کو محبت ہے اور آج رات وہ تمہیں قتل کر ڈالنے کے ارادے سے آئے گی۔ یقین نہ ہو تو سونے کا ڈھونگ رچانا، تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔ مالک نے اس کی بات کو صحیح سمجھ لیا اور رات بظاہر سوتا بنا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اس کی بیوی آئی اور چپکے سے اس کے حلق کے بال

---

[1] یہ الفاظ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فی فضل صلاح ذات البين، حديث: ٢٥١٠؛ مسند احمد: ١/ ١٦٧؛ مسند ابی داود الطيالسی، حديث: ١٩٠؛ مسند البزار (كشف الاستار): ٢/ ٤١٩، حديث: ٢٠٠٢ میں موجود ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٢٣، حديث: ٢٦٩٥ و ٣/ ٧٠ حديث ٢٨١٤۔

مونڈھنا چاہے۔ مالک پہلے ہی بیدار تھا۔ اس نے سوچا نوکر صحیح کہہ رہا تھا۔ اس نے جھٹ بیوی کے ہاتھ سے استرا لیا اور اس کو ذبح کر ڈالا۔ دوسرے دن چرچا ہوا، میکے والوں نے جو دیکھا کہ ان کی لڑکی کو کاٹ ڈالا گیا ہے تو انہوں نے میاں کو بھی موت کے گھاٹ اتار ڈالا اور محض اس چغل خوری کی بدولت دونوں خاندانوں میں ٹھن گئی اور سخت خون خرابہ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چغل خوروں کی تصدیق کرنے اور اس کے نتیجے میں درپیش خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ ﴾ [1]

"اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو، پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

جس کسی کے خلاف چغلی کھائی جائے اور اس سے کہا جائے کہ فلاں آدمی تمہارے بارے میں یوں کہتا ہے یا تمہارے خلاف یہ کر رہا ہے، یا فلاں سازش کر رہا ہے یا تمہارے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے، یا تمہاری بری گت بنانا چاہتا ہے، یا اسی قسم کی چکنی چپڑی باتیں کہے تو اس شخص کو ان چھ امور کا التزام رکھنا چاہیے۔

① ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود ہے ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ ﴾ [2]

"اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو، پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔"

---

[1] ٤٩/ الحجرات:٦۔ [2] ٤٩/ الحجرات:٦۔

② چغل خور کو اس کی عادت بد سے روکے اور ہمدردی کے لہجے میں اس کی خرابی اس کے سامنے ظاہر کرے...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [1]

''معروف کا حکم دو اور منکر سے روکتے رہو۔''

③ اللہ واسطے اس سے دشمنی رکھے، کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا لازم ہے۔

④ اپنے دور کے ساتھی کے خلاف بدگمانی اور برائی کا تصور نہ رکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ﴾ [2]

''اے ایمان والو! بہت ساری بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔''

⑤ چغل خور جو کچھ کہہ دے اس کی بات میں آ کر بیجا تجسس اور کھود کرید نہ کرے، کیونکہ یہ بھی ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَجَسَّسُوا ﴾ (الحجرات) ''اور تجسس مت کرو''

⑥ چغل خور کو جس بات سے تم خود منع کرنے جا رہے ہو، خود اس کے مرتکب نہ ہو، نہ اس کی چغل خوری دوسروں سے کہتے پھرو فلاں ایسا کہتا تھا وغیرہ۔ ورنہ تم بھی چغل خور یا غیبت کرنے والے کے زمرے میں رہو گے۔ یا جس سے تم نے دوسرے کو منع کیا خود اس کے مرتکب بنو گے۔

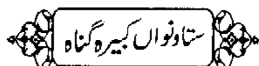
نقل ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس کوئی شخص آیا اور کسی شخص کے بارے میں کوئی بات کہی۔ آپ نے فوراً اس سے کہا: تم چاہو تو ہم تمہارے بارے میں غور کریں گے۔ اگر تم نے جھوٹ کہا تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

﴿ إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ (اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو...... اور اگر تم نے سچ کہا تو تمہارا شمار ان میں ہوگا ﴿ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ﴾ (قلم) ''اُکسانے والے اور ادھر ادھر لگانے والے۔''

اور چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں۔ اس نے کہا امیر المومنین میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

---

[1] ۳۱/ لقمان:۱۷۔ [2] ۴۹/ الحجرات:۱۲۔



عجب اور تکبر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴾ ❶

''اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل میں مہر لگا دیا کرتا ہے۔''

عجب اور تکبر نہایت رذیل اور کمینہ خصلتیں ہیں۔ ان اوصاف سے جاہل، اکھڑ اپنی طاقت اور مقدار پر اترانے والے اور نچلی طبیعتوں والے متصف ہوتے ہیں اور ایک بندۂ بے مقدار کو تکبر کیونکر زیب دیتا ہے، جو گندے ناپاک پانی سے پیدا ہوا اور اس کا انجام بھی مردار بدبودار کی شکل میں سامنے آنے والا ہے۔ اگر آدمی اپنی اصلیت کو پرکھے اور انجام پر نظر رکھے تو ہرگز اس کے اندر تکبر کے کیڑے نہیں پیدا ہوں گے اور دیکھا جائے تو دوسروں پر اکڑنے اور اترانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ہر انسان آدم کی اولاد ہے اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور اہل علم کی صفت تکبر کرنا اور غیروں کو حقیر جاننا کبھی بھی نہیں رہی ہے۔

علما اس بات کو بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اولین تکبر کرنے والا ابلیس لعین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا تو اس نے اپنے آپ کے آتشی ہونے اور حضرت آدم کے خاکی ہونے کا نکتہ اٹھایا اور اس بات پر اکڑ گیا کہ آتشی خاکی کی تعظیم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی باتوں کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ ❷

''تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔''

ابلیس کے تکبر اور آدم پر فوقیت کے اظہار کو اللہ نے متعدد آیتوں میں پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۤ

❶ ٤٠/ غافر: ٣٥۔ ❷ ٧/ الاعراف: ١٢۔

﴿ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ 1

’’اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی (بزرگانہ) تعظیم کرو تو سب نے تعظیم کی، مگر شیطان اس سے اترایا اور اپنے جی میں بڑا بن بیٹھا۔‘‘

اور اگر کوئی آدمی زرکثیر کے بل پر اتراتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے بت پرست، بے دین، ملحدین اور کافروں کے پاس بے اندازہ دھن دولت ہے، لیکن کیا انہیں ان کی دھن دولت کی وجہ سے کوئی بڑائی یا مرتبہ حاصل ہوا؟ آخر قارون کے قصے سے عبرت لینی چاہیے، جس نے حضرت موسیٰ کے سامنے تکبر کیا۔ آپ کے حکموں پر چلنے سے انکاری ہوا اور اللہ اور اس کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکموں سے کھلی ہوئی سرتابی کی، اللہ نے اس کی سرگزشت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ ۤ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّأَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝﴾ 2

’’قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔ پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا اور ہم نے اس کو اتنا مال دیا کہ اس کے خزانوں کی چابیوں کو طاقت ور آدمیوں کی ایک جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ جب اس کی قوم نے کہا اتراؤ نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس کے ذریعے سے آخرت کی تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور ملک میں فساد نہ کر، کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں

---

1 ٢/ البقرۃ: ٣٤۔ 2 ٢٨/ القصص: ٧٦، ٧٨۔

سے محبت نہیں کرتا اس نے کہا مجھ کو جو کچھ ملا ہے، میری لیاقت اور علم سے ملا ہے، کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا جو اس سے زیادہ قوت والے تھے اور بہت سی جمعیت والے تھے اور جب (عذاب آتا ہے، تو) مجرموں سے گناہوں کی بابت سوال نہیں ہوتا۔'' [1]

اور اگر کوئی اپنی حکومت اور سلطنت کے بل پر اکڑتا ہے تو اسے ملعون نمرود کے انجام پر غور کرنا چاہیے۔ جس نے احکام الٰہی اور اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکموں کے سامنے اکڑفوں دکھائی، لیکن مچھر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے برباد کیا، کہتے ہیں کہ یہ مچھر اس کے ناک کے راستے سے دماغ تک جا پہنچا اس سے وہ بے چین ہو گیا اور اسے کسی ایسے ہی شخص سے کچھ چین حاصل ہوتا تھا جو اس کے سر پر لگا تار جوتیاں رسید کرتا تھا۔

نیز فرعون کی ہلاکت کے اسباب پر غور کرنا چاہیے، جس نے بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کیا۔ اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکموں کو ٹھکرایا اور بہت زیادہ تکبر کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۝ ﴾ [2]

---

[1] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قارون کے جواب کو نقل کیا ہے جب اس کی قوم نے ہمدردی کرتے ہوئے اسے خیر کا مشورہ دیا تو اس نے کہا تھا مجھے جو کچھ ملا ہے میری لیاقت اور میرے علم پر ملا ہے، یعنی مجھے تمھاری رائے اور مشوروں کی ضرورت نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ دولت میرے ہنر کی بدولت دی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں ہی اس کا حق دار ہوں، اسے مجھ سے محبت ہے لہٰذا تقدیراً مفہوم یہ ہوگا کہ مجھے یہ دولت اس لیے ملی کہ اللہ کو بھی معلوم ہے کہ میں اس کا اہل ہوں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ (۳۹/ الزمر: ۴۹) یعنی اس نے مجھے جو دیا اس لیے دیا کہ وہ میرے حال کو بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعوے کو رد کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ اس کا محبت کا دعویٰ من گھڑت اور جھوٹ ہے ﴿أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا﴾ (۲۸/ القصص: ۷۸) یعنی اس سے پہلے اس سے بڑے نامور گزرے۔ جنھیں ان کے کفر اور ناشکری کی بنا پر ملیا میٹ کر دیا گیا اور اللہ کو ان سے کوئی محبت نہیں تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ﴾ (۲۸/ القصص: ۷۸) مجرموں سے گناہوں کی بابت سوال نہیں ہوتا، کیونکہ وہ کوئی کم گناہ نہیں کیے ہوتے ہیں۔ (خلاصہ تفسیر ابن کثیر) [2] ۷۹/ النازعات: ۲۴۔۲۵۔

''(فرعون نے) کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا دونوں کے عذاب میں پکڑا۔''

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی فوج کو غرق کیا جیسا کہ چند آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام کو ذکر کیا ہے۔ بہر کیف کسی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تکبر کے جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔

عجب اور تکبر کی اس بری عادت کا شکار بڑے بڑے امرا و زعما و روسا اور حکام ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے وزیر، تاجر اور جوانی کے نشے میں چور ہونے والوں کو یہ مرض لاحق ہوا ہے اور جب انہیں کچھ دولت یا وجاہت ہاتھ آئی، ان کی پیشانی پر بل پڑا ہے اور ان کی اڑان اتنی اونچی ہوئی ہے کہ جب انہیں کوئی سلام کرتا ہے تو وہ جواب نہیں دیتے۔ ان کے گھر جا کر ملو تو ان کے چہرے پر بشاشت اور تازگی نظر نہیں آتی۔ اس کی بجائے ان کے اندر تند خوئی اور بدمزاجی غالب ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ [1]

''جب تم کو کوئی تحفہ دے تو اس کے بدلے اس کو اچھا تحفہ دیا کرو یا کم از کم اسی جیسا دیا کرو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔''

یہ اپنی اکڑفوں، طیش اور گھمنڈ کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے انہیں ناپاک قطرہ آب سے پیدا کیا اور کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ کے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

((لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَبْيَضَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَبْيَضَ إِلَّا بِالتَّقْوَى)) [2]

---

[1] ٤/ النساء:٨٦۔ [2] مسند احمد: ٥/ ٤١١؛ شعب الایمان للبیھقی: ٧/ ١٣٢، حدیث: ٤٧٧٤؛ حلیۃ الاولیاء: ٣/ ١١٩، حدیث: ٣٣٩٣؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٣/ ١٣٥، حدیث: ٢٩٦٤؛ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ٦/ ٤٥٣، حدیث: ٢٧٠٠۔

’’کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے۔‘‘

لیکن یہ گھمنڈی لوگ اپنی نوع کے انسانوں پر ہی نہیں بلکہ ان اہل علم کے سامنے بھی گھمنڈ کرتے ہیں جو ان سے کہیں زیادہ افضل اور عالی مرتبہ ہیں۔ جب یہ کسی نادار نوجوانوں کو پھٹا پرانا کپڑا پہنتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے جانور سمجھتے ہیں، حالانکہ دنیا کے مسلمان کو یا عام انسانوں کو اسلامی یا انسانی رشتے سے بھائی کہنا چاہیے اور اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا ہے کہ میل محبت اور آپس میں انکسار کا جذبہ پروان پائے اور اس کا کم سے کم درجہ یہی ہے کہ سلام کرنے یا جواب دینے میں پہل کی جائے، یہ نہیں کہ کسی کو دیکھ کر پیشانی پر بل آ جائے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا جائے۔ یہ اوچھی حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں، جنہیں اللہ نے پست اور سرگشتہ کیا اور انہوں نے ابلیس لعین کی پیروی کی۔ اگر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کا انجام جہنم ہوگا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

ذیل میں ہم چند آیات اور بعض روایات اس مضمون سے متعلق نقل کرتے ہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴾ 1

’’اور زمین پر متکبرانہ وضع سے نہ چلو (ایسی چال سے) تم زمین کو نہ پھاڑ سکو گے اور نہ طول میں پہاڑ کے برابر ہو جاؤ گے۔‘‘

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ 2

’’اور تکبر کی وجہ سے لوگوں سے منہ نہ پھیر لے اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چلا کر، اللہ تعالیٰ تکبر اور فخر کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔‘‘

---

1 ۱۷/ الاسراء:۳۷۔ 2 ۳۱/ لقمان:۱۸۔

﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ ﴾ [1]

”جو لوگ زمین پر ناحق بڑائی کرتے ہیں، میں ان کو اپنے حکموں سے پھیر دوں گا، اگر چہ ہر قسم کے نشان اور معجزے بھی دیکھیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں گے تو ان پر نہ چلیں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں گے تو جھٹ سے اس راہ کو اپنی راہ بنالیں گے، کیونکہ وہ ہمارے حکموں سے انکاری اور بے پروا ہیں۔“

اب روایات کی طرف آیئے!

① حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاءُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ)) [2]

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عزت اس کا تہبند ہے اور تکبر اس کی چادر ہے، جو شخص اس سلسلے میں مجھ سے کھینچ تان کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔“

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے، نیز برقانی نے اس کو اسی طریق سے نقل کیا ہے۔ جس سے مسلم نے اس کو نقل کیا، البتہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((الْعِزُّ إِزَارِيْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ شَيْئًا مِنْهُمَا عَذَّبْتُهُ)) [3]

”عزت میرا تہبند ہے اور تکبر میری چادر ہے، جس نے مجھ سے اس کے لیے کھینچ تان کی میں اسے عذاب دوں گا۔“

---

[1] ٧/ الاعراف:١٤٦۔ [2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكبر، حديث: ٢٦٢٠؛ الادب المفرد للبخاری، حديث: ٥٥٢۔

[3] صحيح مسلم كتاب البر والصلة، باب تحريم الكبر حديث: ٢٦٢٠؛ الادب المفرد للبخاری حديث: ٥٥٢۔

اس روایت کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالَی الْكِبْرِیَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ)) ❶

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے جس نے ان میں سے کسی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اسے دوزخ میں پھینک دوں گا۔"

② حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ)) ❷

"سنو! کیا میں تمہیں دوزخیوں کی نشان دہی نہ کر دوں، ہر دوزخی تند خو خشک مزاج بے حد اکڑفوں کرنے والا اور اترانے والا ہوتا ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

③ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ فِيْ ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَسَاكِيْنِهِمْ فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَإِنَّكِ النَّارُ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُ

---

❶ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب ما جاء في الكبر، حديث: ٤٠٩٠؛ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع، حديث: ٤١٧٤؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ٢/ ٣٥، حديث: ٣٢٨، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۴/۱۷۲ حدیث: ۴۰۹۰، سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۵/۴۵۴ حدیث ۴۱۷۴ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

❷ صحيح بخاری، كتاب الادب، باب الكبر، حديث: ٦٠٧١؛ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حديث: ٢٨٥٣۔

هُمَا)) [1]

”دوزخ اور جنت کا مناظرہ ہوا۔ دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے ظالم اور مغرور لوگ داخل ہوں گے، جنت نے کہا میرے اندر کمزور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، جس بندے پر میں رحم کرنا چاہوں گا۔ تیرے ذریعے کر دوں گا اور (دوزخ سے کہا) تو میرا عذاب ہے جسے میں عذاب دینا چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب دوں گا، مگر تم میں سے ہر ایک کا بھرنا مجھ پر ضروری ہے۔“

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

④ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)) [2]

”جنت میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے کہا آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا رہے، اس کا جوتا اچھا رہے (تو کیا یہ تکبر ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں۔ یہ تو حسن و جمال ہے اور) اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کو دبانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“

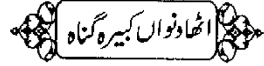
اس روایت کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حديث: ٢٨٤٦-٢٨٤٧۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه، حدیث: ٩١۔

[3] مذکورہ روایات کتاب الترغیب والترہیب سے منقول ہیں۔



اٹھاونواں کبیرہ گناہ

پڑوسی کو ستانا

اللہ تعالیٰ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور ان کے ساتھ احسان کا ایسا ہی حکم دیا جیسے والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کا حکم فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴾ [1]

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو، اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، بلکہ قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، نزدیک

---

[1] ٤ / النسـاء:٣٦ ، حافظ ابن رجب نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر فرمایا ہے اور حقوق العباد کی پانچ قسمیں بیان فرمائیں: (۱) ان بندوں کے حقوق جن میں آپس میں قرابت داری اور رشتہ ہو، ان میں خاص طور پر والدین کا ذکر کیا، کیونکہ دیگر رشتہ داروں کی نسبت انہیں امتیاز اور فوقیت حاصل ہے۔ پھر والدین، اولاد کے عدم سے وجود میں آنے کا سبب ہوتے ہیں اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور انہیں اخلاقی تعلیم دیتے ہیں۔ (۲) ان بندوں کے حقوق جو خود کمزور ہیں اور احسان کیے جانے کے مستحق ہوتے ہیں، ان انسانوں کی دو قسمیں ہیں، وہ انسان جو بدنی کمزوری کی وجہ سے استحقاق رکھتے ہوں، جیسے یتیم اور جن کے پاس مال نہ رہے، جیسے مسکین (۳) وہ لوگ جنہیں قرابت اور پڑوس حاصل ہے، ان لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں، نزدیک کے پڑوسی، دور کے پڑوسی ساتھ والے (۴) وہ لوگ جو کسی کے پاس آتے جاتے ہوں، لیکن ان کے پاس اقامت اختیار نہ کرتے ہوں، یہ لوگ ابـن سبیل یعنی مسافر ہیں، جو کسی اجنبی وطن کو جاتے ہوں۔ بعض نے ان کی وضاحت مہمان سے بھی کی ہے یعنی وہ مسافر جو کہیں مہمان ہو کر اترے (۵) "ملك يمين۔" یعنی ماتحت غلام، رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ((اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)) بعض سلف نے اس کے ضمن میں ان جانوروں کا بھی ذکر کیا ہے جو انسانوں کے زیر نگیں اور ماتحت ہوں۔
سـنـن ابـي داؤد، كتـاب الادب، بـاب في حق المملوك، حديث: ٥١٥٦؛ سنن ابن ماجه: ١٦٢٥، ٢٦٩٨، حافظ زبیر علی زئی ﷾ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور دور کے پڑوسیوں اور ساتھ والوں سے مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ متکبروں اور اترانے والوں سے محبت نہیں کیا کرتا۔‘‘

مذکورہ روایتیں کتاب الترغیب والترہیب سے منقول ہیں۔

اس آیت شریفہ میں پڑوسی کے ساتھ احسان کی تاکید وارد ہے اور اس کا مفہوم واضح ہے کہ احسان کی ضد بدسلوکی ہے اور وہ حرام ہے، چنانچہ احادیث میں مذکور ہے کہ بالعموم، آپ ﷺ نے پڑوسی کو ستانے سے روکا اور کبھی اس کے اعزاز واکرام کا حکم فرمایا، جیسا کہ ذیل کی احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْلِيَصْمُتْ)) [1]

’’جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔‘‘

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ)) [2]

’’جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہیے۔‘‘

اللہ رب العزت نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاہ بنفسه، حدیث: ٦١٣٦؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت الا عن الخیر وکون ذلك کله من الایمان، حدیث: ٤٧۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف، حدیث: ٤٨۔

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کو پڑوسی کے نہ ستانے پر موقوف رکھا اور فرمایا کہ جوکوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے، اس حدیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جوکوئی پڑوسی کو ستائے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان لانے والا نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ کامل ایمان رکھتا تو اس کا یہ ایمان اپنے پڑوسی کو ستانے سے روک دیتا ہے اور پڑوس ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستانے سے منع کیا: خواہ پڑوسی ہوں، یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [1]

''جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی (قابل ملامت) کام کے ایذا دیتے ہیں، وہ بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ (کا بوجھ اپنی گردن پر) اٹھاتے ہیں۔''

مسلمانوں ہی کی طرح کافروں، ذمیوں اور جن سے معاہدہ کیا گیا ہے، ان سب کو ستانے سے ممانعت وارد ہے اور مذکورہ آیت میں مومنوں کے ستانے کا ذکر محض ایک گونہ قید ہے اور یہ حکم تغلیب وارد ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ اٰذَی ذِمِّيًّا فَاَنَا خَصْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [2]

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۵۸۔ [2] تاریخ بغداد للخطیب البغدادی: ۸/ ۳۷۰، حدیث: ۴۴۷۲؛ کتاب الموضوعات ابن الجوزی: ۲/ ۶۳۳، حدیث: ۱۲۰۷؛ الجامع الصغیر للسیوطی، حدیث: ۸۲۷۰؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام، صفحہ: ۲۷۱، حدیث: ۴۷۰ میں اس حدیث کو منکر اور ضعیف الجامع الصغیر، حدیث: ۵۳۱۴ میں ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ سنن ابوداود، کتاب الخراج، باب فی تفسیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، حدیث: ۳۰۵۲ میں ہے کہ ''جس نے معاہد (جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو) پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دیا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب: ۳/ ۱۵۶ حدیث ۳۰۰۶۔

”جس نے کسی ذمی کو اذیت پہنچائی تو قیامت کے دن میں اس کا مقابل رہوں گا۔“

② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ)) قِيلَ وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)) [1]

”اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا: گیا کون اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہ رہے۔“

اس روایت کو امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)) [2]

”وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے محفوظ نہ رہے۔“

③ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِجَارِهِ)) اَوْقَالَ ((لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّهُ لِنَفْسِهِ)) [3]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی اللہ کا بندہ اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔“ یا فرمایا: ”اپنے بھائی کیلئے۔“

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ، حدیث: ٦٠١٦؛ مسند احمد: ٢/ ٢٨٨۔ [2]

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار، حدیث: ٤٦۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الایمان ان یحب لأخیہ المسلم ما یحب لنفسہ من الخیر، حدیث: ٧٢/ ٤٥۔

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصِيَامِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ: ((هِيَ فِي النَّارِ)) قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِيَامِهَا وَصَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَتَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقِطِ وَلَا تُؤْذِي جِيْرَانَهَا قَالَ: ((هِيَ فِي الْجَنَّةِ)) [1]

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں عورت اپنی نماز، خیرات اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے مشہور ہے، لیکن ساتھ ہی وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جہنم میں جائے گی۔'' عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں عورت اپنی کم نماز اور کم روزے کی وجہ سے مشہور ہے اور بس پنیر کا بڑا ٹکڑا خیرات کرتی ہے۔ لیکن پڑوسیوں کو ستاتی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جنت میں جائے گی۔''

اس روایت کو احمد، بزار اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔

مذکورہ بالا پہلی حدیث میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان کو اس پر موقوف کیا کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم کھا کر فرمایا: ''وہ شخص مومن نہیں جو پڑوسیوں کو ستاتا ہے۔'' صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شر اور فساد سے محفوظ نہ ہو۔ [2] تیسری حدیث

---

[1] مسند احمد: ۲/ ٤٤٠؛ مسند البزار، (كشف الاستار عن زوائد البزار): ۲/ ۳۸۲ حديث: ۱۹۰۲؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ۱۳/ ۷۷۔۷٦، حديث: ٥٧٦٤؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ۲۰٥٤؛ مستدرك حاكم: ٤/ ۱٦٦ وطبع جديد: ۷/ ۲٦۰۸، حديث: ۷۳۰٤؛ الادب المفرد للبخاري، حديث: ۱۱۹؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان تحريم ايذاء الجار، حديث: ٤٦۔

میں ایمان ہی سے انکار کیا گیا تاوقتیکہ آدمی اپنے پڑوسی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہو، اس لیے جب تک وہ اپنے پڑوسی کیلئے وہی پسند نہیں کرے گا، جو وہ اپنے لیے کرتا ہے، اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔

چوتھی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ ایک عورت اپنی پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتی تھی اس لیے وہ دوزخ میں گئی، حالانکہ وہ بکثرت نمازیں پڑھتی تھی اور خیرات وغیرہ کرتی تھی۔

مذکورہ دونوں آیتوں اور ان احادیث سے اور دوسری متعدد روایتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے، پڑوسی کو ستانا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ آپ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر اس شخص کے صاحب ایمان ہونے سے انکار فرمایا جس کے شر اور فساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔

تیسری حدیث میں اس شخص کے مومن نہ ہونے کا اعلان ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے وہی کچھ پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے، ان روایتوں میں پڑوسیوں کے حقوق کی سخت تاکید وارد ہے اور پڑوسیوں کے حقوق کی بابت رسول اللہ ﷺ نے اس حد تک تاکید فرمائی ہے۔

⑤ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا زَالَ جِبْرَئِیلُ علیہ السلام یُوصِینِی بِالْجَارِ حَتَّی ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَیُوَرِّثُهُ)) [1]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب الوصاءة بالجار، حديث: ٦٠١٥_٦٠١٤؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والاحسان إليه، حديث: ٢٦٢٥_٢٦٢٤۔

[1] ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میراث کی دو قسمیں ہیں حسی اور معنوی۔ یہاں وراثت سے حسی وراثت مراد ہے۔ معنوی وراثت علم کی ہوتی ہے اور وہ بھی یہاں مراد ہو سکتی ہے، کیونکہ پڑوسی کا پڑوسی پر یہ بھی حق ہے کہ اسے حاجت اور ضرورت کے مطابق تعلیم دے۔ واللہ اعلم۔ پڑوسی کا لفظ ہر قسم کے پڑوسی پر صادق آتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، عابد، زاہد یا فاسق ہو فاجر، دشمن ہو یا دوست۔ نزدیک کا ہو یا اجنبی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے کہا ہے کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) عزیز مسلم پڑوسی، اس کے تین حقوق ہیں: حق جوار، حق اسلام اور حق قرابت (۲) صرف مسلم پڑوسی، اسے دو حق حاصل ہیں: پڑوس کا حق اور اسلام کا حق =

''جبرائیل مجھے پڑوسی کی بابت اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھنے لگا کہ اسے وراثت بھی دی جائے گی۔''

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔

اس مقام پر رک کر ایک مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ آخر پڑوسی کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ امین وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو وصیت کرتے ہیں اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر بار بار تاکید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہیں اللہ تعالیٰ ایک پڑوسی کے مرنے پر دوسرے پڑوسی کو وارث نہ ٹھہرا دے۔ گویا وہ ایک جان دو قالب ہیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کی اس قدر تاکید کے باوجود ہم عام مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے، بلکہ انہیں کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ پاؤں سے ستاتے ہیں، کبھی بالواسطہ انہیں تنگ کرتے ہیں، مثلاً اپنے گھر کی چھت اتنی اونچی رکھتے ہیں کہ ہمسایہ کی عورتوں پر نظریں پڑیں یا گھر کا بیت الخلاء کچھ ایسا بناتے ہیں کہ اسکی بدبو سے پڑوسی کا دماغ پھٹ جائے وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف ان ایذا رسانیوں کو دیکھئے اور دوسری طرف قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ ﷺ سے منقول روایتوں کو دیکھئے جن میں بدسلوکی اور ایذا رسانی سے ممانعت وارد ہے۔ درحقیقت جہالت اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے انسان، عقل، شرع، رسم ورواج اور اخلاق وکردار کی پوری خلاف ورزی کرتا ہے اور مروت، شرافت، غیرت اور کسی

== (۳) ذمی پڑوسی، اس کو بھی اذیت سے بچانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے بھی خیر کی توقع ہے۔ چنانچہ سہل تستری رضی اللہ عنہ نے اپنے مجوسی پڑوسی کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ مجوسی نے اپنے بیت الخلا کو کچھ اس طرح بنایا تھا کہ کچھ گند حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے گھر میں جاتا تھا۔ حضرت سہل دن بھر جو گندگی گرتی رات کو اسے اٹھا کر پھینک دیتے۔ جب آپ کا وقت قریب آیا اور آپ بیمار ہوئے تو انہوں نے مجوسی کو بلا کر کہا کہ میں تم سے معذرت چاہتا ہوں میں تو مر رہا ہوں پتا نہیں میرے ورثاء تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، اس لیے میں معافی چاہتا ہوں؟۔ مجوسی نے حیرت کی کہ یہ زندگی بھر صبر کرتے رہے۔ پھر کہا کہ میں کافر تھا۔ لیکن آپ نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ ہاتھ بڑھایئے میں اسلام قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ ادھر سہل رضی اللہ عنہ بھی انتقال کر گئے۔ غور کرنا چاہیے کہ آپ نے کس قدر صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ اسی طرح توفیق دے۔ آمین۔ (زواجر)

یہ واقعہ ابن حجر المکی نے الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب البیوع، باب الصلح، ۱/۵۵۵ (طبع دار المعرفۃ) میں بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے۔

قسم کی ممانعتوں کو خاطر میں نہیں لاتا، جب کہ زمانہ جاہلیت میں عرب بھی پڑوسی کے حقوق کی رعایت کرنے پر فخر کرتے تھے اور ایسا کرنے والے کو معزز ترین انسان سمجھتے تھے۔ سموں شاعر کہتا ہے:

؎ تعیرنا انا قلیل عدیدنا فقلت لها ان الکرام قلیل

''وہ ہمیں عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ حقیقت میں اشراف کم ہی ہوتے ہیں۔''

وما ضرنا انا قلیل وجارنا عزیز و جارا لا کثرین ذلیل

''یہ کوئی تکلیف دہ بات نہیں کہ ہم کم ہیں اور ہمارے پڑوسی تو ہمیں عزیز ہیں، جب کہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔''

جب یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کا نہایت اکھڑ سماج پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرتا تھا اور کافر مشرک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ عزت سے پیش آتا تھا۔ تو غور فرمائیے! کہ مسلمانوں کو ان کا کتنا لحاظ رکھنا چاہیے، جنہیں کتاب وسنت سے اس کی تعلیم ملتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ انہیں حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے اور طرح طرح سے اس کی تاکید کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت بطور خاص کرنی چاہیے، خواہ پڑوسی کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ ابن وردی پر اللہ رحم کرے، انہوں نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ دار جار السوء لو جار وان لم تجد صبرا فما احلی النقل

''برا پڑوسی خواہ ظلم کرے، لیکن تم اس کی مدارات کرو اور اگر صبر نہ کر سکو تو کہیں منتقل ہو جاؤ کہ کہیں منتقل ہو جانا کتنا پر لطف ہے۔''

پڑوس کی حد کیا ہے؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جہاں تک پکار سنائی دے وہاں تک پڑوس ہے۔ [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول

---

[1] یہ قول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری بشرح صحیح البخاری، حدیث: ٦٠٢٠ کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

ہے کہ ہر طرف سے چالیس گھروں تک پڑوس ہوتا ہے۔ **1** اسی کے مطابق الادب المفرد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے **2** کہ حسن سلوک میں جو زیادہ قریب ہو، اس کی رعایت زیادہ کی جائے گی، چنانچہ قریب دروازے والے پڑوسی کے ضمن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے کس کے پاس میں تحفہ بھیجوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔'' **3** بعض نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ نزدیک کا پڑوسی دیکھ سکے گا کہ کون سا ہدیہ یا تحفہ آتا ہے۔ جب کہ دور کا پڑوسی دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کے قریبی پڑوسی کو دیا جانا احسن بنے۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسب توفیق تحائف کا لین دین کرے۔ جب اس کا سامنا ہو سلام کلام میں پیش قدمی کرے، خوش دلی سے ملاقات کرے، اس کی خیر خیریت پوچھے، اگر اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کی مناسب مدد کرے، اعانت چاہے تو اس کی اعانت کرے، قرض مانگے تو قرض دے، نادار ہو تو اسے بے نیاز کر دے، بیمار ہو تو عیادت کرے، اس کو کوئی مسرت پہنچے تو مبارک باد دے، مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرے، مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، اپنے گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ اٹھائے کہ اسے تازہ ہوا نہ مل سکے، لیکن اگر وہ اجازت

---

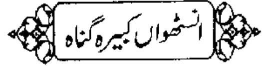
1 یہ قول بھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں حدیث ۶۰۲۰ کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح یہ قول کشف الخفاء: ۱۰۴۵؛ المقاصد الحسنة، حدیث: ۳۶۰ میں بھی موجود ہے۔ اس بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت بھی السنن الکبرٰی للبیهقي: ٦/ ٢٧٦ طبع قدیم وطبع جدید: ٦/ ٤٥١ حدیث: ١٢٦١٢-١٢٦١١ میں موجود ہے۔ لیکن شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: سلسلة الاحادیث الضعیفة: ١/ ٤٤٣، حدیث: ٢٧٤؛ واضح رہے کہ اس بارے میں ''چالیس گھروں'' کی تخصیص کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سلسلة الاحادیث الضعیفة، حدیث: ٢٧٧-٢٧٦-٢٧٥-٢٧٤۔

2 الادب المفرد للبخاري، باب الأدنی فالأدنی من الجیران، حدیث: ١٠٩، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن الاسناد کہا ہے: صحیح الادب المفرد، حدیث: ٨٠۔ **3** صحیح بخاري، کتاب الادب، باب حق الجوار فی قرب الابواب، حدیث: ٦٠٢٠۔

دے تو مضائقہ نہیں۔اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے، بلکہ تھوڑا بہت اس کے یہاں بھی پہنچا دینا چاہیے۔کوئی میوہ خریدے تو اس کے گھر بھی بھیجے اور اگر یہ سب نہ کر سکے تو کم از کم اسے میل جول اور بات چیت سے خوش رکھے اور اپنے بچے کے ہاتھ میں کوئی میوہ دے کر اسے باہر نہ جانے دے کہ پڑوسی کے بچوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی۔

حسن سلوک کی مختلف صورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی تمام قسموں سے بھی کلی پرہیز کرنا چاہیے۔

خواہ یہ بدسلوکی ظاہری ہو یا باطنی اور نیک اور بد پڑوسی کے لحاظ سے بدسلوکی کی نوعیت بھی بدلتی ہے، مختصر یہ کہ پڑوسی کے ساتھ خیر و خوبی کا برتاؤ کرے، اس کی بھلائی اور نیک ہدایت کا طالب ہو، حتیٰ الوسع اسے اذیت نہ پہنچائے، البتہ اگر زبانی یا عملی طور پر نصیحت کیلئے اسے کچھ کہنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اگر پڑوسی غیر صالح ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ جو برائی وہ کرے اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے مرتبے کے مطابق اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔یعنی پڑوسی کا جو مقام ہے اور جس انداز سے سمجھانا اس کیلئے مناسب ہو، اسی طریقے کو اختیار کرے، کافر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ مناسب طریقے سے اس کے سامنے اسلام پیش کرے، اسلام کے محاسن سے اس کو متعارف کرائے اور نرمی کے ساتھ اس کو ترغیب دے، فاسق پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ اس کے حسب حال نرمی سے اس کے ساتھ پیش آئے، دوسروں کے سامنے اس کی لغزشوں کو ڈھانپے۔ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نظر آئے تو ٹھیک، ورنہ اس کے حال پر اسے چھوڑ دے اور اسے بتا دے کہ سرزنش اور تنبیہ کی خاطر اسے اس کے حال پر چھوڑ رہا ہے۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا

گزشتہ اور موجودہ دور کے اہل سنت فقہا، محدثین، مفسرین اور اہل کلام اپنے مختلف نظریات کے فرق کے باوجود اس کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا کرنا اور ان کے مقام و مرتبے کے مطابق الفاظ کے ساتھ انکی تعریف و توصیف کرنا فرض ہے، نیز یہ بھی فرض ہے کہ ان سے محبت کا اظہار کیا جائے، ان کیلئے ہر مسلمان رحمت اور مغفرت کی دعا کرے، ان سے خوشنودی کا معاملہ کرے، جو ان کے بارے میں محبت کا برتاؤ کرے جو ان سے نفرت کرے ان سے نفرت کا رویہ رکھے اور اگر کسی نے انہیں گالی دی تو یہ کبیرہ گناہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا ۝ ﴾ [1]

''ہاں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو روکا جاتا ہے، باز رہو گے تو تمہاری غلطیوں کو ہم معاف کردیں گے اور تمہیں بڑی عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

یہ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہر مسلمان پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ محبت اور میل ملاپ کا برتاؤ کرے، وہ ظالم ہو یا مظلوم اس کی مدد کرے...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [2]

''مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔''

---

[1] ٤/ النساء:٣١۔ [2] ٩/ التوبة:٧١۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ میل محبت، شفقت، رحم دلی اور من سازی میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی ہے۔ جسم کا کوئی عضو جب ذرا درد محسوس کرتا ہے تو پورا جسم اس سے متاثر ہوتا ہے۔ 1 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو، دوسرے کی بولی پر بولی نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ پھیرو، نہ ایک دوسرے کے خلاف سودا کرو بلکہ اے بندگان الٰہی! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' 2

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔'' 3

سوچنا چاہیے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں میں باہم میل محبت رکھنے کا حکم اور انہیں گالی گلوچ دینے سے منع فرمایا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ نیک سلوک اور ان سے میل محبت کا برتاؤ رکھنا تو اور بھی ضروری ہے۔ چہ جائیکہ انہیں گالی گلوچ دی جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ 4

''تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔''

اور بہ ظاہر ہلکی سی گالی یہی ہے کہ ان کی غیبت کی جائے، جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴾ 5

''ہر عیب جو طعنہ زن کیلئے افسوس ہے۔''

---

1 صحيح بخاري، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: ٦٠١١؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، حديث: ٢٥٨٦۔ 2 صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حديث: ٢٥٦٤۔ 3 صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث: ٦٠٤٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان قول النبي ﷺ "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" حديث: ٦٤۔

4 ٤٩/ الحجرات: ١٢۔ 5 ١٠٣/ الهمزة: ١۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے، جو گالی گلوچ اور ایذا رسانی کی بدترین صورت ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ 1

''جنہوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو ان کی کسی ناکردہ حرکتوں پر اذیت پہنچائی تو وہ بہتان تراشی اور کھلے ہوئے گناہ کے مرتکب ہوئے۔''

پھر صحابہ کرام اولین مومن ہیں اور قرآن پاک کے اس خطاب ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ کے اولین مخاطب ہیں اور جہاں جہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے، عزت اور احترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ 2

''سب سے اول سبقت کرنے والے یعنی مہاجرین اور انصار اور جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے (آج سے قیامت تک) اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔''

اللہ نے کسی شرط کے بغیر ان سے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا جب کہ ان کے بعد آنے والوں سے اسی وقت اظہار خوشنودی کیا جب وہ ان کی پیروی کریں گے۔ ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ 3

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جو تم سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔''

رضائے الٰہی اللہ رب العزت کی ازلی اور قدیم صفت ہے۔ اللہ اسی بندے سے راضی ہوتا ہے جو اس کی خوشنودی کے تمام اعمال اور اسباب پر کامل اترتا ہے اور اللہ جس سے راضی ہو جائے پھر کبھی اس پر ناراض نہیں ہوتا، صحیح حدیث میں ہے:

---

1 ۳۳/ الاحزاب:۵۸۔ 2 ۹/ التوبۃ:۱۰۰۔ 3 ۴۸/ الفتح:۱۸۔

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)) [1]

"ان لوگوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔"

اصحاب رسول اللہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور ان کی قدر و منزلت میں کون کلام کرسکتا ہے۔تمام اصحاب یکساں اور برابر تھے، کیا انصار اور کیا مہاجر تمام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کا شرف اٹھایا، کسی شک وشبہ کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اوران کے ایمان کا یہ حال تھا کہ جس طرح مہاجرین نے مکہ میں اپنا کل اثاثہ چھوڑا اور حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی، اسی طرح ان انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے اپنا سب کچھ تج دیا، اپنی جان اور اپنے مال کو ان پر قربان کر دیا، یہاں تک کہ بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ حکم ہوتو وہ اپنے باپ (جو مسلمان نہیں ہے) کی گردن اڑا دیں۔یہ وہ ایمان تھا جوان کے دل کی گہرائی میں جاگزیں تھا۔جس نے انہیں شرک کی تاریکی سے نکال کر توحید کی پرنور راہ پر لگایا اور تمام قبائل عرب بلکہ جملہ اقوام کو ان کا ہدف بنایا۔نفوس قدسیہ تعریف و توصیف کے حق دار کیوں نہیں ہوں گے۔جب کہ متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ

---

[1] سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی الخلفاء، حدیث: ٤٦٥٣؛ سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل من بایع تحت الشجرة، حدیث: ٣٨٦٠؛ مسند احمد: ٣/ ٣٥٠؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح سنن ابی داود: ٣/ ١٣٢، حدیث: ٤٦٥٣؛ صحیح سنن ترمذی: ٣/ ٥٦٨، حدیث: ٣٨٦٠؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ٥/ ١٩١، حدیث: ٢١٦٠؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اصحاب الشجرة اهل بیعة الرضوان، حدیث: ٢٤٩٦ میں ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس: اگر اللہ چاہے تو اصحاب شجرہ میں سے کوئی جہنم نہ جائے گا یعنی جن لوگوں نے بیعت کی اس درخت کے نیچے......الخ

السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ ﴾ [1]

”(حضرت) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ایمان دار ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں، آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں، تم ان کو رکوع، سجود کرتے دیکھتے ہو۔ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ (ان کی نیک بختی) کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں (معلوم ہوتی) ہے۔ یہی اوصاف ان (بھلے مسلمانوں) کے تورات میں مرقوم ہیں اور انجیل میں ان کے اوصاف ایک کھیتی کی طرح مرقوم ہیں، جس سے (پہلے) ایک سوئی (کی طرح کی باریک انگوری) نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی، پھر وہ اپنی پنڈلی پر سیدھی (ایسی) کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے اور کفار ان کی وجہ سے جلتے ہیں۔“

جو لوگ اصحاب رسول ﷺ کی سیرت اور ان کی زندگی کے حالات پڑھیں گے معلوم ہوگا کہ اللہ کے یہ برگزیدہ بندے کس قدر ایمان کامل، زہد اور پرہیز گاری کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سرشار تھے اور ان سے محبت کو مال اور اولاد کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔ نیز انہوں نے دشمنان اسلام سے مقابلہ کرنے میں حد سے زیادہ اذیت اور مشقت برداشت کی، اللہ کی راہ میں زبردست جہاد کیا، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کو پھیلایا، دشمنان اسلام کی سرکوبی کی، ملکوں کو فتح کیا، اللہ کی مخلوق کو اللہ کے دین میں داخل کیا، ان کی توحید خالص اور راہ مستقیم کی طرف رہنمائی کی، عدل و مساوات اور انصاف کو پھیلایا، ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے ان کے کامل ایمان، اونچے درجے اور بلند مقام کے بارے میں کون شبہ کرسکتا ہے، اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جو بھی انہیں گالی دے گا اور انہیں طعن و تشنیع کرے گا، اس کا دل بغض و حسد اور کینہ کپٹ سے لبریز ہوگا، جو شخص

---

[1] ٤٨/ الفتح: ٢٩۔

ان لوگوں سے بغض وحسد رکھے گا، وہ کیونکر اسلام پر برقرار رہ سکتا ہے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، وہ کس طرح رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دم بھرے گا۔ یہ شنیع حرکت ان ہی افراد سے سرزد ہوگی جنہیں قرآن پاک کی آیات کی کوئی پروا نہیں، ان کے فضائل میں وارد احادیث سے انہیں کوئی سروکار نہیں، ان کی خدمات جلیلہ اور عالی مرتبہ کی انہیں کوئی پروا نہیں، ایسے لوگ زبان حال سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہیں، ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہیں نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے برگزیدہ انسانوں کو اذیت پہنچانے کا سامان کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

((مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ)) [1]

''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی مول لی، میری طرف سے اسے اعلان جنگ ہے۔''

اصحاب رسول ﷺ اور ان کے سرخیل خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ یہ سب اللہ کے ولی اور حد درجہ متقی انسان تھے۔ ان کی فضیلت اور تعریف میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض آیات پہلے گزر چکی ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ)) [2]

''میرے اصحاب کو ہرگز گالی نہ دینا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا وہ ان میں سے نہ کسی ایک کے ایک مد کے برابر پہنچے گا نہ نصف مد کے۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، حديث: ٦٥٠٢۔

[2] صحيح بخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب بعدباب قول النبي ﷺ لو كنت متخذًا خليلا، حديث: ٣٦٧٣؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة رضي الله عنهم، حديث: ٢٥٤١۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهَ اللّٰهَ فِي [1] اَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَاْخُذَهُ)) [2]

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، ان کو میرے بعد (طعن واعتراض کا) نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی

---

[1] ارشاد نبوی میں اللہ اللہ تحذیر کا لفظ ہے جو خبردار کرنے کیلئے بولا جاتا ہے، جیسے خبردار کرنے والا کہتا ہے۔ آگ آگ! یعنی آگ سے بچو۔ ((لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِي)) یعنی میرے بعد انہیں طعن وتشنیع اور سب وشتم کا ہدف نہ بنالینا۔ اِتَّخَذَ فُلَانٌ غَرَضًا لِسَبِّهٖ یعنی ہدف ملامت بنانا ((فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ)) اصحاب رسول کی یہ فضیلت ہے اور انہیں یہ مقام اس لیے حاصل ہے کہ صحابہ کی محبت فرض ہے، کیونکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی حاصل رہی۔ انہوں نے آپ کی مدد کی، آپ پر ایمان لائے اور جان ومال سے آپ کی اعانت کی، اس لیے جنہوں نے آپ سے محبت کی، انہوں نے اللہ سے محبت کی اور صحابہ کی محبت آپ سے محبت کا سرعنوان ہے۔

جیسے ان سے بغض آپ سے بغض کی علامت ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ انصار سے محبت ایمان کا خیر ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے اور یہ اسی لیے کہ انہوں نے اسلام کیلئے پیش قدمی کی، دشمنان اسلام سے جہاد کیا اور آپ کے آگے آگے رہ کر آپ کا دفاع کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة الایمان حب الانصار، حدیث: ١٧ وکتاب مناقب الانصار، باب حب الانصار من الایمان حدیث: ٣٧٨٤؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہ من الایمان وعلاماته وبغضهم من علامات النفاق، حدیث: ٧٤۔) اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

[2] سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ٣٨٦٢؛ مسند احمد: ٤/ ٨٧۔ ٥/ ٥٥۔٥٤؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٦/ ٢٤٤، حدیث: ٧٢٥٦؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ٢٢٨٤؛ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، امید ہے کہ اللہ اسے پکڑے گا۔“

اس معنی کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ سَبَّ اَصْحَابِي فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ)) [1]

---

[1] اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الصارم المسلول، ۳/ ۱۰۸۲ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ابن البناء نے روایت کیا ہے۔الصارم المسلول کے محقق شیخ محمد بن عبداللہ بن عمر الحلوانی اور شیخ محمد کبیر احمد فرماتے ہیں ”لم اجد این رواه ابن البناء“ ہم نہیں جانتے کہ ابن البناء نے اس کو کہاں روایت کیا ہے۔اور اس کو القاضی نے کتاب المعتمد فی اصول الدین، صفحہ: ۲۶۱ میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو گالی دینا بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے اور جو کوئی اللہ اور اپنے پروردگار کو گالی دے وہ کس اچھائی کی امید کر سکتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کو گالی دینا، انہیں کافر یا فاسق کہنا (نعوذ باللہ) دین الٰہی اور شریعت محمدیہ کو منہدم کر دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کیلئے انہیں منتخب فرمایا اپنے قرآن، اپنی شریعت اور اپنے راستے کی طرف عام مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ کیلئے انہیں چنا اور ایمان والوں کا ہی نہیں بلکہ دانشوروں کا اس پر اتفاق ہے کہ کافروں اور فاجروں کی گواہی نا قابل قبول ہوتی ہے، جب ان کی گواہی قابل قبول نہیں تو یہ کس کام کے؟

سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن اور احادیث مقدسہ کی تبلیغ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دوسروں تک اسے پہنچایا پھر ان کے بعد والوں نے ان سے اخذ علم کیا، اگر یہ اصحاب کرام نا قابل اعتبار ٹھہرے تو ظاہر ہے، بنیاد گر جائے گی اور عمارت منہدم ہو جائے گی۔ بہر صورت صحابہ کرام پر دشنام طرازی کر دینے کا مقصد شریعت کو منہدم کر دینا ہے جو بد بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہیں کر سکے تو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا، لیکن دونوں کا نتیجہ ایک ہے، خواہ کتنے ہی تقیے یا تصنع سے کام لیں یا تاویل کریں کہ انہوں نے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی، لہٰذا انہیں خلافت کا کوئی حق نہیں تھا، لیکن اللہ کا شکر ہے، کہ اس نے ان کے تقیے کا پردہ فاش کیا اور ان کا راز طشت از بام کیا اور ان کے اس خود ساختہ قاعدے کی عمارت مسمار کر دی، کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کیلئے مخصوص ہے اور خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس شوریٰ کے تحت خلافت تفویض کی گئی اور جس کی بنیاد انصار و مہاجرین نے رکھی اس کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ آج ہم ان شیعہ ہی نہیں بلکہ دوسری قوموں کو بھی دیکھتے ہیں کہ شوریٰ اور انتخاب کے اصول کو تھامے ہوئے ہیں اور جسے اپنا سربراہ بناتے ہیں منتخب کر کے بناتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے سچ فرمایا: ﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ﴾ (۱۳/ الرعد:۱۷) ”کہ جھاگ تو دور ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے حق میں نافع ہوتی ہے، وہ زمین پر ٹھہر جاتی ہے۔“

''جس نے میرے اصحاب کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔''

مذکورہ دونوں حدیثوں اور ان جیسی دیگر احادیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کو ہدف ملامت بنایا۔ ان پر تہمتیں رکھیں اور الزام تراشے ان کی عیب جوئی کی اور اتنی جسارت کی کہ ان پر کفر کا الزام لگایا۔

خاتمہ:

اس بیان میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے والوں کے بارے میں اختلاف ہے، آیا وہ لوگ فاسق بدعتی ہوں گے اور ان کی سزا تعزیر ہوگی یا وہ کافر ہوں گے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل اختلاف نقل کرتے ہوئے کہا ہے: فقہائے اہل کوفہ کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے ان کو قتل کر دینے کا قطعی حکم دیا جو صحابہ کرام کی شان میں سب وشتم کرتے ہیں، نیز یہ بھی فیصلہ کیا کہ روافض کافر ہیں۔

محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کی بابت ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ کافر ہے۔ کسی نے عرض کیا، آیا اس پر نماز پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: نہیں ان سے پوچھا گیا۔ پھر اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے گا؟ جب کہ وہ لا الـٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسے ہاتھ مت لگاؤ ایک لکڑی لے کر اسے دھکیل دو۔ جب وہ قبر میں گر جائے تو اس پر مٹی ڈال دو۔

قاضی ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب صحابہ کرنے والوں کی بابت فقہا کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس فعل کو حلال سمجھے تو اس نے کفر کیا اور اگر حلال نہیں جانا تو اس نے فسق کیا۔ اسی طرح اگر ان کی تکفیر کی یا انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے ان کے دین میں طعن کیا تو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

شیخ نے چند صفحات کے بعد لکھا ہے:

فصل:

اس کی بابت حکم کی تفصیل کے بیان میں...... جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

سب وشتم کرنے کے ساتھ یہ دعوی کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا ہیں، یا نبی تو وہی تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پیغمبری تفویض کرنے میں غلطی کی، اس قسم کی بکواس جو کرے وہ کافر ہے اور جو ان کے کفر میں توقف کرے، وہ بھی کسی شک کے بغیر کافر ہے۔

اسی طرح جس نے یہ کہا کہ قرآن پاک کی کچھ آیتیں کم کر کے انہیں چھپا لیا گیا یا یہ خیال کیا کہ آیات قرآنی کی بعض باطنی تاویل ہیں، یا کوئی تناسخ کا دعوی کرے، تو ان کے کفر کے بارے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور اگر کسی نے کوئی سب وشتم کی، لیکن ان پر ردوقدح یا تہمت نہیں دھری، نہ ان کے دین کی بابت طعن وتشنیع کی، بلکہ ان کیلئے کوئی نازیبا وصف بیان کیا، جیسے بخل و بزدلی، کم علمی، یا عدم زہد وغیرہ کا الزام رکھا تو ایسا شخص تعزیر اور سرزنش کا حقدار ہوگا، لیکن محض اتنی بات پر اسے کافر ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور جن علما نے اس کے کفر کا حکم نہیں دیا، ان کے کلام کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی مطلق لعن طعن کرے اور برا بھلا کہے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ امکان ہے کہ غصے میں کہہ دیا ہو، یا اسکا عقیدہ یہی ہو اور اگر کسی نے بزعم خویش یہ خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگ (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے اور یہ کچھ لوگ دس تھے، یا یہ خیال کیا کہ ان میں اکثر فاسق ہو گئے تو اس میں شک نہیں کہ وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ اس نے قرآن پاک کے خلاف گمان کیا، جبکہ اللہ تعالی نے متعدد مواقع پر ان کی تعریف فرمائی ہے اور ان سے خوشنودی کا اظہار کیا اور یہ اتنا واضح امر ہے کہ جو کوئی اس قسم کے لوگوں کے کفر کے بارے میں شک کرے گا، وہ بھی کافر ہوگا۔

لہٰذا اس نوعیت کا کلام کہ کتاب وسنت کے ناقلین کافر و فاسق ہیں اور اس آیت

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [1]

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا۔"

میں مذکور خیر سے مراد قرون اولیٰ کے اخیار ہیں۔ جبکہ ان میں اکثر کافر اور فاسق تھے اور اس نوعیت کا مضمون کہ یہ امت شریر ترین امت ہے اور اس امت کے اولین لوگ بھی

---

[1] ۳/ آل عمران: ۱۰۹۔

اشرار تھے، یہ اور اس قسم کا تصور رکھنے والا کافر ہوگا، خواہ وہ اضطراراً دین اسلام کا اظہار کرے، اسی لیے تم دیکھو گے جو کوئی بھی اس قسم کا تصور رکھتا ہے، اس کا زندیق ہونا واضح ہوگا اور اکثر زندیق اپنے مسلک کو چھپاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہتوں کے واقعات کو فاش کیا ہے اور تواتر کے ساتھ یہ بھی منقول ہے کہ زندہ یا مردہ ان کے چہرے مسخ کر کے انہیں سور بنا دیا گیا۔

نیز علما نے ان کی عبرت ناک سرگزشت کو درج کیا ہے، انہی میں حافظ صالح ابوعبداللہ بن محمد بن عبدالواحد مقدسی کا شمار ہے، جنہوں نے اپنی کتاب اس نام سے موسوم کی "اَلنَّھْيُ عَنْ سَبِّ الْاَصْحَابِ وَمَا جَاءَ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ وَالْعِقَابِ۔"

مختصر یہ کہ سب وشتم کرنے والوں کے تین درجے ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جن کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، بعض پر کافر ہونے کا حکم لاگو نہیں ہوگا اور بعض کے کافر ہونے میں تردد کیا جائے گا۔ الخ [1]

---

[1] الصارم المسلول۔ تصنیف۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ساٹھواں، اکسٹھواں اور باسٹھواں کبیرہ گناہ

مسلمان کو گالی دینا، اس کی عزت و آبرو میں دست درازی کرنا،

والدین کو گالی نہ دینا لیکن اس کا سبب بننا کہ کوئی دوسرا اس کے والدین کو گالی دے اور مسلمان کو لعن طعن کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ 1

''اور جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی (قابل ملامت) کام کے ایذا دیتے ہیں، وہ بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں۔''

اسلام کی آمد کا اہم مقصد یہی ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کو عقیدہ توحید پر صف بستہ کیا جائے، ایک اللہ پر ایمان، فرشتوں، کتابوں، آخرت کے دن اور قضا وقدر پر یقین کو ان کے دلوں میں پیدا کیا جائے، ایک نبی، ایک کتاب اور ایک قبلہ پر انہیں متحد کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بیشتر ایسے دستور اور ضابطے بنائے جن سے وحدت اور اتفاق کا احساس ابھرتا ہے، جیسے جمعہ کی نماز، جماعت کی پابندی اور عیدین اور حج کی مشروعیت وغیرہ۔ اسی کے ساتھ اسلام نے اتحاد و اتفاق کی دعوت دی اور لڑائی جھگڑے اور نفاق و شقاق سے منع فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ ﴾ 2

''اور سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو

---

1 ۳۳/ الاحزاب:۵۸۔ 2 ۳/ آل عمران:۱۰۳۔

(ورنہ تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے) اور اپنے حال پر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تم آپس میں دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ﴾ ❶

''اور جھگڑا مت کرو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔''

اور عداوت دشمنی اور نفاق و شقاق اس لیے حرام قرار دیا کہ یہ اسلامی اخوت کے منافی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے درمیان استوار فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾ ❷

''یقیناً ایمان والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں، اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان صلح اور درستی کر دیا کرو۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ)) ❸

''ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو، پشت نہ پھیرو، بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بلکہ بندگان الٰہی بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔''

علیٰ ہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام ٹھہرایا کہ مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے، اس کے مول بھاؤ پر مول بھاؤ کرے، اس کی منگنی پر اپنی منگنی کرے، یا ایک مسلمان دوسرے کو دھوکا دے یا اس قسم کا کوئی فریب کرے، جس سے خصومت اور نزاع پیدا ہو اور یہ تمام احکام محض اسلامی اخوت اور اسلامی اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر دیئے گئے اور جب دین اسلام اور اس کے جملہ اوامر ونواہی کا محور یہی ہے تو اس میں شک نہیں کہ مسلمان کو گالی دینا، یا

---

❶ ۸/ الانفال: ٤٦۔ ❷ ٤٩/ الحجرات: ۱۰۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر، حدیث: ٦٠٦٥؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر، حدیث: ۲۵۵۹۔

اس کی عزت پر حملہ کرنا، مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ نص کی رو سے مومنوں کو ستانا حرام ہے، جیسا کہ گزشتہ آیت میں گزرا اور ان میں سب سے زیادہ حرام یہ ہے کہ از خود انہیں لعنت کرے یا اپنے والدین کیلئے سب وشتم اور لعنت ملامت کا سبب بنے۔ اسی لیے ان تین کبیرہ گناہوں کی ممانعت میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

اختصار کے ساتھ چند حدیثیں پیش ہیں:

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئْ مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ)) [1]

"دو گالی دینے والوں میں قصور ابتدا کرنے والے کا ہے، بشرطیکہ مظلوم (حد سے) آگے نہ بڑھ گیا ہو۔"

اس روایت کو امام مسلم، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) [2]

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کر دینا کفر ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور وہ اس کو مرفوع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ كَالشَّرَفِ عَلَى الْهَلَكَةِ)) [3]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب، حديث: ٢٥٨٧؛ سنن ابوداود، كتاب الادب، باب المستبان، حديث: ٤٨٩٤؛ سنن ترمذي، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في الشتم، حديث: ١٩٨١۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ماينهى من السباب واللعن، حديث: ٦٠٤٤؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان قول النبي ﷺ "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" حديث: ٦٤۔ [3] مسند البزار (كشف الاستار عن زوائد البزار): ٢/ ٤٣٢، حديث: ٢٠٣٦؛ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الادب، باب فيمن لعن مسلمًا او رماه بكفر: ٨/ ٨٩ حديث: ١٣٠١١؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٥٧، حديث: ٢٧٨٠؛ صحيح الجامع الصغير، حديث: ٣٥٨٦؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٤/ ٤٩٩، حديث: ١٨٧٨۔

''مسلمان کو گالی دینا اس شخص کی طرح ہے، جو قریب ہلاک ہو رہا ہو۔''

④ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَالِكَ)) [1]

''جو شخص کسی پر فسق یا کفر کا الزام رکھتا ہے، وہ الزام لوٹ کر اسی کے اوپر آتا ہے۔ بشرطیکہ جس پر الزام لگایا وہ ایسا نہ ہو۔''

مذکورہ چند روایتیں مسلمانوں کو سب وشتم کرنے کی بابت وارد ہیں۔ لعنت ملامت کے بارے میں چند حدیثیں یہ ہیں:

(الف) حضرت ابوزید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ان کا شمار بیعت رضوان والوں میں ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ)) [2]

''جس نے اسلام کے سوا کسی اور ملت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کر لی قیامت کے دن اسی سے اس کو عذاب دیا جائے گا اور جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہیں اس کی بابت نذر ماننے پر کچھ عائد نہ ہوگا اور مومن کو لعنت کرنا، اسے قتل کرنے کے مساوی ہے۔''

(ب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث: ٦٠٤٥۔ [2] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث: ٦٠٤٧؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب غلظ تحريم قتل الانسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وأنه لا يدخل الجنة الا نفس مسلمة، حديث: ١١٠۔

((لَا يَنۡبَغِي لِصِدِّيقٍ اَنۡ يَكُوۡنَ لَعَّانًا)) 1

''صدیق کو لعنت ملامت کرنے والا تو نہیں ہونا چاہیے۔''

(ج) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَكُوۡنُ اللَّعَّانُوۡنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ)) 2

''لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارشی اور گواہ نہیں ہوں گے۔''

(د) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَلَاعَنُوا بِلَعۡنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغُضۡبِهِ وَلَا بِالنَّارِ)) 3

''ایک دوسرے پر اللہ کی پھٹکار کی لعنت مت بھیجو اور نہ اس کے غضب کی اور نہ دوزخ کی لعنت بھیجو۔''

اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ھ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الۡفَاحِشِ وَلَا الۡبَذِيِّ)) 4

''مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے اور نہ بہت لعنت بھیجنے والا، نہ فحش بکنے والا اور نہ فحش کرنے والا ہوتا ہے۔''

اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

---

1 صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب وغيرهما، حدیث: ۲۵۹۷۔ 2 صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن لعن الدواب وغيرهما، حدیث: ۲۵۹۸۔ 3 سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی اللعن، حدیث: ٤٩٠٦؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی اللعنة، حدیث: ۱۹۷٦؛ مستدرك حاكم: ١/ ٤٨ طبع قديم وجديد: ١/ ٦٩، حديث: ١٥٠؛ مسند ابی داود الطيالسی: ٢/ ٢٢٩، حديث: ٩٥٣؛ مسند احمد: ٥/ ١٥؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ 4 سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، ما جاء فی اللعنة، حديث: ١٩٧٧؛ مسند احمد: ١/ ٤٠٤؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٢ وطبع جديد: ١/ ١٥۔١٦، حديث: ٢٩۔٣٠؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان: ١/ ٤٢١، حديث: ١٩٢؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(و) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِي لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلَی قَائِلِهَا)) [1]

"بندہ جب کسی پر لعنت بھیجتا ہے، تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے آگے سے بند کر لیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف جاتی ہے، زمین کے دروازے بھی اس کے آگے سے بند کر لیے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔ جب وہ کوئی راہ نہیں پاتی تو لوٹ کر اسکی طرف جاتی ہے جس پر لعنت بھیجی تھی۔ اگر وہ اس کے لائق ہوتا ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے، ورنہ لعنت بھیجنے والے پر پڑتی ہے۔"

(ز) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں:

بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَامْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَلٰی نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: ((خُذُوْا مَا عَلَیْهَا وَدَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ)) قَالَ عِمْرَانُ فَكَاَنِّيْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا یَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ. [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار تھی (اونٹنی چلتی نہ تھی۔) انصاریہ نے تنگ ہو کر اونٹنی پر لعنت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا فرمایا: "اونٹنی پر جو سامان ہے، اس کو لے لو اور اس کو چھوڑ دو، یہ ملعون ہے۔" اب تک میری نظر میں وہ سماں ہے کہ اونٹنی لوگوں میں یوں ہی پھر رہی

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی اللعن، حدیث: ٤٩٠٥؛ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٣/ ٦١، حدیث: ٢٧٩٢؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ٣/ ٢٦٤، حدیث: ١٢٦٩۔ [2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، حدیث: ٢٥٩٥۔

ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔“

اور اپنے ماں باپ کو گالی دینے یا گالی دیئے جانے کا سبب بننے کے بارے میں منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَنْ یَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ)) قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ قَالَ ((یَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَیَسُبُّ اُمَّهُ فَیَسُبُّ اُمَّهُ)) [1]

”منجملہ کبیرہ گناہوں کے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی اپنے والدین کو کیونکر گالی دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے، وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“

اوپر مذکورہ آیات وروایات سے حسب ذیل تین حرمتوں کا ثبوت ملتا ہے، ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

مسلمان کو گالی دینا یا اسے لعنت کرنا ایذا پہنچانا ہے اور شریعت وعقل کی رو سے یہ حرام ہے، ایسا کرنے والا بہتان اور کھلے ہوئے بھاری گناہ کا مستوجب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ)) [2]

”مسلمان وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

اور چونکہ گالی دینے والے کی زبان سے عام مسلمان محفوظ نہیں، لہٰذا اس شخص کا ایمان

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیه، حدیث: ٥٩٧٣؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرها، حدیث: ٩٠۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، حدیث: ١٠؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تفاضل الاسلام وأي اموره افضل، حدیث: ٤١۔

ناقص ہوگا۔

حدیث نمبر ۱:

اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے، یعنی گالی دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے خروج کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے خروج کرنے والا عاصی اور بھاری گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲:

اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ مسلمان کو گالی دینے والا اپنی ہلاکت کے درپے ہے، یعنی کسی مسلمان کو گالی دے کر اس پر دست درازی کرنے اور اذیت پہنچانے والا خودکشی کرنے والے کے مترادف ہے

اور مسلمان کو لعنت ملامت کرنا گالی گلوچ سے زیادہ بھیانک اور بڑا جرم ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے لعن طعن کرنے والے کو مسلمانوں کا قاتل شمار کیا، کیونکہ قاتل جس طرح مقتول کو اس کی زندگی سے محروم کر کے مردوں کی صف میں پہنچا دیتا ہے، اسی طرح لعنت کرنے والا باطنی موت کا باعث ہوتا ہے اور جس پر لعنت کرتا ہے، گویا اسے اللہ کی رحمت سے دور اور مہجور قرار دیتا ہے، حالانکہ اللہ کی رحمت سے سوائے کافروں کے کسی کو دوری نہیں ہوتی اور کفار باطنی طور پر مردہ ہی ہیں، کیونکہ اگر ان کے اندر حقیقی زندگی کی روح موجود ہوتی تو فوراً ایمان لے آتے، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا کامل اور حقیقی زندگی ہے، جس کی دلیل باری تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ﴾ [1]

”مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جب وہ تم کو تمہاری (روحانی) زندگی کیلئے پکاریں۔“

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ﴾

---

[1] ۸/ الانفال:۲٤۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾ [1]

”جو کوئی ایمان دار ہو کر نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت (کسی قوم کا ہو) تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے۔ (بہمہ وجوہ ایسے لوگ عافیت سے رہیں گے) اور ہم ان کو (محض اپنے فضل سے) ان کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے۔“

مسلمان کو گالی دینا، اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اس تشبیہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کیا کہ کوئی شخص مسلمان بھی ہو اور ساتھ ساتھ لعنت ملامت کرنے والا بھی ہو اور لعنت کرنے والے کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے اور نہ پچھلی امتوں کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے سکیں گے، بلکہ انتہا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان تو درکنار کسی جانور کو لعنت کی جائے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور اس عورت کی بابت حدیث میں پہلے گزرا جس نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی تھی۔

اور ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بننا اس میں شک نہیں کہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ والدین بہترین بدلے کے سزاوار ہیں، وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ نیک سلوک، بھلائی اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے، نہ یہ کہ انہیں گالی دی جائے یا گالی دینے کا سبب بنا جائے اور والدین کو عاق کرنے یا ان کی نافرمانی کرنے کی بابت متعدد احادیث پہلے گزریں جن کے اعادے کی سردست ضرورت نہیں ہے۔

اہم وضاحت اور تنبیہ:

مذکورہ تینوں آیات وروایات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ تینوں حرکتیں گناہ کبیرہ ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، البتہ علامہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الزواجر میں مسلمانوں کو گالی دینے کے خصوص میں ذکر کیا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اس پر اعتماد کیا گیا ہے کہ یہ اس پر محمول ہوگا کہ اس سے بار بار یہ حرکت سرزد ہوئی ہو اور اس کی اطاعت وعبادت مغلوب ہوگئی ہو، اس کے برخلاف جانور کو لعنت کرنا بھی معصیت ہے، مگر وہ چھوٹا گناہ ہے اور اس میں اتنی بڑی خرابی نہیں جتنی بڑی خرابی کسی مسلمان کو گالی دینے میں ہوتی ہے۔

---

[1] ١٦/ النحل: ٩٧۔

نیز یہ لعنت جس سے ممانعت آئی ہے اس سے مراد کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا ہے، اور یہ ناجائز ہے اور اگر بالعموم لعنت کی جیسے کہا شرابی پر اللہ کی لعنت ہو، سود کھانے والے پر اللہ کی لعنت ہو تو اس میں مضائقہ نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے بال جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر، (1) شراب پینے والے پر، (2) تصویر بنانے والے پر، (3) اور یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی ہے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔ (4)

اس روایت میں اور اس کے علاوہ متعدد روایتوں میں عموم کے ساتھ لعنت وارد ہے،

---

(1) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر حدیث: ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷ وباب الموصولة حدیث: ۵۹۴۱، ۵۹۴۰؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فصل الواصلة والمستوصلة حدیث: ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵۔ اس حدیث میں والنامصة والمتنمصة۔ جو چہرے کے بال اکھیڑے اور اکھڑوائے کے الفاظ سنن ابو داود، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر حدیث: ۴۱۷۰ میں ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح ابو داود ۲/ ۵۳۸ حدیث: ۴۱۷۰۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابو داود (۴/ ۲۱۶ حدیث: ۴۱۷۰) کی تحقیق میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ اس میں الواشرة و المستوشرة۔ دانتوں کو باریک کرنے والی ہو یا جس سے دانت باریک کروائے جائیں اس پر لعنت ہے۔ کے الفاظ مسند عمر بن عبدالعزیز حدیث: ۲۶ میں ہیں، لیکن اس کی سند عبدالجبار بن عمر راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ مسند احمد ۱/ ۴۱۵ میں نھی ----- عن الواشرة کے الفاظ ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ غاية المرام صفحہ ۷۵۔ شیخ شعیب الارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس حدیث کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔ الموسوعة الحدیثیة مسند الامام احمد ۷/ ۵۸-۵۷ حدیث: ۳۹۴۵۔

(2) سنن ترمذی، ابواب البیوع، باب النهی ان یتخذ الخمر خلاً، حدیث: ۱۲۹۵؛ سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه، حدیث: ۳۳۸۱، ۳۳۸۰۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۴/ ۵۵۲ حدیث: ۳۳۸۱-۳۳۸۰ میں دونوں احادیث کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

(3) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب موکل الربا لقول الله عزوجل، حدیث: ۲۰۸۶۔

(4) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور حدیث: ۲۱/ ۵۳۰۔

خاص طور پر کسی ایک پر لعنت وارد نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلمان کو اپنی زبان اور اپنے اعضا جیسے دل، آنکھیں دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھنا چاہیے، اس لیے کسی مسلمان کو بڑی لعنت کرنے والا، بہت فحش گو، بے حد بے حیا اور بہت زیادہ شور و غل کرنے والا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ایسے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف رہنا چاہیے۔ جیسے اوصاف و اخلاق قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں مطلوب ہیں اور اگر کوئی جہالت برتے اور بدسلوکی سے پیش آئے تو اس کو معاف کرے اور درگزر کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ [1]

"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں، جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، تم پر سلام ہو اور بس۔"

اور شاعر کہتا ہے۔

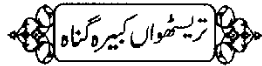
ولقد امر علی اللئیم یسبنی فمضیت تمت قلت لا یعیننی

"جب میرا گزر کسی کمینے پر ہوتا ہے، وہ مجھے گالیاں دیتا ہے، تو میں اس گھڑی وہاں سے یہ خیال کر کے گزر جاتا ہوں کے چھوڑو، وہ کسی اور کو گالیاں دے رہا ہوگا۔"

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے۔

---

[1] ٢٥/ الفرقان: ٦٤۔



دورُخا ہونا

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَيْرَ النَّاسِ فِيْ هَذَا الشَّأْنِ أَشَدَّهُمْ لَهُ كَرَاهِيَةً وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَاالْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِيْ هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ)) [1]

''تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤ گے، ان میں جو زمانہ جاہلیت میں اچھا تھا، وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھا رہے گا، بشرطیکہ انہوں نے سمجھ داری حاصل کر لی ہو اور اس معاملے میں سب سے بہتر تم اس شخص کو پاؤ گے، جس سے (لوگ) سخت کراہت کریں اور لوگوں میں سب سے بدتر تم دورخے شخص کو پاؤ گے، جو ان لوگوں کے پاس آ کر کچھ کہتا ہے اور ان لوگوں کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے۔''

اس روایت کو امام مالک، بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

② حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ)) [2]

''جو کوئی دنیا میں دورخا ہے، قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب المناقب، حدیث: ٣٤٩٤ـ ٣٤٩٣؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خیار الناس، حدیث: ٢٥٢٦؛ مؤطا امام مالك، کتاب الکلام، باب ما جاء فی اضاعة المال وذی الوجھین: ٢/ ٩٩١۔

[2] سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی ذی الوجھین، حدیث: ٤٨٧٣؛ الادب المفرد للبخاری، حدیث: ١٣١٠؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٣/ ٦٨، حدیث: ٥٧٥٦۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۴/۲۸۱ حدیث ۴۸۷۳ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ہوں گی۔“

اس روایت کو ابو داؤد اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

اور منافقین کے اوصاف یہ ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝﴾ [1]

”اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑوں کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو (اصل میں) تمہارے ساتھ (متفق) ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کو مسخری کی سزا دے گا اور ان کی سرکشی کے سبب ان کو کھینچے گا۔ (اپنی سرکشی میں وہ) حیران پھریں گے۔“

یہ دورخا پن ہے اور دو منہ والا وہ ہوتا ہے جو کبھی اس گروپ کے پاس جاتا ہے، کبھی اس گروپ کے پاس اور دونوں کو دھوکا دیتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، دورخا آدمی بدترین انسان ہوتا ہے، کیونکہ اس کی حالت منافقوں کی سی ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ناحق اور باطل کی کیفیت میں ہوتا ہے اور لوگوں میں فساد برپا کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، دورخا آدمی وہ ہے جو ہر پارٹی کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، بظاہر جن کی حمایت کرتا ہے، درپردہ ان سے دشمنی کرتا ہے، اس کی روش منافق، جھوٹے اور دغا باز کی ہوتی ہے، قسم قسم کے حیلوں سے وہ ہر دو گروپ کے بھید پانے کی کوشش کرتا ہے، ظاہر ہے یہ مداہنت اور چاپلوسی ہے اور یہ حرام ہے، ہاں اگر کوئی اصلاح کرنے کیلئے اس قسم کی حرکت کرے تو یہ برا نہیں ہے اور ان کے علاوہ دوسرے کہتے ہیں، کہ مذموم و ممدوح کے درمیان فرق ہے، مذمت کے لائق وہ ہے، جو ہر گروہ کا عمل سجا کر اس کے سامنے پیش کرے

---

[1] ۲/ البقرۃ:۱۵۔

اور تعریف کے لائق وہ ہوتا ہے، جو ہر کسی سے ایسی گفتگو کرتا ہے، جس میں ہر کسی کا فائدہ ہوتا ہے، وہ ہر کسی سے معذرت خواہ ہوتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ حتی الامکان نیکی کرتا ہے اور قباحت سے گریز کرتا ہے۔

دو منہ یا دو زبان والا دور خا ہوتا ہے، جو دشمنی کرنے والوں کے درمیان آمد و رفت رکھتا ہے، ہر ایک سے اس کی من پسند بات کہتا ہے اور ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر لگاتا ہے، اس لیے اس کو دو زبان والا کہتے ہیں۔

اور یہ حرکت چغل خوری سے بھی بدتر ہے، کیونکہ چغل خوری کرنے والا صرف ایک طرف کی بات دوسری طرف پہنچاتا ہے اور دور خا ہونے میں وہ شخص بھی شامل ہے، جو ہر گروپ کے ساتھ یکساں طور پر دشمنی اور عداوت کے بیج بوئے گا، یا کسی ایک سے تعاون اور امداد کا وعدہ کرے گا، یا دشمنی کیلئے کسی ایک کو اکسائے گا۔ اب جو شخص ان برے اوصاف سے متصف ہوگا اس میں شک نہیں کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور یہ عظیم ترین گناہ ہوگا، کیونکہ یہ خصلت برے اوصاف کی حامل ہے۔

دور خا آدمی بیک وقت جھوٹ، نفاق، چاپلوسی، مداہنت، مکر و فریب، چغل خوری اور جھگڑا لگانے، غرض تمام اوصاف کا حامل ہوتا ہے اور یہ اوصاف ایسے آدمی کے اندر بیک وقت یکجا نہیں ہو سکتے، جو اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور آخرت کے دن پر کامل ایمان رکھتا ہو۔ کیونکہ جو شخص کامل ایمان رکھنے کا دعوی کرے گا، اس کا ایمان اسے ان مذموم اوصاف سے باز رکھے گا۔ جو سراسر شیطانی اور ابلیس کے اوصاف ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو شخص دنیا میں دور خا ہوتا ہے، قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو دو چہروں کے ساتھ اٹھائے گا اور جس کے دو زبانیں ہوں گی، اس کو دو زبانوں کے ساتھ زندہ کرے گا اور اسکی یہ درگت محض اس لیے ہوگی تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ سزا ہو، وہ دردناک عذاب کا مزہ چکھے، تمام لوگ اسے دیکھیں اور خوب خوب اسے رسوا کریں اور اس مذموم صفت سے روکنے کیلئے اس قدر سخت وعید یقیناً کافی ہوگی۔

ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ، دھوکا، نفاق، مکاری، چغل خوری اور ایسے تمام مذموم اوصاف سے محترز رہے جو ایمان اور اسلام کے برعکس ہیں اور قرآن پاک کی

تعلیمات اور سنت نبویہ کے خلاف ہیں۔

ایک مسلمان کا طریقہ یہی ہونا چاہیے کہ جب وہ دو فریقوں یا دو آدمیوں کو لڑائی جھگڑا کرتا ہوا دیکھے تو ان کے درمیان صلح کرا دے، باطل اور غلط کی تعریف ہرگز نہ کرے، ہاں جو حق پر ہے اس کی تعریف کرے اور ان دونوں کے پاس جا کر ایسی باتیں کہے، جن سے تعلق نہ ٹوٹے اور کوئی نیا جھگڑا نہ کھڑا ہو، اس کے دل میں میل محبت صفائی اور ہر مسلمان کے ساتھ الفت اور پیار کا جذبہ پیدا کرے، انہیں بتائے کہ ایک مسلمان کا دوسرے پر کیا حق ہے اور یہ کہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، یہ نہیں کہ باطل کو اسکے سامنے سجا کر پیش کرے، بلکہ ایک دوسرے کیلئے عذر اور معذرت کرے اور پہلے کے بارے میں دوسرے سے اچھے ہی کلمات زبان پر لائے۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب وہ دو دشمنوں کو دیکھے خواہ آدمی ہوں یا دو گروپ یا دو مملکت ہوں اور آپس میں جنگ کر رہے ہوں تو ان میں باہم صلح کرا دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [1]

"ایمان والے بھائی ہی تو ہیں، اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت کرا دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔"

نیز حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ)) [2]

---

[1] ٤٩/ الحجرات: ١٠۔ [2] سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، حدیث: ٤٩١٩؛ سنن ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فی فضل صلاح ذات البین، حدیث: ٢٥٠٩؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ١١/ ٤٨٩، حدیث: ٥٠٩٢؛ موارد الظمآن، حدیث: ١٩٨٢۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابو داود: ٤/ ٧٠٨ حدیث: ٤٩١٩ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/۷۸۴ میں اس کی سند کو الاعمش راوی کے سماع کی تصریح ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

''سنو! کیا میں تمہیں وہ مقام نہ بتاؤں جو روزے، نماز اور صدقات سے بھی افضل ہے؟'' انہوں نے عرض کیا ضرور، آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں جھگڑوں کو دور کرنا، کیونکہ آپسی جھگڑوں میں مزید بگاڑ پیدا کرنا مونڈ (تباہ وبرباد کر) دینے والی چیز ہے۔''

اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا، ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، نیز ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ)) [1]

''یہی مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دے گی، بلکہ دین کو مونڈ دے گی۔''

خلاصہ یہ کہ جو کوئی دنیا کی عزت، آخرت کی سعادت اور دونوں جہاں میں زبان کی سچائی کا خواہش مند ہو، اسے اپنے قول کا سچا اور عمل کا مخلص ہونا چاہیے، اسے چاہیے کہ دل میں کینہ کپٹ اور اپنے مسلمان بھائیوں سے بغض وحسد نہ رکھے، مکر اور منافقت کی خو اختیار نہ کرے اور دونوں لڑنے جھگڑنے والوں کو دشمنی کی آگ میں نہ جھونکے، بلکہ ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے، اختلاف اور بغض کو مٹانے کی حتی الوسع تگ ودو کرے، تاکہ اس کی جگہ میل محبت پیدا ہو اور ہر کوئی سعادت اور نیک بختی سے سرشار ہو، نیز ایک مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کا آپ کی سیرت کا اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا سچا پیروکار رہنا چاہیے۔ جن کی زندگی بہترین نمونہ ہے اور ان کے اندر ہمارے لیے منفعت بخش اسباق مضمر ہیں اور اگر مسلمانوں نے ان اسباق کو یاد نہ رکھا تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا میں ذلت اور مذمت ان

---

[1] سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فی فضل صلاح ذات البين، حديث: ٢٥١٠؛ مسند احمد: ١/ ١٦٧؛ مسند ابی داود الطيالسی، حديث: ١٩٠؛ مسند البزار (كشف الاستار): ٢/ ٤١٩، حديث: ٢٠٠٢ میں بھی موجود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٢٣، حديث: ٢٦٩٥ و ٣/ ٧٠ حديث ٢٨١٤۔

کی منتظر ہوگی اور آخرت میں اس سے برا انجام ان کی تاک میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

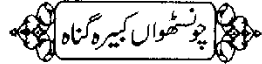
﴿ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾ [1]

''نیز آگ ہے (جو بدن سے گزر کر) دلوں تک جا چڑھے گی، بے شک وہ بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں ان سے مخصوص ہوگی۔''

نیک توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

---

[1] ١٠٤ / الهمزة:٩۔



علم کا چھپانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ﴾ [1]

"(یاد رکھو) جو لوگ ہمارے اتارے ہوئے کھلے احکام اور ہدایت (لوگوں سے) چھپاتے ہیں، بعد اس کے جو ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر دیا، تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام (دنیا) کے لعنت کرنے والے (بھی) لعنت کرتے ہیں۔ ہاں جنہوں نے (اس گناہ سے) توبہ کی اور اچھے عمل کیے اور (پہلی غلطیاں) بیان کر دیں تو ان لوگوں پر رحم کرتا ہوں اور میں بڑا ہی رحم کرنے والا ہوں۔"

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ﴾ [2]

"بے شک جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب مخفی کرتے ہیں اور اس کے عوض میں کسی قدر مال لیتے ہیں، وہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ ڈال رہے ہیں۔ (جس کا بدلہ ان کو آگ ہی ملے گا) اور نہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو معافی دے گا اور ان کو سخت عذاب پہنچے گا، اس لیے کہ یہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے لیا اور عذاب (الٰہی) بخشش کے

---

[1] ۲/ البقرۃ:۱۵۹، ۱۶۰۔ [2] ۲/ البقرۃ: ۱۷۴، ۱۷۵۔

عوض میں (لے چکے ہیں) پس کیسے صابر ہیں یہ لوگ آگ (کے عذاب) پر۔"

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴾ [1]

"اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کتاب والوں سے وعدہ لیا تھا کہ ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز اس کو نہ چھپانا (اس وقت تو سب نے قبول کیا) پھر انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض میں تھوڑے دام وصول کر لیے، بہت ہی برے دام لے رہے ہیں۔"

جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "علما انبیائے کرام کے وارث ہیں۔" [2] اور انبیائے اکرام علیہم السلام نے اپنے درہم اور دینار نہیں چھوڑے، انہوں نے جو چھوڑا وہ علم ہی ہے۔ اس لیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ اس کے دین اور اس کی شریعت کی ٹھیک ٹھیک تبلیغ کریں گے اور اس میں سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔

بالکل اسی طرح علمائے عظام بھی انبیائے کرام کے وارث ہیں اور ان کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام الناس کو ضروری اور مفید علم کی تعلیم دیں جیسے توحید اور اسکی تینوں اقسام (توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات) کی فہمائش کریں۔

آداب بندگی جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے طریقے بتائیں اور شرک وبدعات سے انہیں ڈراتے ہیں، اس لیے کہ مذکورہ تینوں آیتوں میں علمائے کرام کی ذمہ داری اور ان سے باز پرس کی بابت روشن دلائل موجود ہیں، اس لیے جس مسئلے کی جہاں ضرورت ہو اس کو وہاں بیان کریں اور کتمان علم سے کام نہ لیں۔ اگر انہوں نے کتمان علم کیا تو ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور

---

[1] ۳/ آل عمران: ۱۸۷۔ [2] سنن ابوداود، کتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، حديث: ۳٦٤١؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه على العبادة، حديث: ۲٦۸۲؛ مسند احمد: ۱۹٦/۵؛ الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان: ۱/ ۲۹۰۔۲۸۹، حديث: ۸۸؛ موارد الظمآن، حديث: ۸۰۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابی داود: ۳/ ۸٤۵، حديث: ۳٦٤۲۔۳٦٤۱ اور سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۱/ ۲٦٦ حدیث ۲۲۳ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

جملہ مخلوق کی لعنت بھی ان پر پڑ کر رہے گی۔﴿ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ ﴾ کے تحت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار رہے گا اور ان کے اجر سے انہیں محروم کر دے گا اور ان سے کہہ دے گا کہ جاؤ تم پر میری لعنت ہو، میری رحمتوں سے دور اور میری شفقتوں سے مہجور رہو۔ جیسے اس نے ابلیس لعین سے کہا۔﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي ﴾ لعنت کے لغوی معنی دراصل دوری اور مہجوری کے ہیں۔ یہاں مراد اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔﴿ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴾ کے ضمن میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ اور ربیع رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ لعنت کرنے والوں سے مراد فرشتے اور ایمان والے ہیں اور مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ وہ کیڑے مکوڑے اور چوپائے ہیں، کیونکہ چھپے ہوئے علمائے سو کی وجہ سے یہ بے زبان بھی قحط سالی کا شکار ہوتے ہیں، اس لیے ایسے علما پر وہ بھی لعنت کرتے ہیں۔

زجاج کہتے ہیں کہ صحیح ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ لعنت کرنے والے فرشتے اور مومنین ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آیت مبارکہ عقلاً اور غیر عقلاً دونوں کو شامل ہے۔

خازن کہتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ لعنت قیامت کے دن ہوگی اس دن کافر حاضر کیا جائے گا، تب اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے گا۔ پھر فرشتے اور تمام لوگ لعنت کریں گے۔

اگر کوئی کہے کہ کافر خود پر لعنت نہیں کرے گا، نہ اس کے ہم مذہب اور ہم ملت اس پر لعنت کریں گے۔ پھر اس کے کیا معنی کہ تمام لوگ لعنت کریں گے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی کئی توجیہات ہیں۔

① لوگ سے مراد وہ ہیں جن کی لعنت لائق شمار ہوگی اور ظاہر ہے یہ ایمان والے ہوں گے۔

② لوگ سے مراد کافر بھی ہوں تو اس میں شک نہیں کہ کافر بھی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ

وَمَا لَكُم مِّن نَّٰصِرِينَ﴾ [1]

''اور قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض سے انکار کریں گے۔ ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ تمہارا انجام دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

③ کافر ظالموں پر لعنت کریں گے، اس لیے خود ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

پہلی آیت میں علم کو چھپانے والوں کیلئے سخت وعید آئی ہے، جو جاہلوں کی جہالت پر سکوت کرتے ہیں، بدعتیوں کی بدعت پر انہیں نہیں ٹوکتے، منکرات اور طرح طرح کی گمراہیوں کو سماج میں پھیلتے ہوئے دیکھتے سنتے ہیں، لیکن خاموش رہتے ہیں اور ان پر نکیر انکار نہیں کرتے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے وہ آیتیں نہیں پڑھیں جن سے ایمان والوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں، کیونکہ جیسا کہ پہلے گزرا لعنت کے معنی رحمت الٰہی سے دوری کے ہیں، بھلا جو اللہ کی رحمت سے دور ہو، اسے پھر کہاں رحمت کی آس ہوگی اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس قسم کے لوگ کیا جواب دیں گے، کیونکہ دنیا میں انہوں نے ظالموں، فاسقوں اور برائی کرنے والوں کے ساتھ خیر خواہی ظاہر کی تھی۔ نماز نہ پڑھنے والوں حج نہ کرنے والوں، روزہ نہ رکھنے والوں اور نماز کی شرطوں اور اس کے ارکان کو پورا نہ کرنے والوں سے وہ تملق اور چاپلوسی کرتے تھے۔ اسی طرح روزہ، نماز، حج اور زکوۃ میں سستی کرنے والوں کی حرکتوں سے ان کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا۔

کتمان علم کی حرمت اس وقت سوا ہو جاتی ہے، جب کوئی شخص مسئلہ جانتے ہوئے اس سے اغماض برتے اور جس بستی میں وہ سکونت اختیار کرے، وہاں مسائل کا جاننے والا اس کے علاوہ کوئی نہ ہو، ایسے حالات میں اس شخص کے لیے لازمی طور پر مسائل کا بتانا ضروری ہوگا۔ بالخصوص وہ مسائل جن کا تعلق فرائض اور آداب بندگی سے ہو اور جن کا جاننا ہر آدمی کیلئے ضروری ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے:

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ

---

[1] ۲۹/ العنکبوت: ۲۵۔

مِنْ نَارٍ)) 1

''جس سے کسی ایسے علم کے بارے میں پوچھا جائے جس کو وہ اچھی طرح جانتا ہو اور وہ اس کو چھپا لے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام ڈالے گا۔''

اس کی تخریج، ابن ماجہ اور ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے کی اور اس کو حسن کہا، نیز بیہقی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اسی طرح اس کو نقل کیا اور کہا کہ صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

علامہ ابن حجر، حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہما سے نقل کرتے ہیں کہ من کتم علما......من نار کی روایت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے نقل کیا، ان میں حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابن عمر، ابن مسعود، حضرت عمرو بن عتبہ اور حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کسی قدر اضافے کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ جس سے دین کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نفع دے گا۔ 2

اور اگر کوئی یہ کہے کہ مذکورہ آیتیں یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہود کے بارے میں نازل ہوئیں، اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کو پوشیدہ رکھا جن کا ذکر تورات میں ہے تو اس کا جواب دو طرح دیا جا سکتا ہے۔

پہلا جواب اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، اسباب کے خصوص کا نہیں اور یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور سنگساری کی آیت کو چھپایا، اس لیے یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ جس کے اظہار کی ضرورت تھی، جب یہود نے اس کو چھپا لیا تو اللہ نے ان کو تنبیہ کی، لیکن

---

1 سنن ابوداود، كتاب العلم، باب كراهية منع العلم، حديث: ٣٦٥٨؛ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، حديث: ٢٦٤٩؛ سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب من سئل عن علم فكتمه، حديث: ٢٦٦ (الفاظ اسی کے ہیں)، الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١/ ٢٩٧، حديث: ٩٥؛ موارد الظمآن، حديث: ٩٥؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٠١ وجديد: ١/ ١٤٨، حديث: ٣٤٤۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود: ٣/ ٨٥٥، حدیث: ٣٦٥٨ اور سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۱/۲۹۷ حدیث ۲۶۶ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ 2 سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب الترهيب من كتم العلم، حديث: ٢٦٥؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

علمائے اسلام کو ذرہ برابر تنبیہ نہیں کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہاں مذکورہ آیتیں یہود ونصاری کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جو اہل کتاب ہیں اور ان تمام لوگوں کے بارے میں بھی نازل ہوئیں، جنھوں نے اس علم کو چھپانے کی ناپاک کوشش کی، جس کا اظہار نہایت ضروری تھا۔ اس عموم کے قائل جو لوگ ہیں ان میں امام بغوی، ابن کثیر، قرطبی اور خازن وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور یہ نہایت معقول قول ہے، چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں لکھا ہے کہ آیت کا مصداق عام ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور مناسب وصف کے ساتھ حکم کا مرتکب ہونا اس کا متقاضی ہے کہ کوئی علت ہو اور دین کو چھپانے والا اپنی اس حرکت سے لعنت کا مستحق ہوگا، اس لیے وصف عام ہونے کے ساتھ حکم بھی عام ہوگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں، عموم کا حکم دیا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی چیز کو نہیں چھپایا جو وحی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اگر یہ اور اس جیسی آیتیں نہ ہوتیں تو وہ اس کثرت سے روایتیں نقل نہ کرتے۔

اس کے علاوہ دوسری اور تیسری آیت میں ان باتوں کے چھپانے پر بھی سخت وعید آئی ہے جن کے اظہار سے کوئی منکر جواب تک انکار کر رہا تھا، اقرار کرنے اور اظہار کرنے والے کو اس کے اظہار میں کوئی رکاوٹ نہ آئے، اگر وہ چاہتا تو اپنے ہاتھ سے اپنے قلم سے اور اپنی زبان سے اس کا دفاع کر سکتا تھا۔ جو اظہار حق کی راہ میں اس کیلئے سد راہ تھیں اور مزاحمت کرنے والی یہ چیز کوئی معمولی پونجی بھی ہو سکتی تھی۔ جو متعلقہ آدمی سے اس کو ملنے والی تھی، یا سادہ لوح عوام اس کو نہ دے سکتے تھے۔

اس قسم کی روش علمائے سوء نے اپنا رکھی ہے جو اللہ کے دین میں تملق اور چاپلوسی سے کام لیتے ہیں ان بدعتیوں اور شرک کرنے والوں پر تنقید کرنے سے اس ڈر سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں۔ کہ متعلقہ حکومت یا عہدیداروں کی طرف سے انہیں جو مرتبہ اور مقام ملا ہے کہیں اس سے ہاتھ نہ دھونا پڑے اسی طرح بیشتر نامی گرامی صوفیا اور نام نہاد عارفین ایسے عقیدے

رکھتے ہیں جو سراسر گمراہی اور ضلالت پر مبنی ہیں، کتاب وسنت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔اس کے باوجود یا تو وہ ان عقائد پر عمل پیرا ہوتے ہیں یا دوسرا کوئی عقیدہ رکھے تو وہ خاموش رہتے ہیں اور چونکہ عوام ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔اس لیے یہ ان کے ساتھ تملق اور چاپلوسی کرتے ہیں، تاکہ ان کی بالادستی اور سرداری برقرار رہے، دنیا کی تھوڑی پونجی انہیں ملتی رہے، ان کے گھر کی چوکی چوپال میں بیٹھک اور تکیوں میں ان کی نشست اور کرسی برقرار رہے، جب کہ جاہل عوام جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔وہ ان کا ایک جملہ یا ایک ٹکڑا لے کر اپنے کام کیلئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔اپنا کام کاج کرتے ہیں اور جس قدر کماتے ہیں اس میں سے کچھ نذرانہ اور سوغات اپنے ان پیروں، مشائخ اور علما کے پاس لاتے ہیں اور یہ مشائخ اس کے جواب میں ان کی سی چکنی چپڑی باتیں کہہ کر انہیں گمراہ کرتے ہیں۔بعض شیخی باز جاہل عوام کو اپنی اور اپنے مشائخ کی ایسی ایسی کرامتیں دکھاتے ہیں، جن سے سخت دل رام ہوتے ہیں اور نگاہیں ان کی تابع بن جاتی ہیں۔حالانکہ ان کی کرامتیں اور خود وہ اور ان کے پیر سب فراڈ ہوتے ہیں اور یہ محض مکاری کا ایک جال ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ جس طرح علم کو چھپانے والے علما پر صادق آتی ہے اسی طرح اس کا اطلاق راہ طریقت کے ان جغادری پیروں پر بھی ہوتا ہے، جنہوں نے ان نت نئے طریقوں کو رواج دیا ہے......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [1]

''جن لوگوں کو تورات ملی تھی، پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ان کی مثال بالکل گدھے جیسی ہے جو کتابیں (محض بوجھ کی صورت میں) اٹھاتا ہے۔ (حقیقت میں) اس قوم کی بری مثال ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو توفیق خیر نہیں دیتا (جب تک وہ اپنے ظلم کو ترک نہ

[1] ٦٢/ الجمعة:٥۔

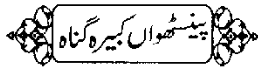
کریں)۔"

خلاصہ:

علمائے کرام جو انبیا کے وارث ہیں، ان کا حق ہے کہ وہ عوام کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں، ان کے اندر ایسے علم کی اشاعت کریں جس سے ان کو نفع ہو، علم نہ چھپائیں کیونکہ تعلیم ہی درحقیقت دین کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا جو لوگ فرائض یا فرض عین میں کوتاہی کرتے ہیں جیسے پنجگانہ نماز، جمعہ یا روزے میں خامی رکھتے ہوں، انہیں ان کی خامی بتائیں، جو فرائض فرض کفایہ ہیں، جیسے جنازے کی نماز، مردے کا غسل اور اس کی تجہیز و تکفین کرنا، خامیوں پر تنبیہ کریں۔ یہ ان کیلئے فرض کفایہ ہو گا۔ پھر جو اعمال مستحب ہیں۔ جیسے نماز مسنونہ اوراد و اذکار وغیرہ ان کی تعلیم دینا ان کے لیے مستحب ہو گا۔ لیکن جن چیزوں کا سکھلانا حرام ہے جیسے سحر، جھاڑ پھونک اور شرک و بدعات وغیرہ یا کسی دو جھگڑنے والوں میں سے ایک کو جھگڑے کر کے بتانا تا کہ وہ اہل حق سے الجھتا رہے۔

اس قسم کی حرکت حرام ہو گی، حکام یا سلاطین کو ایسا کوئی ہتھکنڈہ سمجھائیں جس سے رعیت کا حق مارا جائے یہ بھی حرام ہے، نادان اور بے وقوف لوگوں کو دین کی رخصتیں بتانا ان کے حق میں مضر ہو گا، کیونکہ اس طرح وہ ممنوع کام کرنے لگیں گے اور واجبات کو چھوڑ کر بیٹھیں گے۔ (زواجر سے قدرے اضافہ اور تلخیص کے ساتھ)



پینسٹھواں کبیرہ گناہ

قطع رحمی کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ ﴾ [1]

''لوگو! اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچتے ہو بے شک اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔''

﴿ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ ﴾ [2]

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ مضبوط عہد کر کے وعدہ خلافی کرتے ہیں اور جن تعلقات کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور انہیں کا انجام بد ہے۔''

﴿ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ﴾ [3]

''جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور (انسانی تعلق) جس کو ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (اس کو) توڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔''

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

[1] ٤/ النساء: ١۔ [2] ١٣/ الرعد: ٢٥۔ [3] ٢/ البقرة: ٢٧۔

ہوئے سنا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ)) قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي قَاطِعُ رَحِمٍ. [1]

"جنت میں قطع کرنے والا داخل نہیں ہوگا۔ سفیان کہتے ہیں یعنی قطع رحمی کرنے والا۔"

اس روایت کو بخاری اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا ہے۔

رحم ہر وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو انسان سے پیوستہ ہوتا ہے، خواہ اس کا رشتہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو اور یہ بات عقل و قیاس کے قرین ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے، حتی المقدور حاجت مند ہونے پر اس کی مالی اعانت کرنی چاہیے، اس کی مزاج پرسی کیلئے اس کے پاس جانا چاہیے اور اگر وہ پردیس میں ہو تو اس کے ساتھ خط و کتابت رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ [2]

"اللہ کے نام سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قطع رحم سے بچتے رہو۔"

اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم اللہ سے ڈریں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اس کے حکم کی سرتابی ہو، یا جس سے اس نے منع کیا ہو، اس پر عمل درآمد ہو، اسی طرح ہمیں قطع رحمی سے اور قرابت داروں سے ترک تعلق سے منع فرمایا ہے، بلکہ ان کے ساتھ قرابت داری اور حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ [3]

"رشتہ دار، مساکین اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو اور فضول خرچی مت کیا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، حدیث: ٥٩٨٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، حدیث: ٢٥٥٦؛ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی صلة الرحم، حدیث: ١٩٠٩۔

[2] ٤/ النساء:١۔ [3] ١٧/ بنی اسرائیل:٢٦۔

کرو۔“

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾ [1]

”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو، اسکا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں نزدیک اور دور کے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے، مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو، اللہ تعالیٰ متکبروں اترانے والوں سے محبت نہیں کیا کرتا بے شک جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنا بتاتے ہیں (اور) اللہ کے دیے ہوئے فضل (مال) کو چھپاتے ہیں۔“

قطع رحمی کرنے والے پر لعنت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ ﴾ [2]

”اور جو لوگ اللہ کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد وعدہ خلافی کرتے ہیں اور جن تعلقات کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور انہی کا انجام بد ہے۔“

اس ارشاد ﴿ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ پر غور کرنا چاہیے کہ صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں بھی تاکید فرمائی ہے اور متعدد احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ جیسے ایک سے زائد آیتوں میں قطع رحمی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں المناک سزا کی تنبیہ وارد ہے۔

---

[1] ٤/ النساء:٣٦، ٣٧۔ [2] ١٣/ الرعد:٢٥۔

ذیل میں ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جن میں صلہ رحمی پر زور دیا گیا ہے:

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) [1]

''جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ لَهُ [2] فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَلَهُ [3] فِي اَثَرِهِ فَلْيَصِلْ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضعیف وخدمته ایاہ بنفسه حدیث ٦١٣٨؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ولزوم الصمت الا عن الخیر، حدیث: ٤٧؛ صحیح مسلم میں ((ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیصل رحمه)) کے الفاظ نہیں ہیں۔ [2] اللہ اس کے رزق میں وسعت دے گا۔

[3] بظاہر حدیث اس ارشاد باری میں متصادم ہے ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ﴾ دونوں معنی میں توافق دو طرح سے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ زیادتی عمر میں برکت سے عبارت ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اسے اطاعت الٰہی کی توفیق میسر آئے اور ایسے کاموں میں اپنے اوقات کو صرف کرے، جس سے وقت ضائع نہ ہوتا ہو اور وقت کی حفاظت ہوتی ہو، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پچھلی امتوں کی عمریں دراز تھیں اور آپ کی امت کی عمریں کم ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے امت کو شب قدر مرحمت فرمائی، اسی طرح صلہ رحمی کا حکم دیا جس سے اطاعت کرنے اور معصیت سے بچنے کی توفیق ملتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر نیک نامی کے ساتھ باقی رہتا ہے، گویا وہ مراہی نہیں ہوتا، جن توفیق کی چیزوں میں ایک علم ہے، جس سے اس کے بعد فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ دوسرے صدقہ جاریہ ہے اور تیسرے اولاد صالح ہے۔

توافق کی دوسری صورت یہ ہے کہ حقیقت میں عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ملک الموت کی مناسبت سے کہا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنا یہ حکم انہیں سنا دیتا ہے، کہ فلاں شخص نے اگر صلہ رحمی کی تو اس کی عمر سو سال ہوگی اور اگر قطع رحمی کی ہوگی تو ساٹھ سال اور اللہ کے علم میں پہلے طے ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرے گا یا قطع رحمی کرے گا، لہٰذا جو علم الٰہی میں ہوگا اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوتی۔ لیکن جو فرشتے کے علم میں ہے، اس میں البتہ قطع و برید ہوسکتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ (١٣/ الرعد: ٣٩)

''اللہ جو چاہے (اس سے) مٹا دیتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصلی کتاب اسی کے پاس ہے۔'' =

رَحِمَهُ)) [1]

''جو شخص چاہتا ہو کہ اس کی روزی کشادہ ہو اور موت میں تاخیر ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔''

③ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت نہیں طلب کی تھی۔ جب ان کی باری کا دن آیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے؟

((قَالَ اَوَفَعَلْتِ؟)) قَالَتْ نَعَمْ قَالَ: ((اَمَا اَنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ)) [2]

''آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ایسا کر دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اسے اپنے ماموں کو دے دیتی تو یہ تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔''

④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

٥٤٥: ((اَلرَّحِمُ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ)) [3]

= صلة الرحم فرض لازم (صلہ رحمی ضروری ہے) صلة الارحام تنمی العمر یعنی صلہ رحمی سے عمر بڑھتی ہے ''لعنة الله علی قاطعها'' قطع رحمی کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ ''عنها قرآن الا له اسفر'' کلام الٰہی یعنی قرآن نے اس کو صاف صاف کہا ہے۔ احمد بن حجر (اللالی السنیہ)

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث: ٥٩٨٦؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث: ٢٥٥٧۔ [2] صحيح بخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المراة لغير زوجها، حديث: ٢٥٩٢؛ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين، حديث: ٩٩٩۔ [3] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب من وصل وصله الله، حديث: ٥٩٨٩؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث: ٢٥٥٥۔

''رحم عرش سے لٹکا ہوا کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اس کو جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ اسے توڑ دے گا۔''

اب قطع رحمی سے ڈرانے کیلئے آپ ﷺ کے ارشادات سنیے!

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ)) [1]

''ظلم وزیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کی سزا دنیا میں دی جائے اور آخرت میں جو سزا اس کے لیے مناسب ہو اسے دی جائے۔''

اس روایت کو ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

((اِنَّ اَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ)) [2]

''بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کے دن (دن گزر کر) جمعہ کی رات میں پیش کیے جاتے ہیں، لیکن کسی قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔''

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔

③ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن ابوداود، كتاب الادب، باب في النهي عن البغي، حديث: ٤٩٠٢؛ سنن ترمذي، ابواب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي وقطيعة الرحم، حديث: ٢٥١١؛ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب البغي، حديث: ٤٢١١؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۴/ ۶۹۸ حدیث ۴۹۰۲ اور سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۵/ ۲۷۵ حدیث ۴۲۱۱ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ٢/ ٤٨٤؛ شعب الايمان للبيهقي: ١٠/ ٣٤١-٣٤٠ حديث ٧٥٩٣ اور ٧٥٩٥، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٧٤، حديث: ٢٥٣٨۔

((ثَلَاثَةٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ)) [1]

''تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔''

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

④ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ)) قَالَ سُفْیَانُ یَعْنِی قَاطِعُ رَحِمٍ. [2]

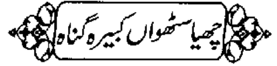
''قطع کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی قطع رحمی کرنے والا۔

گزشتہ دونوں نوعیت کی روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ قطع رحمی کرنا اور ترک تعلق کر لینا منجملہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور صلہ رحمی کرنا افضل عبادت ہے، کیونکہ اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کو بڑھاوا ملتا ہے، اس لیے کہ جیسا ہم نے عرض کیا یا تو باپ کے عزیزوں سے ربط اور تعلق پائیدار ہوتا ہے اور یا ماں کی طرف منسوب اعزہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے اور دونوں کے تعلق کو بڑھاوا دینے کا نام صلہ رحمی کرنا ہے۔

---

[1] الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٢/ ١٦٥، حدیث: ٥٣٤٦؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٣٨٠-١٣٨١؛ مسند احمد: ٤/ ٣٩٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٤٦ وطبع جدید: ٧/ ٢٥٨٢، حدیث: ٧٢٣٤؛ مسند ابی یعلیٰ: ١٣/ ٢٢٤-٢٢٣، حدیث: ٧٢٤٨، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٢/ ٦٧٤، حدیث: ٢٥٣٩؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ٢/ ٢٨٩، ح: ٦٧٨۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، حدیث: ٥٩٨٤؛ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها، حدیث: ٢٥٥٦۔



اپنے ماں باپ یا قبیلے کے علاوہ کسی اور کی طرف سے خود کو منسوب کرنا

آدمی اپنے باپ یا اپنے قبیلے کی طرف خود کو منسوب نہ کرے۔ یہ سراسر جاہلیت ہے اور ایسا گناہ کبیرہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس کے بعد ایسے مفاسد سر ابھاریں گے جسے شریعت اور عقل تسلیم نہیں کرتی، اس لیے حسب ذیل احادیث میں اس کی صراحت وارد ہے:

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) [1]

''جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہوگی۔''

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔ نیز حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ منقول ہے:

((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الفرائض، باب من ادعى الى غير أبيه، حديث: ٦٧٦٦؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، حديث: ٦٣؛ سنن ابو داود، كتاب الادب، باب فى الرجل ينمى الى غير مواليه، حديث: ٥١١٣؛ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من ادعى الى غير أبيه أو تولّى غير مواليه، حديث: ٢٦١٠۔

بِالْكُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذَالِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ)) ❶

''جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اور وہ جانتا ہے، تو اس نے کفر کیا اور جس نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے اور جس نے کسی کو کافر کہہ کر پکارا یا یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن! حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ اس پر ظلم کرے گا۔''

③ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَفَى بِمَرْءٍ تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ وَاِنْ دَقَّ وَادِّعَاءُ نَسَبٍ لَايَعْرِفُ)) ❷

''کسی شخص کے لئے نسب سے بیزاری ہی کافی ہے، خواہ وہ کتنی معمولی ہو، اسی طرح کسی گم نام نسب کا دعویٰ کرنا ہے۔''

اس روایت کو احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے صغیر میں نقل کیا ہے۔

④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ قَدْرِ سَبْعِيْنَ عَامًا اَوْمَسِيْرَةَ سَبْعِيْنَ عَامًا)) ❸

---

❶ صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب: ٥ حديث: ٣٥٠٨؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لأخيه المسلم يا كافر! حديث: ٦١۔

❷ مسند احمد: ٢/ ٢١٥؛ المعجم الصغير للطبرانی (مع الروض الدانی): ٢/ ٢٢٦؛ حديث: ١٠٧٢؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ٦/ ٤٠-٣٩، حديث: ٧٩١٩؛ سنن ابن ماجه، كتاب الفرائض، باب من أنكر ولده، حديث: ٢٧٤٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٣٧، حديث: ١٩٨٧؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٧/ ١١١١، حديث: ٣٣٧٠۔

❸ مسند احمد: ٢/ ١٧١؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٣٧، حديث: ١٩٨٨؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ٥/ ٣٨٨، حديث: ٢٣٠٧۔

’’جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف خود کو نسبت دینے کا دعویٰ کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا، جبکہ اس کی خوشبو ستر سال کی دوری سے یا ستر سال کی مسافت سے بھی سونگھی جا سکتی ہے۔‘‘

اس روایت کو احمد اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا، البتہ انہوں نے کہا کہ اس کی خوشبو پانچ سو برس کے فاصلے سے ہی پائی جاتی ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور عبدالکریم جزری ہیں جو ثقہ ہیں، شیخین وغیرہ نے بھی ان سے استدلال کیا ہے، لہٰذا ان کی بابت جو کچھ کہا گیا اس پر التفات نہیں کیا جائے گا۔ [1]

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)) [2]

’’جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا یا اپنے علاوہ کسی کے غلام کا ولی بنا، اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔‘‘

اس روایت کو احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَلَّى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [3]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه، حديث: ٢٦١١؛ حافظ زبیر علی زئی نے انوار الصحيفة صفحه: ٤٧٢ حديث: ٢٦١١ میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ١/ ٣٢٨؛ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غيرمواليه، حديث: ٢٦٠٩؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٢/ ١٦١، حديث: ٤١٧۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ٣/ ٦٢٥ حدیث ٢٦٠٩ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [3] الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان، ١٠/ ١٧٠ حديث: ٤٣٢٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١٢١٨؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب، ٢/ ٢١، حديث: ١٢٣٢۔

’’جس نے اپنے علاوہ کسی کے غلام کی تولیت حاصل کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔‘‘

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

⑦ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

((مَنِ ادَّعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِ انْتَمَى اِلَى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [1]

’’جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، کسی اور نسبت کا دعویٰ کیا اس پر تا قیامت اللہ کی پے در پے لعنت ہوگی۔‘‘

جو لوگ ان احادیث پر غور کریں گے انہیں کسی غیر خاندان یا کسی نا اہل کی طرف نسبت کی حرمت از خود معلوم ہوگی۔ چنانچہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر جنت حرام ہے، کسی عاقل کے لیے اس حدیث میں پوشیدہ زجر و تنبیہ کسی طرح مخفی نہیں، اس لیے کہ جس شخص پر جنت حرام ہوگی اس کا ٹھکانا لامحالہ جہنم ہوگا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر اپنا انتساب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کیا اس نے کفر کیا، اگر ہم یہاں کفر سے ملت اسلام سے نکل جانا مراد نہ لیں، بلکہ کفران نعمت ہی مراد لیں تو یہ گناہ کبیرہ سے کسی صورت کمتر نہیں ہوگا۔

تیسری حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ نسب سے برأت اختیار کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ اور بھاری عقوبت کا باعث ہے۔

چوتھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ جبکہ ایسا شخص جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور اللہ کی اور لوگوں کی اس پر لعنت ہوگی

---

[1] سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه، حدیث: ۵۱۱۵؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ۸۲۶/۴ حدیث ۵۱۱۵ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تو یہ شخص پھر کہاں پناہ حاصل کرے گا۔

چھٹی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، یعنی وہیں اس کیلئے رہنے کی جگہ بنا دی جائے گی۔ کیونکہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے اس قدر شدید وعید اس لیے آئی کہ یہ معاملہ نہایت ہی اہم ہے اور اس کا انجام رشتہ ونسب کیلئے حد درجہ مضر ہے، جس کے اندر حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہے، اور ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔ بعض آدمی اپنے باپ کے بجائے کسی دوسرے کی طرف متعدد وجوہات سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ کچھ تو اس لیے کہ ان کا باپ گم نام ہوتا ہے، یا ان کی ماں طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کر لیتی ہے اور اس کی پیدائش اسی دوسرے گھر میں ہوتی ہے۔ اب یہ شخص اپنی نسبت اپنے اس دوسرے باپ کی طرف کرتا ہے اور ناداری سے یہ سمجھتا ہے کہ اس کے باپ نے اس کی پرورش نہیں کی، نہ اس کے ساتھ کوئی احسان کیا، اس لیے جس نے احسان کیا نام بھی اسی کا اجاگر ہو۔

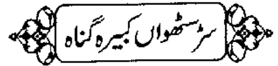
کبھی کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور اس کے حصول کیلئے اپنے نام کی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے، تاکہ سماج میں اس کی شہرت ہو اور جس کی طرف اس نے خود کو منسوب کیا وہ بھی کسی وجہ سے اس کی تصدیق کر لے یا کوئی پرمٹ نکالنا چاہتا ہے اور مملکت میں کوئی مکان پر قبضہ چاہتا ہے یہ اور اس قسم کے دنیوی کاموں کیلئے آدمی اسی قسم کی نازیبا حرکت اور بڑا جرم کرتا ہے۔

حالانکہ وہ یہ فراموش کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور جس پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی اس کے اوپر جنت حرام ہوگی اور وہ شخص کفران نعمت کا مرتکب ہوگا۔

اللہ رب العزت کی جانب سے حرمت کا حکم ﴿اُدْعُوهُمْ لِآبَآئِهِمْ﴾ سے نکلتا ہے، جب کہ انتساب الی غیر الاب کے مفہوم کی احادیث سے آنحضور ﷺ کی طرف سے اس کی حرمت کا پتا چلتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ احکام بھیانک نتائج کی غمازی کرتے ہیں۔

اس کی ادنیٰ جھلک یوں دیکھی جاسکتی ہے کہ ایک شخص نے مثلاً اپنے آپ کو ابن زید کہا حالانکہ وہ ابن محمد ہے اور اصلیت اس لیے کھل نہ سکی کہ ماہ وسال بڑی تیزی سے گزر گئے تھے اس کے منسوب باپ کو مرے ہوئے برسوں ہو چکے تھے اور اس کے چھوٹے چھوٹے کئی لڑکے تھے۔ اب لوگوں نے اس کے انتساب کو سچ سمجھ لیا اور یہ متوفی کی بیوی بیٹوں کے پاس بے محابا آمدورفت رکھنے لگا، کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ وہ اس کا بیٹا اور ان بچوں کا بھائی ہے، اب ظاہر ہے کہ ان میں جو مرے گا یا وہ جب خود مرے گا، ہر کوئی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، لیکن ادھر اس کے اصل باپ، بھائی، بہن یا ماں کا انتقال ہونے پر یہ ان کا یا وہ انکے وارث نہیں ہوں گے۔ اور ان میں شادی بیاہ کا رشتہ بھی ہوا ہوگا۔ دوسری طرف اگر باپ کو اخراجات کی ضرورت ہوگی تو وہ محتاج ہونے کے بعد بھی نہ پاسکے گا اور یہ تمام صورتیں مشکلات کھڑی کرسکتی ہیں۔

باپ یا خاندان کی طرف غلط انتساب گناہ کبیرہ ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی باپ اگر جان بوجھ کر اپنی اولاد سے کنارہ کشی اختیار کرے، حالانکہ حقیقت میں وہ اسی کی اولاد ہے تو اس کی اس حرکت سے ظاہر ہے کہ جنت اس کے اوپر بھی حرام ہوگی اور غلط انتساب کی وجہ سے وہ شخص بھی دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کا سزاوار ہوگا۔



کافروں کی پیروی کرنا

بصیرت کی نگاہ رکھنے والا اور شریعت سے واقف کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے ہر ہر چیز میں غیروں کی اندھی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت، عادت واطوار، پوشاک، خورد ونوش اور گفتار و کردار غرض چھوٹی بڑی ہر چیز میں ہم نے مشرق کے ملحدین اور مغرب کے بے دینوں کی اندھی تقلید کو اپنا لیا، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے بہت پہلے اس کی اطلاع دی تھی کہ یہ امت پچھلی امتوں کی تمام روش کو اپنائے گی۔ یہاں تک کہ جیسے پچھلی قوموں نے بت پرستی کی یہ امت بھی بت پرستی کی مرتکب ہوگی۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ)) قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ: ((فَمَنْ)) [1]

''تم اپنے سے پہلی قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی کرو گے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چل پڑو گے۔'' ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہود ونصاریٰ کی؟ آپ نے فرمایا: ''اور کون؟''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم، حدیث: ۷۳۲۰؛ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصارٰی، حدیث: ۲۶۶۹۔

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَاْخُذَ اُمَّتِيْ بِاَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ)) فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَفَارِسَ وَالرُّوْمِ فَقَالَ ((وَمَنِ النَّاسُ اِلَّا اُولٰئِكَ)) [1]

''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت گزشتہ قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی نہ کرے گی۔'' عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایران اور روم کی طرح؟ آپ نے فرمایا: ''یہ نہیں تو اور کون لوگ ہیں؟''

یہ دونوں حدیثیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ ملت اسلامیہ پچھلی قوموں کی پیروی کرے گی اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے جو روش اپنائی ہے، یہ امت بھی ہو بہو ان کی پیروی کرے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی اور آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پیشین گوئی آج ہو بہو صادق آ رہی ہے اور مسلمان دشمنان اسلام کی دیکھ دیکھ کر پیروی کر رہے ہیں۔ رہی پچھلی قوموں کی طرح بت پرستی تو اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی مختلف قسم کی پرستشوں نے سر ابھارا ہے اور جاہل مسلمانوں نے بھی نبیوں، رسولوں، پیروں اور اماموں کو وہ مقام دے رکھا ہے، جیسے دوسری قوموں نے اپنے پیشواؤں کو دیا اور شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے، حالانکہ قدیم آسمانی کتابوں نے ابتدا سے شرک کی جڑیں کاٹنا اپنا نصب العین بنایا اور لوگوں کو شرک کی گندگی سے پاک رکھنا اپنا اولین مقصد ٹھہرایا ہے۔

لیکن افسوس شرک کی اسی دلدل میں آج امت محمدیہ ناک تک ڈوبتی جا رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کی طرف اپنی اکثر عبادتوں کا رخ پھیر دیا ہے، چنانچہ نذریں ان کیلئے مانتے ہیں، طواف ان کی قبروں کا کرتے ہیں، جانوروں کی بھینٹ ان کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، مشکلات کے وقت فریاد ان سے کرتے ہیں اور قسم ان کے ناموں کی کھاتے ہیں، جب کہ یہ کام سوائے اللہ کے کسی اور کیلئے قطعی زیب نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم، حدیث: ۷۳۱۹۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ❶

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ میری پرستش کریں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ❷

''اور ہم نے تم سے پہلے جس قدر پیغمبر بھیجے، ان میں سے ہر ایک کے پاس یہ پیغام بھیجتے تھے کہ وہ ایک ہی معبود ہے (یعنی) میں (میرے سوا کوئی معبود نہیں) بس میری بندگی کرو۔''

اور یہ درحقیقت اس پیشین گوئی کے مطابق ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَعْبُدَ فِئَامٌ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ)) ❸

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے لوگ گروہ در گروہ بتوں کی پرستش نہ کرنے لگیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَتَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ

---

❶ ٥١/ الذاریات:٥٦۔ ❷ ٢١/ انبیاء:٢٥۔

❸ سنن ابوداود، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، حدیث: ٤٢٥٢؛ سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج كذابون، حدیث: ٢٢١٩؛ سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب مايكون من الفتن، حدیث: ٣٩٥٢؛ مستدرك حاكم، ٤/ ٤٥٠-٤٤٩ و طبع جدید: ٨/ ٢٩٨١، حدیث: ٨٣٩٠؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ١٦/ ٢٢١، حدیث: ٧٢٣٨؛ مسند احمد، ٥/ ٢٨٤، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ذَالِكَ)) ❶

''میری امت پر بھی ہو بہو وہ وقت آئے گا۔ جیسا وقت بنی اسرائیل پر آیا تھا، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں سے اعلانیہ بری حرکت کی تو میری امت میں سے بھی بعض ایسا ہی کریں گے۔''

مسلمانوں کیلئے کسی کافر کی پیروی حرام ہے، اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾ ❷

''ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا، ان کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیے، نہ ان لوگوں کی جن پر تو نے غضب کیا اور نہ ان کی جو گمراہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں صراط مستقیم کی دعا مانگیں، جو نبیوں، صدیقوں اور اللہ کے ان بندوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا، وہ نہیں جن پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا اور یہ یہود اور اسکی مشابہ جماعتیں ہیں، جنہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کیا، یہ ان کے اندر حسد کا نتیجہ تھا یا سرداری اور بڑے پن کی خواہش میں انہوں نے ایسا کیا یا انہوں نے کتمان علم کیا اور نفسانی خواہشات یا دنیاوی لالچ کیلئے مداہنت یا چاپلوسی سے کام لیا۔

ضالین سے مراد نصاریٰ اور ان کی ہمسر جماعتیں ہیں، جیسے بیشتر عبادت گزار اور صوفیا جنہوں نے عبادت کو اپنا شیوہ بنایا اور بندگی کی وہ صورتیں انہوں نے اختیار کیں جس کا شریعت سے کوئی واسطہ نہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ

---

❶ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة، حدیث: ٢٦٤١؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٢٩ وطبع جدید: ١/ ١٨٩، حدیث: ٤٤٤ حافظ زبیر علی زئی نے بھی انوار الصحیفة صفحه: ٢٦٤ حدیث: ٢٦٤١ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ❷ ١/ الفاتحة: ٧۔

أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ ❶

''پھر ہم نے تم کو دین کی راہ پر لگایا ہے، پس تم ان کی پیروی کرو اور جو لوگ کچھ نہیں جانتے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، کیونکہ اللہ کی پکڑ پر وہ تجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گے اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے حمایتی ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا والی ہے۔''

ان کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں، جو وہ چاہتا ہے وہ بھی اسی کو چاہتے ہیں اور جس کو وہ پسند کرتا ہے وہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر چلنے سے منع فرمایا اور ﴿ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ کے ضمن میں وہ تمام افراد شامل ہیں، جنہوں نے شریعت محمدی (ﷺ) سے گریز کیا، خواہ وہ یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا مشرکین ہوں۔

احادیث مقدسہ سے اس امر کی دلیل وہ روایت ہے، جس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ❷

''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((هَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِهِمْ)) ❸

---

❶ ٤٥/ الجاثية: ١٨، ١٩۔ ❷ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، حديث: ٤٠٣١؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح سنن ابوداود، ٢/ ٥٠٤-٥٠٣، حديث: ٤٠٣١؛ ارواء الغليل، ٥/ ١٠٩، حديث: ١٢٦٩؛ هداية الرواة، ٤/ ٢٠٥، حديث: ٤٢٧٤۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۴/ ۱۳۸ حدیث ۴۰۳۱ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

❸ مستدرك حاكم: ٢/ ٢٧٧ وطبع جديد: ٣/ ١١٦٠، حديث: ٣٠٩٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٥/ ١٢٥ طبع قديم وطبع جديد: ٥/ ٢٠٤-٢٠٣، حديث: =

"ہمارا طریقہ ان کے طریقہ کے برخلاف ہے۔"

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے، کہ آپ ﷺ دشمنان اسلام کے قطعی خلاف عمل کرتے تھے اور ان کی مشابہت ہرگز نہیں کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَوَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ)) ❶

"یہودیوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں تراشواؤ۔"

صحیح مسلم میں ہے:

((جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ)) ❷

"مونچھیں تراشو، داڑھیاں چھوڑ دو، مجوس کی مخالفت کرو۔"

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

((إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ)) ❸

"یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو۔"

امام احمد، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے دو کپڑوں کو عصفر سے رنگا ہوا دیکھ کر فرمایا:

((إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا)) ❹

= ۹۵۲۱؛ المعجم الكبير للطبراني: ۲۰/ ۲۸۔ اس کی سند میں ابن جریج راوی مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔ سماع کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی یہی علت بیان کی ہے۔ جلباب المرأة المسلمة، صفحه: ۱۸۰۔

❶ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، حديث: ۵۸۹۲؛ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: ۲۵۹۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۲۶۰۔

❸ صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الخضاب، حديث: ۵۸۹۹؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب فی مخالفة اليهود فی الصبغ، حديث: ۲۱۰۳۔

❹ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النهی عن لبس الرجل الثوب =

"یہ کافروں کے کپڑے ہیں انہیں تم لوگ مت پہنو۔"

اللہ کے دشمنوں سے مشابہت کی حرمت اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اشتراک اور آپس کے ظاہری میل ملاپ سے ایک کا رنگ دوسرے پر بھی چڑھ جاتا ہے اور اخلاق، اعمال اور کردار میں خود بخود یکسانیت آ جاتی ہے جس کو ہر کوئی محسوس کرسکتا ہے، اسی طرح ظاہری موافقت سے تمیز اٹھ جاتی ہے اور ہدایت پانے اور نہ پانے والوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا، نہ ان میں کوئی امتیاز رہ جاتا ہے، جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ اتنا اضافہ کرلیجیے کہ عادات واطوار اور پوشاک میں مشابہت سے باطنی امور میں مشابہت پیدا ہوتی ہے اور خفیہ اور درپردہ طور پر یہ عمل ازخود انجام پاتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ظاہری مشابہت سے باطن میں بھی الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے، جیسے اندرونی محبت سے ظاہری مشابہت کا آنا ناگزیر ہے اور اس امر کو احساس اور تجربے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی عظیم حکمت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے کافروں سے مشابہت کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے اور یہی اس حدیث کا تقاضا ہے، کہ جو کوئی جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اس کا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہو جاتا ہے۔

لیکن سخت افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ آج امت اسلامیہ نے بگڑے ہوئے مزاج کے یورپ کی پیروی کر رکھی ہے اور مشرق سے جو وفود مغرب کی طرف سفر کرتے ہیں اور علم وفن کی تحصیل کا جذبہ لے کر جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ میٹھا زہر بھی لے آتے ہیں اور اس طرح مغرب اور وہاں کی سامراجی طاقتیں مشرق پر اپنے تہذیبی پنجے گاڑنا چاہتی ہیں اور اپنے فتنہ انگیز افکار اور زہریلے پروپیگنڈے سے مشرق کی حسین فضاؤں کو مسموم کرنے کی متمنی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اس نازیبا مشابہت کی وجہ سے ہم پوشاک اور عادات واطوار کی وجہ سے کسی مسلمان کو اسکی شکل وصورت سے پہچان نہیں سکتے تاوقتیکہ ہم اسے شخصی طور پر نہ جان لیں۔

منجملہ ان مشابہتوں کے جس کا آج امت میں رواج ہو چلا ہے اور امت مسلمہ نے

= المعصفر، حدیث: ۲۰۷۷؛ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب ذکر النهی عن لبس المعصفر، حدیث: ۵۳۱۸ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آنکھ بند کر کے جس کی پیروی کر لی ہے، ان میں عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ اس طرح نکلنا ان کے سینے اور بازو کھلے ہوئے ہوں، پنڈلیاں عریاں ہوں بازاروں اور شہروں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ گھوم رہی ہوں۔

کالجوں تجارتی اور حکومتی اداروں اور محکموں میں کامل اختلاط رکھتی ہوں، دونوں کا لباس اور پوشاک اتنا مشابہ ہو کہ مرد عورت اور مومن و مشرک کا فرق واضح نہ ہو۔

دشمنان اسلام کی مشابہت اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جان داروں کی تصویریں اور مجسمے گھروں، نشست گاہوں اور تجارتی منڈیوں میں آویزاں ہیں۔ شاہراہوں اور چوکوں پر ان کے اسٹیچو نصب ہیں اور جس طرح بتوں کی تعظیم کی جاتی ہے اسی طرح ان مجسموں کا احترام بھی بندگی کی حد تک کیا جاتا ہے جب کہ متعدد احادیث میں تصویر اور اس کے بنانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

مشابہت کی ایک صورت مسجدوں میں نقش و نگار بنانا اور طرح طرح سے ان کو سجانا ہے، جب کہ حدیث میں ہے:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ)) [1]

''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک لوگ مسجدوں کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔''

اس روایت کو امام احمد اور دارمی نے نقل کیا ہے۔

دشمنان اسلام سے مشابہت کی ایک صورت مجلسوں اور محفلوں میں خوشی یا تعجب کے

---

[1] مسند احمد، ۳/ ۱۳٤؛ سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی بناء المساجد، حدیث: ٤٤٩؛ صحیح سنن ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب تشیید المساجد، حدیث: ۷۳۹؛ سنن الدارمی، کتاب الصلاة، باب فی تزوین المساجد، ۱/ ۳۸۳، حدیث: ۱٤۰۸؛ صحیح ابن خزیمة، حدیث: ۱۳۲۳؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ٤/ ٤۹۳، حدیث: ۱٦۱٤، ۱۵/ ۱٦۲، حدیث: ٦۷٦۰۔ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۱/ ۳۷۷ حدیث ۴۴۹؛ سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۱/ ۵۹۲ حدیث ۷۳۹ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

موقع پر تالی بجانا ہے، چنانچہ جب کوئی دلچسپ تقریر یا عمدہ شعر سنایا جاتا ہے، حکمران سلاطین، صدر مملکت اور آفیسر وغیرہ آتے ہیں تو ان کی آمد وغیرہ پر تالی بجائی جاتی ہے۔ یہ بیہودگی اور تکبر کی علامت ہے اور کئی لحاظ سے ایک ناگوار بات ہے۔

ناگوار اس معنی میں ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ مشرکین کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ﴾ [1]

''اور بیت (اللہ) کے پاس ان کی نماز تالی اور سیٹی بجانے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔''

''مکاء'' یعنی سیٹی بجانا اور ''تصدیة'' یعنی تالیاں بجانا۔ یہ بھی منقول ہے کہ تالیاں بجانا قوم لوط کا عمل تھا اور یہی عادت عورتوں کی بھی ہے، لیکن افسوس طلبہ اور شائستہ ان دونوں قسم کے افراد میں اس مرض نے پوری طرح جڑ پکڑ لی ہے اور یہ حقیقت ان کے ان اساتذہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ جنہیں اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ جب پڑھے لکھے اور شائستہ افراد کا یہ حال ہو تو جاہلوں کی بابت کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ غرض یہ سرشت انہیں مغربی آقاؤں کی دین ہے اور یہ عادت ان میں رچ بس چکی ہے اور طرفہ یہ کہ اگر کوئی سمجھ داران کی اس عادت سے انہیں روکتا ہے تو وہ الٹا اسے خشک مزاج، رجعت پسند اور جاہل سمجھتے ہیں۔ لا حول و لا قوة الا بالله۔

مغرب والوں، آتش پرستوں اور مشرکوں کی دیکھا دیکھی آج مسلمانوں میں داڑھی منڈانے کی لعنت بھی اچھی طرح سرایت کر چکی ہے اور وہ یہ حرکت عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے کرتے ہیں، حالانکہ عام مسلمان جانتے ہیں کہ داڑھی بڑھانے کے سلسلے میں متعدد صحیح احادیث وارد ہیں۔

یورپ کی پیروی میں مسلمانوں میں شرعی احکام سے بیزاری اور اس کو پس پشت ڈال دینے کی لعنت بھی رونما ہو چکی ہے اور جس طرح یورپ طاغوت کے حکموں پر چل پڑا ہے،

---

[1] ٨/ الانفال:٣٥۔

مسلمان بھی اس کی تقلید میں شیطان کے پجاری بنتے جا رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یورپین اقوام کی تابعداری اور شریعت اسلامیہ سے گریز سراسر کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ 1

''کیا وہ جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں اور ایمان داروں کیلئے اللہ کے حکم سے کس کا حکم اچھا ہوسکتا ہے؟''

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ 2

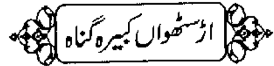
''کیا ان لوگوں کے لیے شریک ہیں جنھوں نے ان کو دین میں ایسے کاموں کی اجازت دے رکھی ہے۔ جن کی بابت اللہ نے حکم نہیں بھیجا، اگر فیصلے کا حکم نہیں ہوا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جاتا اور اور ظالموں کو سخت دکھ کا عذاب ہوگا۔''

مسلمانوں کی غیروں سے مشابہت کی یہ مختصری سرگزشت ہے اور اگر ہم قدرے گہرائی کے ساتھ اس حکایت کو قلم بند کریں تو یہ ایک طویل افسانہ بن سکتی ہے، نیز اس موضوع پر علما نے بھی کافی شرح وبسط سے کتابیں تصنیف کی ہیں۔

فَجزاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا لْجَزاء واللّٰه الموفق للصواب:

---

1 ٥/ المائدة: ٥٠۔ 2 ٤٢/ الشوریٰ: ٢١۔



مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا

موجودہ زمانے میں بکثرت نوجوان لڑکیوں نے لڑکوں کا روپ اختیار کر رکھا ہے۔ دوسری طرف لڑکوں نے لڑکیوں کی خو بو اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ نوجوان لڑکے داڑھی مونچھ صاف کر کے لڑکیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ تنگ لباس پہنتے ہیں اور انگلیوں میں سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں۔ بعض نوجوان گلے میں ایسی ہی زنجیر ڈالتے ہیں جیسے عورتوں نے گلے میں بالخصوص کرسچین عورتوں نے پہنی ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی شکل وصورت اپنانا سخت گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہے اور اس فطرت کے بھی خلاف ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، خلاف فطرت اس لیے کہ اللہ نے مردوں کو پیدا کیا، ان کو مردانہ اوصاف ودیعت فرمائے، طاقت وقوت اور شجاعت وقوت مردمی سے انہیں نوازا اور یہ اوصاف عورتوں کے اوصاف ان کی خصلت اور ان کی عادت وطبیعت کے منافی ہیں اور مردانہ قوت اللہ تعالیٰ کی عظیم المرتبت نعمت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا ورسل، خلفا وسلاطین، قضاۃ وامرا، کشور کشاں اور لشکر کش سب مردوں میں سے بنائے اور عورتوں کو ان میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، کیونکہ مردان مختلف اوصاف وخصائل اور خصوصیات کے ساتھ ممتاز ہوتے ہیں۔ جو عورتوں میں نہیں پائی جاتیں۔

مشابہت کی اس سے زیادہ تلخ اور اذیت ناک صورتیں وہ ہیں جنہیں ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ویڈیو سٹ پر دیکھا جاتا ہے، جن میں آدمی عورت اور عورت آدمی بنتا ہے اور صنف مخالف کی حرکات وسکنات اور ان کی آوازوں کی نقل کرتا ہے، افسوس کہ اطلاعات ونشریات کے اکثر آلات نے بھی آج وہ روش اختیار کر رکھی ہے جو اسلام اور اس کی تعلیمات کے منافی ہے اور اس

کی جڑ بنیاد کو اندر سے کھوکھلا کرتی جا رہی ہے، چنانچہ موجودہ زمانے کی نشریات نے سراپا عریاں نشریات کا روپ اختیار کر لیا ہے اور مردوں عورتوں کی تفریق ان کے اندر سے مٹتی جا رہی ہے۔

ستم بالائے ستم یہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ان کلاکاروں کو بڑھاوا اس لیے ملتا ہے کہ اس عریانیت اور فحاشی پر انہیں منہ مانگے دام ملتے ہیں اور اس طرح پانی اور بھی سر سے اونچا ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صنف کی یہ تبدیلی اور اس سے لطف اندوزی سراسر حرام ہے اور جو لوگ اس فعل بد میں مبتلا ہیں اور اسلام کا نام لیتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، ایسے تمام لوگوں کے سامنے ہم اس سلسلے کی احادیث مکمل نص کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. [1]

”رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔“

اس روایت کو امام بخاری، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔

آخر الذکر کے نزدیک یہ روایت اس طرح ہے:

اِنَّ امْرَأَةً مَرَّتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُتَقَلِّدَةً قَوْسًا فَقَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال، حدیث: ٥٨٨٥؛ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، حدیث: ٤٠٩٧؛ سنن ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی المتشبهات بالرجال من النساء، حدیث: ٢٧٨٤؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب فی المخنثین، حدیث: ١٩٠٤۔

بِالنِّسَاءِ)) ❶

رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک عورت کمان لٹکائے ہوئے گزری۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔''

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبِسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ . ❷

''رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کی پوشاک پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کی پوشاک پہنے۔''

اس روایت کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ نیز حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور کہا کہ یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

٥٧٢: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوْثُ وَرَجِلَةُ

---

❶ المعجم الاوسط للطبراني: ٣/ ١٠٦، حديث: ٤٠٠٣؛ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الادب، باب في المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال: ٨/ ١٣٠، حديث: ١٣١٩٧، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٦، حديث: ١٢٥٦۔

❷ مسند احمد: ٢/ ٣٢٥؛ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب في لباس النساء، حديث: ٤٠٩٨؛ السنن الكبرىٰ للنسائي: ٨/ ٢٩٧، حديث: ٩٢٠٩؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٣/ ٦٣-٦٢، حديث: ٥٧٥١-٥٧٥٢؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١٤٥٦-١٤٥٥؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٩٤، طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٦٤٦، حديث: ٧٤١٥، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٧٢، حديث: ٢٠٦٩؛ صحيح موارد الظمآن: ٢/ ٤٨ حديث: ١٢١٦؛ جلباب المرأة المسلمة، صفحه: ١٤١۔

النِّسَاءِ)) [1]

’’تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا، دیوث (جو جانتا ہو کہ اس کی بیوی فحش کام کرتی ہے اس کے باوجود اس کو کچھ نہ کہتا ہو) اور مردنما عورت (جو صنف نازک سے برسرِ پیکار ہو اور مردوں کی نقالی کرتی ہو، ایسی عورت ملعون ہوگی)‘‘

اس روایت کو نسائی اور بزار اور حاکم رحمہ اللہ نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

④ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَبَدًا الدَّيُّوثُ الرَّجْلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ)) قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا مُدْمِنُ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الدَّيُّوْثُ؟ قَالَ: ((الَّذِي لَا يُبَالِي مَنْ دَخَلَ عَلَى أَهْلِهِ)) قُلْنَا فَمَا الرَّجْلَةُ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ: ((الَّتِي تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ)) [2]

’’تین آدمی جنت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔ دیوث، مردنما عورت اور عادی شرابی۔‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عادی شرابی تو ہم لوگ جانتے ہیں۔ لیکن دیوث کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’دیوث وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس آنے والے پر کوئی روک ٹوک نہ کرے۔‘‘ ہم نے عرض کیا: مردنما عورت کون ہے؟ فرمایا: ’’وہ عورت جو مردوں کی مشابہت کرتی ہے۔‘‘

---

[1] مسند البزار (كشف الاستار) ٢/ ٣٧٢، حديث: ١٨٧٦ـ ١٨٧٥؛ مستدرك حاكم، ١/ ٧٢ طبع قديم وطبع جديد: ١/ ١٠٦ حديث ٢٤٤؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب، ٢/ ٤٧٢، حديث: ٢٠٧٠ اور ٢/ ٦٦٢، حديث: ٢٥١١؛ غاية المرام، حديث: ٢٧٨؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ٣/ ٣٨٧ حديث ١٣٩٧ـ ٧/ ٢٦٥، حديث: ٣٠٩٩ـ

[2] شعب الايمان للبيهقي، ١٣/ ٢٦٢، حديث: ١٠٣١٠؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٧٣، حديث: ٢٠٧١؛ صحيح الجامع الصغير، حديث: ٣٠٦٣ـ

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اس کے راویوں میں سے کوئی بھی مجروح نہیں ہے۔ [1]

بنا بریں شوہر کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بیوی کو مردوں سے مشابہت پر ٹوکتا رہے۔ رفتار، گفتار اور پوشاک میں ہرگز مردوں کی تابع داری نہ کرنے دے، تاکہ وہ لعنت میں گرفتار نہ ہو، ورنہ اگر شوہر نے اس کو نہ روکا تو اس لعنت میں عورت کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہوگا اور یہ درحقیقت باری تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہوگا۔

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ [2]

''اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔''

یعنی انہیں تعلیم دے کر اور اللہ کی اطاعت اور معصیت سے بچا کر انہیں آتشِ دوزخ سے روکا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [3]

''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہے، اپنے اہل وعیال میں آدمی ذمہ دار ہے اور ان کی بابت قیامت کے دن جواب دہ ہے۔''

اور حدیث میں ہے:

۵۷۵: ((اِنَّ هِلَاكَ الرِّجَالِ طَاعَتُهُمْ لِنِسَاءِ هِمْ)) [4]

---

[1] كتاب الترغيب والترهيب۔ [2] ٦٦/ التحريم:٦۔ [3] صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث: ٨٩٣؛ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية والنهى عن ادخال المشقة عليهم، حديث: ١٨٢٩۔ [4] مسند البزار البحر الزخار: ٩/ ١٣٧، حديث: ٣٦٩٢؛ مسند احمد: ٥/ ٤٥؛ مستدرك حاكم: ٤/ ٢٩١ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٧٧٧، حديث: ٧٧٨٩؛ المعجم الاوسط للطبراني: ١/ ١٣٤، حديث: ٤٢٥؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الجامع الصغير، حديث: ٦٠٩٧؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١/ ٦٢٥، حديث: ٤٣٦۔

''مردوں کی ہلاکت کا باعث ان کی عورتوں کی تابع داری ہے۔''

اسی لیے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَااَصْبَحَ الْيَوْم رَجُلٌ يُطِيْعُ اِمْرَاَتَهُ فِيْمَا تَهْوِي اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ. [1]

''اللہ کی قسم! اگر آج مرد نے اپنی عورت کی حسب خواہش اس کی پیروی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جھونک دے گا۔''

مذکورہ احادیث میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے پر مردوں کو اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے پر عورتوں کو لعنت فرمائی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دوری اور مہجوری کی وعید سنائی تو سوچنا چاہیے کہ جو مسلمان کافروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ وہ بھلا کس درجہ سخت وعید کے حق دار ہوں گے؟

---

[1] الزواجر عن اقتراف الكبائر، ۱/ ۳۳۹۔



عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر نکلنا

یہ امر مخفی نہیں کہ اسلام نے عورتوں کا مقام بلند کیا اور ان کا اتنا اکرام کیا جتنا پچھلی کسی قوم نے نہیں کیا۔ چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ عرب، روم، ایران، ہند اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے نزدیک عورت کا کوئی مقام نہیں تھا۔ وراثت اور دولت میں اسے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ اس زمانے میں عورت گھر کی معمولی پونجی کی حیثیت رکھتی تھی۔

ان کے ساتھ ابتر سلوک کیا جاتا تھا اور شیطان نے انہیں جس طرح ورغلایا تھا۔ یہ تاریخ کی ایک طویل داستان ہے۔ لیکن جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اسلام نے عورت کا مقام اونچا کیا۔ اس کو عزت اور شرافت بخشی، بالخصوص عورتوں کو پستی اور حقارت سے نکال کر ان کا سر بلند کیا، انہیں قید غلامی سے آزاد کیا اور بیشتر احکام جیسے عبادات، معاملات اور احکام میں ان کو مردوں کے مساوی احکام سے نوازا۔ ایک حکمرانی کے شعبے سے انہیں علیحدہ رکھا، ورنہ زندگی کے ہر شعبہ میں انہیں نمایاں مقام دیا۔

وراثت کی بعض صورتوں میں مرد کا نصف حصہ انہیں عطا کیا، البتہ طلاق کا اختیار مرد کو تفویض ہوا۔ شہادت کی کئی اقسام میں دو عورتوں کی گواہی کو شہادت کا ایک نصاب قرار دیا، جس کی علت ارباب بصیرت سے مخفی نہیں اور یہاں اس کے اظہار کی گنجائش بھی نہیں۔

البتہ اتنا جان لینا چاہیے کہ اسلام نے طبقۂ نسواں کو جو اعزاز بخشا، اسلامی شریعت اور اس کے اسرار سے واقف اس سے بخوبی واقف ہیں اور جن لوگوں کے اندر کینہ نہیں وہ بھی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں، اسلام کے طبقۂ نسواں کے اسی اعزاز و اکرام کی ایک ہلکی سی جھلک یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ہر قسم کی بے ہودگی اور مردوں سے اختلاط سے منع کیا اور اس بات سے سختی سے انکار کیا کہ عورت کو بازار کا مال سمجھا جائے۔ اس کے بجائے اسلام نے طہارت اور پاکیزگی کی بلندیوں سے انہیں خطاب کیا اور فرمایا:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ [1]

"اور اپنے گھروں [2] میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کے طریقے کی طرح بن سنور کر نہ نکلو۔"

ظاہر ہے کہ مذکورہ حکم جب امہات المسلمین اور اولین پاک باز خواتین اسلام کیلئے تھا تو دیگر عورتیں بدرجہ اولی اس حکم میں داخل ہوں گی اور اسکی پابند ہوں گی کہ وہ مردوں سے آزادانہ میل جول نہ رکھیں، بن سنور کر نہ نکلیں اور جب تک حقیقی حاجت اور ضرورت لاحق نہ ہو، بازاروں یا چوراہوں پر ہرگز نہ نکلیں، اس لیے کہ ان کے نتائج حد درجہ خطرناک ہوں گے۔

چنانچہ حجاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۳۳۔

[2] ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾ یعنی شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے مت نکلو اور شرعی ضرورت کی مثال جیسے مشروط طور پر مسجد جانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کی مسجدوں سے اللہ کی بندیوں کو نہ روکو اور عورتیں مسجد کیلئے نکلیں تو سادہ لباس میں نکلیں، کسی خوشبو کا استعمال نہ کریں۔ ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ یعنی جاہلیت کے زمانے کی طرح گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کی چال متوالی ہو ہاتھ پاؤں نزاکت سے اٹھیں، عشوہ اور ناز سے رہیں۔ "تبرج" دوپٹہ سر پر اس طرح ڈالنا ہے، جس سے سینہ، گلے میں پڑے ہار، بالیاں اور آگے کا پورا حصہ نظر آتا ہو چھپ جائے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی بے پردگی تھی جو بعد میں بھی پائی گئی۔ سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، حدیث: ۵۶۵؛ صحیح ابن خزیمۃ، حدیث: ۱۶۷۹، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحیح سنن ابوداود، ۱/ ۱۶۹، حدیث: ۵۶۵؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ۱/۴۵۴ حدیث ۵۶۵ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے نوٹ: عورتوں کا خوشبو لگا کر پازیب و زینت کے ساتھ مساجد میں جانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے)۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اذا شهدت احداكن المسجد فلا تمس طيبا)) "جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں حاضر ہونا چاہے تو خوشبو مت لگائے۔" صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد اذا لم يترتب عليه فتنة وأنها لا تخرج مطيبة، حديث: ٤٤٣۔

يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ﴾ ❶

---

❶ ٢٤/ النور: ٣١ ، ﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ اس آیت کی تفسیر میں کتب تفسیر کی مختلف روایتوں نے آیت کے مفہوم کو پیچیدہ بنا دیا ہے، ورنہ اس آیت میں کوئی پیچیدگی اور ابہام نہیں۔ آیت کے اس فقرے ﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنے محاسن اپنی پوشاک اپنے زیورات، اپنے چہروں اپنے ہاتھوں اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کو چھپائے رکھیں۔ ﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے ان اعضا کا استثنا کیا جو عام طور پر کھلے ہوئے ہیں اور جنہیں چھپایا نہیں جاسکتا یا اظہار زینت کیلئے انہیں کھولا نہیں جاسکتا یہ فقرہ اسکی دلیل ہے کہ عورتیں اس زینت کے اظہار کا قصد نہ کریں، البتہ بغیر قصد وارادے کے کلا کھل جائے تو مضایقہ نہیں، جیسے ہوا، کے چلنے سے چادر سرک جائے اور کوئی کوئی عضو کی جھلک نظر آ جائے یا جو عضو از خود نمایاں ہو اور چادر وغیرہ سے بھی چھپایا نہ جاسکے، کیونکہ اخفاد شوار ہوتا ہے، لیکن چونکہ یہ بھی جز وعورت ہے، اس لیے نظروں کو خیرہ کرتا ہے، لیکن مجبوری ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اسی معنیٰ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن بصری، ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

لیکن بعض مفسرین نے اس کے برعکس یہ بتایا ہے کہ آیت ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ عام عادت کے مطابق انسان جن اعضا کو کھلا رکھے پھر اس کے ساتھ ان اعضا میں عورت کا چہرہ اور اس کی دونوں ہتھیلیوں کو ان تمام تر زینت کے ساتھ شریک کرتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک یہ درست ہے کہ عورت اپنے چہرے کو آراستہ کرے، سرمہ اور ابٹن کا استعمال کرے، ہاتھوں میں مہندی، انگلیوں میں انگوٹھی، گلے میں ہار اور کلائیوں میں چوڑیاں ڈال کر بے حجاب لوگوں میں پھرے۔ آیت کا اس قسم کا مفہوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ سے منقول بتایا جاتا ہے اور فقہائے احناف کی ایک بڑی جماعت نے اسی روش کو اپنایا ہے۔ لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر عربی زبان کے کس قاعدے کی رو سے ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کا معنی "ما يظهر الانسان" سمجھا گیا ہے اس لیے کہ "يظهر الشي بنفسه" اور "يظهر الانسان بقصده" کا فرق اتنا واضح ہے کہ جو کسی اہل نظر پر مخفی نہیں ہے اور بظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک نے زینت کے اظہار سے روکا ہے اور بلا قصد ظہور زینت ہونے پر رخصت دی ہے، لیکن جان بوجھ کر زینت کو ظاہر کرنا سراسر قرآن پاک کے مدعا کے خلاف ہے اور ان روایتوں کے بھی یکسر خلاف ہے، جن کی رو سے یہ ثابت ہے کہ عہد نبوی میں خواتین بے پردہ ہو کر اجنبی عورتوں سے ملاقات سے بھی پرہیز کرتی تھیں اور حجاب کا حکم اس زمانے میں بھی چہرے پر لاگو ہوتا تھا۔ نقاب عورتوں کے لباس کا ایک حصہ تھا۔ البتہ احرام میں اس سے استثنا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات ان کا استدلال یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ داخل عورۃ نہیں، حالانکہ حجاب اور ستر عورۃ کے درمیان بڑا فرق ہے۔ عورۃ وہ اعضاء ہیں جنہیں کھولنا جائز نہیں، حتی کہ محرم مردوں کے سامنے بھی انہیں نہیں کھولا جاسکتا۔ جب کہ حجاب ستر عورۃ سے بالاتر ایک چیز ہے۔ حجاب اس آڑ کا نام ہے جو عورتوں اور اجنبی مردوں کے درمیان حائل ہو اور اس بحث کا موضوع اس آیت میں لفظ حجاب =

''اور ایمان دار عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی سج دھج کو بھی ظاہر نہ کیا کریں، لیکن جو چیزیں کھلی رہیں اور اپنے سینوں پر دوپٹیوں کی بکل مارلیا کریں۔''

﴿ يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [1]

''اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ بڑی بڑی چادریں اوڑھا کریں، اس سے ان کی پہچان ہوا کرے گی، تو ان کو تکلیف نہیں ہوا کرے گی اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مکمل بیان حسب ذیل ہے:

ظاہری زینت کے بارے میں اسلاف صالحین کا نزاع حسب ذیل دو اوامر پر ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم خیال فرماتے ہیں کہ زینت کا یہ مقام چہرے اور دونوں ہاتھ میں ہے، جیسے آنکھوں کا سرمہ اور انگلیوں کی انگوٹھی وغیرہ، آگے چل کر ان دو اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زینت دو قسم کی بنائی ہے، وہ زینت جس کو ظاہر کیا جائے اور وہ جس کو ظاہر نہ کیا جائے۔

جس زینت کو ظاہر کیا جائے اس کی اجازت شوہر اور محرموں کیلئے ہے جب حجاب کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی اس زمانے میں عورتیں بغیر نقاب اوڑھے اسی طرح نکلتی تھیں کہ ان کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اس وقت چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھلی رکھنے کی اجازت تھی اور انہیں دیکھنا بھی جائز تھا۔ پھر جب حجاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

== ہے، ستر عورة کا لفظ یہاں موضوع بحث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ خمر خمار کی جمع ہے، یہ وہ چیز ہے جو مخمور کر دے اور عقل کو مدہوش کر دے، جیب کی جمع جیوب ہے۔ یعنی سینہ مطلب یہ کہ عورتیں اپنے سینے پر دوپٹہ ڈالے رہیں، اپنے سر، گردن، گلے اور سینے کی جملہ زینتوں کو ڈھانکے رہیں۔ زیورات وغیرہ کو چھپائے رہیں اور ایسا ہرگز نہ کریں جیسے زمانہ جاہلیت کی عورتیں کیا کرتی تھیں۔ (تفسیر، سورہ نور از ابوالاعلیٰ المودودی)

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۵۹۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ﴾ 1

''اے نبی (ﷺ) آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ بڑی بڑی چادریں اوڑھا کریں۔''

تو عورتوں کو مردوں سے حجاب کرنے کا حکم ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا (اور حجرے میں داخل ہوئے) تو آپ ﷺ نے پردہ گرالیا اور عورتوں کو دیکھنے سے روک دیا۔ پھر جب خیبر کے دن آپ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر حضور ان کا پردہ کرائیں تو سمجھ لو وہ بیوی ہیں اور پردہ نہ کرائیں تو سمجھ لو ام ولد ہیں۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کیلئے پردہ لگوا دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کریں تو پس پردہ طلب کریں، نیز ازواج مطہرات کے علاوہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو بھی یہ حکم ہوا کہ وہ بڑی بڑی چادریں اوڑھیں یعنی جلباب۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب کے نزدیک بڑی چادر کو جلباب کہتے ہیں۔ عوام اسکو ازار کہتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی چادر ہوتی ہے جو سر اور پورے بدن کو ڈھانکے ہوتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ اور دوسرے حضرات سے منقول ہے کہ اس چادر کو سر کے اوپر سے اس طرح ڈالا جاتا تھا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں اور بس اسی کی جنس سے نقاب ہے۔ جس کو عورتیں استعمال کرتی تھیں۔ صحیح میں ہے کہ اِنَّ الْمحرمة الاتَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبِسُ الْقَفَّازَيْنِ. 2 جب عورتوں کو بڑی چادریں اوڑھنے کا حکم تھا تا کہ انہیں پہچانا نہ جا سکے اور

---

1 ۳۳/ الاحزاب:۵۹۔ 2 صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب ما ینتھی من الطیب للمحرم والمحرمة، حدیث: ۱۸۳۸؛ سنن ابوداود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، حدیث: ۱۸۲۵؛ سنن ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فیما لا یجوز للمحرم لبسه، حدیث: ۸۳۳؛ سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، باب النھی عن أن تنتقب المرأة الحرام، حدیث: ۲۶۷٤۔

چادر اوڑھنے کی وجہ سے چہرہ ڈھک جاتا تھا۔ یا نقاب کے ذریعے چہرہ ڈھک جاتا تھا اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا شمار اس زینت میں سے ہے جن کی بابت عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے اسے نہ کھولے رکھیں، تو ان احکام کے ہوتے ہوئے ظاہر ہے کہ اجنبی محض ظاہری کپڑوں کو ہی دیکھ پائیں گے۔ اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری دونوں حکموں کو ذکر کیا، جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے دونوں حکموں کو ذکر کیا۔

جیسا کہ اب تک کی سطروں سے معلوم ہوا کتاب وسنت سے بے پردہ اور بن سنور کر نکلنے کی ممانعت جس طرح ثابت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بن سنور کر نکلنا گناہ کبیرہ ہے اور بے پردہ نکلنے میں قدرے اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ سخت مجبوری کے بغیر چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جیسے شہادت کی ضرورت درپیش ہو یا علاج معالجہ اور منگنی کی ضرورت ہو اور بن سنور کر نکلنے کی مذمت میں کسی مسلمان گروہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سنی، شیعہ زیدی اور اباضی تمام گروہ اس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں۔ بلکہ ہر ایک نے اس کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس کو گناہ کبیرہ اور دشمنانِ اسلام کی مشابہت قرار دیا ہے، جن کے نزدیک اللہ کے دین کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ اخلاقی قدروں کا کوئی وزن نہیں اور جن کے یہاں اکثریت جانوروں کی طرح زندگی گزارتی ہے، عام لوگوں کے سامنے باغوں، پارکوں اور پبلک مقامات پر عورتوں سے صحبت کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں۔ سڑکوں کے کنارے اور درختوں کے نیچے اس قسم کی حرکت میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے کوئی مسلمان ان کافروں کی ادنیٰ مشابہت کو کیسے برداشت کرے گا؟ اور اپنی بیوی، بہن اور بیٹی کی لگام ڈھیلی چھوڑ کر انہیں بے مہار نکلنے اور غیر مردوں سے آزادانہ اختلاط کی اجازت کیوں کر دے گا؟ جب کہ اسلام عورتوں کے تحفظ اور پس پردہ رکھنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز جو اسلام کا دوسرا رکن ہے اور کلمۂ شہادت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کو حاصل ہے اور باجماعت نماز کی فضیلت کو ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی بخوبی جانتا ہے، احادیث میں وارد ہے کہ عورتوں کی نماز مسجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے۔

① طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا النِّسَاءُ عَوْرَةٌ وَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا وَمَا بِهَا بَاْسٌ فَيَسْتَشْرِفُهَا الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اِنَّكِ لَاتَمُرِّيْنَ بِاَحَدٍ اِلَّا اَعْجَبْتِيْهِ وَاِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَلْبَسُ ثِيَابَهَا فَيُقَالُ اَيْنَ تُرِيْدِيْنَ فَتَقُوْلُ اَعُوْدُ مَرِيْضًا اَوْ اُشْهَدُ جَنَازَةً اَوْ اُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ وَمَا عَبَدَتْ اِمْرَاَةٌ رَبَّهَا مِثْلَ اَنْ تَعْبُدَهُ فِيْ بَيْتِهَا)) [1]

’’عورت سراپا ستر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عورت گھر سے نکلتی ہے اور اسے کوئی محسوس نہیں ہوتا۔ پھر شیطان اس کے تاک میں رہتا ہے۔ تو جس کے پاس سے گزرتی ہے اسے دم بخود کر دیتی ہے، کبھی عورت اپنی پوشاک پہن کر نکلتی ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہتی ہے میں کسی مریض کی عیادت، کسی جنازے میں حاضری یا مسجد میں نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ حالانکہ کوئی عورت اللہ کی عبادت (مسجد میں) اتنی بہتر نہیں کر سکتی جتنی اپنے شوہر کے گھر میں کر سکتی ہے۔‘‘

منذری نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے اور ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

② امام احمد، امام ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوْتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ)) [2]

’’ہر چند عورتوں کے لیے ان کا گھر بہتر ہے، پھر بھی اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔‘‘

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ٩/ ١٨٥، حديث: ٨٩١٤؛ ٩/ ٢٩٤، حديث: ٩٤٨٠؛ مجمع الزوائد: ٢/ ١٢٠، حديث: ٢١١٨، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح موقوف کہا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ٢٦١، حديث: ٣٤٨۔

[2] سنن ابوداود، كتاب الصلاة، باب ما جاء في خروج النساء الى المسجد، حديث: ٥٦٧؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٦٨٤؛ مستدرك حاكم: ١/ ٢٠٩ وطبع جديد: ١/ ٣١٣، حديث: ٧٥٥؛ مسند احمد: ٢/ ٧٦، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ١/٤٥٤ حدیث ٥٦٧ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شیخین کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے، البتہ مزید اس عبارت ((وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ)) کی تخریج نہیں کی اور تلخیص کرنے میں ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

③ سنن ابوداود، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا)) [1]

''عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حجرے میں پڑھی گئی نماز کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے اور اس کی نماز اس کی کوٹھری میں اس کے گھر میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے۔''

حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق اس کو صحیح کہا، لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی اور ذہبی نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے۔

امام احمد نے بطریق ابن وہب نقل کیا کہ ہم سے داؤد بن قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے عبداللہ بن سویدہ انصاری سے انہوں نے اپنی پھوپھی ام حمیدہ سے زوجہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ: ((قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلَاةَ مَعِي وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي دَارِكِ وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي)) قَالَ فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدًا فِي أَقْصَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِهَا وَأَظْلَمَهُ

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلك، حدیث: ٥٧٠؛ صحیح ابن خزیمة، حدیث: ١٦٨٨ اور ١٦٩٠؛ مستدرك حاكم: ١/ ٢٠٩ وطبع جدید: ١/ ٣١٤-٣١٣، حدیث: ٧٥٧؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ١/ ٢٥٧ حدیث ٥٧٠ میں اس حدیث کی سند کو قتادہ راوی کے سماع کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

فَكَانَتْ وَاللَّهِ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَتِ اللَّهَ تَعَالَى . [1]

اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا محبوب رکھتی ہوں۔
آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے، لیکن تمہارے حجرے میں پڑھی گئی نماز تمہارے گھر میں پڑھی گئی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے گھر میں پڑھی گئی نماز تمہاری قوم کی مسجد میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے اور تمہاری قوم کی مسجد میں پڑھی گئی نماز میری مسجد میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے اپنے گھر کے بالکل اندرونی حصے میں جو نہایت تاریک بھی تھا، مسجد بنانے کا حکم دیا اور تا حیات وہ اس میں نماز پڑھتی رہیں۔

ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، ماسوی عبداللہ بن سوید انصاری کے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

مذکورہ سطروں سے معلوم ہوا کہ نماز جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیے جو اسلام کا عظیم شعار ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز بھی جو اسلام کے عظیم ترین شعار میں سے ایک ہے، جماعت کا متقاضی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ واجب نہیں کیا کہ عورتیں نماز با جماعت میں اور جمعہ کی نماز میں خوشبو لگا کر حاضر ہوں۔ البتہ اجازت ہے کہ عورت شرم وحیا کے ساتھ باہر نکلے، پاکیزہ اور صاف ستھری ہو، اس کے بدن سے خوشبو کی لپٹیں نہ اٹھتی ہوں، لیکن کیا آج عورتوں کی وہ روش باقی ہے جو عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں عورتوں کی حالت تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض عورتوں پر اس وقت تنقید کی جب ان سے قدرے خلاف ورزی سرزد ہوئی اسی طرح حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے جب کچھ عورتوں نے بھیڑ کر لی تو اس پر بھی آپ نے انہیں سختی سے روکا۔

---

[1] مسند احمد: ٦/ ٣٧١؛ صحيح ابن خزيمة، حديث: ١٦٨٩؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ٥/ ٥٩٦-٥٩٥، حديث: ٢٢١٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ٣٢٨، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

بے پردگی اور اختلاط کا پروپیگنڈا کرنے والے یورپ سے متاثر ان افراد کی وجہ سے موجودہ زمانے میں فسق وفجور کا سیلاب اُمڈ پڑا ہے، خصوصاً بڑے شہروں اور ملکوں میں اس وبا نے ہمہ گیر صورت اختیار کر لی ہے، جہاں حکومت لوگوں کو شتر بے مہار سمجھتی ہے، ان مسائل کو شخصی مسائل قرار دیتی ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ دوسرا کوئی ان میں مداخلت نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن کیا کوئی ہماری طرف سے ان حکام سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ جس طرح تم نے فسق وفجور اور شراب وکباب کیلئے لوگوں کو چھوٹ دے رکھی ہے کیا تم انہیں اسی طرح آزادی رائے اور سیاسیات میں تنقید کی چھوٹ کیوں نہیں دے دیتے؟

مزید برآں تم انہیں اسلام کی نشر واشاعت اور سیدھے راستے کی طرف دعوت کیلئے چھوٹ کیوں نہیں دیتے؟ تمہارا حال یہ ہے کہ ایک آدمی جب کسی لیڈر یا حاکم پر حق پر مبنی تنقید کرتا ہے تو اسے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے، تم نے آزادی کے نام پر چھوٹ صرف اس بات کی دی ہے کہ دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تنقید کی جائے اور احکام الٰہی کا مذاق اڑایا جائے، کسی کہنے والے نے تمہارے متعلق کیا خوب کہا ہے:

یساق اسجن سب الزعیم وان سب الا اله فان الناس احرار

''لیڈر کو گالی دینے والا جیل بھیج دیا جاتا ہے اور اللہ کو کوئی گالی دے تو کوئی پروا نہیں اس لیے کہ لوگ آزاد ہیں۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قرب قیامت کی علامتوں میں سے ان علامتوں کو شمار کیا ہے۔ شراب پینا، فسق وفجور کا رواج پا جانا اور عورتوں کا بے پردہ نکلنا وغیرہ۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنَ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ

كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا)) [1]

''دوزخیوں کی دو صفیں ایسی ہیں جن کو اب تک میں نے نہیں دیکھا ہے۔ (آئندہ آئیں گی۔) ایک تو وہ قوم ہوگی جس کے پاس گائے کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور لوگوں کو ان کوڑوں سے ماریں گے۔ دوسری صنف ان عورتوں کی ہوگی۔ جو لباس پہنے ہوں گی مگر برہنہ معلوم ہوں گی۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے لچک دار کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، اگرچہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہوگی۔''

نیز صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

٥٨٤: ((سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ اُمَّتِيْ رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلَى سُرُوْجٍ كَاَشْبَاهِ الرِّجَالِ يَنْزِلُوْنَ عَلَى اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ نِسَاءُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلَى رُؤُوْسِهِمْ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ اِلْعَنُوْهُنَّ فَاِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ لَوْكَانَتْ وَرَاءَكُمْ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَخَدِمْنَ نِسَاءُكُمْ نِسَائَهُمْ كَمَا يَخْدِمْنَكُمْ نِسَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ)) [2]

''میری امت کے آخر میں ایسے ایسے لوگ ہوں گے جو (کجاوے نما) زین پر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، حدیث: ٢١٢٨؛ مسند احمد، ٢/ ٣٥٦_٣٥٥_

[2] مسند احمد: ٢/ ٢٢٣؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٣/ ٦٤، حدیث: ٥٧٥٣؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٤٥٤؛ مستدرك حاکم: ٤/ ٤٣٦ وطبع جدید، ٨/ ٢٩٦٥، حدیث: ٨٣٤٦، شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

بیٹھے ہوں گے، جیسے مرد بیٹھتے ہیں اوران سے اتر کر مسجدوں کے دروازوں پر آئیں گے۔ان کی عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ننگی ہوں گی۔ان کے سر بختی اونٹوں کے لچک دار کوہان کی طرح ہوں گے ان پر لعنت بھیجنا، کیونکہ وہ لائق ملامت ہیں، اگر تمہارے بعد امتیوں میں سے کوئی امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں، جیسے تم سے پہلے قوموں کی عورتیں تمہاری خدمت کرتی تھیں۔''

بے حجابی اور اختلاط کے مفاسد پر مبنی بعض آیات وروایات اور بعض علما کے خیالات جان لینے کے بعد ذیل میں ہم ان چند عواقب اور نتائج کو پیش کرتے ہیں جو عورتوں کے بے پردہ نکلنے اور بازاروں،اسکولوں، یونیورسٹیوں، دواخانوں اور تجارتی مراکز میں آزادانہ اختلاط کی صورت میں سامنے آرہے ہیں، پھر یہ نتائج دن بدن بھیانک صورت حال اس لیے اختیار کرتے جارہے ہیں کہ موجودہ زمانے میں تجارتی اشیا کی کھپت بڑھانے اور ان کا پروپیگنڈہ کرنے کیلئے حسین وجمیل خوبصورت لڑکیوں اورعورتوں کو ملازم رکھا جاتا ہے۔

تجارتی منڈیوں، بازاروں، ہوٹلوں اور ریسٹورنٹوں میں انہیں یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ گاہکوں اور خریداروں کو اپنی طرف مائل کریں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آدمی دل کے ہاتھ مجبور ہوتا ہے۔خصوصاً نوجوان طبقہ بے پردہ عورتوں اور لڑکیوں کی طرف جلد ملتفت ہوتا ہے،لیکن ان عورتوں کو ملازم رکھنے والے اور تاجر پیشہ افراد کو یہ نہیں معلوم کہ ان کا یہ عمل بے حیائی اور فحش کاری ہے،جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اور اس کے رسول ﷺ نے اس سے منع کیا ہے علاوہ ازیں یہ وہ حرکت ہے جس سے جاہل اور عامی بھی کراہت کرتا ہے اور انہیں سخت غیرت آتی ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ مرنے مارنے اور قتل وخونریزی کے لیے بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، خصوصاً جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی عزت نفس اور شرافت مجروح ہوتی ہے، یا ان کی عزت وآبرو پر حرف آتا ہے حالانکہ بعض ان پڑھ نادانوں کی جھوٹی غیرت کا نتیجہ بھی بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے اور شریعت بھی اس غیرت کی قائل نہیں ہے، جیسے کسی اجنبی مرد سے بات چیت کرتے ہوئے آدمی اپنی عورت کو دیکھے اور طیش میں آکر اسے قتل کردے،

حالانکہ یہاں محض تعزیر ہی کافی تھی۔ البتہ اوپر کی سطروں سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہم مشرق والوں کو یورپ نے جو انتہائی گھٹیا تہذیب تحفہ میں دے رکھی ہے اس کے نتائج نہایت خطرناک حد تک سنگین ہو چکے ہیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ عورت شمع خانہ کے بجائے سبھا کی پری بن چکی ہے اور بازاروں اور آفسوں میں ملازمت کے درپے ہے۔

نیز اس کو روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے کہ عورت اپنے مرد کے ساتھ بے پردہ سڑکوں اور بازاروں میں مٹرگشت کرتی پھرے اور اس کے کاندھے مردوں کے کاندھوں سے ٹکراتے رہیں، بہرکیف یہ موضوع قدرے دراز ہو چکا ہے، اس لیے اب ہم دوبارہ اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

1 شرعی نکاح کی بجائے زنا اور فحش کاری کا رجحان:

یہ رجحان اس لیے بڑھتا جا رہا ہے کہ صنف نازک بازار کے مال کی طرح عام ہو چکی ہے، جس کے حصول کیلئے گراں قیمتیا مزید مشقت کی حاجت نہیں۔ اس صنف نے خود کو بنا سنوار کر دلربا اور دلفریب بنا ڈالا ہے، جس کی وجہ سے نفس سرکش اور نہایت حساس ہو چکا ہے۔ شیطان بھی کیل کانٹے سے لیس ہو کر مردوں کے پیچھے پڑا ہوتا ہے اور پھر لامحالہ شہوت رانی اور حرص و ہوس کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف زنا کاری کا جرم جو درحقیقت ایٹم بموں اور زلزلوں سے زیادہ مہلک ہے آج انسانی سماج میں اسے چنداں ہولناک تصور نہیں کیا جاتا۔ نہ بے پردگی اور عورتوں کے بن سنور کر نکلنے کو ناجائز خیال کیا جاتا ہے، اس لیے زنا کاری کے بارے میں عام تصور بن چکا ہے کہ یہ فعل بد کسی بھی جگہ اور کسی بھی انسان کے سامنے کیا جا سکتا ہے۔

2 خاندانی اور عائلی نظام میں بگاڑ اور طلاق کا عام ہونا:

اس خرابی کی بڑی وجہ میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بے نیازی اور ان کا آپس میں کھنچاؤ ہے، جس کی وجہ سے ان میں سے باہم بے اعتمادی کی فضا پیدا ہو چکی ہے، اسی طرح باپ کا اولاد پر اور اولاد کا باپ پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے، جس کے نتیجے میں خاندان جس کو زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہونا تھا، آج موتی کے بکھرے دانوں کی طرح ان میں دوری

پیدا ہو چکی ہے۔ میل محبت اور چین وسکون عنقا ہو گیا ہے، امن وامان، صبر وقرار اور قربانی اور ایثار کا جذبہ ختم ہو گیا ہے اور خاندان کی چولیں ہل چکی ہیں، جس سے مضبوط اور صالح سماج کی تشکیل ہوتی ہے۔

3 فحش کاری اور شہوت رانی کا پھیل جانا:

اس کی وجہ ان عورتوں کی بہتات ہے جو فحش کاری کو دل سے چاہتی ہیں، جو سر بازار آبرو کا سودا کرتی ہیں، اسی کی روٹی کھاتی ہیں، ہر کس و ناکس کی سواری کیلئے خود کو پیش کرتی ہیں، کسی کی بھی ردیف بننا گوارا کرتی ہے، حالانکہ انجام کو وہ بھی جانتی ہیں کہ شہوت رانی کے غلبے سے عزت وآبرو کا کس طرح نیلام ہو گا اور اسے اس بازار کی زینت بننا پڑے گا۔

آج سماج میں بدکلای اور بدکاری کے جابجا اڈے کھل چکے ہیں، فحش کاری کرنے والوں، رقص گاہوں، کلبوں اور سینما گھروں کی ریل پیل ہو چکی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اونچے طبقے کے لوگوں، لیڈر مردوں، عورتوں اور بے حیائی کی خواہاں دونوں صنفوں میں عزت وآبرو کا سودا ایک بیوپار کی صورت اختیار کر گیا ہے، جس کے نتیجے میں شہوت کا بازار گرم ہوا، مفاسد بڑھ گئے، مال ودولت برباد ہوا، جرائم کی کثرت ہوئی، طرح طرح کی بیماریاں پھیلیں، قوی کمزور ہوئے، پیداوار گھٹ گئی اور پھر سماج کی وہ بنیادیں ہل گئیں جن پر اس کی عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [1]

”یقیناً جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے اندر بے حیائی عام ہو، ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔“

﴿ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

---

[1] ٢٤/ النور:١٩۔

فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا﴿۱۶﴾ [1]

''اور جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کردیں تو وہاں کے عیش پسندوں کو حکم دیتے ہیں، وہ (خوب خوب) فسق کرتے ہیں، پھر ہماری بات اس پر ٹھیک ٹھیک صادق آتی ہے اور ہم انہیں ملیامیٹ کردیتے ہیں۔''

4 نوع انسانی کی نسل کشی:

مخلوط اور بے حیائی کے ماحول میں سانس لینے والا سماج بے شمار مہلک خطرات کی زد میں ہوتا ہے اور یہ وہ خطرات ہوتے ہیں جو اسے ہلاکت اور تباہی کی دعوت دیتے ہیں، ازدواجی روابط کے ٹوٹنے کا اعلان کرتے ہیں اور شادی بیاہ کے بجائے زنا کاری عام ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں، اس لیے کہ زنا کار عورتوں کا یہ ذہن بنا ہوتا ہے کہ حمل سے ان کے جسم کی خوب صورتی کو دیمک لگ جائے گی، بچہ پیدا ہونے سے طرح طرح کے خطرات اور پریشانیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لیے بہر صورت اس کیلئے امتناع حمل کی تدبیر ناگزیر ہوگی۔

نیز اسی تصور کی بنا پر میاں بیوی میں اولاد کا رجحان روز بروز گھٹتا جا رہا ہے، کیونکہ ان کی نظر میں یہ بلا اور مصیبت کا گھر ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے باپ نفقہ اور اخراجات کی جکڑ بندیوں میں گھر جاتا ہے اور ماں بھی نت نئی سماجی ذمہ داریوں کے درمیان خود کو محصور پاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس سماج میں ان اخلاقی قدروں اور قانونی پابندیوں کا بھی فقدان ہوتا ہے جو زبردست توانائی اور راستی اپنے اندر رکھنے کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات کو استوار کرتے ہیں، ان کی بنا پر زن وشوئی کے روابط مضبوط ہوتے ہیں، ان کا اور ان کی اولاد کا رشتہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔ [2]

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب لبنان کے مسیحی باشندے ریحانی نے سعودی عرب کا دورہ کرتے ہوئے احساء کی زیارت کی۔ اس نے اس علاقے کی عورتوں کو باپردہ نقل وحرکت کرتے ہوئے دیکھا تو بڑا تعجب کیا اور پوری مملکت اور خاص طور پر احساء کے باشندوں پر اس نے تنقید کی اور پردے کو رجعت پسندوں اور پسماندہ طبقوں کی علامت قرار دیا۔ لیکن خوشی کی

---

[1] ١٧/ الاسراء:١٦۔ [2] خطر التبرج والاختلاط ''از عبدالباقی رمضان'' اوّل ایڈیشن

بات ہے کہ ہمارے محترم شیخ علامہ عبدالعزیز صالح الصباحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مختصر نظم میں اس کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ولقد عجبنا والعجائب جمه　　من فرية جاءت عن الريحاني

''ہمیں تعجب اور سخت حیرت ہے ایک بہتان اور الزام تراشی پر جسے ریحان نے کہا ہے۔''

زعم الجهول بان اخفاء النساء　　من موجبات الزم والنقصان

''اس جاہل نے سمجھا ہے کہ عورتوں کو پردے میں رکھنا نقصان دہ اور لائق ملامت ہے۔''

فلذا قول مخاطبا هذا الذى　　يروى خرافات عن الشيطان

''لہٰذا پڑھے لکھے اس جاہل کو میں خطاب کر کے کہتا ہوں جس نے شیطان سے خرافات کو نقل کیا۔''

واصون اٰيات الكتاب وقدرها　　من ان اجيب بها ذوى الطغيان

''اور میں سرکش شیطانوں کو جواب دینے کے لیے قرآن پاک کی آیتوں کو سردست ان سے دور رکھتا ہوں اور ان آیتوں کی قدر کرتا ہوں۔''

لكن بمعقول اتى عن فطره　　قد نورت بالشرع والبرهان

''اور صرف عقل پر مبنی ایسا فطری جواب اس کے سامنے رکھتا ہوں جو شریعت سے منور اور دلیل سے آراستہ ہے۔''

ان النساء مواضع لودائع　　نطف تكون لاشرف الاكوان

''حقیقت یہ ہے کہ عورتیں ان نطفوں کی امین ہوتی ہے، جن سے اشرف المخلوقات کی پیدائش عمل میں آتی ہے (اس لیے ان کو پس پردہ ہی رہنا چاہیے)''

فاذابرزن وخالطت من تشتهن　　ضاعت لديها نسبة الانسان

''لیکن اگر وہ چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور اپنی پسند کے مردوں سے اختلاط کیا تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد حضرت انسان کا نسب بھی مخلوط ہو جائے گا۔''

فافهم لحكمة محسن صنع الورى　　لا ما تقول بجهلك الفتان

''لہٰذا اس عظیم محسن کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرو جس نے کائنات کو بنایا اور فتنہ انگیز جہالت کی بات مت سنو۔''

واسمع مثالا واعتبر فلوبما ابدی المثال غرائب الاحسان

''ایک مثال سن کر عبرت حاصل کرو، اس لیے کہ بعض مثالوں سے بڑے بڑے نکتے حل ہوتے ہیں۔''

نلقیك ان اودعت صبا لؤ لؤ تختم علیها خیفة من جانی

''فرض کرو تمہیں موتیوں کے دانے امانت کے طور پر دیے گئے، کیا تم کسی اچکے کے ڈر سے حفاظت کے لیے اس کو مہر بند کر کے نہیں رکھ لو گے۔''

اتضاع کل کریمة فی قومها ویصان ذیاك الحقیر الدائی

''کیا ہر قوم کی شریف خاتون کو یوں ضائع کر دیا جائے گا اور ایسی ویسی پست و حقیر کی حفاظت کی جائے گی۔''

ماکان اشبه جهلکم بطباعکم فطباعکم وعلومکم سیان

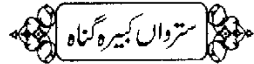
''تمہاری جہالت کس قدر تمہاری طبعیت سے ہم آہنگ ہے اور بات تو یہ ہے کہ تمہاری سرشت اور تمہارے علوم سب برابر ہیں۔''

انتم خفافیش و جعلان علی طیب الروائح اوشا الیذان

''تم چمگاڈر اور گبریلے ہو، اس لیے خوشبو سے پرے اور روشنی سے کوسوں دور ہوتے ہو۔''

فعلی الظلام سیر کم و حیاتکم تنموا علی الاقذار والاتنان

''تم اندھیرے کے باسی ہو، تمہارا چلنا پھرنا اور تمہاری زندگی سب تاریکی کی مرہون منت ہے، بلکہ تم گندگی اور بدبو کے کیڑے ہو، وہیں درحقیقت تمہاری پرورش ہوتی ہے۔''



بالوں کا جوڑنا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !:

إِنَّ ابْنَتِي اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَزَّقَ شَعْرُهَا وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا اَفَأَصِلُ فِيهِ؟ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ)) [1] وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ اَسْمَاءُ رضی اللہ عنہا لَعَنَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [2]

میری لڑکی گنج کا شکار ہوگئی ہے، جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے ابھی ابھی اس کا نکاح کرا دیا ہے۔ کیا میں اس کے جوڑا لگوالوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

انسانی بالوں کو جوڑ لگانا حرام ہے اور اس کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے، اس لیے کہ جوڑنے اور جڑوانے والی دونوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے، جیسا کہ صحیحین کی مذکورہ روایت سے مترشح ہے، خواہ یہ بال حقیقی ہوں یا مصنوعی ہوں، جسے ان دنوں ''وگ'' کہا جاتا ہے اور حرمت کی وجہ دجل وفریب اور دھوکہ دہی ہے جو حرام ہے اور اس کی حرمت کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑ لگانے پر سخت لعنت فرمائی ہے اور اس دلہن بیٹی کیلئے بھی اس کی اجازت نہیں دی جس کی والدہ نے اپنی دانست میں جواز کی حسب ذیل وجہیں پیش کی تھیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الموصولة، حدیث: ٥٩٤١؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فصل الواصلة والمستوصلة......، حدیث: ٢١٢٢۔ [2] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب وصل الشعر حدیث ٥٩٣٦۔

① گنج کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ گئے تھے۔

② ماں نے اس کی شادی کرا دی تھی اور شادی کے بعد شوہر کو اپنی دلہن کے اندر لائق زینت چیز کی جستجو ہوتی ہے، تاکہ ان کے درمیان محبت کا رشتہ پائیدار ہو سکے، اس لیے ماں نے خواہش ظاہر کی کہ اسے جوڑ لگانے کی اجازت مرحمت ہو، لیکن اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا جواب یہی تھا کہ جوڑنے اور جڑوانے والی عورت پر اللہ کی لعنت ہے۔

اسی طرح حضرت حمید بن عبدالرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حج کے موسم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منبر پر سنا اس وقت انہوں نے اپنے ایک محافظ کے ہاتھ سے بال کا ایک گچھا لے لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اہل مدینہ تمہارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ اس جیسی چیز سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے:

((اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاءُ هُمْ)) [1]

''بنی اسرائیل اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی عورتوں نے اس کو اپنا لیا تھا۔''

اس روایت کو مالک، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا اور بخاری و مسلم کی حضرت ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ہمارے سامنے خطبہ دیا۔ ساتھ ہی ایک بال کا گچھا نکالا اور فرمایا میں سمجھتا ہوں یہ (بالوں کو جوڑنے کی) حرکت قوم یہود ہی کرتی ہے، رسول اللہ ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بالوں کے اس جوڑے کو فریب اور بے حیائی قرار دیا۔ [2] بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن

---

[1] صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب وصل الشعر، حديث: ٥٩٣٢؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، حديث: ٢١٢٧؛ مؤطا امام مالك كتاب التفسير، باب السنة في الشعر: ٢/ ٩٤٧؛ سنن ابوداود، كتاب الرجل، باب في صلة الشعر، حديث: ٤١٦٧؛ سنن ترمذي، ابواب الادب، ما جاء في كراهية اتخاذ القصة، حديث: ٢٧٨١؛ سنن نسائي، كتاب الزينة، باب الوصل في الشعر، حديث: ٥٢٤٧۔ [2] صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب وصل الشعر، حديث: ٥٩٣٨؛ صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة حديث: ١٢٣/ ٢١٢٧۔

فرمایا تم نے ایک بری روش ایجاد کی ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بالوں کے اس طرح جوڑنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یعنی عورتیں جو بالوں کو بڑھانے اور پھیلانے کی حرکت کرتی ہیں، راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک لاٹھی لے کر آیا اس کے سرے پر کچھ دھجی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دھجی فریب نہیں۔ [1]

اوپر پیش کردہ احادیث سے بالوں کو جوڑنے کی حرمت کا بخوبی علم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس فعل بد کے مرتکب پر سخت لعنت ملامت فرمائی ہے، کیونکہ آپ کو پتا چلا کہ بعض عورتیں یہ کام کرتی ہیں۔ آپ نے یہ کہا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہود کے سوا کوئی یہ حرکت نہیں کرتا۔ اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ایک طرف یہ دھوکا دہی کی علامت ہے تو دوسری طرف یہود سے مشابہت ہے اور آنحضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کیلئے زینت کی حاجت اور زیب و زینت کی فطری خواہش کے باوجود جب بالوں کے اندر عورتوں کے بالوں کو جوڑنا منع ہے، تو مردوں کو دوسرے مردوں کے بال استعمال کرنا یا سر پر مصنوعی بال رکھنا بدرجہ اولی حرام ہوگا، جیسا کہ یورپ اور امریکہ کے گبریلوں کی اندھی پیروی کرنے والے سیال طبیعت نوجوان اس قسم کی حرکت کھلے بندوں کر رہے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فصل الواصلة والمستوصلة......، حدیث: ۱۲۴/ ۲۱۲۷۔

اکہتر واں، بہتر واں اور تہتر واں کبیرہ گناہ

جسموں کو گودنا، دانتوں کو الگ کرنا اور حسین بننے کے لیے بھوؤں کو نوچنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذَالِكَ فَقَالَ وَمَالِيْ لا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾. [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جسم) گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور ان پر جو اپنے چہرے کے بال نوچتی ہیں۔ حسین بننے کیلئے اور اللہ کی پیدائش بدلنے کیلئے، اس پر ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، جب کہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آؤ۔"

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتنمصات، حدیث: ۵۹۳۹؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة.........، حدیث: ۲۱۲۵۔

وَالْمُسْتَوْشِمَةَ . [1]

''اللہ کے رسول ﷺ نے بال ملانے والی، ملانے کی خواہش رکھنے والی، گودنے والی اور گدوانے والے عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَاءٍ)) [2]

''بالوں کو جوڑنے والی، جوڑنے کی خواہش رکھنے والی اور بھوؤں کو نوچنے والی اس کی خواہش رکھنے والی اور گودنے والی اور گودنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت ہے۔''

اس روایت کو ابوداود نے نقل کیا ہے۔

مذکورہ تینوں صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن کو گودنا، بھوؤں کو نوچنا اور دانتوں میں دوری پیدا کرنا حرام ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر، بھوؤں کو نوچنے اور اس کی خواہش رکھنے والی پر اور دانتوں میں دوری کرنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر لعنت کی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں وارد ہے:

((لَعَنَ الرَّسُوْلُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُسْتَوْشِرَةَ)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس باب الموصولة، حدیث: ٥٩٤٠؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة......، حدیث: ٢١٢٤۔

[2] سنن ابوداود، کتاب الترجل باب فی صلة الشعر، حدیث: ٤١٧٠؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٢/ ٤٨٥، حدیث: ٢١٠١؛ غایة المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام، حدیث: ٩٥۔

[3] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الموصولة، حدیث: ٥٩٤٠؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فصل الواصلة والمستوصلة، ٢١٢٤؛ الواشرة والمستوشرة کے الفاظ مسند عمر بن عبدالعزیز حدیث ٢٦ میں ہیں لیکن راوی عبدالجبار بن عمر ضعیف ہے۔ مسند احمد، ١/ ٤١٦-٤١٥ میں نھی عن النامصه والواشرة کے الفاظ =

"رسول اللہ (ﷺ) نے بدن گودنے والی، دانتوں میں دوری پیدا کرنے والی اور بھوؤں کو نوچنے والی اور ان سب کی خواہش رکھنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

اس لعنت کی علت زیب وزینت میں غلو کا وہ رجحان ہے، جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے، گودنا اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں استعمال ہونے والے نیلے رنگ اور بھدے نقش سے چہرہ بگڑ جاتا ہے، بعض عرب قبائل خصوصاً عورتیں گودنے میں غلو سے کام لیتی ہیں اور پورا بدن گودڈالتی ہیں۔

علاوہ ازیں بعض قومیں اپنے بتوں اور اپنے مذہبی تصورات کا عکس جسم پر گود کر نمایاں کرتی ہیں، دوسری طرف عیسائی بھی اپنے ہاتھوں اور سینوں پر صلیب کا نشان بناتے ہیں۔ ان مفاسد کے علاوہ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ سوئی کے کچوکے سے گودنے میں مدد لی جاتی ہے۔ اس کی اذیت اور تکلیف بھی گدوانے والے کے بدن پر ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ [1]

نمص:

یعنی بھوؤں کو نوچنا تاکہ بھویں باریک اور نہیں کے برابر دکھائی دیں۔ نامصتہ وہ عورتیں ہیں جو اس پیشہ کو کرتی ہیں۔ متنمصہ یعنی وہ عورتیں جو اس عمل کی خواستگار ہوتی ہیں۔

متفلجہ:

یعنی دانتوں میں دوری کا پیشہ اپنانے والی عورتیں یا وہ عورتیں جو دوری کی خواستگار ہوتی ہیں۔ بعض عورتیں ریتی کی مدد سے اپنے دانتوں میں دوری پیدا کرتی ہیں، تاکہ

= ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ غاية المرام في تخريج احاديث الحلال والحرام، صفحہ: ۷۵۔

[1] حلال و حرام شیخ یوسف القرضاوی۔

دانت ایک دوسرے سے دور دور نظر آئیں۔ چونکہ بعض عورتیں فطری طور پر دانتوں میں فاصلہ رکھتی ہیں اور بعض کے دانت قریب قریب ہوتے ہیں، اس لیے دانتوں کی آرائش کیلئے یہ عورتیں ان میں فراخی کرتی ہیں تا کہ ان کا چہرہ خوب صورت نظر آئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس طرح بالوں کو جوڑنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی، اسی طرح آپ ﷺ نے دوری پیدا کرنے والی اور اس کی خواست گار پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

مذکورہ صحیح احادیث سے ہمیں اس آپریشن کا حکم بھی بخوبی معلوم ہوسکتا ہے، جسے آج کی زبان میں بیوٹی آپریشن کا نام دیا جاتا ہے اور یہ تمام تر موجودہ مادہ پرستانہ مغربی تہذیب کی دین ہے، جس کی شہوت پسندی اور جسموں کے بیوپار نے رواج دیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج صنف نازک اپنے چہرے کی زیبائش اور بدن کی آرائش کیلئے سینکڑوں ہزاروں روپے پانی کی طرح بہاتی ہے اور یہ محض اس لیے کرتی ہے تا کہ اس کی ناک ستواں، پستان سڈول اور چہرہ متناسب نظر آئے، لیکن کاش انہیں یہ احساس ہو جائے کہ ان کی یہ دوادوش اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کے تحت داخل ہے، اس لیے کہ اس عمل سے انسان بلاوجہ اذیت میں مبتلا ہوتا ہے، اللہ نے جیسا چہرہ بنایا اس میں ردوبدل کرتا ہے اور بے سود مشقت اٹھاتا ہے، پھر یہ تبدیلی محض شکل وصورت میں ہوتی ہے، حقیقی نہیں اور یہ ردوبدل جسم میں ہوتا ہے، روح میں نہیں۔

البتہ اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی ایسا عیب موجود ہو جو ایک زائد چیز کی حیثیت رکھتا ہو اور اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہو یا ذہنی کوفت ہو تو اس کا علاج کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ مقصود اس حرج کو دور کرنا ہو، جس میں وہ مبتلا ہے اور جس سے اس پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں رکھا ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ حدیث لُعِنَ الْمُتَفَلِّجَاتُ لِلْحُسْنِ (خوبصورتی پیدا کرنے

کیلئے دانتوں میں درازیں (یا دوری) بنانے والیوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے) کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کام اس صورت میں مذموم ہے جب کہ جھوٹی خوبصورتی پیدا کرنے کیلئے کیا جائے، لیکن اگر کسی تکلیف یا ضرر کو دور کرنے کی غرض سے واقعی اس کی ضرورت ہو تو ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔ [1] (واللہ اعلم)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، حدیث: ٥٩٣١؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة........، حدیث: ٢١٢٥۔

چوہترواں پچھترواں کبیرہ گناہ

اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ دیکھنا جب کہ فتنے کا اندیشہ ہو۔اسی طرح اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا، اس کو چھونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ [1]

’’ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کیلئے پاکیزہ تر ہوگا اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کو بندوں پر فرض کرتا ہے تو ان وسائل کو بھی لازم قرار دیتا ہے جو اس کام کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں تو ان کے ساتھ ساتھ طہارت، ستر عورت اور استقبال قبلہ کو بھی فرض قرار دیا۔ اسی طرح جب کسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے، تو ان چیزوں کو بھی حرام کر دیتا ہے جو اس کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ شراب کی خرید و فروخت، اس کا نچوڑنا، اسے لادکر لے جانا اور اس کی تمام تر کارگزاری کو حرام کیا، جس سے آب کاری میں مدد ملتی ہے، جب ظلم کو حرام ٹھہرایا تو ظالموں کی مدد اور ان کی زبانی یا عملی اعانت کو بھی حرام ٹھہرایا۔ کسی

[1] ۲۴/ النور: ۳۰، ۳۱۔

کا مال چھیننا حرام بتایا تو انہیں بے جا قید کرنا، قتل کرنا یا کسی اور طریقے سے اذیت دینا بھی حرام ٹھہرایا جس سے ظالم لوگوں کو ستاتے ہیں۔ ظلم کرنے والوں کی اعانت ہوتی ہے اور ان کی مدد ہوتی ہے۔

چونکہ زنا کاری تمام مذاہب میں حرام ہے، اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کی حرمت سے ہر خاص و عام واقف ہے، لہٰذا زنا کے وہ اسباب اور ذرائع بھی حرام ہوں گے جو زنا کی دعوت دیتے ہیں، جیسے کسی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا یا کسی عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا زنا کا باعث ہوتا ہے، اس لیے قرآن پاک نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہتا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ [1]

"ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت کیلئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ نگاہوں کی حفاظت کی جائے، اس لیے قرآن پاک نے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا اور چونکہ اس آیت میں زنا کے وسائل کی حرمت مقصود تھی، اس لیے عام حالتوں میں نظر بازی کو حرام قرار دیا، لیکن جہاں راجح مصلحت کا تقاضا تھا، وہاں اس کی اجازت بھی دی گئی۔ [2] لیکن اگر کوئی مصلحت نہ ہو اور فساد کا اندیشہ ہو اور فساد قوی تر ہو، تب دیکھنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ بہر کیف نگاہیں نیچی رکھنے

---

[1] ٢٤/ النور: ٣٠۔

[2] جیسے کوئی شخص منگنی کا خواہش مند ہو اور شادی کا عزم رکھتا ہو تو اسے اپنی منگیتر کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھنے کی اجازت ہے، خواہ لڑکی اسے پسند کرے یا نہ کرے اور یہ محض اس لیے تاکہ مرد اس کی خوب صورتی اور اس کے جسم کے تناسب کو دیکھ لے، پھر چاہے تو اس سے منگنی کرے اور اس سے نکاح کرے، نیز اس لیے بھی کہ سنا ہوا دیکھے ہوئے کے مانند نہیں ہوتا، اسی طرح معالج علاج کی غرض سے مریضہ کو دیکھ سکتا ہے، بشرطیکہ کوئی طبیبہ میسر نہ ہو، لیکن اس لیے یہ ضروری ہے کہ مرد معالج کے ساتھ کوئی محرم موجود رہے۔ اسی طرح کوئی گواہی دینے کی نیت سے بھی اجنبیہ کو دیکھنے کی اجازت ہے۔

کا حکم مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس کی علت مفاسد سے تحفظ ہے، لیکن شرم گاہ کی حفاظت ہر حال میں واجب ہے اور حق کے علاوہ کسی ناحق صورت کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کا حکم عام ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو دل کا آئینہ قرار دیا ہے، چنانچہ جب بندہ نگاہیں جھکاتا ہے تو اس کا دل شہوت اور ہوس سے گریز کرتا ہے، لیکن جب نگاہ کو چھوٹ دے دی جاتی ہے تو دل میں شہوت موجزن ہوتی ہے۔

ایک صحیح حدیث میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق منقول ہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے، اتنے میں کچھ کجاوہ نشینوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما انہیں دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ [1]

ممانعت اور نکیر کرنے کی یہ عملی صورت تھی، اگر دیکھنا جائز ہوتا تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے اور صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ علی ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا اَدْرَكَ ذَالِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا النَّظَرُ وَاللِّسَانُ يَزْنِيْ وَزِنَاهُ النُّطْقُ وَالرِّجْلُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا الْخطى وَالْيَدُ تَزْنِيْ وِزِنَاهَا الْبَطْشُ وَالْقَلْبُ يَهْوِيْ وَيَتَمَنّٰى وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَالِكَ اَوْيُكَذِّبُهُ)) [2]

”یہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے ابن آدم پر اس کے حصے کا زنا لکھ دیا ہے، جس کو وہ لامحالہ کرکے رہتا ہے، چنانچہ آنکھ زنا کرتی ہے اور اس کا زنا کرنا نظر بازی ہے، زبان زنا کرتی ہے اس کا زنا بولنا ہے، پیر زنا کرتا ہے، اس کا زنا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله، حديث: ١٥١٣؛ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما أو للموت، حديث: ١٣٣٤۔ [2] صحيح بخاری، كتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، حديث: ٦٢٤٣؛ صحيح مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظة من الزنى وغيره، حديث: ٢٦٥٧؛ سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب في ما يؤمر به من غض البصر، حديث: ٢١٥٢۔

چلنا ہے، ہاتھ زنا کرتا ہے اس کا زنا کرنا تھامنا ہے اور دل مائل ہوتا اور خواہش مند ہوتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کر ڈالتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے۔'' [1]

مذکورہ حدیث کی ابتدا میں آنکھ کا زنا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ہاتھ، پاؤں، دل اور شرم گاہ کے زنا کا سرچشمہ یہی آنکھ ہے۔ زبان کے زنا سے منہ کے زنا یعنی بوسہ بازی کی طرف اشارہ کیا اور اگر زنا عمل میں آیا تو اس کا اظہار اس سے کیا کہ شرمگاہ نے اس کی تصدیق کی اور اگر عمل میں نہیں تو یہ کہ شرم گاہ نے اس کی تکذیب کی۔ اس حدیث سے کھل کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنکھ کی معصیت نظر بازی ہے اور یہ آنکھ کا گناہ ہے، یہ حدیث ان لوگوں کیلئے مسکت جواب ہے جو نظر بازی کو مباح سمجھتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا عَلِيُّ لَا تَتْبِعُ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ وَاِنَّ لَكَ الْاُوْلَى وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ)) [2]

''علی ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ مت دیکھو، تمہارے لیے پہلی بار دیکھنے کی (رعایت تھی) دوسری بار کی اجازت نہیں۔'' [3]

اور نظر بازی کی ممانعت اس لیے بھی ہے کہ اس سے عورت کے دل میں میل پڑتا ہے اور مرد کا دل اس پر اور وہ مرد پر فریفتہ ہوتی ہے اور یہ حرکت زنا کی ہر کارہ بلکہ اس سے زیادہ مؤثر ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زمین پر پیر زور سے رکھ کر چلنے سے منع فرمایا تاکہ اس کی پازیب کی آواز کانوں میں نہ پڑے، کیونکہ اس آواز سے مردوں کی نگاہیں پلٹ

---

[1] حافظ منذری کہتے ہیں کہ اسی کے مطابق امام مسلم اور بخاری نے باختصار نقل کیا اور نسائی اور ابوداؤد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ [2] مسند احمد: ٥/ ٣٥٧-٣٥٣-٣٥١؛ سنن ترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی نظرة الفجاءة، حديث: ٢٧٧٧؛ سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب فی ما یؤمر به من غض البصر، حدیث: ٢١٤٩؛ مستدرك حاكم: ٢/ ١٩٤؛ وجدید: ٣/ ١٠٥٣ حدیث: ٢٧٨٨، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ٢/ ٦٣٩، حدیث: ٢١٤٩ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ٣/ ٦١٥ میں شریک قاضی (راوی) مدلس کے سماع کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[3] حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو احمد، ترمذی اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے: (روضة المحبين)

کران پر پڑیں گی اور یہی نگاہیں دل کی قاصد ہوتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلم سماج کو پاک وصاف رکھنے کے خواہش مند تھے، تاکہ معاشرہ صاف ستھرا اور شریفانہ اخلاق سے معمور رہے اور شریفانہ اخلاق کا ایک جزو عفت و پاک دامنی سے آراستہ ہونا اور حرام شہوت سے پرہیز کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا)) [1]

''یہ حدیث اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ نظر بازی آنکھوں کے ذریعے زنا کاری ہے، جیسا کہ عرض کیا گیا نظریں دل کی قاصد ہوتی ہیں اور یہی نگاہیں ہیں جو خوب صورت عورت پر پڑ کر اس کا سراپا دل پر نقش کرتی ہیں، نظریں پڑنے سے دل متاثر اور منفعل ہوتا ہے، شہوت سے دیکھنے اور نگاہ کو دیر تک برقرار رکھنے سے یہ دیکھنا گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

البتہ اگر ایک بار دیکھا، پھر نظر کو ہٹا لیا، حالانکہ دیکھنے کی ہوس تھی تو یہ گناہ صغیرہ ہوگا اور اگر دیکھنے کا ارادہ نہیں کیا، اچانک نگاہ پڑی تو اس کو نگاہیں پھیر لینی چاہییں تو وہ گنہگار نہیں ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

((فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ)) [2]

''تمہارے لیے پہلی نظر تھی، دوسری نظر (کی اجازت) نہیں۔''

نیز امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا وغيره، حديث: ۲۱/ ۲۶۵۷۔

[2] مسند احمد، ۵/ ۳۵۷-۳۵۳-۳۵۱؛ سنن ترمذى، ابواب الادب، باب ما جاء فى نظرة الفجاءة، حديث: ۲۷۷۷؛ سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب فى ما يؤمر به من غض البصر، حديث: ۲۱۴۹؛ مستدرك حاكم، ۲/ ۱۹۴؛ وجديد: ۳/ ۱۰۵۳ حديث: ۲۷۸۸؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ۲/ ۶۳۹، حديث: ۲۱۴۹ اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۳/ ۶۱۵ میں شریک قاضی (راوی) مدلس کے سماع کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظْرِةِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ: ((اِصْرِفْ بَصَرَكَ)) اَيْ حَوِّلْهُ اِلَى جِهَةِ الْاُخْرَى. (1)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نظر کو پھیر لو (یعنی اسے دوسری طرف موڑ دو)''

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے یہ بات واضح کر دی کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا نظر بازی ہے، دونوں کان زنا کرتے ہیں، ان کا زنا گلوکارہ کی آواز سننا ہے، کسی نامحرم عورت کی بات پر کان دھرنا ہے، فحش گیت سننا ہے، خواہ مرد کسی مرد سے فحش گیت کیوں نہ سنتا ہو اور زبان کا زنا باطل کلام کرنا ہے، جیسے فحش گوئی، جھوٹ فریب کاری، افترا پردازی، گالی گلوچ اور لعن طعن اور اس جیسی حرام چیزیں اور پاؤں کا زنا معصیت کی طرف چل کر جانا ہے، دل کا زنا حرام کی طرف میلان اور دل میں یہ تمنا کرنا ہے کہ کسی طرح موقع ملے کہ فلاں حرام کام کر گزروں۔

بہر صورت نظر بازی سے مقصود یہاں مرد کا کسی عورت یا کسی عورت کا مرد کو دیکھنا ہے اور یہ دیکھنا اس لیے ممنوع ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے سخت زہر آلود تیر ہے۔ اور زنا تک رسائی کا خطرناک ذریعہ ہے، (2) اسی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں

---

(1) صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب نظر الفجاء ة، حديث: ٢١٥٩؛ سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب في ما يؤمر به من غض البصر، حديث: ٢١٤٨؛ سنن ترمذى، ابواب الادب، باب ما جاء في نظرة الفجاء ة، حديث: ٢٧٧٦۔

(2) مستدرك حاكم: ٤/ ٣١٤ طبع قديم وطبع جديد: ٨/ ٢٨٠٧، حديث: ٧٨٧٥؛ المعجم الكبير للطبراني: ١٠/ ١٧٣، حديث: ١٠٣٦٢؛ مسندالشهاب للقضاعى: حديث: ٢٩٣-٢٩٢؛ ان کتب میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ((النظرة سهم من سهام ابليس مسمومه فمن تركها من خوف الله أتا به عزوجل ايماناً يجد حلاوة في قلبه)) ''نظر ابلیس کے تیروں میں سے تیر ہے۔ پس جس نے اللہ کے خوف سے اس کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان نصیب کرے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب، ٢/ ٣، حديث: ١١٩٤؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٣/ ١٧٧، حديث: ١٠٦٥؛ اسی طرح مسند احمد: ٥/ ٢٦٤؛ =

مذکور ہے کہ دونوں آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ [1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ صَبَاحٍ اِلاَّ وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَوَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ)) [2]

''ہر روز صبح دو فرشتے پکار پکار کر کہتے ہیں مردوں کو عورتوں کی وجہ سے اور عورتوں کو مردوں کی وجہ سے ہلاکت ہو۔''

اور چونکہ نظریں فتنہ انگیز عشق کا پیش خیمہ اور فحش کاری کا داعیہ پیدا کرتی ہیں، اس لیے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِي الطُّرُقَاتِ)) فَقَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((فَإِذَا اَبَيْتُمْ اِلاَّ الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ)) قَالُوا وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ: ((غَضُّ

= المعجم الكبير للطبراني: ٨/ ٢٠٨، حديث: ٧٨٤٢؛ شعب الايمان للبيهقي: ٧/ ٣٠٥، حديث: ٥٠٤٨ میں سیدنا امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((ما من مسلم ينظر الى محاسن امرأة اول مرة ثم يغض بصره الا احدث الله له عبادة يجد حلاوتها)) ''جوکوئی مسلمان جو پہلی نظر عورت کو دیکھے تو اپنی نظر نیچی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت کی توفیق دے گا جس کی مٹھاس کو وہ محسوس کرے گا۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٣، حديث: ١١٩٥؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٣/ ١٧٦، حديث: ١٠٦٤، حافظ زبیر علی زئی نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/۶۱۵ میں اس حدیث کی سند کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

[1] مسند احمد: ١/ ٤١٢؛ مسندابی یعلٰی الموصلی: ٩/ ٢٤٦، حديث: ٥٣٦٤؛ المقصد العلي في زوائد ابي يعلٰى، حديث: ٨٤٠؛ مسندالبزار (كشف الاستار): ٢/ ٢١٦، حديث: ١٥٥٠، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٩٩، حديث: ١٩٠٥ ارواء الغليل: ٨/ ٣٨۔

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة النساء، حديث: ٣٩٩٩؛ مسند عبد بن حميد، حديث: ٩٦٣؛ مستدرك حاكم: ٢/ ١٥٩ طبع قديم وطبع جديد: ٣/ ١٠٠٧ حديث: ٢٦٧٢، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ)) ❶

''شاہراہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔'' انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ان نشستوں سے ہمارے لیے کیا (حرج) ہے جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم (پرہیز کرنے سے) انکار کرتے ہو اور بیٹھنا بھی چاہتے ہو تو پھر راستوں کو ان کا حق دو۔'' انہوں نے عرض کیا راستوں کا کیا حق ہے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''نگاہوں کو نیچی رکھنا، اذیت دہ چیز سے پرہیز کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔''

اس روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شاہراہوں پر بیٹھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ وہاں سے مرد و عورت دونوں کا گزر ہوتا ہے، پھر ان راہوں سے اشراف، اوباش اور نادان سب ہی آتے جاتے ہیں، اس لیے لامحالہ فتنہ انگیز اور پرفریب باتیں اور صورتیں آنکھوں کے سامنے آئیں گی اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کبھی راستے کے کنارے بیٹھنا ناگزیر ہوتا ہے، تب آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ راستے کا حق ادا کریں۔ ان حقوق میں سرفہرست نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے، یعنی ان عورتوں سے نظریں نیچی رکھی جائیں جو راستے سے گزر رہی ہوں، مرد اپنے گھروں کے سامنے بیٹھے ہوں یا راستے کے کنارے ہوں، حالانکہ مردوں اور عورتوں سبھی کو راستہ پر گزرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، ایسی حالت میں چونکہ نظر بازی مہلک زہر ہے، اس لیے آپ ﷺ نے انہیں نظریں جھکائے رکھنے کا حکم فرمایا:

نیز ویسے بھی عشق و محبت، غزل کے اشعار، شان و دلربائی اور جان لیوا وارفتگی بدترین نظر

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب افنیة الدور والجلوس فیها والجلوس علی الصعدات، حدیث: ٢٤٦٥؛ صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات واعطاء الطریق حقه حدیث ٢١٢١۔

بازی کا نتیجہ ہیں اور یہ سب ابلیس کے زہریلے تیر ہیں اور راہگیروں کے دل ان کی زد میں ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ [1]

اور اشعار ابتدا میں نغمہ ہوتے ہیں، پھر بڑھ کر بات چیت ہوتی ہے اور پھر مڈبھیڑ ہوتی ہے اور شوق کے بعد وحشت بھی ناگزیر ہے، چنانچہ کسی کہنے والے نے ٹھیک ہی کہا ہے:

نظرة فابتسامة فسلام فكلام فوعد فلقاء

''نظر بازی، پھر تبسم، پھر سلام اس کے بعد بات چیت، پھر وعدہ اور ملاقات۔''

علامہ بیجانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کبھی مرد کسی عورت کو دیکھ کر اپنی اہلیہ سے پھر جاتا ہے، حالانکہ اس کی یہ بیوی اس کی بڑی محسن اور اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے اور بار ہا اس کے عذر کو قبول کر چکی ہوتی ہے۔ لیکن غیر عورت کے ساتھ اس مڈبھیڑ سے اس کا دل خباثت سے بھر جاتا ہے اور محبت کے بعد اس کے دل میں نفرت بھر جاتی ہے اور پھر ایک گھڑی بھی ساتھ رہنا اس کیلئے دشوار ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اسی حرافہ سے ملاقات کرنے اور اس تک پہنچنے کی خواہش کروٹیں لیتی ہے اور یہ اسی سے ملاقات کی نحوست تھی جس نے اس کا سکھ چین غارت کر دیا۔ اس کی نیک بختی کو بدبختی سے بدل دیا اور اسکے ادنیٰ التفات سے اس کی شرم وحیا اور پاک دامنی سب کچھ ملیامیٹ ہو چکی۔ حالانکہ ایسی عورتیں ہرجائی ہوتی ہیں، ان کی بے وفائی ان کی پیشانی پر لکھی ہوتی ہے اور ان کا ایک ایک وعدہ جھوٹا اور پرفریب ہوتا ہے، ایسے ہی ایک اوباش کا جب اخیلیہ سے سامنا ہوا تو اس نے نہایت خوب کہا تھا۔

وذی حاجة قلناله لاتبح بها فليس اليها ما حييت سبيل

''ایک خودغرض ضرورت مند سے ہم نے کہا: اسے کسی صورت اپنے لیے مباح نہ جان کیونکہ پوری زندگی تیری رسائی وہاں تک ہو نہیں سکتی۔''

لنا صاحب لاينبغی ان نخونه وانت لاخری صاحب و خليل

---

[1] ٢٤/ النور: ٣٠۔

''ہمارا ایک ساتھی ہے جس کے ساتھ ہمیں خیانت نہیں کرنی چاہیے اور تو بھی کسی کا رفیق اور ہم سفر ہے (جس کے ساتھ تجھے خیانت نہیں کرنی چاہیے۔)''

نظر بازی کی مذمت میں ذیل کے اشعار بھی کسی نے خوب کہے ہیں۔

کل الحوادث مبدء وھا من النظر ومعظم النار من مستصفر الشرر

''تمام حوادث کی جڑ میں نظر بازی ہی کارفرما ہے، جیسے بڑی سے بڑی آگ چھوٹی سی چنگاری سے بھڑک اٹھتی ہے۔''

کم نظرۃ فعلت فی قلب صاحبھا فَعلَ اَسْھام بلاقوس ولاوتر

''کتنی ہی نگاہیں دل پر تیروں کی طرح اثر کرتی ہیں، البتہ یہ تیر کسی کمان اور تانت کے بغیر چلتا ہے۔''

اسر مقتلتہ ماضر مھجتہ لامرحبا بسرور جاء بالضرر

''کیا کسی کی آنکھ کو وہ چیز ٹھنڈک پہنچا سکتی ہے جو اس کی روح کو بے چین کر ڈالے ایسی خوشی کس کام کی جو اپنے ساتھ ضرر لائے۔''

کوئی خدا کا بندہ صالح ہوتا ہے، نیک اور پرہیز گار ہوتا ہے، لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے دل کو خواہشات کے پیچھے ڈال دیتا ہے، اس کی آنکھوں پر ہوس کا پردہ چڑھ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عزت پانے کے بعد ذلیل ہو جاتا ہے، پاک دامنی کے بعد گناہ کی زندگی میں ڈوب جاتا ہے، کامل ہونے کے بعد نقص کا شکار ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو فراموش کر جاتا ہے:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَالِكَ لَامَحَالَةً)) [1]

''ابن آدم پر اس کے حصے کا گناہ لکھ دیا گیا ہے، جس کو وہ لامحالہ پا کر رہے گا۔''

بسا اوقات بعض انسانوں پر شیطان اپنے فریب کا جال ڈالتا ہے اور اس کی نگاہوں کو اجنبی عورت کی طرف پھیر دیتا ہے اور یہ عورتیں خود شیطان کا پھندہ اور اس کا جال ہوتی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغیره، حدیث: ۲۱/ ۲۶۵۷۔

ہیں۔جن کے پیچھے پڑ کر اچھا بھلا آدمی دین داری اور پرہیز گاری کو بھول جاتا ہے۔

نیز موجودہ زمانے میں بیشتر بری خصلتیں عام ہو چکی ہیں اور یہ مغرب کی اندھی تقلید ہے جس نے مرد اور اس کی منگیتر کو اسی اندھے رواج میں جکڑ لیا ہے اور پھر وہ تنہائی میں ایسی حرکتیں کرتے ہیں جو شرعی لحاظ سے درست نہیں ہوتیں نہ کسی مسلمان کو اس کی اجازت ہے اور اس آزادانہ اختلاط کا حشر یہ ہوتا ہے، کہ کبھی قبل از وقت نتیجہ نکل آتا ہے اور مرد اپنی منگیتر سے بددل ہو کر اس کا خیال بھی دل سے نکال دیتا ہے اور پھر وہ ایک دوسرے سے مانوس ہونے کے باوجود دور کے پڑوسی بن جاتے ہیں اور جس طرح اجنبی عورتوں کو دیکھنا ان کی پوشاک، ان کے کپڑے اور ان کے زیورات سے صرف نظر کرنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ بڑی بڑی چادروں کو اوڑھ کر نکلیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں، سوائے اس کے جو خود بخود کھلی رہیں۔

فصل

نگاہیں نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے مفاسد

نگاہیں نیچی رکھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

① دل حسرت کے الم سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ نظر بازی جتنی زیادہ ہوتی ہے، دل حسرتوں کی آماج گاہ بنا ہوتا ہے، نظروں کے یہ تیر دل کو حد درجہ اذیت پہنچاتے ہیں، کیونکہ نظر جتنی بار پڑتی ہے ہوس اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے، پھر نہ صبر وشکیب باقی رہتا ہے، نہ وصل کی کوئی صورت نظر آتی ہے اور فراق کا کرب اور جدائی کی تکلیف نا قابل برداشت ہوتی جاتی ہے، اصمعی کہتے ہیں کہ طواف کرتے ہوئے میں نے ایک دوشیزہ کو دیکھا جو نہایت نوخیز تھی، میں اسے دیکھتا رہ گیا اور اس کے محاسن کو اپنی آنکھوں سے سمیٹنے لگا۔ یک بیک اس نے مجھ سے کہا بھلے آدمی اس طرح کیوں تک رہے ہو؟ میں نے کہا بس دیکھ ہی تو رہا ہوں، اس نے کہا:

وكنت متى ارسلت طرفك رائدا ۔۔۔ لقلبك يوما اتعبتك المناظر

''تم جب اپنی نگاہ کو کھلی چھوڑ کر اسے اپنے دل کا قاصد بناتے ہو تو کسی نہ کسی دن یہ نظر بازی تمہیں تھکا ڈالے گی۔''

رأيت الذى لا كله انت قادر ۔۔۔ عليه ولا من بعضه انت صابر

''تم اسے دیکھتے ہو جس کے کل پر تمہیں نہ قدرت ہے اور نہ اس کے کسی جز پر تمہیں صبر وشکیب ہوتا ہے۔''

نظر بازی دل پر تیر کی طرح اثر انداز ہوتی ہے، اگر چہ اس سے آدمی کا خون نہیں ہوتا، لیکن گھائل ضرور ہوتا ہے اور یہ حقیقت آگ کا شعلہ ہے، جو سوکھی گھاس پر پڑ کر دم کی دم میں اسے راکھ کر دیتا ہے اور سب نہیں تو کچھ حصہ ضرور جل کر ڈھیر ہو جاتا ہے۔

يا راميا لبسهام اللحظ مجتهدا ۔۔۔ انت القتيل بما ترمى فلاتصب

''تاک تاک نظروں کے تیر چلانے والے، اپنے تیروں سے تو خود گھائل ہوگا اور کبھی تیرا نشانہ درست نہ ہوگا۔''

وباعث الطرف یرتاد الشفاء له توقه انه یاتیك بالعطب

''نظر بازی سے شفا کی جستجو کی جاتی ہے جب کہ یہ اشتیاق خود ہلاکت لاتا ہے۔''

ومن کان یوتی من عدو و حاسد فانی من عینی اتیت ومن قلب

''کوئی دشمن اور کسی جلنے والے کے ہاتھوں اذیت پاتا ہے، لیکن میں اپنی آنکھوں اور اپنے دل کے ہاتھوں دکھ اٹھا رہا ہوں۔''

هما اعتورانی فی نظرته ثم فکره فما ابقیالی من رقاد ولالب

''انہوں نے باری باری نگاہ ڈالی، پھر تصور پیدا کیا اور ان کے ہاتھوں نہ رات کی نیند باقی رہی اور نہ عقل و ہوش۔''

② نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں نور اور آنکھوں میں سرور پیدا ہوتا ہے اور چہرہ اور اعضاء پر تازگی نظر آتی ہے، جب کہ نظر بازی سے چہرہ تاریک ہوتا ہے اور اس کے اثرات ہاتھ پاؤں پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے سورۂ نور کی اس آیت میں فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾ [2]

''مومنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔''

اور اس حدیث مبارکہ میں غالباً اسی کا عکس نمایاں ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ فَمَنْ غَضَّ بَصَرَهُ مِنْ مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ اَوْرَثَ اللّٰهُ تَعَالَى قَلْبَهُ نُوْرًا)) [3]

---

[1] ٢٤/ النور:٣٥۔ [2] ٢٤/ النور:٣٠۔ [3] مستدرك حاكم: ٤/ ٣١٤ طبع قديم وطبع جديد: ٨/ ٢٨٠٧، حديث: ٧٨٧٥؛ المعجم الكبير للطبراني: ١٠/ ١٧٣، =

''نگاہ ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے عورت کے محاسن پر نگاہ ڈالنے کے بجائے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور رکھ دیتا ہے۔''

③ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحیح فراست پیدا ہوتی ہے، کیونکہ فراست نور کا اثر اور اس کا نتیجہ ہے اور جب دل میں نور ہوگا تو فراست بھی راست اور درست پیدا ہوگی۔ اس لیے بھی کہ نیچی نگاہوں سے دل صیقل کیے ہوئے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوگا، جس کی بابت معلومات درکار ہوں گی، فوری طور پر اس کا حصول ممکن ہوگا اور نظر بازی دل کیلئے ایسی ہے جیسے آئینے پر سانس چھوڑی جائے، جب بندہ نگاہوں کو بے روک ٹوک چھوڑ دے گا۔ تو اس کا دل گویا دل کے آئینے پر سانس چھوڑ دے گا، جس سے اس کی صفائی ماند پڑ جائے گی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مراة قلبك لاتريك صلاحه   والنفس فيها دائما تتنفس

''تیرے دل کا آئینہ ٹھیک عکاسی نہیں کر سکے گا، اس لیے کہ نفس اپنا عمل تنفس اس پر

= حدیث: ۱۰۳۶۲؛ مسند الشهاب للقضاعی، حدیث: ۲۹۳-۲۹۲؛ ان کتب میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ((النظرة سهم من سهام ابليس مسمومه فمن تركها من خوف الله اثا به عزوجل ايماناً يجد حلاوة في قلبه)) ''نظر ابلیس کے تیروں میں سے تیر ہے۔ پس جس نے اللہ کے خوف سے اس کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان نصیب کرے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ۲/ ۳، حدیث: ۱۱۹٤؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۳/ ۱۷۷، حدیث: ۱۰٦٥؛ اسی طرح مسند احمد: ٥/ ٢٦٤؛ المعجم الكبير للطبرانی: ۸/ ۲۰۸، حدیث: ۷۸٤۲؛ شعب الايمان للبيهقی: ۷/ ۳۰۵، حدیث: ٥٠٤٨ میں سیدنا امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((ما من مسلم ينظر الى محاسن امراة اول مرة ثم يغض بصره الا احدث الله له عبادة يجد حلاوتها)) ''جو کوئی مسلمان جو پہلی نظر عورت کو دیکھے تو اپنی نظر نیچی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت کی توفیق دے گا جس کی مٹھاس کو وہ محسوس کرے گا۔'' شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ۲/ ۳، حدیث: ۱۱۹٥؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۳/ ۱۷٦، حدیث: ۱۰٦٤، حافظ زبیر علی زئی نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۶۱۵/۱ میں اس حدیث کی سند کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

جاری رکھتا ہے۔"

④ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے علم کی راہیں اور اسکے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اسباب علم آسانی سے سامنے آتے ہیں اور اسکی وجہ بھی درحقیقت دل کا نور ہوتا ہے، جب دل نورانی ہوتا ہے تو معلوم اشیا کا عکس اس پر صاف ابھرتا ہے اور بسرعت ان کا انکشاف ہوتا ہے اور ان کا نفوذ بھی بآسانی عمل میں آتا ہے، لیکن اگر کوئی نگاہ پر پہرے نہیں بٹھاتا تو اس کا دل مکدر ہوتا ہے، اس پر کالک کی تہیں چڑھ جاتی ہیں اور اس طرح علم اور اسکی راہیں سب بند ہو جاتی ہیں۔

⑤ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل میں قوت ثابت قدمی اور شجاعت پیدا ہوتی ہے، بصیرت میں شکوہ اور حجت میں زور آتا ہے اور حدیث میں ہے۔

جو شخص نفسانی خواہشات کے خلاف چلتا ہے، شیطان اس کے سائے سے بھی خوف کھاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نفس کی خواہش پر چلنے والے کے دل میں مسکنت، ذلت، پست ہمتی اور حقارت پیدا ہوتی ہے اور یہ شخص اس کے مقابلے میں ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نفسانی خواہشات کے بجائے اپنی خوشنودی کے حصول کی توفیق دیتا ہے۔ [1]

⑥ نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں مسرت اور خوشی پیدا ہوتی ہے اور نظر بازی سے حاصل ہونے والی وقتی لذت کے مقابلے میں انشراح صدر اور سرمدی خوشی میسر آتی ہے، یہ خوشی درحقیقت اسی بنا پر ملتی ہے کہ وہ اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف چلا ہے، نیز بندہ جب اپنی لذت کو قابو میں کرتا ہے اور محض اللہ کیلئے شہوتوں کو رام کر لیتا ہے۔ (جبکہ شہوت رانی سے نفس امارہ کو سرور ملتا ہے) تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پائیدار خوشی اور راحت سے نوازتا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بخدا عفت اور پاک دامنی کی لذت گناہ کی لذت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب نفس خواہشات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے بعد وہ فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے، جو نفس کے پیچھے چلنے کی خوشی سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

⑦ نظریں جھکائے رہنے سے دل شہوت کے بندھنوں سے رہائی پاتا ہے، اس لیے کہ

---

[1] اس کو امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے روضة المحبين صفحہ ۷۵ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ وفی الاثر ایک اثر میں ہے۔

حقیقی قیدی شہوت اور ہوا و ہوس کا قیدی ہوتا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

طلیق برای العین وھو اسیر

''نظروں کے سامنے بظاہر آزاد لیکن حقیقت میں اسیر۔''

اور جب دل شہوت اور ہوس کے پنجے میں اسیر ہوتا ہے تو دشمن اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے:

کعصفور فی کف طفل یسومھا حیاض الروی و الطفل یلھو ویلعب

جیسے کسی بچے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چڑیا، جسے بچہ ہلاکت اور موت کے گھاٹ اتار رہا ہو، جب کہ بچے کی نظر میں معمولی سا کھیل ہے۔

⑧ نیچی نگاہوں سے جہنم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، کیونکہ نظر بازی سے شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور گناہ پر آمادگی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور پردے کا حکم فرمایا ہے تا کہ گناہ سے مزاحمت پیدا ہو سکے۔ لیکن جب بھی پردہ دری ہوگی، نفس گناہ سے آلودہ ہوگا اور پھر یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوگا جس کی کوئی حد نہیں ہوگی، کیونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اور جس کو نئی چیز کا چسکا پڑ جائے اسے پرانی چیز سے خاطر خواہ تسلی نہیں ہوتی ہے، اگرچہ پرانی چیز کتنی ہی دیدہ زیب اور خوش گوار ہو۔ بہر حال نگاہیں نیچی رہنے سے بہت سے مفاسد کا دفعیہ ہوگا اور خود بخود دور ہوں گی، جنہیں سلاطین اپنی طاقت صرف کرنے کے باوجود دور نہ کر سکے۔

⑨ نظریں نیچی رکھنے سے عقل کو تقویت ثابت قدمی اور اس میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ کم عقل کی بدولت نظر بازی کی لعنت پیدا ہوتی ہے اور انجام سے غفلت اور طیش کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اور جب عقل آئے گی تو انجام پر خاص طور پر نظر ہوگی اور نظر بازی کرنے والا اگر انجام پر نظر رکھے تو نظر بازی سے از خود پرہیز کرے گا۔ شاعر نے کہا ہے:

واعقل الناس من لم یرتکب سببا حتی یفکر ماتجبنی عواقبه

''عقل مند ترین انسان وہ ہے جو اس وقت تک کوئی راستہ نہیں اختیار کرتا جب تک کہ اس کے انجام پر غور نہ کر لے۔''

⑩ نگاہیں نیچی رکھنے سے دل شہوت کے نشے سے اور خواب غفلت سے گلو خلاصی پاتا ہے،

کیونکہ نظر بازی کی وجہ سے اللہ اور آخرت کے گھر سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے اور عشق کا نشہ سا چڑھ جاتا ہے، چنانچہ سورۂ حجر میں اللہ تعالیٰ نے صورت گری کی مستی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ ﴾ [1]

''تمہاری جان کی قسم وہ تو اپنی مستی میں جھوم رہے تھے۔''

نگاہ شراب کا مستی بھرا جام ہوتی ہے اور عشق اس نشے کو دو آتشہ بناتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ عشق کا نشہ شراب کے نشے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، کیونکہ شراب کا نشہ کبھی اتر بھی جاتا ہے، لیکن عشق کا نشہ کبھی نہیں اترتا اور یہ موت کا لشکر ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

سکران هوى وسكر مدامة ومتى افاقه من به سكران

عشق کا نشہ ابدی نشہ ہے، جسے یہ نشہ چڑھ جائے وہ بھلا کب افاقہ پاتا ہے۔

قصہ کوتاہ نگاہیں نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا ہم نے بیان کیا۔ البتہ گزشتہ سطروں سے ہمارا مقصد محض تنبیہ کرنا اور آگاہ کر دینا ہے، خصوصاً ان کی طرف بے محابا نظریں اٹھانے سے کلی پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، جن سے شرعی طور پر مقصد بر آری نہیں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر خوب صورت نوخیز لڑکے جن کی مسیں نہیں بھیگی ہوں اس میں شک نہیں کہ انہیں دیکھنا سم قاتل اور مہلک ترین بیماری ہے۔

حافظ محمد بن ناصر شعبی رحمہ اللہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو اس وفد میں ایک خوبرو امرد نوجوان لڑکا بھی شریک تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور فرمایا:

((كَانَتْ خَطِيئَةُ مَنْ مَضَى مِنَ النَّظَرِ)) [2]

---

[1] ١٥/ الحجر:٧٢۔ [2] روضة المحبين، صفحه: ٧٦ محقق العصر ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ روایت مرسل ضعیف ہے۔ حافظ ابن جوزی نے ذم الھوی صفحہ ٩٠ میں اسے مجالد بن سعید عن الشعبی کی سند سے ذکر کیا ہے اور مجالد ضعیف اور سلسلۂ سند مجہول ہے۔ آفات نظر اور ان کا علاج صفحہ ٦٢؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الاحاديث الضعيفة، ١/ ٤٨٣، حديث: ٣١٣ میں اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس کی کوئی اصل نہیں'' اور اس کی سند میں =

"اگلے لوگوں کی ایک غلطی نظر بازی بھی تھی۔"

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، جب تم کسی شخص کو کسی امرد کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھو تو اس سے نیک گمان نہ رکھو۔ ❶

ابن عدی نے اپنی کامل میں بقیہ کی حدیث نقل کی ہے، جس کو انہوں نے وازع سے انہوں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَجِدَ الرَّجُلُ النَّظَرَ اِلَى الْغُلَامِ الاَمْرَدِ. ❷

"رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے کہ آدمی کسی امرد کو ایک نظر دیکھتا رہ جائے۔"

حضرت ابراہیم نخعی، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے علاوہ سلف کے دیگر علما امرد کی ہم نشینی سے منع کرتے تھے۔

چنانچہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی ہم نشینی آزمائش اور ان کی حیثیت بمنزلہ عورتوں کے ہے۔

قصہ کوتاہ نظر بازی کی لت میں گرفتار ہونے والے کی نگاہیں جب بھی لوٹ کر اس کی طرف آتی ہیں، اس کا صبر و شکیب جکڑ کر محصور ہو جاتا ہے اور اسے اس وقت تک قرار نہیں آتا جب تک کہ اس کی گردن پر چھری نہ چل جائے اور وہ خون میں نہا نہ جائے۔ ❸

اور چونکہ اجنبیہ کو شہوت سے دیکھنا سخت فساد کا باعث ہے، جس کا ذکر پہلے گزرا، نیز قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں بھی نگاہیں نیچی رکھنے کی فضیلت وارد ہے، پھر اجنبیہ سے

= مجہول راوی ہیں۔ الفوائد المجموعة، صفحه: ٢٠٦ وطبع جديد، صفحة: ٢٥٩، حديث: ٦٠٩۔

❶ روضة المحبين صفحه ٧٦۔ ❷ الكامل لابن عدى: ٧/ ٢٥٥٧؛ ترجمه وازع بن نافع العقيلي وطبع جديد: ٨/ ٣٨٨ ميزان الاعتدال: ٤/ ٣٢٧ ذخيرة الحفاظ: ٥/ ٢٣٩٦، حديث: ٥٧٨٤؛ ذم الهوى لابن الجوزى، صفحه: ١٠٦؛ روضة المحبين، صفحه: ٧٦؛ تلبیس ابلیس لابن جوزی (اردو صفحہ ۴۲۹) طبع مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد۔ اس کی سند انتہائی ضعیف ہے۔ ❸ خلاصه كتاب روضة المحبين۔

لمس رکھنا اوران کے ساتھ تخلیہ کرنا حد درجہ فتنہ انگیز، مضراور سخت ناگوار ہے، اس لیے کہ لمس اور خلوت سے دونوں کی شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور یہ کوئی مخفی امر نہیں جس کی وضاحت کی ضرورت ہو، اسی لیے طبرانی کی صحیح سند سے منقول روایت میں ہے:

((لَإِنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمَخِيطٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ)) [1]

''تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چبھوئی جائے یہ اس سے بہتر ہوگا کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔''

نیز طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے:

((اِيَّاكُمْ وَالْخُلْوَةَ بِالنِّسَاءِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَاخَلَا رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا دَخَلَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمَا وَلَاَنْ يَزْحَمَ رَجُلًا خِنْزِيرٌ مُتَلَطِّخٌ بِطِينٍ اَوْحَمَاةٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَزْحَمَ مَنْكِبُهُ بِمَنْكِبِ اِمْرَأَةٍ لَاتَحِلُّ لَهُ)) [2]

''خبردار عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرو، اس لیے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی کوئی آدمی کسی عورت سے تخلیہ کرتا ہے، شیطان ان دونوں کے درمیان دخل دیتا ہے اور اگر کسی شخص کے کاندھے سے کوئی ایسا سور ٹکرا جائے جو کیچڑ یا کالی بدبودار مٹی سے آلودہ ہو تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوگا کہ اس کا کاندھا کسی عورت کے کاندھے سے ٹکرا جائے۔''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ٢١٢، ٢١١، حديث: ٤٨٧ـ٤٨٦؛ شعب الايمان للبيهقي: ٧/ ٣٢٢، حديث: ٥٠٧٢؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے: صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٤٠١، حديث: ١٩١٠؛ صحيح الجامع الصغير، حديث: ٥٠٤٥؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ١/ ٤٤٧، حديث: ٢٢٦۔

[2] المعجم الكبير للطبراني: ٨/ ٢٠٥، حديث: ٧٨٣٠؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٥، حديث: ١٢٠٠۔

((لَتَغُضُّنَّ اَبْصَارَكُمْ وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوْجَكُمْ اَوْلَيَكْسِفَنَّ اللّٰهُ وُجُوْهَكُمْ)) ❶

"تم بالضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَفَرَأَيْتَ الْحُمَّ؟ قَالَ ((الْحَمْوُ ❷ الْمَوْتُ)) ❸

"عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔" انصار کے ایک شخص نے عرض کیا حمو کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: (دیور، جیٹھ) تو موت ہے۔"

اس روایت کو بخاری مسلم اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے۔ پھر کہا کہ کراھیہ الدخول علی النساء کا مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے مطابق یہ ہے:

((لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ)) ❹

"کوئی آدمی کسی عورت سے تخلیہ کرتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے۔"

نیز اسی حدیث میں ہے:

---

❶ المعجم الكبير للطبراني: ٨/ ٢٠٨، حديث: ٧٨٤٠، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ٤، حديث: ١١٩٧۔

❷ حم: شوہر کا باپ یا بیوی کا باپ، بعضوں نے محض پہلے کو مراد لیا ہے اور وہی یہاں بھی مراد ہے جب بعض نے دوسرے کو یہاں مراد لیا ہے، نیز حم کی تشریح شوہر کے اعزہ سے بھی کی گئی ہے، ابوعبیدہ نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ اسے مر جانا چاہیے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اور حم سے مراد ایک روایت میں شوہر کا باپ ہے اور وہ محرم ہے تو کسی اور عزیز کا حکم بھلا کیا ہوگا؟

❸ صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول على المغيبة، حديث: ٥٢٣٢؛ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، حديث: ٢١٧٢۔

❹ سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، حديث: ٢١٦٥؛ مسند احمد: ١/ ١٨؛ الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان: ١٢/ ٣٩٩-٤٠٠، حديث: ٥٥٨٦؛ مستدرك حاكم: ١/ ١١٤-١١٥ وطبع جديد: ١/ ١٦٦-١٦٧، حدیث: ٣٨٧ اور ٣٩٠، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ مَحْرَمٌ)) ❶

''جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے کسی ایسی عورت کے ساتھ تخلیہ نہیں کرنا چاہیے جس کے اور اس شخص کے درمیان کوئی محرم نہ ہو۔''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کبیر میں نقل کیا اس کے راویوں میں یحییٰ بن سلیمان المدنی ہیں۔

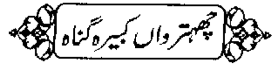
تنبیہ:

① مذکورہ بالا باب میں درج تینوں چیزوں کو بعض شافعی فقہا گناہ کبیرہ شمار نہیں کرتے، کیونکہ یہ حرکتیں داعیہ پیدا کرتی ہیں اور داعیہ پیدا کرنے والی چیز گناہ کبیرہ نہیں ہوتی، لیکن جو لوگ مذکورہ آیات وروایات پر غور کریں گے انہیں ان حرکتوں کو گناہ کبیرہ شمار کرنے میں توقف نہیں ہوگا۔ البتہ فقہا کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ان حرکتوں کو شہوت کے ارادے سے نہ کیا گیا ہو، نیز جب فتنے کا ڈر نہ ہو اور بار بار یہ حرکت نہ دہراتا ہو لہٰذا اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ

② اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ ((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا)) اس سے وہ فرضیت مراد نہیں جو اس آیت میں مراد ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ یہاں کتب سے مراد ازل کی وہ تقدیر ہے جس کے مطابق جو چیزیں پہلے ہوئیں یا آئندہ ہونے والی ہیں، وہ سب طے کر دی گئیں، جن میں بندوں کے افعال، اعمال اور جملہ امور شامل ہیں، البتہ یہ اعمال وافعال ان کے ارادے اور اختیار پر منحصر ہیں اور اسی پر جزا وسزا کا دارومدار ہے۔

---

❶ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۱۵۳، حدیث: ۱۱٤٦۲، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ۱/ ۱۸۳، حدیث: ۱۷۲۔



بیوی کا اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا

نشوز:

یعنی بیوی کا اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا، اس پر اپنی برتری جمانا

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو ایک بلند غرض اور اونچے مقصد کیلئے مشروع فرمایا۔ یہ مقصد شوہر کا اس سے راحت اور سکون پانا، ایک دوسرے سے محبت کرنا اور اس کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہے، تاکہ ان میں سے کوئی کسی حرام فعل میں نہ پڑ جائے، ذلت کی دلدل یا پلیدی کے کیچڑ سے آلودہ نہ ہو جائے اور نسل کی افزائی ہو، تاکہ مسلمانوں کا سواد اعظم بڑھے، رشتے ناطے کے ذریعے خاندانی روابط استوار ہوں، محبت اور خیر سگالی کی فضا پیدا ہو، میاں بیوی کے درمیان اور دونوں خاندانوں کے مابین میل محبت، قرابت داری اور ہم آہنگی کا جذبہ فروغ پائے۔

ازدواج اور شادی بیاہ کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، ہر کوئی حسن معاشرت اور بہتر سلوک کا روادار ہو اور اخلاقی قدریں اجاگر ہوں، بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے، اس کی وضاحت سنن اور مسند میں حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے منقول وہ روایت ہے، جس میں انہوں نے کہا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاحَقُّ اِمْرَاَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ: ((اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا كْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ)) [1]

---

[1] سنن ابوداود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۲۱۴۲؛ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حق المرأة علی الزوج، حدیث: ۱۸۵۰؛ مسند احمد: ۴/ ۴۴۷-۴۴۶؛ مستدرك حاكم: ۲/ ۱۸۸-۱۸۷ وطبع جدید ۳/ ۱۰۴۴، حدیث: ۲۷۶۴؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۹/ ۴۸۲ حدیث ۴۱۷۵، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ۲/ ۶۳۶ حدیث ۲۱۴۲ میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر ایک کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا حق یہ ہے کہ تم جب کھاؤ، تو اسے کھلاؤ تم پہنو اسے بھی پہناؤ اور اس کے چہرے پر مت مارو اور اسے برا بھلا نہ کہو اور نہ گھر کے علاوہ اسے کہیں چھوڑو۔''

اسی طرح شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے، جب وہ کوئی حکم دے اس کی تعمیل کرے، بلائے تو فوراً حاضر ہو اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ نکالے جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ ❶

''مرد عورتوں پر حاکم اس لیے ہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے۔ اور وہ (ان پر) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ ❷

''اور عورتوں پر مردوں کو ایک درجہ (فوقیت) حاصل ہے۔''

شوہر کے حکموں کی نافرمانی اور اس سے انحراف حرام اور زبردست معصیت ہے، جس

---

❶ ٤/ النسآء:٣٤۔ ❷ ٢/ البقرة:٢٢٨۔

یعنی مرد عورتوں سے افضل ہیں، یہ وجہ ہے کہ منصب نبوت مردوں کیلئے مخصوص رہا، ملوکیت، سلطنت، امارت اور قضا وغیرہ امور سب مردوں کو تفویض ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی تخلیق اور اس کی فطرت عورت کے مقابلے میں مختلف خصوصیات کی حامل ہے اور عورت سے بدرجہا فائق ہے، اس لیے مذکورہ منصب مردوں کے لیے مخصوص ہوئے، جیسے گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی نگہداشت کا تعلق صرف عورت سے ہے اور غالباً اسی لیے مرد کی بالادستی اور اس کی حاکمیت کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پیش فرمایا: ﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ یعنی مرد وعورت کی طبیعت کے مطابق، جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسری وجہ یہ ہے ﴿ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ یعنی اخراجات جیسے مہر، نان نفقہ اور وہ ذمہ داریاں جو اللہ نے مردوں پر عائد فرمائیں اور چونکہ مذکورہ خصوصیات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں، ان کا تعلق مردانہ امتیاز سے ہے، اس لیے مردوں کا ان اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾

کا ثبوت ذیل کی احادیث میں ہے۔

① حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَةٍ فَلْتَأْتِهِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ)) ❶

''فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو کبھی بھی حاجت کیلئے طلب کرے تو اس کو فوراً حاضر ہونا چاہیے، خواہ وہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو۔''

اس روایت کو ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے، نیز نسائی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانٌ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)) ❷

''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس کی وجہ سے شوہر اس پر غضب ناک ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

③ بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ سنن ترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، حدیث: ١١٦٠؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٩/ ٤٧٣، حدیث: ٤١٦٥؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٢٩٥؛ السنن الکبرٰی، للنسائی: ٨/ ١٨٧، حدیث: ٨٩٢٢، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء فوافقت احداهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه، حدیث: ٣٢٣٧؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، حدیث: ١٢٢/ ١٤٣٦؛ سنن ابوداود، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأة، حدیث: ٢١٤١؛ نسائی فی عشرة النساء، حدیث: ٨٤۔

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهُ اِلَى فِرَاشِهِ فَلَا تَأْتِي عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو وہ (ذات) جو آسمان میں ہے، اس عورت پر اس وقت تک غضب ناک ہے جب تک کہ وہ اسے راضی نہ کر لے۔''

④ شیخین سے اور نسائی سے منقول ہے کہ فرمایا:

((اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً زَوْجَهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)) ❷

''جب عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر اکیلی رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ)) ❸

''تین آدمی ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اوپر ایک بالشت بھی نہیں اٹھتیں، ایک وہ شخص جس نے کسی کی امامت اس حال میں کی کہ قوم اس سے نفرت کرتی ہے۔ ایک وہ عورت جس نے رات گزاری اور شوہر اس سے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، حديث: ١٢١/ ١٤٣٦؛ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ملی۔ والله اعلم بالصواب۔ ❷ صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، حديث: ٥١٩٤؛ صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها حديث: ١٢٠/ ١٤٣٦۔

❸ سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب من امّ قومًا وهم له كارهون، حديث: ٩٧١؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ٥/ ٥٣؛ حديث: ١٧٥٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ٣٧٧؛ المعجم الكبير للطبراني: ١١/ ٣٥٥، حديث: ١٢٢٧٥، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعيف الترغيب والترهيب: ١/ ١٤٠، حديث: ٢٥٧، حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ انوار الصحيفة صفحه: ٤١٢ حديث: ٩٧١۔

ناراض ہے اور وہ دو بھائی جو آپس میں برسر پیکار ہوں۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔ نیز ترمذی نے ابوامامہ کی حدیث کے مثل اس کو نقل کیا اور اس کو حسن کہا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس دوسری حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہیں گے، لعنت سے مراد رحمت سے دوری اور مہجوری ہے، جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ ذات (یعنی باری تعالیٰ) جو آسمانوں میں ہے، وہ اس عورت پر اس وقت تک غضب ناک رہے گی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کر لے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اس عورت کا شمار ان تین افراد میں ہوگا جن کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر بھی اوپر نہیں اُٹھے گی، نیز مرد کے حق کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی بیوی کو مارنے اور اسے ادب سکھانے کی اجازت دے رکھی ہے بشرطیکہ بیوی کی نافرمانی کا یقین ہو یا اس کا غالب گمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ [2]

"اور جن عورتوں کی سرتابی کا تمہیں اندیشہ ہو تم انہیں نصیحت کرو اور انہیں ان کی

---

[1] حدیث ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ((ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم العبد الآبق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون)) "تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی، بھاگا ہوا غلام جب تک وہ واپس نہ آجائے وہ عورت جس نے اس حالت میں رات بسر کی کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہے اور کسی قبیلہ کا امام جسے وہ (اسی کے کسی فاسقانہ کام کی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں۔" سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی من ام قوما وهم له كارهون، حدیث: ۳۶۰؛ المعجم الكبير للطبراني: ۸/ ۲۸۴، حدیث: ۸۰۹۰ اور ۸/ ۲۸۶، حدیث: ۸۰۹۸، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے: هداية الرواة: ۲/ ۴، حدیث: ۱۰۸۰؛ صحيح الترغيب والترهيب: ۱/ ۳۲۸، حدیث: ۴۸۷؛ صحيح سنن ترمذي: ۱/ ۲۰۹، حدیث: ۳۶۰۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ الحدیث: ۵۰ صفحہ ۱۳۔ [2] ۴/ النسآء: ۳۴۔

خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو۔"

یعنی جب عبرت اور نصیحت اثر انداز نہ ہو اور بستر الگ کر دینے کے باوجود باز نہ آئے تو انہیں مار سکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول شیخین کی روایت میں ہے:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنُ فِيْ بَيْتٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ)) [1]

"کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کا شوہر موجود رہے اور اس کی اجازت کے بغیر وہ روزے رکھے اور اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے نہ دے۔"

البتہ یہ حکم نفلی روزوں کا ہے یا ایسے فرض روزوں کا جن کی ادائیگی میں وسعت ہو۔

③ روزوں کی طرح نفلی حج کا بھی یہی حکم ہے، چنانچہ حج اور روزوں کے عظیم المرتبت اجر و ثواب کے باوجود ایک عورت کو اس کی اجازت حاصل نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر حج کرے۔

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ آمِرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا)) [2]

"اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو ضرور یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

اس روایت کو ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها لأحد الا باذنه، حديث: ٥١٩٥؛ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ما انفق العبد من مال مولاه، حديث: ١٠٢٦۔

[2] سنن ترمذي، ابواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، حديث: ١١٥٩، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شواہد کی بناء پر صحیح قرار دیا ہے۔ هداية الرواة: ٣/ ٣٠٠ حديث: ٣١٩٣؛ ارواء الغليل: ٧/ ٥٤، حديث: ١٩٩٨۔

مذکورہ روایتوں سے بیوی پر شوہر کے عظیم حق کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس فریضے کی عورت کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خوشنودی کی جستجو کرے، ایسی چیز سے گریز کرے جس سے شوہر کا غصہ بھڑکے، کسی مباح اور جائز کام سے اسکو ہرگز منع نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے، البتہ اس کی اجازت کا امکان ہو تو مضائقہ نہیں، جیسے کسی فقیر یا بھکاری کو کچھ دے دینا یا اس کے خویش و اقارب کو چائے پلانا یا کھانا وغیرہ کھلانا، نیز اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے البتہ جن امور کی اس کی طرف سے اجازت کا امکان ہو اس کیلئے نکلنے میں مضائقہ نہیں، جیسے نیک طینت پاکیزہ خواتین سے ملاقات کرنا یا رشتہ داروں سے ملاقات کرنا وغیرہ اور اگر شوہر کو کسی کام سے منع ہی کرنا ہو تو اس کو چاہیے کہ صراحت کر دے اور پھر عورت کو باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

قصہ کوتاہ عورت کو اللہ کا ڈر اپنے دل میں رکھنا چاہیے اور اللہ رب العزت اور فرشتوں کی لعنت کا ہدف نہیں بننا چاہیے، نہ اپنے شوہر کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے، البتہ جو عورتیں اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں، انہیں اللہ کی طرف سے نیک جزا کی خوش خبری ہونی چاہیے، اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ خَمْسًا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ تْ)) [1]

''عورت جب پنجگانہ نمازیں پڑھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے، تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتی ہے۔''

اس روایت کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور امام احمد اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے

[1] الاحسان فی تقریب ابن حبان: ۹/ ۴۷۱، حدیث: ۴۱۶۳؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ۱۲۹۶ اسی حدیث میں اذا صلّت المرأة خمسها وصامت شهرها (رمضان کے روزے رکھے) کے الفاظ بھی ہیں۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان: ۱/ ۵۲۰، حدیث: ۱۰۸۱۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہی نقل کیا، البتہ ان کی روایت میں یہ ہے کہ ((دُخِلَتْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ)) [1] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے کہا جائے گا:

((اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ)) [2]

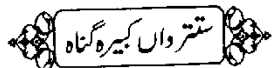
''جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔''

نیک توفیق بس اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۱۹۱؛ المعجم الاوسط للطبراني: ٦/ ۲۹۰، ۲۸۹، حديث: ۸۸۰۵ یہ حدیث سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب والترهيب: ۲/ ٤۱۲، حديث: ۱۹۳۲۔

[2] ایضًا۔



شوہر کا بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا

اس میں شک نہیں کہ شوہر کا اپنی بیوی کے حقوق کو روک لینا اور انہیں ادا نہ کرنا بھاری ظلم ہے اور ظلم کرنا تمام شریعت اور ادیان میں حرام ہے، نیز مختلف قوموں اور امتوں کے ارباب دانش اور عقل مندوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے اور ڈرانے کیلئے ذیل کی آیت کافی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ ﴾ [1]

"اور اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو (اس سے) جس کو ظالم لوگ کرتے ہیں۔"

اور ظلم وہ برائی ہے جس کو اللہ نے خود اپنے آپ پر حرام قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [2]

"اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

اور حدیث قدسی ہے:

((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا)) [3]

"اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے آپ پر بھی حرام ٹھہرا لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے دیکھو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔"

جب ظلم اپنی تمام تر اقسام کے ساتھ حرام ٹھہرا تو اس میں شک نہیں کہ یہ ظلم اس وقت اپنی انتہا کو پہنچے گا اور ہر سمجھدار اس کی مذمت کرے گا۔ جب کہ بیوی شوہر کے گھر پنجرے کی پنچھی اور چار دیواری کی قیدی ہو اور مرد اس پر خواہ کتنا ہی ظلم کرے کوئی اسے ظلم کی قید سے

---

[1] ١٤/ ابراهيم:٤٢۔ [2] ٤١/ حم السجدة:٤٦۔

[3] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: ٢٥٧٧۔

چھڑانے والا نہ رہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا حامی اور ناصر کون ہوگا اور ظلم کے شکنجے سے اسے کون نجات دلائے گا؟ پھر شریعت اور عقل کی فضیلت اپنی جگہ مسلم، آخر شرافت اور صدق احساس کا بھی اپنا ایک مقام ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ بیوی پر ظلم کرنا نہایت غلط فعل ہے، اس لیے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ﴾ [1]

''اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔''

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۗ﴾ [2]

''(انہیں) دستور کے مطابق روک رکھنا یا دستور کے مطابق چھوڑ دینا ہے۔''

لہٰذا انسان خصوصاً مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ پر اپنی اہلیہ کے حقوق کو پہچانے اور کم از کم اتنا تصور کرے کہ وہ اس کی شریک حیات ہے، اس کے گھر کی نگران اور اس کے بچوں کی پالنہار ہے، اس کی نسل کی منبع اور اس کے مستقبل کی کھیتی ہے، جس سے وہ اپنی ضرورت کی باعزت تکمیل کرتا ہے اور چھچھورپن اور گندگی میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے، اس لیے جب آدمی یہ جانتا ہے کہ اس کی اہلیہ کا اس کے اوپر کیا حق ہے تو وہ سورہ بقرہ اور سورہ نسآء کی ان آیتوں پر غور کرے جن میں اللہ تعالیٰ نے بندگی کے مجمل احکام بیان فرمائے ہیں، لیکن ازدواجی مسائل کو مفصل اور تشفی بخش طریقے پر بیان فرمایا ہے، چنانچہ طلاق کا جب ذکر نکلا تو فرمایا:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (رجعی طلاقیں دو تک ہیں) شائستہ اور پاکیزہ سماج کے تذکرے میں فرمایا: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ﴾ اور ان کے حقوق بھی اسی کے مساوی ہیں جو ان کے اوپر ہیں، غور کیا جائے کہ یہ آیت مبارکہ کس قدر ٹھوس، مختصر مگر جامع ہے اور کس طرح دریا بکوزہ کے مترادف ہے، پھر ایک اور جگہ طلاق اور وراثت کے احکام کی تفصیل پیش کی اور والدہ بیٹی اور بہن کے ترکے کی جزئیات بیان فرمائیں۔ پھر عدت اور طلاق کے بعد مطلقہ کی جائے رہائش کا ذکر کیا اور بتایا کہ شوہر اسے کس طرح نفقہ ادا کرے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

---

[1] ٤/ النسآء:١٩۔ [2] ٢/ البقرة: ٢٢٩۔

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۝ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝ ﴾ [1]

’’ان مطلقہ عورتوں کو اپنی مقدور کے موافق وہیں رکھا کرو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان کو تکلیف نہ دو کہ ان کو تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہیں تو ان کے وضع حمل تک ان کو خرچ دیا کرو، پھر اگر وہ تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت ان کو دیا کرو اور باہمی مشوروں کے ساتھ نیک دستور کے موافق کاربند ہوا کرو اور اگر تم مضائقہ سمجھو تو اس مرد کی ذمہ داری پر اس کیلئے کوئی اور عورت بچے کو دودھ پلائے۔ جو وسعت والا ہے، وہ اپنی وسعت سے خرچ کرے، اور جس کا رزق تنگ ہے وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا ہی حکم دیتا ہے جتنی اس کو طاقت دی ہے، اللہ تعالیٰ بعد تنگی کے آسانی کردے گا۔‘‘

اور عقل مند کیلئے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی کافی ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ ﴾ [2]

’’اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔‘‘

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ ﴾ [3]

’’اور ان کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو (حقوق) خود (عورتوں) ان کے اوپر ہیں۔‘‘

منجملہ ظلم کے اس کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کا مہر معجّل ادا نہ کرے، نیز یہ بھی

---

[1] ٦٥/ الطلاق:٦، ٧۔ [2] ٤/ النسآء:١٩۔ [3] ٢/ البقرة:٢٢٨۔

ظلم ہے کہ حالت حیض میں جبراً وقہراً اس غریب سے صحبت کرے، حالانکہ وہ خود بھی جانتا ہے، کہ عورت راضی ہے، تب بھی اس کے ساتھ یہ فعل حرام ہے، چہ جائیکہ وہ ناخوش ہو، اسی طرح سرین میں دخول کرنا بھی شرم ناک اور ظالمانہ فعل ہے، ایک شوہر کے لئے جہاں مذکورہ آیتوں پر غور کرنا کافی ہے، وہیں ذیل کی احادیث بھی اس کے لئے ازبس ضروری ہیں۔

① طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے صغیر اور اوسط میں اپنے ثقہ راویوں کے ذریعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً عَلَى مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ اَوْكَثُرَ لَيْسَ فِي نَفْسِهِ اَنْ يُؤَدِّيَ اِلَيْهَا حَقَّهَا خَدَعَهَا وَلَمْ يُؤَدِّ اِلَيْهَا حَقَّهَا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ)) [1]

''جس شخص نے بھی کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا، لیکن اس کے دل میں یہ (خیال راسخ ہے) کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو درحقیقت وہ اس کو دھوکا دے گا اور (اگر) اس نے حق ادا نہیں کیا تو قیامت کے دن اللہ سے اس کا سامنا اس طرح ہوگا کہ وہ زانی ہوگا۔''

② شیخین نے اس روایت کو نقل کیا ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي بَيْتِ اَهْلِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) [2]

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۵۰۱، حدیث: ۱۸۵۱؛ المعجم الصغیر للطبرانی (مع الروض الدانی): ۱/ ۸۵، حدیث: ۱۱۱، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ۲/ ۳۵۲، حدیث: ۱۸۰۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، حدیث: ۸۹۳؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة والنهی عن ادخال المشقة علیهم، حدیث: ۱۸۲۹۔

''تم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا، چنانچہ امام ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی، عورت اپنے شوہر کے گھر کی بابت جواب دہ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی اور آدمی اپنے اہل خانہ کے بارے میں ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعیت کی بابت پرسش ہوگی۔ خادم اپنے آقا کے مال کے بارے میں ذمہ دار ہے، اس سے اس کے ماتحت چیز کے بارے میں پرسش ہوگی۔ غرض تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی۔''

③ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی اور اس کو صحیح کہا ہے:

((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآءِ هِمْ)) [1]

''ایمان والوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہوگا جو سب سے بہتر اخلاق والا ہوگا اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہوں۔''

نیز یہ بھی صحیح ہے:

((اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهِ)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۱۱۶۲؛ مسند احمد: ۲/ ۲۵۰؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۹/ ۴۸۳ حدیث: ۴۱۷۶؛ موارد الظمآن، حدیث: ۱۳۱۱، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے صحیح موارد الظمآن: ۱/ ۵۲۴، حدیث: ۱۰۹۳۔

[2] سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب فی استکمال الایمان والزیادۃ والنقصان، حدیث: ۲۶۱۲؛ مسند احمد: ۶/ ۴۷؛ مستدرک حاکم: ۱/ ۵۳؛ وطبع جدید: ۱/ ۷۷، حدیث: ۱۷۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸/ ۲۵۶، حدیث: ۹۱۰۹، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے: ضعیف سنن ترمذی، حدیث: ۲۶۱۲؛ ضعیف الترغیب والترھیب: ۲/ ۹، حدیث: ۱۲۱۰؛ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۱/ ۵۷۵-۵۷۴۔

''ایمان والوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا اور اپنے اہل کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔''

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ)) 1

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے بہتر ہو۔''

نسائی کی روایت میں ہے:

((وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي)) 2

''اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔''

④ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ أَعْوَجَ فَإِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا فَدَارُهَا تَعِشْ مَعَهَا)) 3

''حقیقت یہ ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اگر تم اسے سیدھی کرنے کے درپے ہوگے تو اس کو توڑ دو گے، اس لیے اس کے ساتھ مدارات کرو، تمہاری زندگی اس کے ساتھ گزر جائے گی۔''

⑤ شیخین نے اور ان کے علاوہ محدثین رحمہم اللہ نے اس کو نقل کیا ہے:

---

1 سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ حدیث ٣٨٩٥؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٩/ ٤٨٤؛ حدیث ٤١٧٧؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٣١٢، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٢/ ٤٠٩، حدیث: ١٩٢٤۔ 2 حوالہ سابقہ۔

3 الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ٩/ ٤٨٥، حدیث: ٤١٧٨؛ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: ١٣٠٨؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٧٤ طبع قديم وطبع جديد: ٧/ ٢٦١٩، حديث: ٧٣٣٤؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٧/ ٢٤٤، حديث: ٦٩٩٢، امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح موارد الظمآن: ١/ ٥٢٣ حدیث ١٠٩٠۔

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ أَعْوَجَ وَإِنَّ أَعْوَجَ مَافِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ)) ❶

''اپنی عورتوں کے ساتھ (بہتر سلوک کی) تاکید کرو، کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے، اگر تم اسے سیدھی کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی، اس لیے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

⑥ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی فرمایا:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ أَعْوَجٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ طَرِيقَةٌ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا)) ❷

''عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس کی روش ہرگز درست نہیں ہو سکے گی تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کی کجی کے ہوتے ہوئے اس سے مستفید ہو سکتے ہو اور اگر تم اسے سیدھی کرنے جاؤ گے تو توڑ دو گے اور اس کا توڑ دینا اسے طلاق دے دینا ہے۔''

⑦ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی:

((لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ)) ❸

''کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے، کیونکہ اگر اس کی ایک عادت ناگوار ہوتی ہے تو دوسری پسندیدہ ہوتی ہے۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، حدیث: ٣٣٣١؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، حدیث: ٦٠/ ١٤٦٨، ٣٦٤٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، حدیث: ٥٩/ ١٤٦٨، ٣٦٤٣۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، حدیث: ١٤٦٩۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد عرض ہے کہ بیوی پر ظلم کی ایک قسم یہ ہے کہ شوہر اس کے ساتھ بدسلوکی کرے، غصے سے پیش آئے، برے اخلاق کا مظاہرہ کرے اور دل کو تکلیف دینے والی غلیظ باتیں کہے۔ ظلم ہی کی ایک قسم یہ ہے کہ خواب گاہ میں اسے تنہا چھوڑ دے اور اس کی نافرمانی یا ایسے کسی جائز عذر کے بغیر اس سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

نیز یہ بھی ظلم ہے کہ اس کو نان ونفقہ اور پوشاک نہ دے یا یہ سب ادا کرے، لیکن کنجوسی اور شرم ناک حد تک بخل سے کام لے، ظلم ہی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اسے مناسب مکان میں نہ رکھے، دو بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام نہ لے۔ بلکہ سراسر ظلم و زیادتی کرے اور یہ مستقل کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جس کو ترمذی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا اور ان کی شرط کے مطابق اس کی تصحیح کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ)) [1]

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا کندھا جھکا ہوا ہوگا۔''

ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى أَحَدِهِمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی التسویة بین الضرائر، حدیث: ۱۱۴۱؛ مستدرك حاكم: ۲/ ۱۸٦ وطبع جدید: ۳/ ۱۰۴۳، حدیث: ۲۷۵۹، امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۴۲۰، حدیث: ۱۹۴۹؛ ارواء الغلیل: ۷/ ۸۰، حدیث: ۲۰۱۷۔ [2] سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب فی القسم بین النساء، حدیث: ۲۱۳۳؛ حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابی داود کی تحقیق ۲/۶۳۰ حدیث ۲۱۳۳ تفسیر ابن کثیر کی تحقیق ۱/ ۷۹۷ میں اس حدیث کی سند کو قتادہ (راوی) مدلس کے تصریح با سماع ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا کندھا جھکا ہوا ہوگا۔''

نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيلُ إِلَى أَحَدِهِمَا عَلَى الْأُخْرَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ)) [1]

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی بہ نسبت دوسری کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک کندھا جھکا ہوا ہوگا۔''

ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ

((وَأَحَدُ شِقَّيْهِ سَاقِطٌ)) [2]

---

[1] سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب ميل الرجل الى بعض نسائه دون بعض، حديث: ٣٣٩٤، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ارواء الغليل: ٧/ ٨٠ حديث: ٢٠١٧۔ [2] سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث: ١٩٦٩؛ الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ١٠/ ٧، حديث: ٤٢٠٧؛ موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، حديث: ١٣٠٧؛ مسند احمد: ٢/ ٢٩٥، حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق ۳/۱۷۱ حدیث ۱۹۶۹ میں اس حدیث کی سند کو قتادہ کے عنعن کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

مال، یمیل، میلا، میلان سے بظاہر ان امور میں میلان مراد ہے جن کے اندر ترجیح کو شریعت نے حرام کر دیا ہے، اس سے مراد دلی میلان نہیں ہے، اس لیے کہ چاروں اصحاب سنن نے اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج کے درمیان تقسیم فرماتے اور عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! یہ تو وہ تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے، لیکن جو میرے اختیار میں نہیں یعنی جس پر میرے دل کو قابو نہیں اس پر مجھے معاف کر دے۔'' اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلا اس کو نقل کیا اور وہ اصح ہے۔ (سنن ابوداود، كتاب النكاح، باب فى القسم بين النساء، حديث: ٢١٣٤؛ سنن ترمذى، ابواب النكاح، باب ما جاء فى التسوية بين الضرائر، حديث: ١١٤٠؛ سنن نسائى، كتاب عشرة النساء، باب ميل الرجل الى بعض نسائه دون بعض، حديث: ٣٣٩٥؛ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث: ١٩٧١، حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سنن ابی داؤد کی تحقیق ٢/ ٦٣١، حديث: ٢١٣٤؛ سنن ابن ماجه کی تحقیق ٣/ ١٧٣، حديث: ١٩٧٣ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔) نیز مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ انصاف کرنے والے اللہ کے =

''اس حال میں (آئے گا) کہ اس کا ایک کندھا جھکا ہوا ہوگا۔''

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات اور شوہر کے ظلم وستم کی وجہ سے عدالتوں اور شرعی پنچائتوں میں شکایات کی بھرمار ہے۔ نیز اس لیے کہ میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورتیں روز بروز ختم ہوتی جارہی ہیں اور شوہر کے ظلم وستم کی ایک وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا ازدواجی حق ادا نہیں کرتا، اس کا نان ونفقہ، اس کی پوشاک سے کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہوتا۔ یا چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور نگہداشت نہیں کرتا، یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسری بیوی کے فراق میں ہوتا ہے۔ دوسرا نکاح کر لیتا ہے اور پہلی بیوی کو پوچھتا تک نہیں، یا دونوں کے ساتھ انصاف سے پیش نہیں آتا۔ یہ رویہ شوہر کا ہے۔ رہی بیوی تو کبھی وہ شوہر کو عدالت میں مقدمہ دائر کرنے پر اس لیے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اس کی نافرمانی کرتی ہے۔ اس کے حکموں کی تعمیل نہیں کرتی نہ اس کی تعمیل پر یقین رکھتی ہے اور اس طرح کھلی ہوئی حکم عدولی یا سرکشی کا رویہ اپناتی ہے اور ان دونوں کا یہ رویہ ان کی بداخلاقی یا آپس کے میل محبت کے نہ ہونے سے پایا جاتا ہے۔ کبھی اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ لڑکی کا سرپرست جبراً اسے شادی پر مجبور کرتا ہے، حالانکہ دل سے وہ اس کے ساتھ نکاح پر راضی نہیں ہوتی۔ پھر ولی تزویر کا جال بچھاتا ہے اور دو گواہ ایسے تیار کرتا ہے جو اس کی رضامندی کی جھوٹی گواہی دیتے ہیں، یا سرپرست لڑکی کو شرعی عدالت میں حاضری کے لیے مجبور کرتا ہے یا کسی قاضی کو سکھا پڑھا کر راضی کیا جاتا ہے، حالانکہ اندر سے وہ مجبور محض ہوتی ہے اور ظاہر ہے جس شادی کا ڈھانچا زبردستی اور ناراضی پر استوار ہوگا اس کا انجام فراق وجدائی اور جھگڑا ہوگا اور یہ تعلق بھی تادیر باقی نہیں رہے گا اور پھر دونوں طرف سے شکوہ شکایات کا بازار گرم ہوگا۔

شقاق اور نفاق کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ بسا اوقات بیوی کم

= نزدیک نور کے منبر پر رحمٰن کے دائیں ہاتھ پر ہوں گے۔ اور اس کے تو دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلے میں اپنے اہل وعیال کے اندر اور جو امور انہیں تفویض ہوں، ان میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔
صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية والنهي عن ادخال المشقة عليهم، حديث: ١٨٢٧۔

سن اور شوہر سن رسیدہ ہوتا ہے اور فطری بات ہے کہ نوجوان دوشیزہ کسی بوڑھے کی طرف ہرگز مائل نہیں ہوسکتی اور پھر یہیں سے نزاع شروع ہوتا ہے اور معاملہ عدالت تک پہنچتا ہے اور سرپرست کی ہٹ دھرمی اور بے جا دباؤ سے جو نکاح عمل میں آتا ہے۔ سرپرست اس کے انجام سے صرف نظر کرتا ہے اس کے نتیجے میں جو سنگین اور خطرناک صورت حال سامنے آتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ شوہر کے ساتھ رغبت نہ ہونے کی وجہ سے کبھی اپنا کوئی آشنا ڈھونڈ لیتی ہے اور پھر گناہ اور رزیل حرکتوں میں پھنس جاتی ہے اور اگر اسے کوئی راستہ نظر نہیں آتا اور گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں پاتی تو وہ کبھی اپنے خلاف کوئی جرم یا خودکشی کا اقدام کر بیٹھتی ہے۔ یا اپنے شوہر کے خلاف کوئی اقدام کر ڈالتی ہے، اس طرح جاہل سرپرستوں کی ناعاقبت اندیشی کا حال یہ ہوتا ہے کہ گھر کا گھر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے، یہ سرپرست کبھی یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ہونے والا شوہر لڑکی کا کفو نہیں ہے۔ یا اس کے قبیلے کے ہم پلہ نہیں ہے اور پھر شادی رک جاتی ہے۔ عمر ڈھلتی جاتی ہے اور گناہ ہی گناہ اس کا انجام ہوتا ہے، اس لیے کہ عمر زیادہ ہونے سے یا تو لڑکی ناپسندیدہ قرار پاتی ہے یا پھر جس کے پلو میں اسے ڈال دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کی زندگی کے سیاہ دور کا حسرت ناک انجام شروع ہو جاتا ہے، وہ ناقابل برداشت مشکلات میں روز بروز گھرتی جاتی ہے اور اس کی زندگی تلخ سے تلخ تر ہوتی جاتی ہے، چنانچہ نہ اسے دن کا سکون ہوتا ہے، نہ رات کا آرام، اس لیے سرپرستوں کو اپنی لڑکیوں کے بارے میں بڑی فکر اور اللہ سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ کا خوف کریں، مرد اپنی بیویوں کے حقوق بلاکم و کاست ادا کریں۔ عورتیں مردوں کے حقوق ادا کریں اور اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی اور اس کے حقوق سے متعلق بکثرت آیات قرآن پاک میں پیش فرمائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں ان حقوق کا ذکر کیا ہے، ان آیات و روایات کے علاوہ جو اس سلسلے میں پہلے گزریں ہیں، ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

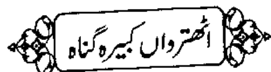
((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ

وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ)) ❶

''عورتوں کے ساتھ (حسن سلوک کی) تاکید کرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی طرف سے امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ (حکم) کے مطابق ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔''

یہ صراحت آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمائی ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجة رسول ﷺ، حدیث: ۱۲۱۸؛ سنن ابوداود، کتاب المناسك، باب صفة حجة النبی ﷺ، حدیث: ۱۹۰۵؛ سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب حجة رسول ﷺ، حدیث: ۳۰۷٤؛ ان کتب میں یہ حدیث: ((فاتقوا الله فی النساء)) کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔



شوہر کے خلاف بیوی کو بھڑکانا

① حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ وَمَنْ خَبَّبَ عَلَی امْرِئٍ زَوْجَتَهُ أَوْ مَمْلُوْکَهُ فَلَیْسَ مِنَّا)) [1]

''ہمارے دین اور ہماری ملت کاملہ سے اس شخص کا کوئی تعلق نہیں جو امانت کی قسم کھائے یا بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے مالک کے خلاف بھڑکائے۔''

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ نیز بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَی زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلَی سَیِّدِهِ)) [2]

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف دھوکا

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٣٥٢؛ مسند البزار (کشف الاستار): ٢/ ١٩٣، حدیث: ١٥٠٠؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٠/ ٢٠٥، حدیث: ٤٣٦٣؛ موارد الظمآن، حدیث: ١٣١٨؛ مستدرك حاکم: ٤/ ٢٩٨؛ طبع قدیم وطبع جدید: ٨/ ٢٧٨٦، حدیث: ٧٨١٦، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] سنن ابوداود، کتاب الطلاق، باب فیمن خبب امرأة علی زوجها، حدیث: ٢١٧٥؛ مستدرك حاکم: ٢/ ١٩٦ وطبع جدید: ٣/ ١٠٥٦، حدیث: ٢٧٩٥؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ٨/ ٢٨٢، حدیث: ٩١٧٠؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٢/ ٣٧٠، حدیث: ٥٥٦٠؛ موارد الظمآن، حدیث: ١٣١٩؛ مسند احمد: ٢/ ٣٩٧، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی سنن ابی داود کی تحقیق ٢/ ٦٦٢ حدیث ٢١٧٥ میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

دیا یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بہکایا۔‘‘

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا اور یہ انہی کے الفاظ ہیں۔ نیز نسائی اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا۔ ان کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ خَبَّبَ عَبْدًا عَلَى اَهْلِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ اَفْسَدَ امْرَأَتَهُ عَلَى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا))

’’جس نے کسی غلام کو اس کے اصل (آقا) کے خلاف اکسایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بگاڑا وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے صغیر اور اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق نقل کیا۔ [1] نیز ابویعلی نے اور طبرانی نے اس کو اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا اور ابویعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

٦٥٢: ((اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيْئُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَيْئًا ثُمَّ يَجِيْئُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نِعَمَ اَنْتَ فَيَلْتَزِمُهُ)) [3]

---

[1] حديث ابن عمر رضي الله عنه، المعجم الاوسط للطبرانی: ٣/ ٣٥٧، حديث: ٤٨٣٧ و ٦/ ٦٧، حديث: ٨٠٢٢؛ المعجم الصغير للطبرانی(مع الروض الدانی): ٢/ ١٧، حديث: ٦٩٨؛ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ [2] حديث ابن عباس، المعجم الاوسط للطبرانی: ١/ ٤٨٨، حديث: ١٨٠٣؛ مسند ابی یعلی الموصلی: ٤/ ٣٠٣؛ حديث: ٢٤١٣؛ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی، حديث: ٩٣٨، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: صحیح الترغیب والترھیب: ٢/ ٤٤٨، حديث: ٢٠١٦۔ [3] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرايا لفتنة الناس وان مع كل انسان قرينا، حديث: ٦٧/ ٢٨١٣۔

''یقیناً ابلیس اپنا عرش پانی پر بچھاتا ہے۔ پھر اپنے لشکروں کو (ادھر ادھر) بھیجتا ہے اور جو سب سے زیادہ فتنہ انگیز ہوتا ہے۔ وہی اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ پھر ہر (لشکری) حاضر ہوتا اور کہتا ہے میں نے یہ کیا اور یہ کیا۔ وہ کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (میاں بیوی کو) اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ ان میں جدائی نہ کرادی' چنانچہ وہ اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں (مقرب) تو تو ہی ہے۔''

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

بیوی کو میاں کے خلاف اکسانا اور میاں کو بیوی کے خلاف اکسانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں۔ اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی کو اکسانا دوسرے کو اذیت پہنچانا ہے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [1]

''اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہ پر اذیت دیتے ہیں، وہ بہتان تراشی کرتے ہیں اور کھلا ہوا گناہ (اپنے اوپر) لادتے ہیں۔''

یعنی جو غیر اللہ کی قسمیں کھاتا ہو جیسے امانت کی قسم، نبی کی قسم یا، شرافت کی قسم وغیرہ، نیز اسی پر عطف کرتے ہوئے فرمایا:

((وَمَنْ خَبَّبَ عَلَى امْرِئٍ زَوْجَتَهُ)) [2]

---

[1] ۳۳/ الاحزاب:۵۸۔ [2] مسند احمد: ۵/ ۳۵۲؛ مسند البزار (کشف الاستار): ۲/ ۱۹۳، حدیث: ۱۵۰۰؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۰/ ۲۰۵، حدیث: ۴۳۶۳؛ موارد الظمآن، حدیث: ۱۳۱۸؛ مستدرك حاكم: ۴/ ۲۹۸؛ طبع قديم وطبع جديد: ۸/ ۲۷۸۶، حديث: ۷۸۱۶، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

''جس نے کسی شخص کی بیوی کو اس کے خلاف اکسایا۔''

یعنی جس نے کسی کی بیوی کو ورغلایا، مثلاً دوسرے کسی مرد کو اس کے سامنے آراستہ کر کے پیش کیا یا اپنے آپ کو اس کے سامنے آراستہ کیا، وعدہ کر کے اس کو اکسایا، جھوٹی آرزوئیں اسے دلائیں تاکہ وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کرے، شوہر سے علیحدگی اختیار کرے، اس کی حکم عدولی کرے، اس پر بے جا الزام اور تہمت دھرے، عدالت میں اس کے خلاف فریاد کرے، عوام میں اسے رسوا اور ذلیل کرے، یہاں تک کہ شوہر اس کے ساتھ رہائش سے مایوس ہو جائے اور طلاق دے کر اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔

یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانے میں جب کہ فسق و فجور کا دور دورہ ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی عام طور پر مخالفت کی جاتی ہے، یہ قبیح حرکت پوری شدت سے عام ہو چکی ہے، چنانچہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے اندر شرم و حیا اور ایمان نہیں جو جہالت اور سرکشی میں حد سے آگے بڑھ چکے ہیں، ایسے افراد اپنی خوب صورتی یا اپنی دولت سے عورتوں کو پھنساتے ہیں اور شادی شدہ عورتوں یا ان کے رشتہ داروں سے کہتے ہیں کہ اگر فلاں تمہیں دس ہزار دیتا ہے تو میں تمہیں بیس تیس ہزار دیتا ہوں۔ لڑکی کے لئے ایک گھر بنا دیتا ہوں، یا اسے سونے کے زیورات دیتا ہوں، یہ اور اس قسم کے دل فریب وعدے کیے جاتے ہیں اور کبھی لڑکی پر اور کبھی لڑکی والوں پر ڈورے ڈالے جاتے ہیں۔ طرح طرح کے جھوٹے خواب دکھائے جاتے ہیں، کبھی کسی خبیث دلال کو بھیج کر وسوسہ اندازی کی جاتی ہے اور اس قدر جھوٹے وعدے اور آرزوؤں کے شیش محل دکھائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے ان کے تعلقات آپس میں کشیدہ ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں جدائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بدترین عمل کے نتائج اور اثرات بے اندازہ اور بے شمار ہیں۔ جن میں چند یہ ہیں:

طلاق واقع ہونا۔ اولاد کا ضیاع۔ طلاق دینے والے اور مطلقہ کے درمیان اولاد کی خاطر نئے سرے سے جھگڑا اور لڑائی کا پیدا ہونا۔

طلاق دینے والا اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھنا چاہے گا اور ماں انہیں اپنے پاس رکھنا چاہے گی جب کہ بچے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور درمیان میں پڑ کر قربانی کا بکرا بنتے

ہیں۔ جو اس جھگڑے اور لڑائی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، لیکن جو لوگ ان نتائج پر نظر رکھیں گے اور ان کے عواقب ان کے ذہن میں ہوں گے۔ وہ کسی شک کے بغیر اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ ایسا کرنے والا ظالم اور بڑا مجرم ہے۔ جس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔ آباد گھر کو برباد کیا اور بال بچے والے آدمی اور اس کے اہل وعیال پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ شوہر اور اس کے اعزہ کے درمیان نفرت اور لڑائی کے بیج بوئے اور نہ ختم ہونے والا جھگڑا کھڑا کیا اور اگر یہ جھگڑا ابدی نہیں رہا تب بھی ایک زمانے تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی مخالفت ہے، اس لیے کہ اسلامی شریعت نے ہمیشہ میل، محبت رحم دلی اور مسلمانوں کے درمیان باہم رابطہ رکھنے پر زور دیا ہے اور قطع رحمی اور ایک دوسرے سے قطع تعلق، جھگڑا اور باہم نفاق وشقاق سے منع کیا ہے۔ یہ ظالم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اپنے نفس امارہ اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور چونکہ ان مجرموں سے یہ مفاسد اور دوسری بہت سی بڑی بڑی خرابیاں وجود میں آتی ہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا، ابلیس اپنی ذریت کو اس کے لیے اکساتا ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان اس قدر ریشہ دوانی کریں کہ ان میں باہم تفرقہ اور جدائی پیدا ہو جائے۔ ایسا کرنے والوں کو ابلیس شاباش دے دیتا ہے اور انہیں گلے لگاتا ہے۔

اسی قسم کا گناہ اس شخص کو ملے گا جو کسی کی منگیتر یا اس کے رشتہ داروں کے پاس آتا ہے، اس پر ڈورے ڈالتا ہے، لڑکی کو ورغلاتا ہے، طرح طرح کے وعدے اور میٹھی باتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ انہیں اتنا دے گا کہ وہ بے نیاز ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کی یقین دہانی کو مان کر آئے ہوئے دوسرے رشتے کو ٹھکرا دیتے ہیں، کبھی پہلے رشتے والے کچھ دے دلا جاتے ہیں تو اس کی باتوں میں آ کر وہ اسے واپس کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ ظلم وزیادتی کرنا اور ایک مسلمان کو اذیت پہنچانا ہے۔ ایسے ظالموں کے سامنے ذیل کی چند احادیث ہم پیش کرتے ہیں:

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

٦٥٤: ((لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ [1] وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيهِ اِلَّا اَنْ يَاْذَنَ لَهُ)) [2]

''تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے، نہ کسی بھائی کی منگنی پر منگنی کرے، جب تک کہ وہ اس کی اجازت نہ دے دے۔''

اس روایت کو بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے نقل کیا، الفاظ مسلم کے ہیں۔

② حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيهِ حَتّٰى يَذَرَ)) [3]

''مومن، مومن کا بھائی ہے، اس لیے کسی مومن کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے مومن بھائی کے سودے پر سودا کرے، نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے تاوقتیکہ وہ خود ہی اس کا خیال نہ چھوڑ دے۔''

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

جب سودے پر سودا کرنا، خرید وفروخت پر خرید وفروخت کرنا اور منگنی پر منگنی کرنا حرام ٹھہرا، کیونکہ یہ باعث اذیت اور مسلمانوں کے درمیان نزاع اور جدال کا سبب ہے تو میاں بیوی

---

[1] مثلاً جس نے کوئی چیز خرید لی، اس سے کہے کہ تم نے اس چیز کو دس کا خریدا میں ایسی ہی چیز تمہیں آٹھ یا سات کی دیتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص اس چیز کو واپس کر دے گا اور پھر ان میں لڑائی جھگڑا پیدا ہوگا۔ اس کے مفاسد بھی مخفی نہیں، اسی طرح خرید پر خرید کا حکم ہے، مثلاً بیچنے والے سے کہے کہ تم نے اس چیز کو سوریال کا بیچا جب کہ میں نے تم سے اس چیز کو ایک سوبیس کا خریدا ہے، اب اگر بیچنے والا کوتاہ ایمان ہوگا یا شرافت سے تہی دامن ہوگا تو بہت جلد وہ خریدار کے خلاف بہانہ سازی سے کام لے گا اور جھگڑا کھڑا کر دے گا۔ یہاں تک کہ سودا توڑ ڈالے گا اور جس نے اسے اس پر اکسایا اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ اس چیز کو فروخت کر ڈالے گا۔

[2] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النهی عن تلقی الرکبان وان بیعه مردود لأن صاحبه عاص آثم اذا کان به عالما وهو خداع فی البیع والخداع لا یجوز، حدیث: ٢١٦٥؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن أو یترك، حدیث: ١٤١٢۔

[3] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن أو یترك، حدیث: ١٤١٤۔

کے درمیان جھگڑا پیدا کرنا بدرجہ اولیٰ حرام، گناہ کبیرہ اور بھاری معصیت ہوگی اور کسی عقل مند شخص کو اس میں شک کی گنجائش نہیں ہوگی۔

بنابریں ان تخریب پسند سازشی عناصر کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو میاں بیوی اور منگیتر اور اس کے خواست گار کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کرتے ہیں اور ان میں بگاڑ کے بیج بوتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے پہلا ظلم خود اپنے آپ پر کیا، دوسرا ظلم میاں بیوی پر کیا اور اپنی اس رذیل حرکت کی وجہ سے وہ اللہ کی طرف سے ناپسندیدگی کے مستوجب ہوں گے۔ سماج اور مسلم عوام انہیں بغض، حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور انہیں فاسق و فاجر، مکار اور دھوکا باز کہیں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک ایک حرکت حرام ہے، اور ان کا شمار ظلم کی ان اقسام سے ہے جن کا انجام عقل مندوں سے مخفی نہیں ہے۔ آخر میں ہم ان لوگوں کو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد دلائیں گے۔

﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [1]

’’جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ خسارے میں ہیں۔‘‘

---

[1] ۲/ البقرۃ:۲۷۔

التجريد الصريح لأحاديث الجامع الصحيح

مختصر صحیح بخاری

الإمام زين الدين أبي العباس
أحمد بن عبد اللطيف الزبيدي
(ت/ ٨٩٣ھ)

ترجمہ
مولانا محمد داؤد راز

تقدیم و نظر ثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زہوۃ
فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

مکتبہ اسلامیہ





طب نبوی

تالیف

أبو عبد الله شمس الدین ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

المتوفی ۷۵۱ھ

ترجمہ

حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

تخریج

حافظ فرحان الٰہی

تحقیق

علامہ ناصر الدین البانی

نظرثانی

ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

مکتبہ اسلامیہ

مُعاشرے کی
مُہلک بیماریاں
اور انکا عِلاج

